وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (الانبیاء)

"اور جس قوم کو ہم نے ایک دفعہ ہلاک کر دیا اُس کا پھر اُبھرنا محال ہے"

تذکرہ

ہرگز نہیں یہ تو ایک عبرت ہے سو جو چاہے اِس سے عبرت پکڑ لے

جس میں مسلمانانِ عالم کو ان کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغامِ اخیر دیا گیا ہے

جلد سوم

لِلمُفتقر اِلی اللہ الرحمٰن

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
التذکرہ پبلیکیشنز
المشرقی ہاؤس ۳۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور
فون نمبرز: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ ـ ۰۴۲ ○ فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تمام حقوق تصنیف و طبع و ترجمہ حسب ضابطہ پبلشر محفوظ ہیں

کتاب	----------	تذکرہ
جلد	----------	سوم
مصنف	----------	حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی ؒ
مطبوعہ (پہلی بار)	----------	1384ھ مطابق 1964ء
طباعت (موجودہ)	----------	25 اگست 1998ء بمطابق: 2 ر جمادی الاول 1419ھ
پبلشر	----------	خاکسار حمید الدین احمد ابن علامہ المشرقی ؒ
		(منیجنگ ڈائریکٹر التذکرہ پبلیکیشنز)
مطبع	----------	رفائی پرنٹرز ● لاہور
ڈسٹری بیوٹرز	----------	التذکرہ پبلیکیشنز' 34- ذیلدار روڈ ● اچھرہ- لاہور
ٹائٹل	----------	خورشید عالم گوہر قلم ● ظہور کاظمی
کمپوزنگ	----------	حاجی ثناء اللہ قصوری
		طیبہ کمپوزنگ سنٹر اچھرہ' لاہور
سائز	----------	20x26/8
ضخامت	----------	400
ہدیہ	----------	300 روپے فی جلد

التذکرہ پبلیکیشنز

المشرقی ہاؤس
34- ذیلدار روڈ' اچھرہ
لاہور- 54600

فون
042-411228
042-415116

فیکس: 042-7587394

ترتیب

تذکرہ جلد سوم ------ مصنف: حضرت علامہ مشرقی ؒ

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
1	از ٹائٹل... تذکرہ جلد سوم	1
2	پرنٹ لائن	2
3	ترتیب ---- جلد سوم	3
4	اشعار مشرقی ؒ	4
5	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ---- شعر	5
6	حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی ؒ کی ڈگریاں	6
7	سکیچ حضرت علامہ مشرقی ؒ ..... شعر	7
8	تصانیف مشرقی ؒ و دیگر مصنفین کی کتب معہ قیمت	8
	سوانح عمری --- حضرت علامہ مشرقی ؒ	9
28-9	● تحریر: صفدر سلیمی مرحوم	
31-29	مختصر تعارف ... تصانیف حضرت علامہ مشرقی ؒ	10
32	تعارف کتاب تکملہ (اول دوم)... سیرت النبی ﷺ	11
47-33	فہرست مضامین..... تذکرہ (جلد سوم)	12
48	اشتہار کتاب "اشارات"... مصنف: حضرت علامہ مشرقی ؒ	13
73-49	فہرست آیات القرآن ● تذکرہ جلد سوم	14
74	اشتہار کتاب خطاب مصر ● مصنف: حضرت علامہ مشرقی ؒ	15
76-75	پیش لفظ.... حمید الدین احمد المشرقی	16
80-77	تمہید.... تذکرہ جلد سوم ● حضرت علامہ مشرقی ؒ	17
390-81	اصل کتاب تذکرہ (جلد سوم).... مصنف: حضرت علامہ مشرقی ؒ	18
396-391	تعارف..... حضرت علامہ مشرقی ؒ کی شہرہ آفاق تصانیف	19
397	تعارف..... حدیث القرآن	20
398	تعارف..... مولوی کا غلط مذہب	21
399	تعارف..... قول فیصل	22
400	تعارف..... تذکرہ جلد (اول دوم سوم)	23

عشق مصطفیٰؐ

نوا پرداز عشق مصطفیٰؐ ہوں
یہ لے نکلی تو پھر کیا دب سکے گی
وہ گونج نام محمدؐ کی نور کے تڑکے
صلا ہے سب سے محمدؐ ہے تیز گام ابھی

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

تفریق

توحید سے دل ہوتے ہیں' بندوں کے نیک
تفریق کے در پر تو کبھی سر کو نہ ٹیک
جو فرقے ہیں قوم کے گویا بت ہیں
رب ایک تو ہو کام بھی اک قوم بھی ایک

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

سزا

مری حکمت رہے گی چل کے ہر گوشے میں دنیا کے
مگر رک رک کے سمجھے گا بشر آخر پناہ یہ ہے
اب نیستاں سے یہی اک نوا باقی ہے
نہ سنی یہ بھی تو پھر تیری سزا باقی ہے

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

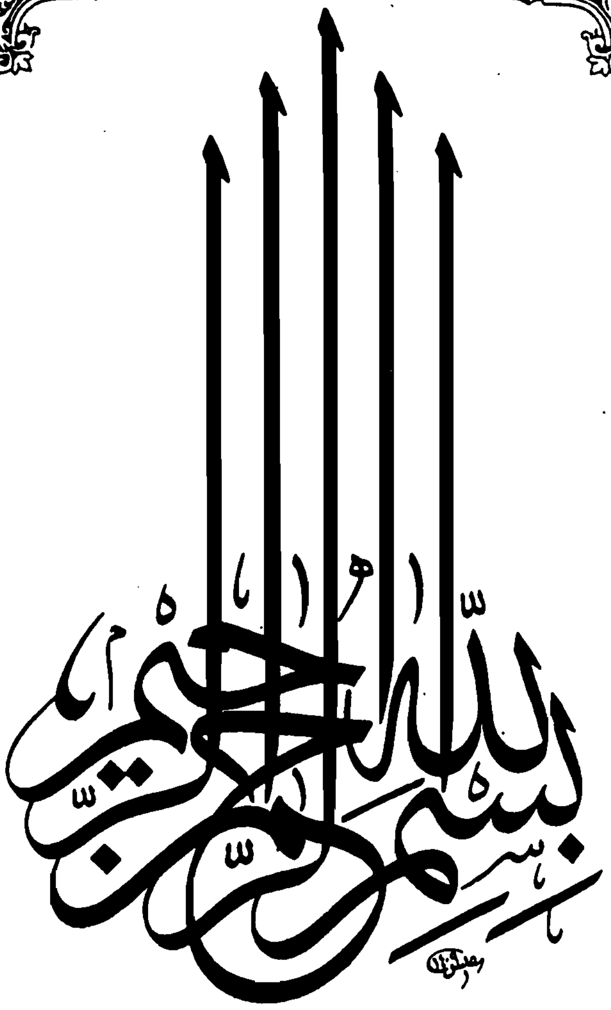

In the name of Allah,
the beneficient, the merciful

سرِ راہ سجا گیا

کچھ فلسفی نہیں ہوں کہ لڑھکوں ادھر ادھر
سیدھے ستون میں حق کے زمین پر لگا گیا
اتمام قولِ رب تو ہے، تعمیل ہو نہ ہو!
میں سب سچائیوں کو سرِ راہ سجا گیا
(حضرت علامہ مشرقیؒ)

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ایم اے (پنجاب ۱۹۰۶ء)، ایم اے (کیمبرج ۰۷-۱۹۰۹ء) بی ایس سی، بی ای، بی او ایل، ایف آر ایس اے (۱۹۲۳ء) ایف جی ایس (پیرس) ایف ایس اے (پیرس)، ایف پی ایچ آئی، آئی ای ایس (مستعفی ۱۹۳۰ء)، رینگلر سکالر، فاؤنڈیشن سکالر، بیچلر سکالر (کرائسٹ کالج کیمبرج) چار (اول درجے وغیرہ کے) ٹرائی پوس (حساب، فزکس، مکینیکل فزکس، عربی و فارسی) پنجاب اور کیمبرج یونیورسٹیوں کے ریکارڈ توڑے) ایک ریاست کے وزیر اعظم کی پیشکش (۱۹۱۳ء) حکومت ہند محکمہ تعلیم کا اول انڈر سیکرٹری (۱۹۱۶ء)، پرنسپل اسلامیہ کالج و سنٹرل ٹریننگ کالج، پشاور (۱۹۱۷ء)، سفارت کی پیشکش (۱۹۲۰ء) سر کے خطاب کی پیشکش (۱۹۲۱ء) فیلو آف رائل سوسائٹی آف آرٹس (۱۹۲۳ء) ممبر دہلی یونیورسٹی بورڈ (۱۹۲۳ء) فیلو آف جغرافیکل سوسائٹی (پیرس)، صدر میتھمیٹیکل سوسائٹی۔ مصنف تذکرہ (۱۹۲۴ء) (شہرہ آفاق محققین کی رائے میں) "قومی تعمیر کا انتہائی کامیاب قانون" "الٰہی معاشرت کا بے خطا انکشاف" مذہبی تحریرات کے لق و دق صحرا میں واحد نخلستان۔ یادگار شہکار (رائل سوسائٹی آف آرٹس) تذکرہ پر نوبل انعام کی پیشکش جسے عظیم مصنف نے ٹھکرا دیا (۱۹۲۵ء) مندوب اعلیٰ مؤتمر خلافت قاہرہ (۱۹۲۶ء) علامہ مشرقیؒ کا خطاب (۱۹۲۶ء) خاکسار تحریک کا قیام (۱۹۳۰ء) ممبر انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹلسٹس (لائیڈن ۱۹۳۰ء)، مندوب فلسطین عالمی کانفرنس، صدر ورلڈ فیتھس کانفرنس (۱۹۳۷ء)، گولڈ میڈلسٹ ورلڈ سوسائٹی آف اسلام (پہلے حاصل کرنے والے صرف مصطفیٰ کمال پاشا صدر جمہوریہ ترکیہ و رضا شاہ پہلوی سابق شاہ ایران (۱۹۳۸ء) ۱۹ مارچ کو انگریز سامراج سے ٹکراؤ (۱۹۴۰ء) آئین مشرقیؒ (۱۹۴۵ء)، قیام پاکستان کے بعد مشرقی و مغربی پاکستان کے درمیان دس لاکھ انسانوں کی تبادلۂ آبادی کی تجویز (۱۹۴۷ء)، اسلام لیگ کا قیام (۱۹۴۸ء)، ۹۵ فیصد غریبوں کو ۵ فیصد امیروں اور جاگیرداروں کے استحصال سے بچانے کے لئے "طبقاتی طریق انتخاب" کا فارمولا (۱۹۵۱ء)، مصنف "حدیث القرآن" (۱۹۵۱ء)، مسئلہ تسخیر کائنات اور انجام کائنات پر دنیا بھر کے بیس ہزار سائنسدانوں کے نام تاریخی خط بعنوان "انسانی مسئلہ" (۱۹۵۵ء) ۱۹۷۰-۷۱ء میں مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بن جانے کی پیش گوئی کے علاوہ دریاؤں کے رخ موڑنے اور دریاؤں پر ڈیم تعمیر کرنے کی بھارتی سازش کا انکشاف۔ مقبوضہ کشمیر کے مسئلہ کو کھٹائی میں ڈالنے اور مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ میں بھیجنے کی شدید مخالفت پر خطاب (منٹو پارک لاہور ۱۹۵۱ء) کشمیر کو بزور شمشیر حاصل کرنے کیلئے سرحدوں پر "جہاد کیمپ" (۱۹۵۷ء) تکملہ (سیرت رسول اللہؐ) وفات بمقام البرٹ وکٹر ہسپتال لاہور۔ ۲۷ اگست (۱۹۶۳ء) مزار علامہ مشرقیؒ (واقعہ ۳۴۔ ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور۔)

تصانیف علامہ مشرقیؒ: تذکرہ (اول، دوم، سوم) خریطہ۔ قول فیصل۔ اشارات۔ مقالات (اول، دوم) مولوی کا غلط مذہب۔ خطاب مصر (اردو، عربی) حدیث القرآن۔ انسانی مسئلہ۔ تکملہ (اول، دوم) حریم غیب۔ دہ الباب۔ ارمغان حکیم وغیرہ

تاریخ و مقام پیدائش: ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء (امرتسر) ——— تاریخ و مقام وفات: ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء (لاہور)

موجودہ قائد تحریک: حمید الدین احمد ابن علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ ——— فون: ۰۴۲-۴۱۱۲۲۸ / ۰۴۲-۴۱۵۱۱۶

شائع کردہ: **بابُ الاشاعت: خاکسار تحریک** ۳۴ ذیلدار روڈ (ملحقہ مزار حضرت علامہ مشرقیؒ) پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۶۰۰ اچھرہ لاہور-۱۶

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	ہدیہ	مصنف
1	تذکرہ (اول دوم)	600/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
2	حدیث القرآن	150/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
3	تکملہ (سیرت النبی) اول	150/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
4	مولوی کا غلط مذہب	160/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
5	مقالات	400/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
6	حریم غیب	100/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
7	دہ الباب	100/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
8	ارمغان حکیم	100/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
9	خطاب مصر	150/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
10	اشارات	200/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
11	الاصلاح (المشرقی رحمۃ اللہ علیہ وشہداء نمبرز (مجلد)	225/=	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
12	قول فیصل	(زیر طبع)	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ
13	انسانی مسئلہ	(زیر طبع)	حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی، سائنسی، سوانحی اور تحریکی موضوعات پر دیگر
مصنفین کی کتب

● المشرقی (سوانح عمری)=/300 مصنف: ڈاکٹر عظمت اللہ بھٹی ● شاہراہ عمل =/200 مصنف بشیر احمد قریشی ● قول سدید =/60 ● الصلواۃ =/30 ● دین فطرت =/30 روپے ● فہم دین =/40 روپے مصنف بشیر احمد قریشی ★ خاکسار تحریک کی جدوجہد (اول دوم سوم) مصنف: راجہ شیر زمان خان ● سر سید جناح اور مشرقی رحمۃ اللہ علیہ =/200 ★ علامہ مشرقی اور معاصر =/200 مصنف رشید احمد ملک ایڈووکیٹ ★ کشمیر اور علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ =/150 مصنف سید شبیر حسین شاہ ● صراط مستقیم =/50 روپے ● نگاہ بازگشت =/225 ● Man's Destiny =/200 ● Quran and Evolution =/150 ● Al-Mashraqi Disowned Genius =/200 مصنف: سید شبیر حسین شاہ ● انگریز، سر سکندر اور خاکسار تحریک =/50 روپے ● ایک مجاہد علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ =/50 مصنف ڈاکٹر رشید نثار ● قائداعظم پر حملہ آور کون؟ (الاصلاح نمبر) 30 روپے ● المشرقی رحمۃ اللہ علیہ اور خاکسار شہداء نمبرز مجلد =/225 روپے

التذکرہ پبلی کیشنز
المشرقی ہاؤس
۳۴- ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

فون نمبر: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ - ۰۴۲ ○ فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

خاکسار اعظم

خاکسار تحریک کے قافلہ سالار

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کا مرقع حیات

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

● صفدر سلیمی

مردہ قوموں میں کسی زندگی بخش رہنما کا رونما ہونا قدرت کے بڑے بڑے انعامات اور آیات سے ہے۔ لیکن زندہ رہنما کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ لگانا اور اس کے بتلائے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن ہونا بجائے خود مردہ قوم کی تاریخ میں ہمیشہ ایک یاس انگیز مسئلہ بنا رہا۔ قوم کی ذلت اور شکست اس کا زوال اور انتشار اس کی نفس پسندی اور تن آسانی اس کی خوش فہمی اور خود غرضی حقیقی رہنما کے جان توڑ عمل کو قبول کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں اور وہ مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ ایک عرصہ تک حیات افروز عمل کی شمع پر آپ ہی پروانہ وار جلتا رہے۔ جل جل کر زندہ ہو اور زندہ ہو ہو کر پھر مرے اور بالاخر آتش نمرود کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں خوابیدہ سخت قوم کی آنکھیں کھول دے۔ اس کا ہر فرد انگڑائیاں لے لے کر اٹھے اور سب مل کر عمل اور زندگی کا ایک نیا آسمان اور نئی زمین آباد کروائیں اور اس کی یاس انگیز تاریکیوں میں چاند اور ستارے بن کر نئی تابانیاں پیدا کر دیں۔

خاکسار اعظم حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کی عمل بر انداز زندگی ان تلخ لیکن لازوال حقائق کا آفتاب بن کر آج ہمارے سروں پر چمک رہی ہے۔ ان کی مستی کردار میں رنگی ہوئی راتیں اور دن ایک کتاب سطور

بن کر ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ سلسلہ عمل کی کڑیوں نے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ان سے وابستہ کر رکھاہے اور اچھرہ کے ایک سادہ اور پرسکون خیمے میں بیٹھ کر وہ تعمیرجدید کے ولولوں کی برقی رو ہندوستان کے کونے کونے میں دوڑا رہے ہیں ہندوستان کی ٹھوس عملی سرگرمیوں کا تھرمامیٹر وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ اور نگاہ حقائق و بصائر قرآنی پر جمی ہوئی ہے۔ ان کے تخیلات اور تصورات ایک جہان نو کی عملی تشکیل میں مصروف ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ عمل کی رنگینیوں کو بھی اس میں آباد کیا جا رہا ہے وہ فرضی اعتقادات اور رسوم کے بے باک منکر ہیں۔ اور ان کا ہر قدم علم اور یقین کی روشنی میں اٹھ رہا ہے۔ ان کی غیرت عمل ایک لمحہ کے لیے بھی یہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں کہ عوام کو کسی فرضی اور ہنگامی پروگرام کی تقلید میں ان کے ہم نوا کر دیا جائے۔ رہنمائی اور قیادت کے دیدہ زیب اور دلفریب نقالوں کو تار تار کر کے انہوں نے ٹھوس اور عملی حقائق کی جو دنیا آباد کی ہے۔ اس میں شہرت پسندی خودغرضی اور بو الہوسی کے لیے کوئی گوشہ موجود نہیں۔ کوئی ہفتہ شاید ہی ایسا گزرتا ہو۔ جب عزت اور شہرت جاہ پسندی اور رسمی وقار کے بڑے بڑے لات و منات ان کے آستانہ اخلاص پر چکنا چور نہیں کئے جاتے مخالفت کی تند آندھیاں حوادث کی بجلیاں اور یاس و قنوط کی تاریکیاں انتہائی یورش میں بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں کر سکیں۔ ان کی مسکراہٹوں نے کبھی شکست قبول نہیں کی۔ تسلیم و رضا کے جذبوں سے سرشار وہ انتہائی پامردی بے پناہ خودداری اور بے مثال صبر کے ساتھ اپنے کارواں حیات کو لیے ہوئے وہ منزل مقصود کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ ان کے عزائم میں سنگ خارا کی سختی ہے۔ وہ جذبات اور الفاظ سے متاثر بھی نہیں کئے جا سکتے۔ لیکن غیض و غضب کے عالم میں وہ ایک آتش فشاں پہاڑ بن کر سامنے آ جاتے ہیں۔ ان کا جذبہ حریت چوٹ کھا کھا کر ابھرتا ہے

اور وہ مخالفت کے خطرناک سے خطرناک طوفان کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ان کی حیات پاک حیات جاودان اندر ستیزاست کا حقیقی مرقع ہے۔ صبر آزما مشکلات کو دعوت دے کر ان کا مقابلہ کرنا ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ ان کے سینے میں فولاد کا دل ہے۔ جس پر زمانہ کے اشد ترین حادثات اثر انداز ہونے میں ہمیشہ ناکام رہے۔ خاکساری کی راہ میں انھوں نے زندگی کے قیمتی پیار' دلفریب رشتے' قابل فخر امتیازات اور خون کی تمام محبتیں بے دریغ قربان کر ڈالیں۔ حضرت جوہرؒ شاید آپ ہی کے لیے فرما گئے تھے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

وہ دلفریب ماحول میں چلتے ہوئے مختلف قافلوں کو اپنے اردگرد دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جب ان کی نگاہ ان کی ہنگامی رفتار اور بے نتیجہ منزل پر پڑتی ہے۔ تو ان کی پیشانی کچھ دیر کے لیے شکن آلود ہو جاتی ہے۔ اور وہ ان پر ایک حقارت بھری نظر ڈال کر پھر سرگرم سفر ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنا خون دے دے کر قوم کے گلشن خزان دیدہ کو بہار آشنا ماحول میں بدلنے کے لیے کوشاں ہوں۔ تو کسی بدبخت کو قوم کا خون چوستے کیوں دیکھوں۔ آخر یہ بے حیا کون ہیں جنھوں نے آج تک ادنیٰ جھونپڑی سر نہیں کی۔ اور قوم سے لاکھوں کے فنڈ۔ ہزار در ہزار پھولوں کے ہار اور کروڑوں زندہ باد کے نعرے انگلی ہلائے بغیر وصول کر رہے ہیں جنہیں صدیقی اور حسینی اسلام کی ابجد تک کی خبر نہیں۔

مغربی تہذیب کے نچوڑے ہوئے ان بابوؤں کو جب وہ قیادت کی کرسی پر جو کانٹوں کی سیج سے کم نہیں یا آرام بیٹھا دیکھتے ہیں تو کسی قدر حیران بھی ہو

جاتے ہیں کہ قوم ہلاکت کے کون سے دوزخ میں گر رہی ہے۔ وہ ساری خدائی سے بے نیاز ہو کر دیوانوں اور سر فروشوں کی ایک قطار پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ جو قلندروں سے زیادہ مست اور اولیاؤں سے بڑھ کر بے نیاز ہوں دہلی کے لال قلعہ پر پرچم اسلام کی اوڑان فاران کی چوٹیوں پر چالیس ہزار مشعلوں کے ساتھ چڑھائی اور پھر فتح مکہ کی خاطر لاکھوں کا کوچ۔ خدا ہی جانتا ہے ان کی منزل مقصود کہاں جا کر ختم ہو گی۔

خاکسار تحریک کی تاسیس بجائے خود تاریخ انسانی میں ایک حد درجہ جرات افرین اقدام تھا۔ خطرناک تلخیوں اور زہرہ گداز مخالفتوں سے اٹی ہوئی یہ ایک صبر پاش منزل تھی۔ قومی عظمتوں اور مذہبی صداقتوں کے علمبردار بہت کم قافلے ایسے گزرے جنہوں نے اس خارستان حیات کی کٹھن منزلوں میں قدم رکھنے کی جرات کی ہو۔ قومی زندگی کی یہ وہ پرخطر منزل عشق تھی جس کے متعلق خواجہ حافظ صاحبؒ مدتوں قبل ہی اشارہ فرما گئے تھے کہ

در راہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

کامیاب زندگی کے فائز المرام مرحلے

مشرق کی فلک گیر عظمتوں کے علمبردار مشرقیؒ نے ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء کو بمقام امرتسر منصہ شہود میں آنکھ کھولی۔ مشہور صاحب اثر رئیس اور قادر العلوم بزرگ خان عطاء محمد خان کا یہ مایہ ناز فرزند جلد ہی زندگی کی منزلوں پر کامیابی کا پرچم لہرانے لگا۔ حضرت علامہ سید جمال الدین افغانی علیہ الرحمتہ جیسے رہنمائے جلیل القدر اور پیشوائے فرید اور علامہ عبداللہ العمادی جیسے عالم بے بدل سے آپ کے والد محترم کے گہرے تعلقات تھے۔ ان حالات میں ہونہار

مشرقیؔ متاثر ہوئے بغیر نہ رہا قومی درد کی چنگاری اس کے دل میں روشن ہوئی اور آخر ایک دن شعلہ جوالہ کی صورت اختیار کر گئی بحیثیت ایک طالب علم کے آپ کی فتوحات کا سلسلہ تاریخ انسانی میں بے نظیر ہے اور شاید ہمیشہ بے نظیر رہے۔ فارمن کرسچین کالج اس قابل رشک کامیابی کو بھول نہ سکے گا۔ جو اس ہونہار طالب علم نے وہاں صرف پندرہ برس کی عمر میں بی۔ اے کی ڈگری کے انتہائی اعزاز اور وظیفہ کی صورت میں حاصل کی۔ مشہور حساب دان پروفیسر ایس این داس گپتا کا اپنے اس قابل فخر شاگرد کے متعلق یہ ریمارک مایہ ناز ہے کہ "پنجاب نے ریاضی میں اس سے بڑھ کر ہوشیار طالب علم پیدا نہیں کیا"۔ ۱۹۰۷ء میں ایم۔ اے ریاضی کے امتحان میں آپ نہ صرف پنجاب بھر میں اول رہے۔ بلکہ تمام سابقہ ریکارڈ توڑ کر نیا ریکارڈ قائم کیا۔ روزنامہ ٹریبیون اس بے مثال کامیابی پر خراج تحسین ادا کرتا ہوا لکھتا ہے کہ "کیا کوئی شخص اب بھی کہہ سکے گا کہ مسلمان حساب نہیں جانتے" اس قابل رشک کامیابی نے سرکاری اور غیر سرکاری عہدوں کی پیشکش کے دروازے آپ پر کھول دیئے۔ گورنر پنجاب نے آپ کے اعزاز میں پارٹی دی اور ملک کے مختلف حصوں سے تہنیت اور تبریک کا ہدیہ سینکڑوں تاروں کی صورت میں آپ تک پہنچایا گیا۔ عہدوں کی پیشکش آپ کی علمی تشنگی کو کم نہ کر سکی اور آپ سب پیش کشوں کو شکریہ کے ساتھ رد کرتے ہوئے مزید حصول تعلیم کے لیے عازم انگلستان ہو گئے۔ اور وہاں پہنچ کر کیمبرج یونیورسٹی کے کرائسٹ کالج میں داخل ہو گئے ۱۹۰۷ء میں ریاضی کے ایک مشہور مقابلہ میں جس میں سترہ کالج شریک تھے۔ آپ پہلے ہی سال شامل ہوئے اور اول رہے۔ اس غیر معمولی کامیابی پر آپ کو ستر پونڈ ماہوار کا وظیفہ اور فاؤنڈیشن سکالر کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۹ء میں ریاضی کے ٹرائی پوز آنرز کے کورس کو دو سال میں نہ صرف ختم کیا بلکہ اول آئے۔ اور رینگلر کا خطاب بھی حاصل کیا۔ یونیورسٹی نے

اس کامیابی سے متاثر ہو کر بیچلر سکالر' کے خطاب سے نوازا اور پہلے سے زیادہ
مقدار میں وظیفہ پیش کیا۔ ساتھ ہی دو مزید " ٹرائی پوز آنرز" کے چھ سال
کورس کو دو سال میں ختم کر کے درجہ اول میں کامیاب ہوئے۔ مشہور
انگریزی اخبار "ڈیلی مرر" اس کامیابی پر رقمطراز ہے۔

" امسال کیمبرج میں عنایت اللہ خان نے "دوٹرائی پوز آنرز میں بیک
وقت کامیابی کا غیر معمولی اعزاز حاصل کیا۔ جو آج تک کسی نے حاصل نہ کیا
تھا۔"

اسی طرح بی۔ او ایل السنہ شرقیہ کا ٹرائی پوز درجہ اول میں پاس کیا۔ جو
آج تک کسی ہندوستانی کو حاصل نہ ہو سکا۔ ساتھ ہی بی۔ ایس سی کی ڈگری
کالج میں آنرز کے ساتھ حاصل کی۔ اور اولیت کا انعام حاصل کیا۔ اتنی عظیم
الشان کامیابیاں علمی فتوحات کے سمندر میں سکون پیدا نہ کر سکیں۔ چنانچہ
۱۹۱۲ء میں انجینئرنگ کے سب سے بڑے امتحان مکینیکل ٹرائی پوز میں
شامل ہوئے۔ اور بی۔ اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔

" ڈیلی کرانیکل اس کامیابی پر حسب ذیل الفاظ میں خراج تحسین
کرتا ہے۔

"مکینیکل ٹرائی پوز کا نتیجہ جو کل شائع ہوا۔ عنایت اللہ
کامیابی کو پیش نظر رکھ کر قابل لحاظ ہے۔ دنیا بھر کی قوموں میں عنایت
خان پہلا شخص ہے جس نے چار مختلف اعزاز حاصل کئے۔"

یہ وہ اعزازات تھے جنہیں کوئی طالب علم دنیا بھر کی تاریخ میں آٹھ
برس کے اندر حاصل نہ کر سکا۔ مشرق ان کامیابیوں پر جس قدر ناز کرے
ہے۔ اور مغرب نے جس ولولے سے اپنا خراج تحسین پیش کیا وہ حسب
اقتباسات سے پوری طرح نمایاں ہے:۔

ڈیلی ...ل (لندن) "اس وقت تک یہ بات ناممکن خیال کی جاتی

کہ پانچ برس کی قلیل مدت میں کوئی شخص یہ چار اعزازات حاصل کر سکے۔ لیکن یہ سہرا ہندوستان کے سر ہے کہ عنایت اللہ خان نے اس ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ روزنامہ "ویسٹ منسٹر گزٹ" ہونہار ہندوستانی سکالر عنایت اللہ خان نے آج ایک اور اعزاز حاصل کیا ہے۔ بلاشبہ وہ ان چوٹی کے ہندوستانیوں میں سے ہے۔ جنھوں نے کیمبرج میں شہرت دوام حاصل کی۔"

کیمبرج ڈیلی نیوز۔ کامیاب طلباء کی جو فہرست آج شائع ہوئی۔ اس میں عنایت اللہ خان آف کرائسٹ کالج کا کارنامہ خاص دلچسپی کا مرکز ہے۔ جس نے چار مختلف علوم میں انتہائی اعزازات حاصل کئے۔

روزنامہ ڈیلی ٹیلی گراف اور روزنامہ لندن ٹائمز نے بھی اسی طرح شاندار الفاظ میں رائیں لکھیں۔

ان شہرہ آفاق کامیابیوں کے دوران میں آپ نے ایمپائر ریویو۔ ویسٹ منسٹر ریویو اور دنیا کے سب سے بڑے اخبار لندن ٹائمز میں بھی بطور نامہ نگار کام کیا۔

ان اخبارات میں آپ کے جو بلند پایہ مضامین شائع ہوئے انھوں نے دنیا کے بڑے بڑے زعماء سے خراج تحسین حاصل کیا۔ مشرق و مغرب کے سامنے علمی امتیازات کا بڑے سے بڑا ریکارڈ قائم کرنے کے بعد آپ مراجعت فرمائے ہندوستان ہوئے نہ صرف حکومت ہند بلکہ ریاستوں کی طرف سے آپ کو بلند ترین عہدوں کی پیش کش ہوئی۔ آپ کے سامنے انسانی زندگی کا ایک بلند ترین مشن تھا۔ جس کی بنا پر آپ نے شخصی ملازمت سے انکار کر دیا۔ یورپ کی سیر کرتے ہوئے آپ ہندوستان پہنچے اور بمبئی پہنچتے ہی آپ کو اسلامیہ کالج پشاور کی وائس پرنسپلی کی پیش کش گورنر سرحد کی طرف سے ملی۔ جسے آپ کی دور رس نگاہوں نے اپنے نصب العین کے حصول کا بہترین ذریعہ سمجھا۔ ۱۹۱۴ء تک آپ اس عہدہ پر متمکن رہے۔ اور پھر ۱۹۱۷ء تک

پرنسپل مقرر ہوئے ۱۹۱۷ء میں آپ کو حکومت ہند کی انڈر سیکرٹری کی حیثیت سے سر جارج انڈرسن کی جگہ شملہ بلا لیا گیا۔ جہاں آپ تین سال تک اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے۔ حکومت ہند کی مشینری اور اس کے پرزوں کو سمجھنے کے لیے آپ کو قدرتی مواقع حاصل ہو گئے۔ اور آپ نے ان سنہری مواقع کا کماحقہ فائدہ اٹھانے کے لیے اپنی بہترین قابلیتیں صرف کر ڈالیں۔ غداروں اور قوم پرستوں کی سازشوں اور حکومت کی داخلی سیاسیات کو سمجھنے میں آپ کی فراست اور تدبر پوری طرح مصروف کار رہا۔ اس دوران میں آپ کو ملک کی انقلابی، پولیٹیکل اور سوشل تحریکات کی تہ تک پہنچنے کا بھی پورا تجربہ حاصل ہو گیا۔ حکومت ہند میں آپ کے کام کو حد درجہ تسلی بخش قرار دیا گیا۔ اور آئی۔ سی۔ ایس کا مستقل عہدہ دے کر آپ پشاور بھیج دیئے گئے۔ آپ یہاں پر بحیثیت پرنسپل ٹریننگ کالج، رجسٹرار اور انسپکٹر آف ہائی سکولز کام کرتے رہے اور حکومت کی انتہائی مخالفت کے باوجود قرآنی تعلیم کو سکولوں میں جاری کروا کر دم لیا۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جب مسلمانان ہند کے جذبات مسئلہ خلافت کی بنا پر حکومت برطانیہ کے خلاف بری طرح برانگیختہ تھے۔ منافرت کے شعلے انگریز کے خلاف پورے ہندوستان میں زور و شور سے بھڑک رہے تھے۔ سول نافرمانی اور مخالفت کا ایک طوفان تھا جو ملک کے طول و عرض میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ان حالات کا سراسر غلط فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے بعض ہنگامی اور برخود غلط لیڈروں نے ہجرت کی تحریک جاری کی۔

اسلام کی تقدیس کے نام پر عوام کے جذبات کو بھڑکایا گیا اور خدا اور رسول ﷺ کے عشق اور محبت کی لے میں ہزاروں فرزندان اسلام اپنا سب کچھ لٹا کر اس آتش ہلاکت میں کود پڑے۔ اور قندھار چلو قندھار چلو، کا جذبی گیت گاتے ہوئے کارواں در کارواں سوئے کابل روانہ ہو پڑے۔ کابل

جانے والی سڑک پر ہزاروں مرد عورتیں اور بچے چلو مسلمانوں سوئے کابل امیر کابل بلا رہے ہیں' کا نغمہ خوش فہمی میں الاپتے موت سے ہم آغوش ہونے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ ہجرت کے بے پناہ سیلاب نے حکومت کے اوسان خطا کر دیئے۔ اور جب یہ طوفان کسی طرح تھمتا نظر نہ آیا تو نظر آپ پر پڑی۔

سردست سر کا خطاب اور پندرہ سو روپے پر پولیٹیکل سیکرٹری کا عہدہ اور آگے چل کر چار ہزار روپیہ ماہوار پر کابل کی سفارت کی پیش کش ہوئی۔

ہجرت کی ہنگامی بے نتیجہ اور غیر منظم تحریک سے آپ کو قطعاً" اتفاق نہ تھا اور اس کے ہولناک اور ہلاکت خیز نتائج سے آپ پوری طرح آگاہ تھے۔ لیکن آپ کی اسلامی غیرت ایک لمحہ کے لیے بھی یہ برداشت نہ کر سکی۔ کہ دنیاوی جاہ و جلال کی خاطر اسلام کے پروانوں کو شمع ہجرت پر قربان ہونے سے روکیں۔ حکومت کو لکھ بھیجا کہ یہ اعزازات مجھے منظور نہیں۔ اور اگر اس عہدے کو مجھے قبول کرنا ہی ہے تو استعفیٰ حاضر ہے۔ مشرقیؒ پہلا مسلمان اور شاید پہلا ہندوستانی تھا۔ جس نے اتنی بڑی پیش کش قومی غیرت کے پیش نظر ٹھکرا دی۔ اس تلخ لیکن حقیقت افروز اعلان پر حکومت کے دل میں آپ کے خلاف انتقام کا بیج بو دیا گیا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ دو ہزار روپے ماہوار پر گورنمنٹ ہائی سکول کی ہیڈ ماسٹری کے عہدے پر لا کر رکھ دیئے گئے۔

اس تلخ صورت حالات نے آپ کو قومی اصلاح کی جانب متوجہ کر دیا۔ مسلمانان ہند ایک مدت ہوئی رشد و ہدایت کا نور کھو کر صراط مستقیم سے بھٹک چکے تھے۔ یورپ کی شیطانی سیاست کی تقلید نے انہیں ضلالت اور انتشار کی ہزار در ہزار پگڈنڈیوں پر ڈال دیا تھا۔ حقائق کا سراج منیر نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ اور ہنگامی تحریکات کے شور و غوغا نے زندہ اور نتیجہ خیز عمل کا آخری

نشان تک چھین کر نجات کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں۔ کشمکش حیات کی طوفان خیزیوں میں ایک گھٹاٹوپ اندھیرا تھا۔ جس میں قوم کی کشتی ہچکولے کھا رہی تھی۔ اور اسی اندھیرے میں قوم کی تیرہ سو برس کی متاع عزیز بے دردی سے لٹ رہی تھی چار سال کے فلک پیما اور حیات آفرین تفکر کا نتیجہ " تذکرہ " جیسی عالمگیر تصنیف کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور مسلمانان عالم کی زندگی اور موت کے اس آخری اعلان نے بیک جنبش قلم مکر اور فریب کے سینکڑوں نقاب الٹ کر رکھ دیئے۔

احبار اور رہبان کی دلفریب اور دیدہ زیب مکاریوں اور سحر طرازیوں کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹنے لگا۔

الغرض تذکرہ کے لازوال اور فیصلہ کن حقائق دنیائے اسلام کی تن آسانیوں میں ایک قیامت خیز زلزلہ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور مذاہب عالم کی بھولی ہوئی تعلیم " نور مبین " بن کر چکا چوند پیدا کرنے لگی کسی نشر و اشاعت کے بغیر تذکرہ کی جلدیں دنیا کے کونے کونے تک پہنچنے لگیں اس کی والہانہ تائید میں ہزاروں خطوط اور تاروں کا مینہ برسنے لگا۔ افریقہ کی صحراؤں اور جنوبی امریکہ کے زلزلہ زدہ علاقوں تک اس کے نسخے پہنچے۔ دنیا کی کوئی قابل ذکر لائبریری اس سے خالی نہیں۔ مشہور عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن اسے داخل درس کرنے کی درخواستیں کر چکی ہے۔ لیکن شہرت سے بے نیاز مصنف نے یہ کہہ کر انکار کر دیا ہے کہ میں " تذکرہ کو سعدی کی گلستان بنانا نہیں چاہتا۔ ہندوستان کے ایک بہت بڑے اور مسلم عالم دین نے ۱۹۳۵ء میں جوش عقیدت میں لکھا کہ تذکرہ کے بعد قرآن کی تمام تفسیریں جلا دی جائیں تو بہتر ہے " تذکرہ کی شوکت آفرین تحریروں سے متاثر ہو کر بڑے بڑے مذہبی رہنما اور روحانی پیشوا پشاور پہنچ کر گھٹنوں پر ہاتھ ٹیکنے لگے۔ امیر طرابلس امام شیخ السنوسیؒ نے باقی جلدوں کی اشاعت کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا کہ " جس

طرح قرآن کو تم نے سمجھا۔ باقی مسلمانوں کو بھی سمجھاؤ۔ ورنہ قیامت کے دن ہمارا ہاتھ ہوگا اور تمہارا دامن۔"

رائل سوسائٹی آف آرٹس کے مجلّہ نے اسے "یادگار عالم شاہکار" قرار دیا۔ ییل یونیورسٹی آف امریکہ کے مشہور پروفیسر ٹاری نے اس پر کئی ماہ تک لیکچر دیئے۔ رائل سوسائٹی آف یورپ اور رائل اکیڈمی آف پیرس نے اپنی اپنی فیلو شپ کی پیش کش کی۔ انٹرنیشنل کانگریس آف اور ینٹلسٹس نے (جس کے ممبر ساری دنیا میں بیک وقت سو سے زیادہ نہیں ہو سکے) آپ کو صدارت کا عہدہ پیش کیا۔

نوبل پرائز کمیٹی نے علامہ صاحب کو لکھا کہ تذکرہ کا کسی یورپی زبان میں ترجمہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اردو کمیٹی کی تسلیم شدہ زبان نہیں۔ تذکرہ کے مطالب کو سمجھنے کے لیے جن کی بے حد تعریف کی گئی ہے نوبل پرائز کمیٹی ازحد بے تاب ہے۔"

علامہ محترم نے جواباً" لکھا " اگر اردو زبان جس کو دنیا کے کم از کم نو کروڑ انسان بولتے ہیں آپ کی تسلیم شدہ زبان نہیں۔ تو میں بھی اس کا کسی یورپی زبان میں ترجمہ کرانا گوارہ نہیں کرتا۔" تذکرہ کی عالمگیر شہرت سے متاثر ہو کر اس کے مصنف کو ۱۹۲۶ء کی موتمر خلافت بمقام قاہرہ میں شیخ الاسلام کے بزرگ تریں نمائندوں کے اجتماع میں آپ نے عربی زبان میں ایک معرکتہ الآرا خطاب دیا۔ جو "**خطاب مصر**" کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہندوستان اور مصر میں کئی بار شائع ہو چکا ہے۔"

۱۹۳۱ء میں آپ کی مشہور کتاب "**اشارات**" شائع ہوئی اور اس کے ساتھ ہی آپ نے خاکسار تحریک کو لے کر قومی اصلاح کے میدان میں اتر آئے۔

عظمت آفرین خاکسار اعظم نے اس بیابان کو جس میں اسے چار و ناچار

کودنا تھا دیکھا۔ ہر طرف ویرانہ ہی ویرانہ تھا۔ کوئی ہم سفر اور ہم خیال نظر نہ آتا تھا۔

اس قلندرانہ چال کو دماغی خرابی کہا جا رہا تھا۔ بڑے بڑے بدکردار خود بڑے ہوشیار بن کر پوری مکاری اور دیدہ دلیری سے اسے دیوانہ کہہ رہے تھے۔ اس کی حرکتوں اور بیلچہ برداریوں کو دیکھ دیکھ کر دور دور سے ہنستے تھے۔ قومی اصلاح کے بیانوں کی صحرانوردی اور دشت پیمائی۔ دیوانگی کی دلیل بن گئی تھی۔

امت کی زمین میلوں تک بنجر اور سنگلاخ پڑی تھی۔ دشت نوردی کی اس تحریک اور تجویز میں کوئی ہمدرد اور ہم نوا نہ تھا۔ جو سمجھتا یا سمجھنے کی تاب رکھتا۔

قوم کے دل و دماغ صدیوں کی غلطیوں اور غفلتوں سے ناکارہ ہو چکے تھے۔ سب اپنی عقلوں کے ناز میں دامن سنبھال سنبھال کر چلتے اور الگ الگ رہتے۔ خاموشی بیابانی جنگلی اور ریتلی زمین میں آج تک جو صاحب عزم چلا دیوانگی کے قابل رشک خطاب سے نوازا گیا۔ خاکسار اعظم کو بھی یہی خطاب ملا۔ بڑے بڑے عقلمند اپنے تدبر اور عقل مندی کے ثبوت میں سر ہلا ہلا کر افسوس کر کے بیلچہ کو اس کے کندھے پر اور بازاروں میں اس کی رسوائی دیکھ دیکھ کر ملنا" کہتے کہ افسوس ایک عمدہ آدمی مسلمانوں میں تھا۔ اس کا بھی دماغ خراب ہو گیا۔

خاکسار اعظم ساری خدائی سے بے نیاز ہو کر آزادی اور بادشاہت کا اسلام سکھلانے لگے۔ کربلا اور بدر و حنین کی جان سپاریوں کی لم پیش کرنے لگے۔ مکہ اور مدینہ کے جاں بکف اور تیغ برار اسلام کی تغیر عمل کے قلم سے لکھی جانے لگی۔ گھوڑوں اور زرہوں۔ خنجروں اور شمشیروں والا خالدیؓ اور حسینیؓ اسلام ازسرنو پھر زندہ ہونے لگا راہ خدا میں سر دینے کا جنوں پھر خون میں

چلبلاہٹ پیدا کرنے لگا۔ فضائے ہند میں تحریک کے پرچم کی اڑان دلوں کو کھینچنے لگی۔ اس کے علم جانفزا کے سائے میں حکمت کی بستیاں آباد ہونے لگیں۔ حریت اور جنون کے ستارے اس کے آسمان پر طلوع ہونے لگے۔ خدمت خلق کے چشمے ہر چہار جانب پھوٹ بہے۔ اطاعت کی باد بہار اور اخوت کی باران رحمت نے ہر طرف نئی رنگینیاں پیدا کر دیں۔ اخلاص و ایثار کے پھول مسکرانے لگے۔ فقیرانہ جڑی بوٹیوں کے درویشی گھونٹ مٹی کی بدصورت دوریوں میں گھٹ گھٹ کر تقسیم ہونے لگے۔ اور بڑے بڑے وکلاء رئیس خاکساری کی روحانیت سے شرابور ہو کر بیلچہ کا رسوا کن ہتھیار سربازار فخریہ طور پر اٹھانے لگے۔ سب سمجھ گئے کہ

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطر ہاست بجاں
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

مخالفت کی تند آندھیاں ہر چہار اطراف سے اٹھیں لیکن تحریک کا سفینہ بحر مو آج کی پرخروش اور طوفان خیز لہروں پر آگے بڑھنے لگا۔ ناخدا ماحول کی ہولناکیوں سے بے نیاز موجوں کی یورش کو چیلنج کر رہا تھا۔ منزل مقصود تک پہنچنے کا جنوں اس کے تدبر و تفکر کی وسعتوں پر چھایا ہوا تھا۔ وہ سارے جہاں کو ٹھکرا کر عشق و مستی کے اس بازار میں نکلا تھا جہاں قومی سر بلندی کے لیے جان و مال کی بازی لگائی جاتی ہے۔ جہاں شہیدوں کا خون امتوں کے عروج و اقبال کی جنت کے بدلے میں تولا جاتا ہے۔ جہاں تحت الثریٰ کی زوال آفرین پستیوں میں روندی ہوئی قوموں کو عظمت و جلال کے فلک الافلاک تک بلند کر دینے کے لیے ووٹ شماری نہیں ہوتی۔ بلکہ راہ شوق میں کٹنے والے سروں کو گنا جاتا ہے۔ ہاں یہ تاریخ انسانی کی سب سے کٹھن منزل ہے۔ یہاں کسی بوالہوس قائد کا گزر نہیں۔ اسمبلیوں کی سیٹوں اور وزارتوں کی کرسیوں کو یہاں کوئی وقعت حاصل نہیں۔ پھولوں کے ہاروں اور زندہ باد کے

نعروں کا یہاں کام نہیں سٹیجوں کے غازی یہاں ذلت و رسوائی کے ساتھ ٹھکرائے جاتے ہیں۔ یہاں سرفروشی اور جان سپاری۔ داخلہ کا ٹکٹ بنتے ہیں۔ یہاں کھانے کو غم اور پینے کو صبر اور رضا کے کڑوے گھونٹ ہیں۔ ہاں یہ قوموں کی معراج ہے۔

اس قافلہ سالار پر سلام۔ ہزار در ہزار سلام جو اس وادی پرخار میں سرگرم سفر ہے۔ اس کے کارواں حریت پر ہزار آفرین۔ جو بیم و رجا کے طوفان میں کانٹوں سے الجھتا اور دامن چھڑاتا آگے ہی بڑھ رہا ہے تاریخ عالم کی جہانگیر اور سب سے طاقتور حکومت قدم قدم پر قدغن بٹھا رہی ہے۔ قدم قدم پر قانون و آئین کی خود غرضانہ تاویل کی زنجیریں پاؤں میں ڈال رہی ہے۔ اور خود فریبی اور خوش فہمی کے پردوں میں بیٹھ کر سمجھا جا رہا ہے۔ کہ ہم نے مصر اور بابل کی تاریخی سنتوں کو ادا کر دیا۔ لیکن بہرے کان دریائے نیل کی موجوں کی آواز کو نہیں سن سکتے۔ جو ابھر ابھر کر کہہ رہی ہیں کہ

اسی دریا سے اٹھیگی وہ موج تند جولاں بھی
ہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

قومی اصلاح کی وادی پرخار میں خاکسار اعظم کا داخلہ تاریخ ہند کا ایک قابل تبریک واقعہ ہے۔ قلندرانہ ادائیں اپنی پوری رعنائیوں سے اس کے جلو میں تھیں اور سکندرانہ جمال اس کے سر پر سایہ فگن تھا۔ تاریخ کا وہ مایہ ناز فرزند جس کے علم و فضل کے اعزاز میں مشرق اور مغرب دونوں فرط عقیدت سے سرنگوں ہو گئے تھے حاکمانہ اقتدار کی بلندیاں جس کے قدم لینے کو آگے بڑھی تھیں۔ آخر اپنے صبر آزما مشن کو لے کر قلندروش میدان میں آگیا۔ تیرہ سو پچاس برس کی بے مثال نور پاشیوں کے بعد آفتاب اسلام میں روشنی کی خطرناک کمی اس کے ہوش اڑانے لگی۔ عالم اسلام مزے کی نیند سو رہا تھا۔ چند بچی کھچی اسلامی سلطنتیں اپنی اپنی حالت میں مست تھیں غازی مصطفیٰ

کمال، رضا شاہ پہلوی۔ شاہ زوغول پاشا سب مطمئن تھے کہ اسلام کی عالمگیر سلطنت کے کچھ بچے کھچے ٹکڑے ان کے پاس باقی ہیں۔ لیڈر خوش تھے۔ کہ قوم کے کسی نہ کسی حصے کی سرداری تو ان کے قبضے میں ہے۔ گدی نشین مست تھے۔ کہ نفس پرستی کے لیے امت کو خوب الو بنا رہے ہیں۔ بدنصیب مسلمان تنکا دہرا کرنے کے قابل نہ رہا تھا۔ ملک برباد ہو رہے تھے۔ تلواریں زنگ آلود ہو چکی تھیں۔ تیرہ سو برس کی بے مثال اسلامی سلطنت کا والی روٹی کے لیے ترس رہا تھا۔ رہنما اور مرشد چوروں اور ڈاکوؤں کا فرض ادا کر رہے تھے سرپرستوں کی شیطان سے ملی بھگت ہو چکی تھی۔ ایڈیٹر دشمن کے نمک خوار بن چکے تھے۔ وکیل مجسٹریٹ کے دسترخوان پر پل رہے تھے۔ معالج ملک الموت کی رشوت کھا چکے تھے۔ جلسوں اور نعروں کے زور پر قوت عمل ہلاک کی جا چکی تھی۔ انجمنوں کا طوفان رہی سہی طاقت کا صفایا کر رہا تھا۔ ریزولیوشنوں سے ہمتیں چورا چور کی جا رہی تھیں۔ اور بھولے بھالے مسلمان کو اس کی ہلاکت کی خبر تک پہنچانے والا کوئی نہ رہا تھا۔

آہ! جن پر سلطنتیں نثار اور حکومتیں قربان ہوا کرتی تھیں۔ جن پر قوت اور دولت کے موسلادھار مینہ برسا کرتے تھے۔ جنات زمین اور بہتے ہوئے دریا جن کے استقبال کو دوڑتے تھے۔ جن کے سفینوں نے سمندروں کے سینوں کو روند ڈالا تھا۔ اور جن کی اذانوں اور نعروں سے یورپ کے کلیسا گونج اٹھے تھے۔ جن کا اسلام تلواروں کی چھاؤں میں جواں ہوتا تھا۔ جن کی قوت ایمان نے شاہان مغرب کے ایوانوں میں زلزلے ڈال دیئے تھے۔ جن کے بہتے ہوئے خون عروس کائنات کا غازہ بن رہے تھے جن کے ولولوں کا طوفان خیز سمندر کفر و شرک اور ظلم و طغیان کو خس و خاشاک کی طرح بہا رہا تھا۔ جن کے عزائم کے پرخروش سیلاب میں قیصر و کسریٰ کی سطوت و جبروت کی چٹانیں پاش پاش ہوئی جا رہی تھیں۔ ہاں وہی مسلمان جن کی سرفروشیوں پر زمین و

آسمان تحسین و آفرین کے پھول برسایا کرتے تھے۔ اب گھوڑوں کی پیٹھ اور میدان جہاد کی شمشیر خارا شگاف کو چھوڑ کر پردہ نشین بن گئے۔ جو ان مردوں کے انداز اور غازیوں کے اطوار چھوڑ کر زنان خانوں کو جا آباد کیا ہے۔ قیصرو کسریٰ کے درباروں میں سنسنیاں پیدا کرنے والے تفسیروں اور کتابوں کے نقاب اوڑھ کر بیٹھ گئے۔ عقائد کی تدوین ایمان اور اعمال صالح کی جڑوں پر کلہاڑا چلانے لگی۔ خنجروں اور نیزوں کی جگہ دیدہ زیب آفتابوں نے لے لی۔ اطاعت کے کرشمے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے نظم و نسق کی ہوا اکھڑ گئی۔ اور شیرازہ ملت کے دھاگے ٹوٹنے لگے۔ وحدت عمل کا خاتمہ ہو گیا۔ دینی اشاعت کے حوصلے اور آوازۂ خدا کو بلند کرنے کی دلیریاں اپنی موت آپ مرنے لگیں۔ اقلیم قلب میں نامرادیاں پھیل گئیں۔ کشور عمل میں خرابے بکھیر دیئے گئے اور حوصلوں کی شکست نے ہر طرف ویرانیاں پھیلا کر رکھ دیں۔

برطانیہ عظمیٰ کے ایوان حکومت ہند میں بیٹھ کر شہرہ آفاق مشرقیؒ نے اسلام کی اجڑی ہوئی بہاروں پر نگاہ ڈالی۔ اس نے پھر چھتیس ہزار شہروں اور قلعوں کو سر کرنے والے سکوں سوز اسلام کی جھلک دیکھنی چاہی اس کی جہانگیر اور لرزہ فگن تعلیم کو ڈھونڈنا چاہا۔ تعلیم سے پیدا کئے ہوئے دل اور جگر تلاش کئے آسمانی احکام پر چلنے والے اور چلانے والی نورانی صورتوں کا تصور کیا وہ عظمت رفتہ کے غم میں تڑپ اٹھا۔ اور مسند حکومت کو ٹھکراتا ہوا جوش جنوں میں باہر نکل آیا۔ اور فیصلہ کر لیا کہ یا تو اس ذلیل اور شکست خوردہ قوم کو عظمت جلال کے تخت پر بٹھا کر دم لے گا۔ یا اس راہ میں اپنی زندگی کو بھی ہلاک کر دے گا۔ حکومت کی پری انداز دلربائی کے ساتھ آگے بڑھی۔ اور کہا "دیوانے مشرقیؒ دیکھ نائٹ ہڈ کا خطاب اور چار ہزار روپے ماہوار پر حکومت کی مسند بلند اقبال حاضر ہے۔ شاہانہ وقار اور جلال تیرے قدموں پر نثار کر دوں گی۔ لیکن مشرق کا زعیم سب کچھ ٹھکراتا ہوا اصلاح قوم کے ویرانوں اور

ریگ زاروں میں داخل ہو گیا اور عظمت قوم کے شبستانوں کو روشن اس کے باغوں کو شاداب اس کے آسمانوں کو پر سحاب۔ اس کی زمینوں کو آباد اس کے دریاؤں کو رواں اور امنگوں کو رقصاں دیکھنے کے جنوں میں اپنی پرشباب اور بہار آفرین زندگی کی بازی لگا دی۔ اس نے اپنی متاع حیات کے دانوں کو زمین میں بکھیر دیا اور کشت زار سعی و عمل کی بہار دیکھنے کے لیے آبیاری شروع کر دی۔

خاکسار تحریک کے قیام کا اعلان اپریل ۱۹۳۱ء میں ہوا اور ۲۵ اگست ۱۹۳۱ء کو لاہور سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر موضع پانڈوکی (قصور لاہور روڈ) میں پہلی جماعت کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔ لاہور میں پہلی جماعت فروری ۱۹۳۲ء میں قائم ہوئی۔ اور قائد تحریک حضرت علامہ مشرقیؒ ایک ایک دروازے پر دستک دینے لگا۔

ایک تن تنہا دیوانہ جس کا اس وسیع دنیا میں خدا کے سوا کوئی ہمنوا اور غمگسار نہ تھا۔ تمام بتوں کو توڑتا ہوا خاکی پوش اور بیلچہ بردوش بن کر ذلت اور مسکنت میں ڈوبی ہوئی قوم کو پکارنے لگا۔

گلی اور کوچوں میں اس دیوانے کی درد بھری صدائیں گونجنے لگیں۔ اس کی دلخراش آہوں اور جگر پاش کراہوں سے ہزاروں دل لرز اٹھے۔ اس کے لرزہ فگن نالوں نے پتھروں کو موم کر ڈالا۔ اور اس کی روح فرسا چیخوں نے پہاڑوں کے سینے واشگاف کر دیئے۔

ہاں! کیمبرج کا یہ مایہ ناز سکالر اور تذکرہ کے شہرہ آفاق شاہکار کا نادر الوجود مصنف میدان تگ و تاز میں کھڑا ہو کر قوم کو عظمت و اقبال کے فلک الافلاک تک پہنچانے کا عزم صمیم لے کر اٹھا ہے۔ ہمالہ کی چوٹیوں پر نظریں جمائے بیٹھا ہے۔ سرحد کے درہ خیبر کی جانب بار بار دیکھتا ہے آسمانوں کے ستاروں سے سکوت نیم شبی میں سرگوشیاں کرتا ہے۔ بادیدۂ تر دعائیں مانگ

رہا ہے کہ خدایا تیری رحمت کا نزول ہو۔ اور کسی کا اجڑا ہوا گھر آباد ہو۔ قلندروں اور مجذوبوں کی طرح گذشتہ عظمت کے ماتم میں سرفروش بن کر نکلا ہے۔ دیوانوں کی طرح پکار رہا ہے کہ "آؤ اکٹھے ہو جاؤ" پرانے قصور جانے دو۔ اگلی تقصیریں معاف کر دو۔ آپس کی جدائی نے برے دن دکھائے ہیں اب گلے مل جاؤ تم ماں کے پیٹ سے بادشاہ بن کر نکلے تھے۔ خدا نے تمہیں بادشاہت اور صرف بادشاہت کے لیے پیدا کیا تھا۔ اعلون ہونے کے بغیر مومن نہیں رہ سکتے تھے۔ اٹھو اب خاکسار کا بگل وہی تیرہ سو برس قبل کی جنگی آواز ہے۔ جو فاران کی چوٹیوں کا پیغام پھر تمہارے کانوں تک پہنچا رہی ہے۔" اس نے گلا پھاڑ پھاڑ کر مسلمان کو ہلاکت کے عذاب الیم سے ڈرایا۔ قرنوں کے گناہ اس پر واضح کئے صدیوں کی غلطیاں بے نقاب کیں بارگاہ خداوندی سے راندی ہوئی مظلوم اور مقہور قوم بیداری کی اس صدائے بے ہنگام سے چیخ اٹھی احبار اور رہبان نے وہی پرانی زنگ آلود کفر سازی کی توپ اٹھائی اور تکفیر کے بم اس پر پھینکنے شروع کئے۔ لیکن مرد مجاہد برابر سعی و عمل کا آب حیات مسلمانوں کی رگوں میں دوڑاتا چلا گیا۔ مخالفت کے طوفان میں اس کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی۔

" اگر مولوی کا ایک سو برس کا مذہب غلط نہیں تو پھر اعلون اور غالبون کے آسمانی تمغے کہاں ہیں طاقت اور حکومت کے لہراتے ہوئے نشان کہاں ہیں۔ جہانگیری اور جہاں بانی کے لشکر کہاں ہیں عالم آرا رحمت کی بدلیاں کدھر گئیں۔ جہاں آرا سطوت و جبروت کی باد بہار کو کیا ہو گیا۔ خدائی الطاف و اکرام کے جھوم جھوم کر برسنے والے بادل کہاں گئے۔ یورپ کے کلیساؤں اور افریقہ کے صحراؤں میں گونجتی ہوئی اذانیں کیا ہوئیں۔ میدان کی نمازیں اور کربلا کے سجدے کیا ہوئے۔ " لاتثریب کا رحمت بھرا اخلاق کہاں گیا۔ خاکسار اعظم کی کتاب زندگی پر غائرانہ نظر ڈالو ایک ایک صفحہ جوش کردار کی

لازوال رنگینیوں سے مالا مال نظر آئے گا۔ قدم قدم پر دور نمرودی کے نئے نئے بتوں سے سامنا تھا لیکن مردِ قلندر کی غیرت توحید خلیلانہ انداز سے سب کو توڑتی چلی گئی۔ احبار اور رہبان کے صومعے بار بار سد راہ بنے لیکن مرد غازی کی ٹھوکریں انہیں پوری بے نیازی سے پامال کرتی چلی گئیں کاروان صلح و سلام کو منزل مقصود تک پہنچانے میں بہت کم رہنماؤں کو ان مشکلات اور موانعات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جو خاکسار اعظم حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے فلک بوس ارادوں سے ٹکرا رہی ہیں۔ تاریخ انسانی کی سب سے خوفناک طاقت اس کا ایک قدم آگے بڑھنا گوارا نہیں کرتی۔ اس نے اپنے قانون اور ڈیفنس کے نام پر شرمناک تاویلات سے کام لے کر مرد مشرق کے جوش کردار کو پابجولان کر رکھا ہے۔ تہذیب مغرب کے نچوڑے ہوئے بابوؤں کو لنگوٹی پوش مہاتما اور پتلون پوش قائداعظم بنا کر ملک کے سامنے نمایاں حیثیت دے کر رکھ دیا گیا ہے۔ سرکاری مذاکرات اور اعلانات میں انہیں غیر ضروری اہمیت اس لیے دی جا رہی ہے کہ ملک کی نگاہیں اپنے حقیقی اور سچے رہنما سے بے نیاز رہیں۔ اور دونوں بابوؤں کو لفظی جنگ لڑا کر ہندوستان کی منزل آزادی کو دور رکھا جائے۔

ہوا ہے گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے!
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

لیکن تاریخ کا ایک ایک ورق پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے کہ کاروان حقیقت کو منزل مقصود تک پہنچنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ اور وہ وقت آ رہا ہے۔ جب حقائق کا چمکتا ہوا آفتاب غلامستان کی تاریکیوں میں چکاچوند پیدا کرے گا۔ خاکسار اعظم کے مجاہد غلام کی زنجیروں کو کاٹ کر پھینک دیں گے اور

منزلیں آگے بڑھیں گی قدر لینے کے لیے

قائد تحریک نے تذکرہ کی باقی جلدوں کی اشاعت کے متعلق ایک اعلان میں خوب فرمایا تھا کہ میں آئندہ چند برس کے اندر اندر قوم کو عمل کی مستقل منزل تک پہنچانے کے درپے ہوں اور مرنے سے پہلے خواہ وہ بستر مرگ پر ہی کیوں نہ ہو اسلام کے دنیا میں پھر غالب آنے کی خوشخبری سننا چاہتا ہوں۔ تذکرہ کی باقی جلدیں قرآن کی مکمل تفسیر میرے قلم سے اس وقت نکلے گی جب اسلامی ابہت اور جلال پھر ساری دنیا میں پھر لہرا رہا ہوگا۔ اور کیا عجب کہ مسلمان اس لہراتے ہوئے پھریرے کو دیکھ کر پکار اٹھیں کہ قرآن کی تفسیر مکمل ہو گئی۔ اب اس کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

(صفدر سلیمی)

صراط مستقیم

اگر ایمان کی طرف پہنچنا ہے تو ایمان یہی مسلسل تکلیف ہے۔ مسلسل قید، مسلسل دکھ اور رنج ہے۔ یہی تیروسنان بھوک اور ننگ ہے۔ ایمان میں نہ مشورہ ہے۔ نہ حیلہ نہ ریزولیوشن نہ ووٹ شماری نہ مجلس نہ پریذیڈنٹ تم لوگ ایمان کے اندر سہولتیں اور توفیقیں ڈھونڈتے ہو۔ میں تمہارے لیے شمشیرو سنان کی جگہ چنگ و رباب کہاں سے لاؤں۔ خاکسار تحریک میرے لیے کوئی پھولوں کی سیج تھی بسم اللہ تم جب چاہو آ کر اس کی قیادت سنبھال لو اور اپنی مجلس شوریٰ کی ہوس پوری کرلو۔

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

روئے زمین پر تہلکہ مچا دینے والی کتب.... جن کی تعلیم زندہ اقوام کیلئے ابدالاباد تک پیام حیات

حضرت علامہ مشرقیؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	سن اشاعت	بعنوان
(۱)	خریطہ	دیباچہ۔اردو شاعری۔فارسی	۱۹۰۲ تا ۱۹۰۹ء ۷ فروری ۱۹۲۴ء	۱۴ برس کی عمر میں ۱۲۶ رباعیوں اور ۱۰۷ شعروں پر مشتمل فارسی شاعری
(۲)	تذکرہ (جلد اول دوم سوم و دیگر جلدیں)	دیباچہ۔افتتاحیہ اردو و عربی	۳۰ مارچ ۱۹۲۴ء ۱۰ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ	مسلمانانِ عالم کو ان کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغام اخیر۔ الٰہی حکمت کا حیرت انگیز مرقع
(۳)	خطاب مصر	عربی/اردو	۳۱ مئی ۱۹۲۶ء	امت مسلمہ کو آنے والے خطرات سے بچانے کے لئے عالمگیر پروگرام
(۴)	اشارات	اردو	یکم اگست ۱۹۳۱ء	مسلمانوں کو پھر طاقتور بنا دینے کا واحد طریقہ اور لائحہ عمل
(۵)	قول فیصل	"	۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء	قوموں کا زوال اور اس کا علاج خاکسار تحریک کے پروگرام کی مکمل تشریح
(۶)	مقالات (جلد اول دوم)	"	جلد اول ۷ جنوری ۱۹۳۷ء جلد دوم ۲ ستمبر ۱۹۴۳ء	ہفت روزہ "الاصلاح" میں چھپے حضرت علامہ مشرقی کے وہ عظیم الشان مقالات جنہوں نے خاکسار تحریک کو ملک گیر کر دیا
(۷)	مولوی کا غلط مذہب (مقالات)	"	۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء تا ۸ اگست ۱۹۳۸ء	مسلمانانِ عالم کے مذہبی اختلافات اور مولویوں کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل کا پر تحقیق اور ناقدانہ جائزہ
(۸)	صراط المستقیم	(تصویری البم)	۱۹۳۸ء	غلبہ اسلام، تحریک آزادی اور خدمت خلق کے لئے خاکسار تحریک کی جدوجہد کا تصویری البم
(۹)	خاکسار آئین	(انگریزی)	۲۵ مارچ ۱۹۴۵ء اشاعت اکتوبر ۱۹۴۵ء	انگریزی اقتدار کا چیلنج کہ ایسا "سیاسی آئین" جس پر تمام عناصر متفق ہوں تو ہندوستان کو آزاد کر دیں گے کو قبول کرتے ہوئے تحریر کیا۔

بعنوان	سن اشاعت	زبان	نام کتاب	نمبر شمار
مذہب کا آخری مقصد	۷ ۲ر اکتوبر ۱۹۵۲ء	اردو (نظم)	حریم غیب	(۱۰)
مسائل زمین' فراحیات	۱۰ر نومبر ۱۹۵۲ء	" (نظم)	دہ الباب	(۱۱)
مقصد پیدائش کائنات ○ مقام خدا مقام انبیاء۔ مقام الکتاب۔ مقام فطرت	۳۰ر مئی ۱۹۵۱ء ۲۵ر نومبر ۱۹۵۲ء	" (نثر)	حدیث القرآن	(۱۲
غزل پر آخری کلام	۲۳ر نومبر ۱۹۵۲ء	" (نظم)	ارمغان حکیم	(۱۳)
بیس ہزار سائنسدانوں کے نام تسخیر کائنات کا عظیم الشان پیغام جس کے بعد وہ پیدائش کائنات اور تسخیر کائنات کی طرف رجوع ہوئے۔	۱۹۵۵ء	انگریزی راردو	انسانی مسئلہ	(۱۴)
الرا اہلسم ربک الذی کی پہلی وحی سے الیوم اکملت لکم دینکم کی آخری وحی تک رسالت مآب کی ۲۳ برس کی مکی اور مدنی زندگی اور قرآن کی تشریح	۴ر مئی ۱۹۶۰ء جلد اول (جلد دوم)	اردو	تکملہ (سیرت رسول اللہ ؐ)	(۱۵)
قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت علامہ مشرقی کے قلم سے	زیر طبع	"	علم القرآن	(۱۶)
جس میں واضح طور پر بتلایا گیا ہے کہ موجودہ سیاہ کار لیڈر قوم کو دھوکہ دے کر کس طرح مفادات حاصل کرتے ہیں ان کی سیاہ کاریاں کیا ہیں؟	۱۹۴۵-۴۶ء	"	سیاہ کار لیڈر	(۱۷)
جس میں زمین کے موجودہ دس اہم مسئلوں اور ان کے حل کا انکشاف کیا گیا ہے۔	۱۹۵۲ء	"	قرآن الارض	(۱۸)
قرآن حکیم کی تعلیم کے ماحصل کو مسلسل طور پر سمجھنے کی تشریح مع قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو؟	۱۹۵۱ء	"	قرآن حکیم کی مسلسل کہانی	(۱۹)
بیگم سعیدہ علامہ مشرقی کے نام جیلوں سے قید کے دوران تحریر کردہ خطوط	(غیر مطبوعہ)	"	بیگم کے نام خطوط	(۲۰)

بعنوان	سن اشاعت	زبان	نام کتاب	نمبر شمار
جس نے لکھو کھہا انسانوں میں اخوت' اتحاد' جہاد اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا کر کے محلوں کی سطح پر روزانہ بلالحاظ مذہب و تفریق ایک قطار میں کھڑا کر کے انقلاب برپا کر دیا۔	یکم دسمبر ۱۹۳۶ء	اردو	خاکسار تحریک کا دستور العمل	(۲۱)
قیام پاکستان سے قبل اور بعد کے مقالات' تقاریر اور دیگر تحریریں۔	۱۹۴۳ء تا ۱۹۶۳ء	"	مقالات مشرقی	(۲۲)
اس میں نوع انسان کو اس کا مقام و مقصد بتایا گیا ہے اور فلسفہ تسخیر کائنات و لقائے رب کو تدریخ عالم میں پہلی بار قرآن حکیم کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔	۱۹۵۱ء	"	قرآن حکیم کی تعلیم کا خلاصہ	(۲۳)
حضرت علامہ مشرقی کی کشمیر کے بارے میں تمام تجویزوں' کوششوں' تنبیہوں' حسابی اندازوں اور جدوجہد کو یکجا کر دیا گیا۔	۱۹۹۳ء	"	کشمیر اور علامہ مشرقی	(۲۴)
حضرت علامہ مشرقی کی تصانیف' خطبات اور مقالات کا اختصار۔	۱۹۹۷ء	اردو	ارشادات علامہ مشرقی	(۲۵)

میری تصانیف کا مقصد اس قدر ہے کہ

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مسلمان میں پیدا ہو جائے اور وہ آگے بڑھنے کے قابل ہو۔ یہی امید ہے جو مجھے کھینچے لئے جا رہی ہے اور کیا عجب کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی ملک میں پیدا ہو جائے تو مسلمان کی بگڑی فوراً بن سکتی ہے۔ (حضرت علامہ مشرقی)

التذکرہ پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس
۳۴۔ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

فون نمبرز: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ ـ ۰۴۲ ○ فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

ترتیب نزول قرآن کے عین مطابق سیرت النبیؐ کے موضوع پر منفرد ...
حضرت علامہ مشرقی کی سیرت النبیؐ شہرہ آفاق تصنیف

تکملہ

* چودہ سو برس میں پہلی بار قرآن حکیم کی دل کو تسلی دینے والی تشریح
* رسالت مابؐ کی تیئس 23 برس کی مکی اور مدنی زندگی کے جلال و جمال کی داستان
* اقراء باسم ربک الذی کی پہلی وحی سے الیوم اکملت لکم دینکم کی آخری وحی تک نبویؐ ماحول' واقعات غزوات کی ایک مسلسل کہانی
* انسانی کمزوریوں اور خوبیوں' شکست اور فتوحات' اقوام کے عروج و زوال کی کنہ و ماہیت' انفرادی اور اجتماعی اخلاق کی سرگذشت' انسانی افعال کی ایک مکمل سائنٹفک توجیہہ
* قرآن حکیم کی تعلیمات کا ایک مکمل مفصل اور حیران کر دینے والا' دیانت دارانہ جائزہ
* سیرت رسول اللہؐ کی ایک انتہائی علمی و تحقیقی تاریخ' قرآن کے نزول کی صحیح اور جامع ترتیب و تشریح

دنیائے علم و خبر کے مفکر اعظم حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے منفرد اسلوب کا مایہ ناز شاہکار

تکملہ ---- (اول دوم)

قرآن حکیم کی تعلیمات پر حرف آخر

* جسے مصنف نے دسمبر 1957ء کی یخ بستہ سردیوں میں (میانوالی جیل میں ایک تنگ نظر امریکی مصنف کی تصنیف پڑھ کر) لکھنا شروع کیا اور تیس دن کی قلیل مدت میں اسے ایک ہزار صفحات پر لکھ کر رسولؐ خدا کے متعلق مغرب کے تنگ نظر مصنفین اور مستشرقین کے انتہائی غلط مضحکہ خیز' بے سروپا اور بیہودہ اعتراضوں کا مثبت دلائل کے ساتھ دندان شکن جواب دیا۔
* اس کی پہلی جلد میں مصنف نے حضورؐ کی مکی زندگی کا خاکہ انتہائی علمی اور سائنٹفک انداز میں کھینچا ہے۔

وحی کا نزول' روئیداد اور تشریح' مکہ میں نازل شدہ نوے سورتوں کا ملخص' رسولؐ اللہ کی زندگی کے ہر پہلو کا دیانتدارانہ علمی منطقی' تحقیقی تجزیہ' مکی زندگی' علم و خبر' سوجھ اور بوجھ' دانش اور بینش کا ایک بیکراں دفتر' مکی وحی رسولؐ خدا کے مٹھی بھر ساتھیوں کے انتہائی دکھ کے زمانے میں' بنی نوع انسان کو عالم آراء حقائق' ذہن انگیز انسانی مسائل اور جہاں افروز علمی انکشافات سے آگاہ کرنے کا ابر رحمت

تکملہ ----- جلد دوم

* جس میں حضرت علامہ المشرقیؒ نے ہجرت سے لے کر وصال تک دس برسوں کی مکمل تاریخ کو سمویا ہے۔
* مدینہ میں نازل ہونے والی چوبیس سورتوں کی تعلیم کی مکمل اور جامع تشریح۔
* مدنی زندگی کے ایک ایک پہلو کا بغور جائزہ
* مدنی زندگی سعی و عمل' جہد و جہاد' مال اور معاد' دنیا اور آخرت کی ایک لامتناہی کارگاہ
* مدنی وحی زندگی قوموں کے قیام و استحکام کا لازوال سبق اور زوال یافتہ اقوام کے لئے عروج اور بیداری کا غیر منتہم درس

خود بھی مطالعہ کیجئے ------ اپنے دوست احباب اور اہل خانہ کو تحفہ دیجئے۔

فہرست مضامین تذکرہ

تذکرہ (مجلد سوم) ------ مصنف حضرت علامہ مشرقی رحمۃ اللہ علیہ

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
1	منتہائے عبادات ولازمات ایمان	1تا31
۱	اسلامی عبادات میں اجماع واتحاد امت کا نصب العین پیش نظر تھا۔	۱
۲	ذالک الکتب سے مراد صرف سورۃ بقرہ ہے پورا قرآن نہیں۔	۱
۳	یومنون بالغیب کا صحیح مفہوم۔	۱
۴	سورۃ بقرہ کا پیغام خدا سے ڈرنے والوں کے لئے مستقل ہدایت	
	اور منزل مقصود تک یقینی طور پر پہنچنے کا سچا لائحہ عمل ہے۔	۲
۵	ایمان بالغیب نے صدیوں تک مسلمانوں کو مظفر ومنصور رکھا۔	۳
۶	موجودہ مسلمان کے ذلیل ہونے کی وجہ۔	۳
۷	مسلمین کی مزید تعریف۔	۳
۸	مدینہ میں قرآنی احکام میں بعض کے بدلے جانا۔	۴
۹	الصلوٰۃ کے قیام نے کیونکر مسلمانوں کے رگ وپے میں ایک عالم انگیز	
	چستی اور عسکریت پیدا کر دی۔	۴
۱۰	الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ میں اجتماعیت قوت اور حفظ نفس کے مقاصد پیش نظر تھے۔	۴
۱۱	روز آفرینش سے ہر مرتقی اور زندہ قوم کا شیوہ عمل۔	۵
۱۲	اتحاد عمل کے لئے الصلوٰۃ پابندی وقت کے ساتھ فرض کر دی گئی۔	۵
۱۳	الصوم اجتماعی طاقت حاصل کرنے کا ہتھیار ہیں۔	۵۔۶
۱۴	قرون اولیٰ اور موجودہ مسلمان میں نمایاں فرق۔	۷
۱۵	موجودہ مسلمان کو کیوں خدائی رحمت کا ادنیٰ مستحق بھی قرار نہیں دیا جاسکتا۔	۸

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
●	اجتماعیت اسلام	13-8
۱۶	دین اسلام اپنی تمام حیثیات میں ایک اجتماعی مذہب تھا۔	۸
۱۷	توحید اسلام کا محور عمل اور اتحاد خلق اس کا قبلہ مقصود تھا۔	۸
۱۸	سطح زمین کے تمام مجتمعات وادیان کو اپنی اخوت میں جذب کر لینا اس کا ضابطہ عمل تھا۔	۸
۱۹	دین اسلام کا مقصود کیا تھا۔	۱۰-۹
۲۰	خدا نے قرون اولیٰ کو اہل عرب کو امت وسطیٰ کا خطاب کیونکر دیا۔	۱۲-۱۰
۲۱	"امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کا قرآنی مفہوم۔	۱۱
۲۲	اپنے اعمال صالحہ کا خاموش اثر ہی اصل تبلیغ ہے۔	۱۱
۲۳	یورپ کا مشرق پر خاموش اثر۔	۱۱
۲۴	یورپ کیونکر خود کو وحی سے بے نیاز اور خدا پر یقین رکھنے کو غیر ضروری سمجھ رہا ہے۔	۱۲
۲۵	یورپ کی ایک عظیم حقیقت سے بے خبری۔	۱۳
۲۶	شارع قدرت نے وحی کی روشن کتاب کی ضرورت کیوں محسوس کی؟۔	۱۳
●	کتاب	19-13
۲۷	شارع کائنات نے انبیاء ہی کو کیوں مکمل معیار تعلیم قرار دیا؟	۱۳
۲۸	شارع فطرت نے اس پیغام کو پہنائے زمین کی ہر امت بلکہ گوشے اور قریے تک پہنچا دینا کیوں اپنا فرض قرار دیا؟	۱۳
۲۹	اقوام کی تادیب و سرزنش کا فرمان ایزدی اس اتمام حجت سے پہلے نافذ نہیں ہو سکتا تھا۔	۱۴
۳۰	صانع قدرت کی کتب جلیلہ کی عظیم الشان تعلیمات	۱۹-۱۴

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
●	**قرآن کریم**	31-19
۳۱	قرآن کریم کا اصل مقام اور اسکے عظیم الشان مقاصد۔	۱۹-۳۰
۳۲	بین یدیہ کا قرآنی مفہوم۔	۲۳-۲۵
۳۳	سردست اس صحبت میں اس بینظیر کتاب کے اوامر و نواہی مواعظ و حکم پر ایک عمیق نظر ڈال کر کیا واضح کرنا مقصود ہے۔	۳۰-۳۱
۳۴	موجودہ مسلمان کی بگڑی کیونکر بن سکتی ہے۔	۳۱
2	**وحدت امت**	62-32
۳۵	صانع فطرت کی نگاہ میں انسان کے پیدا کرنے کی اصل غرض و غایت وحدت امت ہی تھی۔	۳۲
۳۶	وحدت امت سے شارع کائنات کا مقصود۔	۳۲
۳۷	بنی نوع انسان کے منتشر السعی اور مختلف العمل رہنے کا لازمی نتیجہ جنگ و جدل نزاع و مزاحمت اور خوف و حزن کا جہنم ہے۔	۳۲
۳۸	شارع طبیعت نے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی باہم کامل مصالحت کو ایمان کی لازمی شرط ٹھہرا دیا۔	۳۳
۳۹	اس حکم کے بعد اطاعت امیر کا غیر مشروط لزوم	۳۳
	آیہ یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کے صحیح مطالب	۳۴
	فیروز مندی کا راز امیر جماعت کی غیر مشروط اطاعت اور اخوت کے دو عظیم الشان اعمال میں ہے۔	۳۵-۳۷
۴۰	ایمان اور صلاحیت عمل کی تشریح' تسلیم اور مصالحت کے دو جملوں میں ہے۔	۳۵-۳۷
۴۱	اولوالامر کی اطاعت سے موجودہ مسلمانوں کی بگڑی کیونکر بن سکتی ہے۔	۳۵
۴۲	شارع اسلام کے نزدیک اس کا صحیح معنوں میں تقویٰ' ایمان کا سچا مفہوم اور حقیقی عبادت امت واحدہ کے کسی عضو میں نظری' اعتقادی' عملی' یا اجتماعی کسی حیثیت سے عدم تفرقہ ہے۔	۳۷-۳۹

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
	جس شخص یا گروہ نے بالواسطہ یا بلاواسطہ اسلام کی متحدہ جماعت میں کسی طریقہ	۴۳
	سے رخنہ اندازی کی' وہ یک قلم دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس سے	
۳۹-۴۰	امیر جماعت کا فوری مقاطعہ لازمی ہے۔	
43-40	تفریق دین	●
۴۰	خدائے جل و علے کی باہمی امن و صلح کو لازمۂ ایمان قرار دینے میں حکمت۔	۴۴
۴۱	فرقہ بندی خدا کے نزدیک صریح شرک ہے۔	۴۵
۴۱	موجودہ مسلمان کا بے پناہ طور پر اس آلودگی میں ملوث ہونا۔	۴۶
۴۱	موجودہ مسلمان کی شرک اور کفر کی قرآنی مصطلحات سے افسوسناک جہالت	۴۷
۴۲	عہد حاضر کے مسلمان کی نادانی کی انتہا۔	۴۸
51-43	شرک	●
۴۳-۴۵	قرون اولیٰ میں توحید کا صحیح مفہوم اور اسکے تقاضے۔	۴۹
۴۳	شرک کا قرآنی مفہوم اور اس کے مواقع۔	۵۰
۴۴	شرک کی متذکرہ صدر تشریح کے دو اور مواقع۔	۵۱
۴۶-۴۷	قرون اولیٰ میں مشرک کا صحیح مفہوم اور اس کی خطرناک حدود۔	۵۲
۴۷-۴۸	مذکورہ بالا شرک میں ملوث خدا کے نزدیک اس کے باغی مشرک فاسق اور کافر تھے۔	۵۳
۴۸-۵۰	نازک وقت میں اجتماعی مطالبات سے تغافل جہنم کا مکین بنانے کے لئے کافی تھا۔	۵۴
۵۰	ان مشرکین کے اعمال اکارت گئے اور اس کی وجہ۔	۵۵
۵۰-۵۱	ان مشرکین کے بارے میں الٰہی احکام۔	۵۶
62-51	توحید	●
	قرون اولیٰ میں نص قرآن کے رد سے منافقین اور دیگر اعدائے اسلام میں	۵۷
۵۱	کوئی فرق نہ تھا۔	
۵۲	شارع اسلام نے کن کو ظلم کی جامع اور مانع اصطلاح سے موسوم کیا۔	۵۸
۵۲	سرتاپا اللہ کے رنگ میں رنگے رہنا ہی توحید تھی۔	۵۹

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
۵۲	وحدت امت کا دوسرا نام توحید فی العمل تھا۔	۶۰
۵۲	امت واحدہ بے رہنا ہی خدا کی رحمت میں داخل ہونے کا پروانہ راہداری اور دوستی و نصرت رب کی یقینی سند تھی۔	۶۱
۵۴-۵۳	قرون اولیٰ میں، ظلم عظیم اور شرک جلی کا تصور اور ان کی سزا۔	۶۲
۵۶-۵۴	اسلام کی توحید کا سچا اور نتیجہ خیز تخیل کن وحدتوں کے ساتھ توام تھا۔	۶۳
۵۷-۵۶	عہد حاضر میں اسلام کی مسخ شدہ شکل اور مسلمانوں کی خوش فہمیاں۔	۶۴
۵۷	بہ زعم خود مصلحین قوم اور علمائے اسلام کی قرآنی تعلیمات میں تحریف۔	۶۵
۵۸-۵۷	موجودہ مسلمان کا جہاد کے متعلق ناقص تصور۔	۶۶
۵۸	مسلمانوں کا قرآنی تعلیمات سے مذاق۔	۶۷
۶۰-۵۸	ناخدایان دین خدا کی خطرناک تحریف قرآن۔	۶۸
۶۱	موجودہ دور کی سب سے بڑی نیکی۔	۶۹
۶۱	قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے بنی نوع انسان کے اتحاد کا عالمگیر نصب العین لے کر چار دانگ عالم میں صحیح معنوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔	۷۰
۶۲	قرون اول کی حرکت کی اصل بنیادیں۔	۷۱
۶۲	بالآخر مسلمانوں نے ہر فتنہ کتابت میں پڑ کر قرآنی تخیل کو بدل کر رکھ دیا۔	۷۲
۶۲	تذکرہ کی تصنیف کا محرک۔	۷۳
152-63	**قرآن حکیم کا فلسفہ عمل**	3
۶۵-۶۳	اعمال عاجلہ و اعمال آخرہ۔	۷۴
۶۵	دنیا میں حصول اجرت کے دو طریقے۔	۷۵
69-65	**اعمال عاجلہ**	●
۶۹-۶۸	یورپ کی نادانی۔	۷۶

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
82-69	**حیات دنیا**	●
۷۱-۷۳	جماعت کا اصلی جنم اور آخری عذاب۔	۷۷
۷۳-۷۴	شرک کا ایک اور مفہوم۔	۷۸
۷۵-۷۶	کس قوم کی سزا جنم ہے۔	۷۹
۷۶-۸۲	ایک متمدن اور عروج پذیر جماعت کے استحکام کی علامات۔	۸۰
۷۷	مغربی تہذیب کا کھوکھلا پن	۸۱
۷۷	یورپ ابھی جنم سے کیوں بچا ہوا ہے۔	۸۲
105-82	**ارتقائے جماعت و عبادت رب**	●
۸۲-۸۹	توحید کا صحیح تصور۔	۸۳
۸۹-۹۴	قتال فی سبیل اللہ کے اثرات۔	۸۴
۹۴-۹۵	دنیائے کسب و اجر کی دار و گیر میں اسلام کا فیصلہ۔	۸۵
۹۶-۹۷	دنیا کا شیوۂ عمل۔	۸۶
۹۷	لذات دنیوی میں منہمک رہنے کے خطرناک نتائج۔	۸۷
۹۸	کب تک کسی قوم کو عروج حاصل رہتا ہے۔	۸۸
۹۸-۹۹	دنیا سے انسانی تعلق کی اصلی نوعیت۔	۸۹
۹۹	ترقی جماعت کا اصل اصول تقویٰ ہے۔	۹۰
۱۰۰	کون 'شرک' کے مرتکب ہوئے۔	۹۱
۱۰۰-۱۰۱	ان حقیقی مشرکوں کا انجام۔	۹۲
۱۰۱	وہ کونسا شرک ہے جس کی بخشش نہیں۔	۹۳
۱۰۱	ایمان کیا ہے۔	۹۴
۱۰۲	دنیا میں توغل اور اس سے علیحدگی دونوں کفر ہیں۔	۹۵
۱۰۲	صراط مستقیم کیا ہے۔	۹۶

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
۱۰۵-۱۰۲	اہل مغرب کیونکر مسلمانوں کی رواجی ' محبت خدا سے سبقت لے گئے۔	۹۷
128-105	**اعمال آخرت**	●
۱۰۹-۱۰۵	**حسنات**	●
۱۰۷-۱۰۶	اسلام میں اعمال حسنہ کا تصور۔	۹۸
۱۰۸	نیک اعمال کے لئے مطلوبہ لازمات۔	۹۹
115-109	**انفاق مال**	●
۱۰۹	انفاق مال کے شرائط۔	۱۰۰
۱۱۰	انفاق مال کے تقاضے۔	۱۰۱
۱۱۰	پوری اجرت کا خدائی وعدہ کن سے ہے۔	۱۰۲
۱۱۰	خدا نیم دلی کی قربانیوں سے بے نیاز ہے۔	۱۰۳
۱۱۲-۱۱۱	باطل صدقہ۔	۱۰۴
۱۱۲	ایسے منفق مال کی مثال۔	۱۰۵
۱۱۲	ان تفصیلات سے قرآن حکیم کا مقصود۔	۱۰۶
۱۱۲	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا جماعت کی بہتری کی طاقت کب رکھ سکتا ہے۔	۱۰۷
۱۱۳	کن کو مرضات خدا کی تلاش ہے۔	۱۰۸
۱۱۳	کلام الٰہی کی حکمت جامعہ کی رو سے کون سا عمل عمل حسن کے مرتبے کو پہنچ سکتا ہے۔	۱۰۹
۱۱۳	حسنات کے بارے میں مسلمانوں کا بگڑا ہوا تخیل۔	۱۱۰
	فی سبیل اللہ	●
۱۱۶-۱۱۵	متذکرہ صدر آیات کریمہ صرف انفاق مال 'فی سبیل اللہ کے متعلق ہیں۔	۱۱۱
۱۱۹-۱۱۶	راہ خدا پر چلنے کے مدعی کون لوگ تھے۔	۱۱۲
۱۲۰-۱۱۹	قرآن کے سبیل کے مفہوم کی وضاحت کے بعد کسی غلط فہمی کی قطعاً گنجائش ممکن نہ تھی۔	۱۱۳

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
۱۱۴	مفسرین اور مسلمین کی جہالت اور نادانستہ تحریف۔	۱۲۰-۱۲۱
۱۱۵	زکواۃ اور خیرات، فی سبیل اللہ کا مقصود بالذات۔	۱۲۱-۱۲۲
۱۱۶	مومن کی بہتری کا وسیلہ کس تخیل میں تھا۔	۱۲۲
۱۱۷	خدا نے کیوں اس قطع کے خرچ زر کو بطور قرضہ حسنہ کے اپنی ذات پر لے لیا۔	۱۲۲
۱۱۸	خدا انسانی قربانیوں سے بے نیاز ہے۔	۱۲۳
۱۱۹	قربانیوں کے بدلے۔	۱۲۳-۱۲۴
۱۲۰	انفاق کا موجودہ ناقص تصور۔	۱۲۴-۱۲۵
۱۲۱	قرآن حکیم کا اصل مقام۔	۱۲۶
۱۲۲	خیرات اور صدقات کی لم کو پہچاننا صاحب غور و فکر ہی کا کام ہے۔	۱۲۶
●	**منتہائے حسنات**	**128-127**
۱۲۳	اسلامی تعلیمات کی رو سے حسنات کے ارتقاب میں دخیل چیزیں۔	۱۲۷
۱۲۴	شارع اسلام کے ظاہری اور باطنی اعمال کو ناجائز قرار دینے کی وجہ	۱۲۷-۱۲۸
●	**ضابطہ جزا و سزا**	**134-128**
۱۲۵	دین اسلام کی رو سے سئیات، معاملات اور حسنات کی جزا و سزا کا ضابطہ۔	۱۲۸
۱۲۶	دنیا میں جزا و سزا کے تین مراحل۔	۱۲۸-۱۲۹
۱۲۷	آج کسی عامل کو اس کی پوری اجرت یا ایک بدکار کو پوری سزا میزان عدل میں تول کر دینے کے دور رس نتائج۔	۱۳۰
۱۲۸	اس نظام کے متعلق مختلف قبیل کے لوگوں کے مختلف تصورات۔	۱۳۰-۱۳۱
۱۲۹	مسلمانان عالم کے رب العالمین کے متعلق تصورات۔	۱۳۱
۱۳۰	خدا کا اس بگڑے ہوئے تخیل کا اپنے نام لیواؤں سے بدلہ۔	۱۳۱-۱۳۲
۱۳۱	مدبر عالم کے اصول سزا و جزا۔	۱۳۲-۱۳۴

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
135-134	**روز قیامت**	●
140-136	**توفیہ جزا و سزا**	●
۱۳۷-۱۳۶	یوم آخرت اور شارع کائنات کے مختلف انسانوں سے معاملہ کی نوعیت۔	۱۳۲
۱۴۰-۱۳۸	خدا کا کمال عدل کیا ہے۔	
۱۳۹	فطرت اور خدا کیونکر بے نقص ثابت ہوسکتے ہیں۔	۱۳۳
141-140	**خدا لایزال، کائنات فطرت اور روز قیامت کی تین روشن حقیقتیں!**	●
147-142	**صحیفہ فطرت کی ہدایت اور روز قیامت کا توفیہ جزا و سزا**	●
۱۴۴-۱۴۲	فطرت کی ہر جاندار اور بے جان شے جو کچھ کر رہی ہے ہدایت اور صراط مستقیم ہے۔	۱۳۴
۱۴۲	انسان کے تابع قانون خدا نہ ہونے کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد۔	۱۳۵
۱۴۴-۱۴۲	قرآن حکیم میں صحیفہ فطرت کو برحق کہنے کے چودہ مختلف مواقع۔	۱۳۶
۱۴۴	کارخانہ کائنات سب کا سب (ماسوائے انسان کے) حق پر ہے۔	۱۳۷
۱۴۵	صحیفہ فطرت کی کسی شے کا (ماسوائے انسان کے) غلط راستے پر ہونا ناممکن ہے۔	۱۳۸
۱۴۷	روز قیامت صرف انسانوں کی عدالت کا دن ہوگا۔	۱۳۹
۱۴۷	صحیفہ فطرت کی کسی دوسری شے کے اس عدالت میں حاضر نہ ہونے کی وجہ	۱۴۰

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
152-148	**روزقیامت کے واقع ہونیکی دوسری وجہ ملاقات خدا**	●
۱۴۸	خدائے لایزال کا عظیم الشان صحیفہ کائنات۔	۱۴۱
۱۴۸	قطرہ منی سے پیدا کئے انسان کو غیر معمولی اہمیت کی آخر وجہ کیا ہے۔	۱۴۲
۱۴۹-۱۴۸	انسان کے متعلق خدا کے دو انتہائی تصورات۔	۱۴۳
۱۵۲-۱۵۱	انسان کی خود کو سمع بصر اور فواد کا اہل ثابت کر کے خدائے عزوجل سے دوبدو ملاقات اٹل ہے اور اس کا منظر۔	۱۴۴
۱۵۴	قرآن حکیم کی ان جلیل القدر آیات کے مطالعے کے بعد کیا اسے ایک پرانی کتاب قرار دینے کی جرات کی جاسکتی ہے؟۔	۱۴۵
181-153	**روزقیامت اور انجام کائنات**	4 -
۱۵۴-۱۵۳	عین ممکن ہے کہ ملاقات خدا قیامت کے روز انسان کی روح خدا کی روح سے مل کر ایک ہو جائے!!	۱۴۶
۱۵۴	ایک عظیم الشان حدیث نبوی ﷺ	۱۴۷
۱۵۷-۱۵۶	خدا کے بعد دنیا میں صرف ایک ہی حقیقت۔	۱۴۸
۱۵۷	انسان کا پہلا اور آخری فرض۔	۱۴۹
۱۵۷	وہ دستور العمل جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان چل کر فاتح عالم بن گئے۔	۱۵۰
164-157	**اسلامی فلسفہ عمل**	●
۱۶۴-۱۵۷	اسلامی فلسفہ عمل کے متعلق مذید ہدایات۔	۱۵۱
۱۵۸-۱۵۷	انسان کی سعی کس حد تک ہونی ضروری ہے۔	۱۵۲
۱۵۹-۱۵۸	کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا انسان کو اتنا ہی ملے گا۔ جتنا کہ اس نے سعی کی۔	۱۵۳
۱۶۰-۱۵۹	مجبوراً غلط کام کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ نادانی سے برا کام کرنے کے بعد درست ہو جانے کی شکل میں معافی۔	۱۵۴

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
۱۵۵	خدا سے ڈرنے والے کون لوگ ہیں۔	۱۶۱۔۱۶۰
۱۵۶	توبہ کن لوگوں کی قبول ہوتی ہے۔	۱۶۲۔۱۶۱
۱۵۷	انسان اپنے عمل میں کلیتہ آزاد ہے۔ اس لئے وہ اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔	۱۶۲
۱۵۸	انسان کہاں تک اپنے افعال میں آزاد ہے۔	۱۶۳۔۱۶۲
۱۸۹	خدا اپنی مشیت میں انتہائی طور پر باریک بین ہے۔	۱۶۳
۱۶۰	خدا کی مشیت اٹاشا نہیں۔	۱۶۴۔۱۶۳
●	**منتہائے عبادت خدا اور مفہوم نجات انسانی**	181-165
۱۶۱	خدائی لطف و محرمت کے بدون نرا انسانی عمل انسان کو اپنی نجات کی آخری منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔	۱۶۶۔۱۶۵
۱۶۲	خدا کو مالک نفع و ضرر بتلا کر غیر خدا کی ملازمت سے برگشتہ ہو جانے کی مدلل ترغیب۔	۱۶۸۔۱۶۶
۱۶۳	انسان کی مالک زمین و آسمان سے دل بستگی کا مدعا۔	۱۶۸
۱۶۴	عابدین خدا کو تمام روئے زمین کا بادشاہ قرار دینے کا قطعی اور آخری قرآنی فیصلہ۔	۱۶۹۔۱۶۸
۱۶۵	خدا کے بنی نوع انسان کو اپنے ساتھ لگائے رکھنے کی غرض و غایت۔	۱۶۹
۱۶۶	بنی نوع انسان کو خدا کی عظیم دھمکی۔	۱۷۰۔۱۶۹
۱۶۷	دنیا کے گمراہ اماموں اور مقتدیوں کو خدا کا خطاب۔	۱۷۱۔۱۷۰
۱۶۸	نسل انسانی کو ایک امت بنا دینے کا عظیم الشان نصب العین۔	۱۷۲۔۱۷۱
۱۶۹	قرون اولیٰ میں اس نصب العین کا جلوہ۔	۱۷۳۔۱۷۲
۱۷۰	روس اور امریکہ سے تسخیر کائنات کی کچھ توقعات۔	۱۷۴۔۱۷۳
۱۷۱	امت مسلمہ کے فرائض۔	۱۷۴

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
۱۷۵	قرآن قوت اور عزت' غلبے اور روئے زمیں پر حکومت کے صراط مستقیم کی طرف لے جارہا ہے	۱۷۲
۱۷۵	قرون اولی میں قرآنی احکام پر مسلمان کے سامنے ایک برہان اور روشن حقیقت کے طور پر تھے۔	۱۷۳
۱۷۶	کافر کے بارے میں قرآن کا ایک اعلان۔	۱۷۴
۱۷۷-۱۷۶	خدا مسلمانوں کے دلوں میں کیا کیا ذہن نشین کرنا چاہتا تھا	۱۷۵
۱۷۷	قرون اولی کے مسلمانوں نے تسخیر کائنات کے ابتدائی مراحل جلد جلد طے کر لئے۔	۱۷۶
۱۷۸-۱۷۷	قرون اولی کے مسلمان قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے اور سنتے تھے۔	۱۷۷
۱۷۸	وہ وحی کے ایک ایک ٹکڑے پر غور کر کے اس کی سچائی سے دلوں کو مضبوط کرتے رہے۔	۱۷۸
۱۷۸	وہ مدت تک پہلے قرآن کے آسان حصوں کا بغور مطالعہ کرتے رہے۔	۱۷۹
۱۸۰-۱۷۹	آج مسلمانوں کی صورت۔	۱۸۰
۱۸۰	اس تمام بحث و تمحیص سے نتیجہ۔	۱۸۱
۱۸۱	مسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے نجات اور قومی عروج کی ایک ہی راہ۔	۱۸۲
208-182	مد و جزر اقوام	5 -
۱۸۵-۱۸۲	مسلمانان عالم کی نافہمی۔	۱۸۳
208-185	مشرک اور کافر	●
۱۸۵	خدا کی نظروں میں بڑا مشرک۔	۱۸۴
۱۸۵	خدا کے نزدیک بڑی کافر قوم۔	۱۸۵
۱۸۷-۱۸۶	خدا کی نگاہوں میں بڑا کافر۔	۱۸۶
۱۸۸	قرآن کو جھٹلانے اور اس کے احکام کو بیچنے والی قوم۔	۱۸۷
۱۹۰-۱۸۸	خدا کی نگاہ میں جدر تحسین و آفرین اور فراخور لطف وکرم قوم۔	۱۸۸
۱۹۱-۱۹۰	خدا کے نزدیک اس دنیا میں قائم رہنے کے لائق امت۔	۱۸۹

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
۱۹۰	قرآن حکیم کی حکمت جامعہ کے مطابق دنیا میں بے خوف و خطر قوم۔	۱۹۲-۱۹۱
۱۹۱	پروردگار عالم کے اٹل قانون کے مطابق تمکنت جاہ و جلال اور ابہت کی پرامن راہوں پر گامزن قومیں۔	۱۹۳
۱۹۲	غضب الٰہی اور ارضی جہنم سے محفوظ قومیں۔	۱۹۵-۱۹۳
۱۹۳	ترقی پذیر قوموں کے عروج کی لم۔	۱۹۹-۱۹۵
۱۹۴	قوموں کے بقاء و فنا کا دستور۔	۲۰۳-۲۰۰
۱۹۵	سطح زمین پر قوموں کا بدل جانا اٹل آئین کے مطابق ہوتا ہے۔	۲۰۶-۲۰۳
۱۹۶	اقوام عالم کے عروج و زوال میں خدائے رحیم کی طرف سے قطعاً کوئی ظلم نہیں ہوتا۔	۲۰۶
۱۹۷	خدا کی کوئی غرض انسان کے نیک و بد اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں۔	۲۰۸-۲۰۶
6۔	**مسخ حقیقت**	233-209
۱۹۸	اسلام کے جسم سے زوال روح۔	۲۱۲-۲۰۸
۱۹۹	زوال روح کا بڑا باعث۔	۲۱۲
۲۰۰	نادانی مسلمان۔	۲۱۴-۲۱۲
۲۰۱	مسلمانان عالم کا اکثر اسلوب خیال۔	۲۱۸-۲۱۴
۲۰۲	ایک اہم سوال۔	۲۲۳-۲۱۸
●	**تلاوت قرآن**	233-223
۲۰۳	کلام الٰہی کے مطالب و مقاصد میں حیرت انگیز انقلاب کے المناک نتائج۔	۲۲۵-۲۲۳
۲۰۴	سوچنے کی باتیں۔	۲۳۳-۲۲۵
7	**اسلامی فلسفہ عمل**	251-234
●	**اہمیت تخیل**	235-234
●	**شرائط ایمان**	249-235

صفحہ نمبر	عنوان مضامین	نمبر شمار
۲۳۶	ایمان بلا عمل کچھ شے نہیں۔	۲۰۵
۲۳۶۔۲۳۷	ایمان کا اول اور آخری مرحلہ بنی نوع انسان اور بالخصوص اپنی جماعت کے ساتھ کلی مصالحت و مسامحت ہے۔	۲۰۶
۲۳۷۔۲۳۸	اس دائرہ مصالحت سے مستثنیٰ قومیں اور ان سے رویہ۔	۲۰۷
۲۳۹	اس موقع پر عین ایمان۔	۲۰۸
۲۳۹۔۲۴۲	اس وقت کفر کیا ہے۔	۲۰۹
۲۴۲۔۲۴۵	اس وقت جدال و قتال عین ایمان اور حامئی خدا ہونے کی کامل شہادت ہے۔	۲۱۰
۲۴۵۔۲۴۶	اس وقت حب جاہ اور محبت اولاد کے مکر کرنا منافی اسلام ہے۔	۲۱۱
۲۴۶	عہد حاضر میں قرون اولیٰ کے ایمانی کیف کا فقدان۔	۲۱۲
۲۴۶۔۲۴۹	شرائط ایمان۔	۲۱۳
251-250	کفر۔	●
293-252	ہلاکت زدہ قوم کے پیغام وحی سے مکر کے باعث زندہ اقوام کو انتقال وحیی کا المناک حادثہ	8-
۲۵۲	مسلمانان عالم کی ہلاکت کا سب سے بڑا باعث۔	۲۱۴
۲۵۳۔۲۵۴	موجودہ مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ۔۔	۲۱۵
	قسام ازل نے مسلمانوں کو کافر اور ظالم، مشرک اور مفسد فاسق اور نااہل مجرم	۲۱۶
۲۵۴۔۲۵۸	دیکھ کر علم، حکم اور نبوۃ بلکہ فضیلت تک مغرب کو باصلاحیت پاکر دے دی۔	۲۱۷
۲۵۸۔۲۵۹	مسلمانان عالم کی نااہلیت اور مغرب کی اہلیت	۲۱۸
۲۶۰۔۲۶۴	مغرب کی نشین اسلام سے بے تعلقی مگر حقیقی ایمان و اسلام کا انکشاف۔	۲۱۹
۲۶۵۔۲۶۹	مسلمانوں کا کفران نعمت۔	۲۲۰
	مسلمانوں کے کتاب خدا کی صداقت پر ایمان کے عمل نقطہ نظر سے بتدریج کم	۲۲۱

نمبر شمار	عنوان مضامین	صفحہ نمبر
	ہونے کی وجوہات۔	۲۷۰
۲۲۲	مسلمان انحطاط سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔	۲۷۲-۲۷۱
۲۲۳	موجودہ قرآن فہمی کی حقیقت اور اس میں عظیم تبدل کی ضرورت۔	۲۷۳-۲۷۲
●	**بدل تخیل**	278-273
۲۲۴	کیا چیز تخیل کو سطح زمین پر رواں کرتی ہے	۲۷۳
۲۲۵	بدل تخیل کیونکر واقع ہوتا ہے۔	۲۷۵-۲۷۴
۲۲۶	اجتماعی تقدم و عمل کی بنیاد ہمہ تن افراد کے صحیح طرز تخیل پر ہے۔	۲۷۵
۲۲۷	کتاب خدا کے مسلمانان عالم میں صحیح تخیل پیدا نہ کرنے کے قصوروار۔	۲۷۸-۲۷۷
●	**فساد تخیل**	286-278
۲۲۸	تخیل کی ابتداء	۲۸۰-۲۷۸
۲۲۹	تخیل کا رواج عروج اور زوال	۲۸۲-۲۸۰
۲۳۰	تخیل کے بگاڑ کی آخری منزل۔	۲۸۴-۲۸۲
۲۳۱	دین اسلام کی بگاڑ۔	۲۸۵-۲۸۴
۲۳۲	اس کے پرپرزوں کا بیکار ہوجانا۔	۲۸۶-۲۸۵
●	**تداخل**	293-286
۲۳۳	علمائے دین کا دردناک قحط۔	۲۸۹-۲۸۶
۲۳۴	ایک مشکل کے بجائے کئی ایک مشکلات کا ظہور۔	۲۹۳-۲۹۰
۲۳۵	امت مسلمہ کے تمام زوال و انحطاط میں بڑے دخیل۔	۲۹۲
9	**فتنہ کتابت**	310-294
۲۳۷	قرون اولیٰ میں قرآن سینوں اور دلوں میں تھا	۳۰۰-۲۹۶
۲۳۸	صرف عمل انسان کو زندہ کر سکتا ہے کتابیں اور تفسیریں نہیں	۳۱۰-۳۰۰

تبصرۃً وذکریٰ لکل عبدٍ منیب (قرآن حکیم)

غور کی باتیں اور عبرت ہر اس شخص کے لیے ہے جو اچھا بننے کا ارادہ کر چکا ہے

اشارات

یعنی

مسلمانوں کو پھر طاقتور بنا دینے کا واحد طریقہ
اور "لائحہ عمل"

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ: 200 روپے

ناشر
التذکرہ پبلیکیشنز
المشرقی ہاؤس ۳۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

فون نمبرز: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ - ۰۴۲ ○ فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

فہرست آیات قرآن

(تذکرہ ۔ مجلد سوم)

مصنفؒ: حضرت علامہ مشرقی ﷫

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب	شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۷ ۱۔الفاتحہ (۷)			۷	۲۷:۲	۳۰۶,۱۴۳
			۸	۶۶:۲	۲۳
۲۹۳ ۲۔البقرۃ (۲۸۶)			۹	۹۴:۲	۲۱۶
			۱۰	۹۵:۲	۲۱۶
۱	۱:۲	۲	۱۱	۹۶:۲	۲۱۶
۲	۲:۲	۲,۱	۱۲	۹۹:۲	۱۸۸
۳	۳:۲	۲,۱	۱۳	۱۰۳:۲	۱۶۸
۴	۴:۲	۳	۱۴	۱۱۷:۲	۱۶۸
۵	۵:۲	۲	۱۵	۱۲۱:۲	۲۲۴
۶	۲۶:۲	۱۴۳	۱۶	۱۴۳:۲	۱۵۱,۱۰

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب	شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۱۷	۱۵۹:۲	۵۹	۳۹	۲۰۷:۲	۱۰۳
۱۸	۱۶۰:۲	۵۹	۴۰	۲۰۸:۲	۱۰۳
۱۹	۱۶۵:۲	۱۰۰,۸۳	۴۱	۲۰۹:۲	۱۰۳
۲۰	۱۶۶:۲	۱۰۰	۴۲	۲۱۰:۲	۱۰۳
۲۱	۱۶۷:۲	۱۰۰	۴۳	۲۱۱:۲	۱۰۳
۲۲	۱۷۳:۲	۵۹	۴۴	۲۱۲:۲	۱۰۳
۲۳	۱۷۵:۲	۵۹	۴۵	۲۱۳:۲	۲۶۵,۱۲۴
۲۴	۱۷۶:۲	۵۹	۴۶	۲۱۴:۲	۳۰۹
۲۵	۱۷۷:۲	۱۱۳,۱۰۷	۴۷	۲۲۳:۲	۱۰۸
۲۶	۱۸۳:۲	۵	۴۸	۲۲۵:۲	۱۳۶,۱۰۸
۲۷	۱۸۹:۲	۱۲۷	۴۹	۲۳۳:۲	۸۸
۲۸	۱۹۰:۲	۲۳۲	۵۰	۲۳۴:۲	۸۸
۲۹	۱۹۱:۲	۲۳۲	۵۱	۲۳۵:۲	۱۲۲
۳۰	۱۹۲:۲	۲۳۲	۵۲	۲۳۶:۲	۱۱۷
۳۱	۱۹۳:۲	۲۳۲	۵۳	۲۶۱:۲	۱۰۹
۳۲	۲۰۰:۲	۱۰۲	۵۴	۲۶۲:۲	۱۱۰
۳۳	۲۰۱:۲	۱۰۲	۵۵	۲۶۳:۲	۱۱۰
۳۴	۲۰۲:۲	۱۰۲	۵۶	۲۶۴:۲	۱۱۳,۱۱۱
۳۵	۲۰۳:۲	۱۵	۵۷	۲۶۵:۲	۱۱۴,۱۱۳
۳۶	۲۰۴:۲	۱۰۳	۵۸	۲۶۶:۲	۱۲۴,۱۲۱
۳۷	۲۰۵:۲	۱۰۳	۵۹	۲۶۷:۲	۱۲۳
۳۸	۲۰۶:۲	۱۰۳	۶۰	۲۶۸:۲	۱۲۳

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۶۱	۲۶۹:۲	۱۲۶
۶۲	۲۷۰:۲	۱۲۶
۶۳	۲۷۲:۲	۱۳۳,۱۳۲
۶۴	۲۷۳:۲	۱۳۰
۶۵	۲۷۴:۲	۱۳۲
۶۶	۲۸۱:۲	۱۳۳
۶۷	۲۸۴:۲	۱۳۱
۶۸	۲۸۶:۲	۱۵۷,۶۵

۴۹۲ ۳ ـ آل عمران (۱۹۹)

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۶۹	۶:۳	۱۶۴
۷۰	۱۳:۳	۷۰
۷۱	۱۹:۳	۲۵۱,۱۸۵
۷۲	۲۳:۳	۱۳۳
۷۳	۲۶:۳	۱۶۳
۷۴	۲۷:۳	۱۶۴
۷۵	۲۸:۳	۲۳۹
۷۶	۳۲:۳	۲۵۱,۱۸۶
۷۷	۴۹:۳	۲۵
۷۸	۵۶:۳	۲۱۵
۷۹	۶۹:۳	۳۰۸
۸۰	۷۰:۳	۳۰۸

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۸۱	۹۱:۳	۱۲۳
۸۲	۹۷:۳	۳۰۹,۲۰۸
۸۳	۹۸:۳	۳۰۹
۸۴	۱۰۲:۳	۵۴,۱۲
۸۵	۱۰۴:۳	۵۳
۸۶	۱۰۹:۳	۱۱
۸۷	۱۱۱:۳	۲۰۰
۸۸	۱۱۲:۳	۲۰۰,۱۹۶
۸۹	۱۱۳:۳	۱۹۶
۹۰	۱۱۴:۳	۱۹۶
۹۱	۱۱۵:۳	۱۹۶
۹۲	۱۳۳:۳	۱۶۰
۹۳	۱۳۵:۳	۱۶۰
۹۴	۱۳۶:۳	۱۶۰
۹۵	۱۳۷:۳	۲۰۱
۹۶	۱۳۸:۳	۲۳۶,۲۰۲
۹۷	۱۳۹:۳	۲۱۴,۱۰
۹۸	۱۴۱:۳	۳۰۹
۹۹	۱۴۳:۳	۲۹۸
۱۰۰	۱۴۵:۳	۱۱۶
۱۰۱	۱۴۶:۳	۱۱۶
۱۰۲	۱۴۷:۳	۱۱۶

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۱۰۳	۳:۱۵۵	۱۸۶
۱۰۴	۳:۱۵۶	۲۵۰
۱۰۵	۳:۱۶۵	۱۸۶
۱۰۶	۳:۱۶۶	۱۸۷
۱۰۷	۳:۱۷۳	۱۵۹
۱۰۸	۳:۱۸۰	۲۳۵
۱۰۹	۳:۱۸۱	۱۸۲
۱۱۰	۳:۱۸۵	۱۳۳
۱۱۱	۳:۱۸۶	۵۹
۱۱۲	۳:۱۹۵	۱۳۲,۱۱۷
۶۶۹	۴ـالنساء	(۱۷۷)
۱۱۳	۴:۱۷	۱۶۱
۱۱۴	۴:۱۸	۱۶۱
۱۱۵	۴:۲۷	۷۱
۱۱۶	۴:۲۸	۱۴۹
۱۱۷	۴:۳۷	۲۵۱,۱۸۶
۱۱۸	۴:۳۸	۱۸۶
۱۱۹	۴:۳۹	۱۸۶
۱۲۰	۴:۴۰	۱۳۲
۱۲۱	۴:۵۳	۲۵۸
۱۲۲	۴:۵۴	۲۵۸

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۱۲۳	۴:۵۹	۲۴۷،۳۴
۱۲۴	۴:۷۵	۱۱۸
۱۲۵	۴:۷۶	۱۱۹
۱۲۶	۴:۸۰	۳۷
۱۲۷	۴:۸۱	۳۷
۱۲۸	۴:۸۳	۱۱۹
۱۲۹	۴:۸۸	۲۵۰
۱۳۰	۴:۸۹	۲۵۰
۱۳۱	۴:۱۰۳	۵
۱۳۲	۴:۱۱۳	۵۳
۱۳۳	۴:۱۱۵	۵۴
۱۳۴	۴:۱۱۶	۵۴
۱۳۵	۴:۱۱۹	۹۷
۱۳۶	۴:۱۳۵	۱۰
۱۳۷	۴:۱۳۸	۶۰
۱۳۸	۴:۱۳۹	۶۰
۱۳۹	۴:۱۴۰	۶۰,۵۱
۱۴۰	۴:۱۴۴	۲۳۱
۱۴۱	۴:۱۴۵	۲۳۱,۴۹
۱۴۲	۴:۱۴۶	۲۳۱,۴۹
۱۴۳	۴:۱۴۷	۲۳۱
۱۴۴	۴:۱۶۵	۱۴

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۱۴۵	۱۶۷:۴	۲۱۸
۱۴۶	۱۶۸:۴	۲۱۹
۱۴۷	۱۶۹:۴	۲۱۹
۱۴۸	۱۷۰:۴	۲۰۸
۱۴۹	۱۷۱:۴	۲۹۸
۱۵۰	۱۷۳:۴	۲۲۳,۱۷۵
۷۷۹	۵۔المائدۃ	(۱۲۰)
۱۵۱	۱۲:۵	۲۱۳
۱۵۲	۱۳:۵	۳۰۶
۱۵۳	۱۵:۵	۲۱,۱۵
۱۵۴	۱۶:۵	۲۱,۱۵
۱۵۵	۳۲:۵	۷۰
۱۵۶	۴۱:۵	۲۲۶
۱۵۷	۵۱:۵	۲۴۰
۱۵۸	۵۲:۵	۷۹
۱۵۹	۵۷:۵	۲۴۰
۱۶۰	۷۲:۵	۴۳
۱۶۱	۷۹:۵	۱۶۶
۱۶۲	۷۷:۵	۲۹۹
۱۶۳	۷۸:۵	۲۹۹
۱۶۴	۷۹:۵	۲۹۹
۱۶۵	۸۰:۵	۲۹۹
۱۶۶	۸۱:۵	۲۹۹
۱۶۷	۱۱۲:۶	۲۴۸
۹۹۵	۶۔الانعام	(۱۶۶)
۱۶۸	۳:۶	۲۰۲
۱۶۹	۴:۶	۲۰۲
۱۷۰	۵:۶	۲۰۲
۱۷۱	۶:۶	۲۰۲
۱۷۲	۱۶:۶	۳۹
۱۷۳	۳۶:۶	۲۸۶
۱۷۴	۴۷:۶	۱۹۶
۱۷۵	۴۸:۶	۱۹۶
۱۷۶	۴۹:۶	۲۰۲
۱۷۷	۵۴:۶	۱۶۰
۱۷۸	۵۹:۶	۱۷
۱۷۹	۷۰:۶	۲۱۱
۱۸۰	۷۱:۶	۱۶۷
۱۸۱	۷۲:۶	۱۶۷
۱۸۲	۷۳:۶	۱۶۷,۱۴۶
۱۸۳	۷۴:۶	۱۶۷

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۱۸۴	۸۱:۶	۹۳
۱۸۵	۸۲:۶	۲۱۷,۹۳
۱۸۶	۸۳:۶	۹۳
۱۸۷	۸۶:۶	۲۵۵
۱۸۸	۸۷:۶	۲۵۵
۱۸۹	۸۸:۶	۲۵۵
۱۹۰	۸۹:۶	۲۵۵
۱۹۱	۹۲:۶	۱۵
۱۹۲	۱۰۴:۶	۲۰۷,۱۳۰
۱۹۳	۱۱۶:۶	۲۷۲
۱۹۴	۱۲۰:۶	۱۳۷
۱۹۵	۱۲۱:۶	۱۸۵
۱۹۶	۱۲۲:۶	۹۲
۱۹۷	۱۲۳:۶	۹۷,۹۲
۱۹۸	۱۲۴:۶	۹۷,۹۲,۸۳
۱۹۹	۱۲۵:۶	۹۲
۲۰۰	۱۲۶:۶	۹۲
۲۰۱	۱۲۷:۶	۹۲
۲۰۲	۱۲۸:۶	۹۲
۲۰۳	۱۳۰:۶	۲۰۴
۲۰۴	۱۳۱:۶	۲۰۴
۲۰۵	۱۳۲:۶	۱۹۵
۲۰۶	۱۳۳:۶	۱۸۴,۶۵
۲۰۷	۱۳۵:۶	۱۶۰
۲۰۸	۱۵۲:۶	۱۵۸
۲۰۹	۱۵۴:۶	۱۵۲.۱۶
۲۱۰	۱۵۵:۶	۱۵۲
۲۱۱	۱۵۷:۶	۲۰۵
۲۱۲	۱۶۰:۶	۱۳۷,۱۲۸.۵۵
۲۱۳	۱۶۱:۶	۵۵
۲۱۴	۱۶۲:۶	۵۵
۲۱۵	۱۶۳:۶	۵۵
۲۱۶	۱۶۴:۶	۲۱۴,۵۵,۱۲
۲۱۷	۱۶۵:۶	۱۵۸,۶۳,۵۵
۲۱۸	۳۳:۷	۵۵
۱۱۶۱	۷۔الاعراف	(۲۰۶
۲۱۹	۳۳:۷	۱۲۸,۱۲۷,۸۳
۲۲۰	۳۴:۷	۱۹۳
۲۲۱	۳۵:۷	۱۹۳
۲۲۲	۳۶:۷	۱۹۴
۲۲۳	۳۷:۷	۱۹۴
۲۲۴	۵۲:۷	۲۵
۲۲۵	۵۳:۷	۶۳

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۲۲۶	۵۶:۷	۳۵
۲۲۷	۸۵:۷	۴۰
۲۲۸	۸۶:۷	۴۰
۲۲۹	۸۷:۷	۳۶
۲۳۰	۱۰۰:۷	۲۹۳
۲۳۱	۱۰۱:۷	۲۹۳
۲۳۲	۱۲۸:۷	۲۲۲
۲۳۳	۱۳۵:۷	۲۵۸
۲۳۴	۱۳۶:۷	۲۵۹
۲۳۵	۱۴۷:۷	۲۵۹
۲۳۶	۱۶۹:۷	۶۶
۲۳۷	۱۷۵:۷	۲۶۷
۲۳۸	۱۷۶:۷	۲۶۸
۲۳۹	۱۷۷:۷	۲۶۸,۲۰۱
۲۴۰	۱۷۸:۷	۲۶۸
۲۴۱	۱۷۹:۷	۲۶۸
۲۴۲	۱۸۱:۷	۲۶۶
۲۴۳	۱۸۲:۷	۲۶۶
۲۴۴	۱۸۹:۷	۷۳
۲۴۵	۱۹۰:۷	۷۳
۲۴۶	۱۹۱:۷	۷۳
۱۲۳۶	۸۔الانفال	(۷۵)
۲۴۷	۱:۸	۲۳۶,۳۳
۲۴۸	۲:۸	۲۹۵,۲۴۸
۲۴۹	۳:۸	۲۴۹
۲۵۰	۱۵:۸	۲۴۴,۱۹۴
۲۵۱	۱۶:۸	۲۴۴,۱۹۴
۲۵۲	۲۸:۸	۹۹
۲۵۳	۳۶:۸	۱۸۷
۲۵۴	۳۹:۸	۲۴۲
۲۵۵	۴۲:۸	۲۰۰
۲۵۶	۴۵:۸	۲۴۴
۲۵۷	۴۶:۸	۱۸۹
۲۵۸	۵۱:۸	۱۸۲
۲۵۹	۵۳:۸	۱۸۳
۲۶۰	۶۰:۸	۱۹۲,۱۲۳
۲۶۱	۶۱:۸	۱۹۲
۲۶۲	۶۲:۸	۱۹۲
۲۶۳	۷۴:۸	۲۴۷
۱۲۶۵	۹۔التوبہ	(۱۲۹)
۲۶۴	۴:۹	۴۳
۲۶۵	۱۳:۹	۲۴۳
۲۶۶	۱۴:۹	۲۴۳

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورة	صفحہ کتاب	شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورة	صفحہ کتاب
۲۶۷	۱۵:۹	۲۴۳	۲۸۹	۷۳:۹	۱۷۳,۵۰
۲۶۸	۱۶:۹	۲۴۳	۲۹۰	۸۰:۹	۵۱
۲۶۹	۱۷:۹	۴۴	۲۹۱	۸۱:۹	۴۹
۲۷۰	۱۸:۹	۴۴	۲۹۲	۸۲:۹	۴۹
۲۷۱	۱۹:۹	۴۴	۲۹۳	۸۴:۹	۵۰
۲۷۲	۲۳:۹	۴۷	۲۹۴	۸۵:۹	۴۸
۲۷۳	۲۴:۹	۴۷	۲۹۵	۹۱:۹	۲۵۱
۲۷۴	۲۸:۹	۴۳	۲۹۶	۱۱۱:۹	۳۰۷,۶
۲۷۵	۳۱:۹	۴۴	۲۹۷	۱۲۰:۹	۱۱۸
۲۷۶	۳۲:۹	۷	۲۹۸	۱۲۱:۹	۱۱۸
۲۷۷	۳۶:۹	۴۳	۲۹۹	۱۲۳:۹	۱۷۳
۲۷۸	۳۸:۹	۲۴۵,۱۹۰,۱۱۸	۳۰۰	۱۲۴:۹	۲۵۰
۲۷۹	۳۹:۹	۲۴۵,۱۹۱	۳۰۱	۱۲۵:۱۰	۲۵۰
۲۸۰	۴۹:۹	۴۹	۱۴۷۴	۱۰۔ یونس	(۱۰۹)
۲۸۱	۵۳:۹	۵۰	۳۰۲	۴:۱۰	۱۳۵
۲۸۲	۵۴:۹	۵۰	۳۰۳	۵:۱۰	۱۴۵
۲۸۳	۵۵:۹	۱۸۷,۴۸	۳۰۴	۷:۱۰	۲۱۱,۷۵
۲۸۴	۶۰:۹	۱۱۵	۳۰۵	۸:۱۰	۲۱۱,۷۵
۲۸۵	۶۳:۹	۵۱	۳۰۶	۱۱:۱۰	۱۳۰
۲۸۶	۶۷:۹	۴۸	۳۰۷	۱۳:۱۰	۲۰۳
۲۸۷	۶۸:۹	۴۸	۳۰۸	۱۴:۱۰	۲۰۳
۲۸۸	۶۹:۹	۴۸	۳۰۹	۲۱:۱۰	۹۸

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۳۱۰	۲۳:۱۰	۷۱
۳۱۱	۲۵:۱۰	۷۶,۷۱
۳۱۲	۲۶:۱۰	۷۱
۳۱۳	۲۷:۱۰	۷۱
۳۱۴	۲۸:۱۰	۷۲
۳۱۵	۲۹:۱۰	۷۲
۳۱۶	۳۰:۱۰	۷۲
۳۱۷	۳۱:۱۰	۱۳۰
۳۱۸	۳۷:۱۰	۲۲
۳۱۹	۴۴:۱۰	۱۳۲
۳۲۰	۴۷:۱۰	۱۳
۳۲۱	۶۲:۱۰	
۳۲۲	۶۳:۱۰	۲۱۷
۳۲۳	۶۴:۱۰	۲۱۷
۳۲۴	۹۵:۱۰	۲۶۱
۳۲۵	۹۶:۱۰	۲۶۱,۲۱۹
۳۲۶	۹۷:۱۰	۲۲۰
۳۲۷	۹۸:۱۰	۲۲۰
۳۲۸	۹۹:۱۰	۸۴
۳۲۹	۱۰۵:۱۰	۸۴
۳۳۰	۱۰۶:۱۰	۲۰۷
۳۳۱	۱۰۸:۱۰	۹۴
۱۵۹۷	۱۱۔ ھود	(۱۲۳)
۳۳۲	۲:۱۱	۹۴
۳۳۳	۳:۱۱	۹۴
۳۳۴	۱ـ:۱۱	۱۳۲
۳۳۵	۱۸:۱۱	۲۱۹
۳۳۶	۱۹:۱۱	۲۱۹
۳۳۷	۲۰:۱۱	۲۱۹
۳۳۸	۲۱:۱۱	۲۱۹
۳۳۹	۲۲:۱۱	۸۶
۳۴۰	۵۰:۱۱	۸۶
۳۴۱	۵۱:۱۱	۲۲۲,۸۶
۳۴۲	۵۲:۱۱	۲۳۹
۳۴۳	۸۶:۱۱	۲۸۲
۳۴۴	۱۰۲:۱۱	۲۰۴
۳۴۵	۱۱۶:۱۱	۲۰۴
۳۴۶	۱۱۷:۱۱	۱۷۲,۳۳
۳۴۷	۱۱۸:۱۱	۳۳,۲۱,۱۷۲ ۱۳۹,
۳۴۸	۱۱۹:۱۲	۱۶۳
۱۷۰۸	۱۲۔ یوسف	(۱۱۱)
۳۴۹	۱۰۰:۱۲	۲۴
۳۵۰	۱۱۱:۱۲	۱۵۲

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۱۷۵۱	۱۳۔الرعد	(۴۳)
۳۵۱	۲:۱۳	۱۸۲,۲۳
۳۵۲	۱۱:۱۳	۳۰۷
۳۵۳	۱۹:۱۳	۳۰۷
۳۵۴	۲۰:۱۳	۳۰۷
۳۵۵	۲۱:۱۳	۳۰۷
۳۵۶	۲۵:۱۳	۹۷
۳۵۷	۲۶:۱۳	۲۱۵
۳۵۸	۳۳:۱۳	۲۱۵
۳۵۹	۳۴:۱۳	۱۴
۳۶۰	۳۸:۱۳	۱۴
۳۶۱	۳۹:۱۳	۱۸۷
۱۸۰۳	۱۴۔ابراہیم	(۵۲)
۳۶۲	۲:۱۴	۱۸۷
۳۶۳	۳:۱۴	۲۶۴
۳۶۴	۴:۱۴	۹۵
۳۶۵	۱۰:۱۴	۱۸۴
۳۶۶	۱۸:۱۴	۱۸۴,۱۴۵
۳۶۷	۱۹:۱۴	۱۸۴
۳۶۸	۲۰:۱۴	۱۳۰
۳۶۹	۲۲:۱۴	۳۰۳
۳۷۰	۳۸:۱۴	۳۰۳
۳۷۱	۳۹:۱۴	۱۹
۱۹۰۲	۱۵۔الحجر	(۹۹)
۳۷۲	۱:۱۵	۱۰
۳۷۳	۲:۱۵	۱۴
۳۷۴	۴:۱۵	۱۵۳
۳۷۵	۲۸:۱۵	۱۵۳
۳۷۶	۲۹:۱۵	۱۵۳
۳۷۷	۳۰:۱۵	۱۴۴
۳۷۸	۸۵:۱۵	۲۲
۲۰۳۰	۱۶۔النحل	(۱۲۸)
۳۷۹	۲:۱۶	۱۳۵,۲۶
۳۸۰	۳:۱۶	۱۳۸,۲۶
۳۸۱	۴:۱۶	۲۶
۳۸۲	۵:۱۶	۲۶
۳۸۳	۶:۱۶	۲۶
۳۸۴	۷:۱۶	۲۶
۳۸۵	۸:۱۶	۲۶
۳۸۶	۹:۱۶	۲۶
۳۸۷	۱۰:۱۶	۳۰,۲۶
۳۸۸	۱۱:۱۶	۳۰,۲۶

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب	شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۳۸۹	۱۲:۱۶	۳۰,۲۶	۴۱۱	۶۴:۱۶	۲۵
۳۹۰	۱۳:۱۶	۲۶	۴۱۲	۸۹:۱۶	۱۷۲,۶۴,۱۳۱
۳۹۱	۱۴:۱۶	۲۶	۴۱۳	۹۳:۱۶	۲۱
۳۹۲	۱۵:۱۶	۲۶	۴۱۴	۱۰۲:۱۶	۱۸۹
۳۹۳	۱۶:۱۶	۲۷	۴۱۵	۱۰۶:۱۶	۱۸۹
۳۹۴	۱۷:۱۶	۲۷	۴۱۶	۱۰۷:۱۶	۱۸۹
۳۹۵	۱۸:۱۶	۲۷	۴۱۷	۱۰۸:۱۶	۱۸۹
۳۹۶	۱۹:۱۶	۲۷	۴۱۸	۱۰۹:۱۶	۱۸۹
۳۹۷	۲۰:۱۶	۲۷	۴۱۹	۱۱۰:۱۶	۱۳۷
۳۹۸	۲۱:۱۶	۲۷	۴۲۰	۱۱۱:۱۶	۱۹۷
۳۹۹	۲۲:۱۶	۲۷	۴۲۱	۱۱۲:۱۶	۱۹۷
۴۰۰	۲۳:۱۶	۲۷	۴۲۲	۱۱۴:۱۶	۱۵۹
۴۰۱	۲۴:۱۶	۲۷	۴۲۳	۱۱۵:۱۶	۱۶۰
۴۰۲	۲۵:۱۶	۶۹,۲۷	۴۲۴	۱۱۹:۱۶	۲۰۷
۴۰۳	۲۶:۱۶	۲۷	۲۱۴۱	۱۷۔ بنی اسرائیل	(۱۱۱)
۴۰۴	۲۷:۱۶	۲۲۱			
۴۰۵	۳۰:۱۶	۱۳	۴۲۵	۷:۱۷	۳۱
۴۰۶	۳۶:۱۶	۲۷۳	۴۲۶	۹:۱۷	۱۴۹,۷۰
۴۰۷	۴۴:۱۶	۴۶	۴۲۷	۱۱:۱۷	۱۵۹,۱۲
۴۰۸	۵۲:۱۶	۴۶	۴۲۸	۱۵:۱۷	۹۷,۸۳
۴۰۹	۵۴:۱۶	۴۶	۴۲۹	۱۶:۱۷	۷۷
۴۱۰	۵۵:۱۶	۲۰	۴۳۰	۱۷:۱۷	۷۷,۶۶

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۳۳۱	۱۸:۱۷	۱۵۹.۷۷
۳۳۲	۱۹:۱۷	۷۷
۳۳۳	۲۰:۱۷	۷۷
۳۳۴	۲۱:۱۷	۷۷
۳۳۵	۲۲:۱۷	۸۴.۷۷
۳۳۶	۲۳:۱۷	۷۷
۳۳۷	۲۴:۱۷	۷۸
۳۳۸	۲۵:۱۷	۱۴۷.۷۸
۳۳۹	۲۶:۱۷	۷۸
۳۴۰	۲۷:۱۷	۷۸
۳۴۱	۲۸:۱۷	۷۸
۳۴۲	۲۹:۱۷	۷۸
۳۴۳	۳۰:۱۷	۷۸
۳۴۴	۳۱:۱۷	۷۸
۳۴۵	۳۲:۱۷	۷۸
۳۴۶	۳۳:۱۷	۷۸
۳۴۷	۳۴:۱۷	۷۸
۳۴۸	۳۵:۱۷	۷۸
۳۴۹	۳۶:۱۷	۷۸,۱
۳۵۰	۳۷:۱۷	۷۸
۳۵۱	۳۸:۱۷	۷۸
۳۵۲	۳۹:۱۷	۷۸
۳۵۳	۷۲:۱۷	۲۲۲,۱۲۶
۳۵۴	۸۲:۱۷	۲۵۳
۳۵۵	۸۶:۱۷	۲۵۹
۳۵۶	۸۷:۱۷	۲۵۹
۳۵۷	۱۰۶:۱۷	۱۷۷
۲۲۵۱	۱۸۔ الکہف	(۱۱۰)
۳۵۸	۱۵:۱۸	۱۴
۳۵۹	۲۶:۱۸	۶۴
۳۶۰	۲۹:۱۸	۱۶۲
۳۶۱	۳۵:۱۸	۷۵
۳۶۲	۳۶:۱۸	۷۵
۳۶۳	۴۷:۱۸	۱۳۸
۳۶۴	۴۸:۱۸	۱۳۸
۳۶۵	۴۹:۱۸	۱۳۸
۳۶۶	۵۷:۱۸	۲۶۷
۳۶۷	۵۸:۱۸	۲۶۷
۳۶۸	۵۹:۱۸	۲۰۷,۲۰۵
۲۳۴۹	۱۹۔ مریم	(۹۸)
۳۶۹	۳۲:۱۹	۲۵۱

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۴۷۰	۲۵۱	۳۷:۱۹
۴۷۱	۱۷۷	۵۹:۱۹
۴۷۲	۲۳	۶۳:۱۹
۴۷۳	۱۳۶	۷۱:۱۹
۲۳۸۴	۲۰۔طہ	(۱۳۵)
۴۷۴	۱۵:۲۰	۱۳۵
۴۷۵	۱۶:۲۰	۱۳۵
۴۷۶	۴۹:۲۰	۱۴۲,۱۸
۴۷۷	۵۰:۲۰	۱۴۲,۱۸
۴۷۸	۵۱:۲۰	۱۸
۴۷۹	۵۲:۲۰	۱۸
۴۸۰	۵۳:۲۰	۱۸
۴۸۱	۵۴:۲۰	۱۸
۴۸۲	۱۱۰:۲۰	۲۳,۱۸
۴۸۳	۱۱۲:۲۰	۲۲۱
۴۸۴	۱۱۳:۲۰	۲۷۱
۴۸۵	۱۲۳:۲۰	۱۷۹
۴۸۶	۱۲۴:۲۰	۲۲۰,۱۷۹
۴۸۷	۱۲۵:۲۰	۱۷۹
۴۸۸	۱۲۶:۲۰	۱۷۹
۴۸۹	۱۲۷:۲۰	۱۷۹
۴۹۰	۱۲۸:۲۰	۱۷۹
۴۹۱	۱۳۱:۲۰	۹۸
۲۵۹۶	۲۱۔الانبیاء	(۱۱۲)
۴۹۲	۱۶:۲۱	۱۴۴
۴۹۳	۲۸:۲۱	۲۳
۴۹۴	۳۷:۲۱	۷۰
۴۹۵	۴۷:۲۱	۱۳۷
۴۹۶	۶۶:۲۱	۱۶۷
۴۹۷	۶۷:۲۱	۱۶۷
۴۹۸	۷۳:۲۱	۲۵۷
۴۹۹	۷۴:۲۱	۲۵۷
۵۰۰	۷۵:۲۱	۲۵۷
۵۰۱	۹۲:۲۱	۳۸
۵۰۲	۹۳:۲۱	۳۸
۵۰۳	۹۴:۲۱	۱۵۹,۳۸
۵۰۴	۹۵:۲۱	۳۸
۵۰۵	۱۰۴:۲۱	۱۴۳
۵۰۶	۱۰۵:۲۱	۳۰۲,۲۱۵,۱۹۹
۵۰۷	۱۰۶:۲۱	۲۱۵,۱۹۹
۵۰۸	۱۰۷:۲۱	۱۹۹
۵۰۹	۱۰۸:۲۱	۱۹۹

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۲۶۷۴	۲۲۔الحج	(۷۸)
۵۱۰	۱۱:۲۲	۸۵
۵۱۱	۱۲:۲۲	۸۵
۵۱۲	۱۳:۲۲	۸۵
۵۱۳	۱۴:۲۲	۸۵
۵۱۴	۱۸:۲۲	۱۴۲
۵۱۵	۳۹:۲۲	۲۳۷
۵۱۶	۴۰:۲۲	۲۳۷
۵۱۷	۴۱:۲۲	۲۳۸
۵۱۸	۷۰:۲۲	۱۹
۵۱۹	۷۸:۲۲	۳۰۲,۹
۲۷۹۲	۲۳۔المومنون	(۱۱۸)
۵۲۰	۲:۲۳	۲۷۸
۵۲۱	۳:۲۳	۲۷۷
۵۲۲	۴:۲۳	۲۷۷
۵۲۳	۵:۲۳	۲۷۷
۵۲۴	۱۴:۲۳	۱۵۴
۵۲۵	۵۲:۲۳	۳۷
۵۲۶	۵۳:۲۳	۳۷
۵۲۷	۵۴:۲۳	۳۸

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۵۲۸	۵۵:۲۳	۳۸
۵۲۹	۵۶:۲۳	۳۸
۵۳۰	۶۲:۲۳	۱۵۸
۵۳۱	۶۳:۲۳	۱۵۸
۵۳۲	۱۱۷:۲۳	۱۷۶
۲۸۵۶	۲۴۔النور	(۶۴)
۵۳۳	۲۵:۲۴	۱۳۳
۵۳۴	۳۴:۲۴	۲۱
۵۳۵	۳۵:۲۴	۱۶۴
۵۳۶	۳۷:۲۴	۳۵
۵۳۷	۳۸:۲۴	۳۵
۵۳۸	۳۹;۲۴	۳۵
۵۳۹	۵۰:۲۴	۳۵
۵۴۰	۵۱:۲۴	۳۵
۵۴۱	۵۲:۲۴	۳۵
۵۴۲	۵۳:۲۴	۳۵
۵۴۳	۵۴:۲۴	۳۵
۵۴۴	۶۲:۲۴	۲۴۷
۲۹۳۳	۲۵۔الفرقان	(۷۷)
۵۴۵	۱:۲۵	۲۷۳,۲۱
۵۴۶	۴:۲۵	۲۲

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۵۴۷	۵:۲۵	۲۲
۵۴۸	۶:۲۵	۲۲
۵۴۹	۱۷:۲۵	۹۵
۵۵۰	۱۸:۲۵	۹۵
۵۵۱	۳۲:۲۵	۱۷۸
۵۵۲	۵۱:۲۵	۱۴
۳۱۶۰	۲۶_الشعراء	(۲۲۷)
۵۵۳	۳:۲۶	۱۹
۵۵۴	۱۹۲:۲۶	۲۶۲
۵۵۵	۱۹۳:۲۶	۲۶۲
۵۵۶	۱۹۴;۲۶	۲۶۲
۵۵۷	۱۹۵:۲۶	۲۶۲
۵۵۸	۱۹۶:۲۶	۲۶۲
۵۵۹	۱۹۷:۲۶	۲۶۲
۵۶۰	۱۹۸:۲۶	۲۶۲
۵۶۱	۱۹۹:۲۶	۲۶۲
۵۶۲	۲۰۰:۲۶	۲۶۲
۵۶۳	۲۰۱:۲۶	۲۶۲
۵۶۴	۲۰۲:۲۶	۲۶۲
۵۶۵	۲۰۳:۲۶	۲۶۲
۵۶۶	۲۰۸:۲۶	۱۴
۳۲۵۳	۲۷_النمل	(۹۳)
۵۶۷	۱:۲۷	۱۹
۵۶۸	۶۳:۲۷	۲۵
۵۶۹	۷۵:۲۷	۱۷
۵۷۰	۷۶:۲۷	۲۵
۵۷۱	۷۷:۲۷	۲۵
۵۷۲	۷۸:۲۷	۲۵
۵۷۳	۷۹:۲۷	۲۶
۳۳۴۱	۲۸_القصص	(۸۸)
۵۷۴	۳:۲۸	۱۹
۵۷۵	۴۳:۲۸	۱۶
۵۷۶	۴۹:۲۸	۲۱۰
۵۷۷	۵۹:۲۸	۲۰۵,۱۴
۵۷۸	۸۷:۲۸	۸۴
۵۷۹	۸۸:۲۸	۸۴
۳۴۱۰	۲۹_العنکبوت	(۶۹)
۵۸۰	۲:۲۹	۴۵
۵۸۱	۳:۲۹	۴۵
۵۸۲	۶:۲۹	۲۰۷
۵۸۳	۷:۲۹	۸۳

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۵۸۴	۱۰:۲۹	۴۶
۵۸۵	۲۳:۲۹	۲۶۹
۵۸۶	۲۵:۲۹	۴۵
۵۸۷	۴۴:۲۹	۱۴۵
۵۸۸	۴۶:۲۹	۲۳۶
۵۸۹	۴۷:۲۹	۲۳۶
۵۹۰	۴۹:۲۹	۲۸۷
۳۴۷۰	۳۰۔الروم	(۶۰)
۵۹۱	۸:۳۰	۱۵۱,۱۴۵
۵۹۲	۳۱:۳۰	۴۱
۵۹۳	۳۲:۳۰	۴۱
۵۹۴	۳۳:۳۰	۴۶
۵۹۵	۳۴:۳۰	۴۶
۵۹۶	۳۹:۳۰	۱۱۴
۵۹۷	۵۳:۳۰	۲۶۶
۵۹۸	۵۷:۳۰	۶۵
۳۵۰۴	۳۱۔لقمن	(۳۴)
۵۹۹	۱۲:۳۱	۲۰۶,۱۴۱
۶۰۰	۱۵:۳۱	۴۵
۶۰۱	۱۱:۳۱	۱۴۱
۳۵۳۴	۳۲۔السجدۃ	(۳۰)

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۶۰۲	۵:۳۲	۶۳
۶۰۳	۶:۳۲	۶۴
۶۰۴	۸:۳۲	۱۴۹
۶۰۵	۹:۳۲	۱۵۳
۶۰۶	۱۵:۳۲	۲۲۶
۶۰۷	۲۳:۳۲	۱۶
۶۰۸	۲۴:۳۲	۱۶
۶۰۹	۲۵:۳۲	۱۶
۳۶۰۷	۳۳۔الاحزاب	(۷۳)
۶۱۰	۵:۳۳	۱۰۸
۶۱۱	۹:۳۳	۱۵۳
۶۱۲	۳۵:۳۳	۲۴۸
۶۱۳	۴۵:۳۳	۳۰۲
۶۱۴	۴۶:۳۳	۳۰۲
۶۱۵	۴۷:۳۳	۳۰۲
۶۱۶	۶۰:۳۳	۱۹۸
۶۱۷	۶۱:۳۳	۱۹۸
۶۱۸	۶۲:۳۳	۱۹۸
۶۱۹	۷۲:۳۳	۱۴۷
۳۶۶۱	۳۴۔السباء	(۷۴)
۶۲۰	۳:۳۴	۱۸

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۶۲۱	۹:۳۴	۲۳
۶۲۲	۱۷:۳۴	۳۰۵
۶۲۳	۱۹:۳۴	۲۹۱
۶۲۴	۳۶:۳۴	۱۶۳
۶۲۵	۴۶:۳۴	۲۵
۳۷۰۶	۳۵۔ الفاطر	(۴۵)
۶۲۶	۱۵:۳۵	۱۷۰
۶۲۷	۱۶:۳۵	۱۷۰
۶۲۸	۱۷:۳۵	۱۷۰,۱۳
۶۲۹	۱۸:۳۵	۱۵۸
۶۳۰	۱۹:۳۵	۲۰۷
۶۳۱	۲۰:۳۵	۲۰۷
۶۳۲	۲۱:۳۵	۲۰۷
۶۳۳	۲۲:۳۵	۲۰۷,۱۶۴
۶۳۴	۲۳:۳۵	۲۰۷
۶۳۵	۲۴:۳۵	۲۰۷,۱۳
۶۳۶	۲۵:۳۵	۲۰۷
۶۳۷	۲۶:۳۵	۲۰۷
۶۳۸	۲۹:۳۵	۲۱۴
۶۳۹	۳۰:۳۵	۲۱۴
۶۴۰	۳۱:۳۵	۲۳
۳۷۸۹	۳۶۔ یٰسین	(۸۳)

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۶۴۱	۱۳:۳۶	۱۷
۶۴۲	۳۸:۳۶	۱۷
۶۴۳	۳۹:۳۶	۱۷
۶۴۴	۴۰:۳۶	۱۷
۶۴۵	۴۵:۳۶	۲۴
۶۴۶	۵۴:۳۶	۱۳۵
۶۴۷	۷۷:۳۶	۱۳۸
۳۹۷۱	۳۷۔ الصفت	(۸۲)
۴۰۵۹	۳۸۔ ص	(۸۸)
۶۴۸	۱۴:۳۸	۳۰۵
۶۴۹	۲۷:۳۸	۱۴۴
۶۵۰	۵۱:۳۸	۲۳
۶۵۱	۷۲:۳۸	۱۵۳
۶۵۲	۷۳:۳۸	۱۵۳
۴۱۳۴	۳۹۔ الزمر	(۷۵)
۶۵۳	۵:۳۹	۱۳۵
۶۵۴	۱۰:۳۹	۲۲۰
۶۵۵	۲۱:۳۹	۶۹
۶۵۶	۲۲:۳۹	۸۹
۶۵۷	۲۳:۳۹	۸۹
۶۵۸	۲۴:۳۹	۹۷,۸۹,۵۳

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۶۵۹	۲۵:۳۹	۸۹,۵۳
۶۶۰	۲۶:۳۹	۸۹,۵۳
۶۶۱	۳۱:۳۹	۳۰۷
۶۶۲	۴۱:۳۹	۲۷۳
۶۶۳	۶۷:۳۹	۱۳۹
۶۶۴	۶۸:۳۹	۱۳۹
۶۶۵	۶۹:۳۹	۱۳۹
۶۶۶	۷۰:۳۹	۱۳۹,۱۳۷
۴۲۱۹	۴۰۔المومن	(۸۵)
۶۶۷	۱۷:۴۰	۱۳۵
۶۶۸	۲۰:۴۰	۲۰۶
۶۶۹	۲۱:۴۰	۲۰۱
۶۷۰	۲۲:۴۰	۲۰۱
۶۷۱	۵۱:۴۰	۲۲۱
۶۷۲	۵۲:۴۰	۶۵
۶۷۳	۷۳:۴۰	۱۵۱
۶۷۴	۸۵:۴۰	۱۹۹
۴۲۷۳	۴۱۔حم	(۵۴)
۶۷۵	۶:۴۱	۱۸۵
۶۷۶	۷:۴۱	۱۸۵
۶۷۷	۱۳:۴۱	۲۴
۶۷۸	۱۵:۴۱	۶۸
۶۷۹	۱۶:۴۱	۶۸
۶۸۰	۳۰:۴۱	۸۴
۶۸۱	۳۱:۴۱	۸۴
۶۸۲	۳۲:۴۱	۸۵
۶۸۳	۴۲:۴۱	۲۶۳
۶۸۴	۴۳:۴۱	۲۶۳,۲۴
۶۸۵	۴۳:۴۱	۲۶۳
۶۸۶	۴۴:۴۱	۲۶۱
۶۸۷	۴۶:۴۱	۲۰۶
۴۳۴۶	۴۲۔الشوریٰ	(۵۳)
۶۸۸	۷:۴۲	۰۲
۶۸۹	۸:۴۲	۳۲
۶۹۰	۹:۴۲	۸۷,۵۲
۶۹۱	۱۳:۴۲	۵۶,۴۳,۱۵
۶۹۲	۲۰:۴۲	۶۶
۶۹۳	۲۵:۴۲	۱۶۱
۶۹۴	۵۲:۴۲	۲۲
۴۴۱۵	۴۳۔الزخرف	(۸۹)
۶۹۵	۲:۴۳	۱۹
۶۹۶	۳:۴۳	۱۹

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۶۹۷	۴:۴۳	۲۰
۴۴۷۴	۴۴۔الدخان	(۵۹)
۶۹۸	۳۸:۴۴	۱۴۴
۶۹۹	۳۹:۴۴	۱۴۴
۷۰۰	۵۸:۴۴	۲۶۴,۲۰
۴۵۱۱	۴۵۔الجاثیہ	(۳۷)
۷۰۱	۳:۴۵	۲۶۰
۷۰۲	۱۳:۴۵	۱۴۹
۷۰۳	۱۶:۴۵	۲۵۶
۷۰۴	۱۷:۴۵	۲۵۶
۷۰۵	۱۸:۴۵	۲۵۶
۷۰۶	۱۹:۴۵	۲۵۶
۷۰۷	۲۰:۴۵	۲۵۶
۷۰۸	۲۲:۴۵	۱۴۵
۴۵۴۶	۴۶۔الاحقاف	(۳۵)
۷۰۹	۳:۴۶	۱۴۶
۷۱۰	۱۳:۴۶	۲۲۳
۷۱۱	۱۹:۴۶	۶۵
۷۱۲	۳۱:۴۶	۲۴
۷۱۳	۳۵:۴۶	۱۱
۴۵۸۴	۴۷۔محمدؐ	(۳۸)
۷۱۴	۳۵:۴۷	۸
۴۶۱۳	۴۸۔الفتح	(۲۹)
۷۱۵	۲۲:۴۸	۱۹۸
۷۱۶	۲۳:۴۸	۱۹۸
۷۱۷	۲۴:۴۸	۱۹۸
۷۱۸	۲۹:۴۸	۱۷۳
۴۶۳۱	۴۹۔الحجرات	(۱۸)
۷۱۹	۱:۴۹	۲۵
۷۲۰	۹:۴۹	۳۹
۷۲۱	۱۰:۴۹	۳۵
۷۲۲	۱۲:۴۹	۳۵
۴۶۷۶	۵۰۔ق	(۴۵)
۷۲۳	۳۷:۵۰	۲۲۶
۴۷۳۶	۵۱۔الزاریت	(۶۰)
۷۲۴	۴۷:۵۱	۲۶۰
۷۲۵	۴۸:۵۱	۲۶۰
۴۷۸۵	۵۲۔الطور	(۴۹)

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۷۲۶	۲۱:۵۲	۲۱۴،۶۳
۷۲۷	۵۵:۵۲	۳۳
۴۸۴۷	۵۳۔النجم	(۶۲)
۷۲۸	۳۱:۵۳	۱۵۰
۷۲۹	۳۸:۵۳	۱۵۹،۱۲
۷۳۰	۳۹:۵۳	۱۵۹،۶۳،۱۲، ۲۳۶،
۷۳۱	۴۰:۵۳	۱۵۹
۷۳۲	۴۱:۵۳	۱۵۹
۷۳۳	۴۲:۵۳	۱۵۹
۷۳۴	۴۷:۵۳	۱۳۶
۴۹۰۲	۵۴۔القمر	(۵۵)
۴۹۸۰	۵۵۔الرحمان	(۷۸)
۷۳۵	۲۶:۵۵	۱۳۷
۷۳۶	۲۷:۵۵	۱۶۹،۱۳۷
۷۳۷	۲۹:۵۵	۱۷۰
۷۳۸	۳۰:۵۵	۱۷۰
۷۳۹	۳۱:۵۵	۱۷۰
۷۴۰	۳۲:۵۵	۱۷۰
۷۴۱	۳۳:۵۵	۱۷۰
۷۴۲	۳۴:۵۵	۱۷۰
۵۰۷۶	۵۶۔الواقعۃ	(۹۶)
۷۴۳	۵۸:۵۶	۱۶۵
۷۴۴	۵۹:۵۶	۱۶۵
۷۴۵	۶۰:۵۶	۱۶۵
۷۴۶	۶۱:۵۶	۱۶۵
۷۴۷	۶۲:۵۶	۱۶۵
۷۴۸	۶۳:۵۶	۱۶۵
۷۴۹	۶۴:۵۶	۱۶۵
۷۵۰	۶۵:۵۶	۱۶۵
۷۵۱	۶۶:۵۶	۱۶۵
۷۵۲	۶۷:۵۶	۱۶۵
۷۵۳	۶۸:۵۶	۱۶۵
۷۵۴	۶۹:۵۶	۱۶۵
۷۵۵	۷۰:۵۶	۱۶۵
۷۵۶	۷۱:۵۶	۱۶۵
۷۵۷	۷۲:۵۶	۱۶۵
۷۵۸	۷۳:۵۶	۱۶۵
۷۵۹	۷۴:۵۶	۱۶۵
۵۱۰۵	۵۷۔الحدید	(۲۹)
۷۶۰	۱۵:۵۷	۷۱

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۷۶۱	۱۸:۵۷	۱۱۳
۷۶۲	۲۰:۵۷	۹۶
۷۶۳	۲۳:۵۷	۲۵۱
۷۶۴	۲۵:۵۷	۵۱,۱۳
۷۶۵	۲۷:۵۷	۱۰۲
۵۱۲۷	۵۸۔المجادلہ	(۲۲)
۷۶۶	۱۲:۵۸	۲۳
۷۶۷	۲۲:۵۸	۲۳۹
۵۱۵۱	۵۹۔الحشر	(۲۲)
۷۶۸	۱۴:۵۹	۵,۴
۵۱۶۴	۶۰۔الممتحنہ	(۱۳)
۵۱۸۸	۶۱۔الصف	(۲۴)
۷۶۹	۶:۶۱	۲۵
۷۷۰	۹:۶۱	۳۰۳
۵۱۹۹	۶۲۔الجمعۃ	(۱۱)
۷۷۱	۲:۶۲	۲۲۸
۷۷۲	۳:۶۲	۲۲۸
۷۷۳	۴:۶۲	۲۲۸
۷۷۴	۵:۶۲	۲۲۸
۷۷۵	۶:۶۲	۲۲۸,۲۱۶
۷۷۶	۷:۶۲	۲۲۸,۲۱۶
۷۷۷	۸:۶۲	۲۲۸,۲۱۶
۵۲۱۰	۶۳۔المنفقون	(۱۱)
۵۲۲۸	۶۴۔التغابن	(۱۸)
۷۷۸	۳:۶۴	۱۳۶
۷۷۹	۱۴:۶۴	۹۸
۷۸۰	۱۵:۶۴	۹۸
۷۸۱	۱۶:۶۴	۹۸
۵۲۴۰	۶۵۔الطلاق	(۱۲)
۷۸۲	۷:۶۵	۱۵۸
۵۲۵۲	۶۶۔التحریم	(۱۲)
۷۸۳	۹:۶۶	۱۷۳
۵۲۸۲	۶۷۔الملک	(۳۰)
۷۸۴	۱۴:۶۷	۱۳۰
۵۳۳۴	۶۸۔القلم	(۵۲)
۷۸۵	۵۲:۶۸	۱۰۴
۵۳۸۶	۶۹۔الحاقۃ	(۵۲)

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۵۴۳۰	۷۰۔المعارج	(۴۴)
۵۴۵۸	۷۱۔نوح	(۲۸)
۷۸۶	۱۰:۷۱	۲۲۲,۸۷
۷۸۷	۱۱:۷۱	۲۲۲,۸۷
۷۸۸	۱۲:۷۱	۲۲۲,۸۷
۵۴۸۶	۷۲۔الجن	(۲۸)
۷۸۹	۲۳:۷۲	۵۱
۷۹۰	۲۶:۷۲	۶۴
۷۹۱	۲۷:۷۲	۲۴
۵۵۰۶	۷۳۔المزمل	(۲۰)
۷۹۲	۵:۷۳	۱۷۹
۷۹۳	۱۵:۷۳	۳۰۲
۷۹۴	۱۹:۷۳	۱۶۲
۷۹۵	۲۰:۷۳	۱۷۹,۷۸
۵۵۶۲	۷۴۔المدثر	(۵۶)
۷۹۶	۳۸:۷۴	۶۳
۷۹۷	۵۵:۷۴	۱۶۲
۵۶۰۲	۷۵۔القیمتہ	(۴۰)

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۷۹۸	۲۰:۷۵	۶۶
۷۹۹	۳۱:۷۵	۶۶
۵۶۲۳	۷۶۔الدھر	(۳۱)
۸۰۰	۲۷:۷۶	۶۶
۸۰۱	۲۹:۷۶	۱۶۲
۸۰۲	۳۰:۷۶	۱۶۲
۵۶۸۳	۷۷۔المرسلت	(۵۰)
۸۰۳	۲۰:۷۷	۱۳۹
۸۰۴	۳۵:۷۷	۱۳۶
۸۰۵	۳۶:۷۷	۱۳۶
۵۷۲۳	۷۸۔النباء	(۴۰)
۸۰۶	۳۹:۷۹	۱۶۲
۵۷۶۹	۷۹۔النزاعت	(۴۶)
۸۰۷	۳۳:۷۹	۱۳۷
۸۰۸	۳۵:۷۹	۱۳۷
۸۰۹	۳۶:۷۹	۱۳۷
۸۱۰	۳۷:۷۹	۱۳۷,۱۰۰
۸۱۱	۳۸:۷۹	۱۳۷,۱۰۰
۸۱۲	۳۹;۷۹	۱۳۷,۱۰۰
۸۱۳	۴۰:۷۹	۱۳۷
۸۱۴	۴۱:۷۹	۱۳۷

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۵۸۱۱	۸۰۔عبس	(۴۲)
۵۸۴۰	۸۱۔التکویر	(۲۹)
۸۱۵	۲۹:۸۱	۱۶۲
۵۸۵۹	۸۲۔الفطار	(۱۹)
۵۸۹۵	۸۳۔التطفیف	(۳۹)
۵۹۲۰	۸۴۔الانشقاق	(۲۵)
۵۹۴۲	۸۵۔البروج	(۲۲)
۵۹۵۹	۸۶۔الطارق	(۱۷)
۵۹۷۸	۸۷۔الاعلیٰ	(۱۹)
۶۰۰۴	۸۸۔الغاشیۃ	(۲۶)
۸۱۶	۸:۸۸	۱۸۴
۸۱۷	۹:۸۸	۱۸۴
۶۰۲۴	۸۹۔الفجر	(۳۰)
۶۰۵۴	۹۰۔البلد	(۲۰)
۶۰۶۹	۹۱۔الشمس	(۱۵)
۶۰۹۰	۹۲۔اللیل	(۲۱)
۸۱۸	۱:۹۲	۲۳۱
۸۱۹	۲:۹۲	۲۳۱
۸۲۰	۳:۹۲	۲۳۱
۸۲۱	۴:۹۲	۲۳۱
۸۲۲	۵:۹۲	۲۳۱
۸۲۳	۶:۹۲	۲۳۱
۸۲۴	۷:۹۲	۲۳۱
۸۲۵	۸:۹۲	۲۳۱
۸۲۶	۹:۹۲	۲۳۱
۸۲۷	۱۰:۹۲	۲۳۱
۸۲۸	۱۱:۹۲	۲۳۱
۸۲۹	۱۲:۹۲	۲۳۱
۸۳۰	۱۳:۹۲	۲۳۱,۶۶
۸۳۱	۱۴:۹۲	۲۳۱
۸۳۲	۱۵:۹۲	۲۳۱
۸۳۳	۱۶:۹۲	۲۳۱
۸۳۴	۱۷:۹۲	۲۳۱

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۸۳۵	۱۸:۹۲	۲۳۱
۸۳۶	۱۹:۹۲	۲۳۱
۸۳۷	۲۰:۹۲	۲۳۱
۸۳۸	۲۱:۹۲	۲۳۱
۶۱۰۱	۹۳۔الضحیٰ	(۱۱)
۶۱۰۹	۹۴۔الانشراح	(۸)
۶۱۱۷	۹۵۔التین	(۸)
۸۳۹	۴:۹۵	۱۳۹
۶۱۳۶	۹۶۔العلق	(۱۹)
۶۱۴۱	۹۷۔القدر	(۵)
۶۱۴۹	۹۸۔البیّنۃ	(۸)
۸۴۰	۴:۹۸	۵۲
۸۴۱	۵:۹۸	۵۲
۸۴۲	۶:۹۸	۵۴,۵۳
۶۱۵۷	۹۹۔الزلزال	(۸)
۸۴۳	۶:۹۸	۱۳۳

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
۸۴۴	۷:۹۹	۱۳۲,۱۲
۸۴۵	۸:۹۹	۱۳۲,۱۲
۶۱۶۸	۱۰۰۔العدیت	(۱۱)
۸۴۶	۹:۱۰۰	۱۳۸
۸۴۷	۱۰:۱۰۰	۱۳۸
۸۴۸	۱۱:۱۰۰	۱۳۸
۶۱۷۹	۱۰۱۔القارعۃ	(۱۱)
۶۱۸۷	۱۰۲۔التکاثر	(۸)
۶۱۹۰	۱۰۳۔العصر	(۱۳)
۶۱۹۹	۱۰۴۔الھمزۃ	(۹)
۶۲۰۴	۱۰۵۔الفیل	(۵)
۶۲۰۸	۱۰۶۔القریش	(۴)
۶۲۱۵	۱۰۷۔الماعون	(۷)
۶۲۱۸	۱۰۸۔الکوثر	(۳)

شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب	شمارہ نمبر	شمارہ آیت مع سورۃ	صفحہ کتاب
٦٢٢٤	١٠٩۔الکفرون	(٦)	٦٢٣٦	١١٢۔الاخلاص	(٤)
٦٢٢٧	١١٠۔النصر	(٣)	٦٢٤١	١١٣۔الفلق	(٥)
٦٢٣٢	١١١۔اللھب	(٥)	٦٢٤٧	١١٤۔الناس	(٦)

-------تمت بالخیر-------

*

ضروری نوٹ:

قرآن حکیم کی کل آیات کی تعداد ٦٢٤٧ ہے

جن میں سے

متذکرہ صدر حساب سے کم و بیش ٨٤٨ مکمل یا پارہ ہائے

آیات کی تشریح (گویا تخمیناً" قرآن کا ساتواں حصہ) تذکرہ کی

تیسری مجلد میں آچکا ہے۔

(ادارہ التذکرہ پبلی کیشنز)

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم (قرآن حکیم)

خدائے عزوجل درحقیقت کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ
قوم کے لوگ اپنی حالت کو آپ نہ بدلیں

خطابِ مصر

یعنی

موتمر خلافت قاہرہ مصر میں عربی تقریر

جو

۱۳ مئی ۱۹۲۶ء کو صاحبِ تذکرہ نے کی۔

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ

ہدیہ: 150 روپے

ناشر
التذکرہ پبلیکیشنز المشرقی ہاؤس ۴۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

فون نمبرز: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ ـ ۰۴۲ ○ فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیش لفظ

کیا آپ محض ذہنی، فکری اور دماغی عیاشی کے حصول کیلئے یا پھر اپنے دوست احباب پر رعب ڈالنے یا انہیں مرعوب کرنے یا اپنی لائبریری کی زینت بنانے یا پھر رسماً" یا عقیدتاً" "تذکرہ" جیسی یادگار عالم شاہکار تصنیف کو خریدنا یا پڑھنا چاہتے ہیں تو

برائے مہربانی!

اسے خریدنے یا پڑھنے کی زحمت نہ کیجئے تو یہ آپ کا خدا، رسول خدا ﷺ، قرآن، اسلام، ملت اسلامیہ، پبلشر اور شہرت سے بے نیاز مصنف پر احسان عظیم ہو گا۔

کیوں کہ

ہم ایک طویل عرصہ کے بعد "تذکرہ" جس میں مسلمانان عالم کو ان کی اجتماعی موت و حیات کے متعلق پیغام اخیر دیا گیا ہے کی اشاعت محض رسماً" یا عقیدتاً" نہیں کر رہے بلکہ

ہمارے پیش نظر

خالصتاً" وہی عظیم مقصد، وہی مشن، وہی پروگرام، وہی نصب العین اور وہی جذبہ جو اس عالم گیر شہرت یافتہ کتاب کے مصنف جناب حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے مد نظر تھا موجود ہے۔

ویسے بھی

قرون اولیٰ سے لے کر اب تک 1418 برس میں خدا اور رسولؐ پر، اور قرآن اور اسلام پر لکھو کھہا کتب شائع ہو چکی ہیں مگر اولیٰ سا نتیجہ پیدا نہیں ہوسکا جب تک اسلام دلوں دماغوں اور جسموں پر تھا ہم مسلمان روئے زمین کے تین براعظموں پر حاکم اور غالب تھے مگر جب سے یہ کاغذوں پر آیا ملت اسلامیہ فرقوں، گروہوں، پارٹیوں، ذاتوں اور خطوں میں منقسم ہو کر رہ گئی۔ امت مسلمہ کی جماعت بکھر گئی، مرکزیت ختم ہو چکی، زندہ امیر یا خلیفہ موجود نہیں اور دماغوں سے خدائی نصب العین محو ہو چکا ہے۔

اس کے برعکس

ملت کفر متحد ہے، عالمی سطح پر ایک جماعت بن چکی ہے اور ایک ہی نظام اور پروگرام بلکہ نصب العین کے تحت چل رہے ہیں آپس میں مل جل کر ملت اسلامیہ کے خلاف منظم طور پر برسرپیکار ہیں وہ اقوام متحدہ کی آڑ میں مسلمانوں سمیت کمزور اور نحیف قوموں کا استحصال کر رہے ہیں وہ دنیاوی ترقی کے بام عروج پر ہیں جبکہ ملت اسلامیہ ملت کفر کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہے۔

ان حالات میں

قرآن کو جزدانوں اور الماریوں، اسلام کو حجروں اور رسموں، مسلمانوں کو فرقوں اور عقیدوں سے بالاتر ہو کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسا جذبہ پھر سے دلوں، دماغوں، ذہنوں اور جسموں پر پیدا کر کے عالمی سطح پر ایک مرتبہ ایمان والوں کی جماعت کے قیام کے لئے از سر نو جدوجہد کرنے کی بے حد ضرورت ہے جو ہر سطح پر دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر کے خدائی حکم اور رسولؐ مشن کو تکمیل تک پہنچادے چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔

اسلام کے ایسے ہی غلبے' قوت' طاقت' بادشاہت اور حکومت کا خواب "صاحب تذکرہ" نے دیکھا اور اسے حقیقت کا روپ دینے کے لئے تا زندگی مصروف جدوجہد رہے۔

کیا ہم نے تذکرہ پڑھنے کے بعد بھی محض لفظی' وارثی' زبانی' قولی اور رسمی مسلمان ہی رہنا ہے؟ یا پھر صرف واہ واہ کہتے رہنا ہے؟ کیا اسے پڑھنے کے بعد بھی عمل سے راہ فرار اختیار کرنی ہے؟ تو پھر ایسے علم یا پھر ایسے اسلام کا کیا فائدہ جو نتیجہ نہ پیدا کر سکے؟

جس راہ سے منزل نہ ملے دھوکہ ہے
طاعت جو حکومت نہ دے دھوکہ ہے
آسانی نتیجہ ہے سدا سختی کا
اسلام جو مغلوب رہے دھوکہ ہے

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

ہم بخدا "تذکرہ" کی اشاعت محض تجارتی نقطہ نظر سے نہیں کر رہے بلکہ ہم دلی طور پر اس عظیم الشان مشن کی تکمیل اور کامیابی چاہتے ہیں جس کی بنیاد ہادی برحق حضرت محمد مصطفٰے ﷺ نے رکھی تھی اور جسے پون صدی قبل عظیم ریاضی دان' رینگلر سکالر' بیچلر سکالر' فاؤنڈیشن سکالر' سائنسی و مذہبی مفکر اعظم اور نقیب فطرت حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ نے پھر سے قرآن کی ایک ایک آیت کھول کھول کر بیان کی تاکہ مسلمان پھر سے جاگ اٹھیں اور اپنے اصل کی طرف لوٹ کر پھر سے گھروں سے نکل پڑیں ٹولیاں بن کر یا سب مل کر اور فقط ایمان والے بن کر' اللہ والے بن کر اور نبیؐ کے سچے اور کھرے پیروکار نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں اطاعت گذار بن کر روئے زمین پر اسلام کا بول بالا کر دیں۔

بہر نوع چودھویں صدی کے اس زوال کے زمانے میں اگر مسلمان کو یہ عذر ہے کہ اس کو معلوم نہیں رہا کہ قرن اول کے چند صد عرب کن حکموں پر عمل کرکے اور کس کردار کے مالک ہو کر بیس بائیس برس میں ہی غلبے کی اکثر منزلیں طے کر گئے تھے تو میرا یقین ہے کہ یہ تصنیف اس عذر کا پورا جواب ہے۔ اس اہتمام حجت کے بعد مذہب کو دوکان نہ بنانے والے چند درد مند انسانوں کی ضرورت ہے جو غلبے کی نیت سے اس کردار کو پھر شروع کر دیں' ہر عمل میں اور ہر آن غلبے کی نیت کو کمزور نہ ہونے دیں اور غالب آنے والی جماعت کو روز بروز بڑھانے کی جدوجہد مسلسل رہے۔ گوشت پوست کی اس دنیا میں غالب آنا صرف خون سے کھیل ہے۔ جو قوم جس وقت تک یہ کھیل کھیلتی رہی غالب ہے۔ شکست اور زوال اس وقت آتے ہیں جب قومیں اس سبق کو بھول جاتی ہیں۔ آپ جہاں کہیں بھی رہتے ہیں ایسی غالب' حاکم اور خادم خلق جماعت کا قیام شروع کر دیں۔ اللہ بس و ماسوٰی ہوس

اب نیستاں سے یہی ایک نوا باقی ہے
نہ سنی یہ بھی تو پھر تیری سزا باقی ہے

مورخہ: 21 مئی 1997ء
بوقت: رات ساڑھے بارہ بجے

حمید الدین المشرقی
(قائد خاکسار تحریک)
مینجنگ ڈائریکٹر--- التذکرہ پبلی کیشنز

تذکرہ کی تیسری جلد کی تمہید

دین اسلام پر کچھ لکھنے کا خیال 1913ء کے شروع میں انگلستان سے واپسی اور 1919ء کے آخیر میں حکومت ہند سے واپسی کے بعد پہلی دفعہ 1920ء میں ہوا اور ابتدا" یہ تجویز تھی کہ ایک مختصر سا رسالہ مسلمانوں کے زوال کے متعلق لکھا جائے جو ہمارے ملک میں کئی لکھنے والے علی الحساب لکھ دیتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ اپنے لئے اس نابکار امت کے ذہن میں ایک مقام پیدا کر لیتے ہیں۔ اس نیت سے قلم کو پہلی دفعہ ہاتھ میں لیا اور ارادہ کیا کہ کچھ نہ کچھ زور قلم دکھا کر اپنی تحریر کو اخباری دنیا میں بھیج کر دیکھا جائے یا رسالہ خوانوں کو متوجہ کیا جائے۔ انگلستان کے دوران تعلیم میں مشرقی زبانوں میں اعلیٰ امتیاز حاصل کرنے کے باوجود مجھے قرآن یا اسلام یا مسلمانوں کے معمولات سے کوئی خاص شغف نہ تھا بلکہ سائنس اور ریاضی کے مختلف شعبوں میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مذہب کے مضمون پر کچھ لکھنا بھی باعث فخر نہ سمجھتا تھا اور غالب خیال یہ تھا کہ اگر زندگی میں کوئی کام کرنا ہی پڑا تو وہ ریاضیات یا علوم فطرت کی کسی شق کے متعلق ہو گا جس کی تعیین بھی اس وقت تک نہ کی تھی۔ الغرض 1920ء کی یہ کوشش محض اتفاق کے طور پر تھی اور اس زمانے کے ایک مذہبی مولوی کی بے معنی لسانی کا مطالعہ کر کے غصے میں پیدا ہوئی جس کا اظہار وہ ایک شعر زدہ امت کو مسحور کرنے کے لئے وقتاً" فوقتاً" کیا کرتا تھا۔

عالم خیال کے اس ماحول میں چنانچہ اس موضوع کو جو "تذکرہ" کے مقدے کے ابتدائی صفحات میں ہے شروع کیا گیا' لیکن چونکہ میرے ذہن کی بناوٹ سراسر علمی تھی میری قلم نے بے معنی لسانی کو دیر تک گوارا نہ کیا اور جلد ہی میرا موضوع علم اور منطق' دلیل اور یقین کی طرف پھر تا گیا۔ مضمون کی روانی میں پہلی تین آیتیں جو میرے سامنے آئیں فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذا لک الدین القیم ولکن اکثیر الناس لا یعلمون (30 :30) کی آیت تھی جو صحیفہ فطرت کو اچھالتی تھی اور دین اسلام کے دین فطرت ہونے کا دعویٰ کرتی تھی' دوسری تجلد لسنته تبد یلا (63:33) تھی جو قانون خدا کے اٹل ہونے کا اعلان تھا اور تیسری وعد اللہ الذین امنوامنکم وعملو الصلحت یستخلفنھم فی الارض (55:24) کی آیت یعنی آیہ استخلاف تھی جو بادشاہت زمین کا تخیل خدائی وعدہ کی صورت میں پیدا کرتی تھی۔ ان تینوں آیتوں کو میں نے تمام قرآن میں اس وقت قابل توجہ سمجھ کر اپنے زعم میں دھکے سے ان کو علمی رنگ دیا تاکہ مذہب کے متعلق جو کئی قرنوں سے بے دلیل اور عقیدہ کا مجسمہ بن چکا تھا' منطقی طور پر سوچنے کی راہ پیدا کر سکوں۔ اس نہج پر چلتے ہوئے میں نے پھر دھکے سے استخلاف کے معنی "بقا" اور عبادت شرک اور کفر اور فسق کے ملائی معنوں کو یکسر بدل کر عملو الصلحت کے لچر معنوں کو جو ملانے زوال کے زمانے میں وضع کر ایک تسبیح خواں مسلمانوں کے لئے ساکن ہو جانے کی صورت پیدا کر دی تھی صالحیت اور اصلیت کے قالب میں

ڈھال کر موجودہ سائنس کا سبب سے بڑا مسئلہ یعنی بقائے اصلح کا تخیل بے دھڑک رواں کیا اور قرآن کی بظاہر بے معنی اصطلاحوں یعنی عباد' کفر شرک اور فسق کو قانون فطرت کا ایک لایزال لازمہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

یہاں تک تو میری دلیل کا زور تھا جو مجھے بہا لے گیا بہت جلد معلوم ہو گیا کہ قرآن حکیم ایک بے مثال طور پر عمیق بلیغ اور مدلل کتاب ہے جس کی گہرائی آج کے انتہائی طور پر ترقی یافتہ علم اور سائنس کے بغیر واضح نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تھوڑی مدت میں قرآن کے اندر ہی پے درپے کئی حیران کن نکتے نمایاں ہوتے گئے اور عیاں ہو گیا کہ میرا ان مذہبی مصطلحات کے معانی کو بدل دینا میرے اپنے دھکے سے نہ تھا بلکہ ان کے موجودہ ملائی معانی کو قائم رکھنا یکتمون آیت اللہ کے قرآنی احکام کے مطابق اپنے پیٹوں میں آگ بھرنے کے مترادف تھا۔

الغرض اس مختصر مضمون کے لکھنے کا ارادہ جو شروع شروع میں تھا قطعی طور پر بدل گیا اور میرے سامنے قرآن عظیم الشان پہاڑ تھا جس کے تصور سے دماغ کانپ اٹھتا تھا۔ اور قرآن کی انتہائی طور پر مغلق اور ناقابل فہم عبارتوں کو دیکھ کر دل لرز جاتا تھا کہ اس مشکل ترین مرحلے سے کیونکہ گذر سکوں گا۔ میری نظر فاقروا ما تیسر من القرآن (73- 20) کے الفاظ پر پڑی یعنی قرآن میں سے جو آسان حصے ہیں ان کا مطالعہ کیا کرو۔ اس سے اشارہ یہ لیا کہ قرآن کے بعض حصے انتہائی طور پر دقیق ہیں ان کا فوری طور پر سمجھ میں آ جانا از بس مشکل ہے۔ قرآن کے آخری حصے کی چھوٹی چھوٹی سورتیں اس قطع کی معلوم ہوتی تھیں اور دماغ ان کے مطالب سمجھنے سے گریز کرتا تھا اس لئے میرا واسطہ سردست آسان حصوں کی طرف ہی رہا اور انہی کو پیش نظر رکھ کر دین اسلام کے موضوع کو مدلل اور مکمل کیا گیا۔ جوں جوں میرا مضمون لمبا ہوتا گیا اس میں روانی' منطق' تسلسل اور اطمینان قلب میرے طرز استدلال سے پیدا ہوتے گئے حتیٰ کہ اس مرحلے پر پہنچ گیا کہ دین اسلام کی تشریح کو مکمل کرنے کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے جو ایک نہیں کئی جلدوں میں ہو اور آج کل کے نابکار مسلمان کے لئے ذہنی عیاشی کا مستقل سامان پیدا کر سکے۔

زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ تذکرہ کی تصنیف کو 1920ء میں صرف 32 برس کی عمر میں شروع کیا تھا' جو عام طور پر چالیس برس تک پختگی رائے کی عمر نہیں کہی جا سکتی۔ چنانچہ اس تصنیف کی قریباً چھ جلدیں ڈھائی برس کی دن رات کی لگاتار محنت سے اسی عمر میں لکھی گئیں۔ آج چالیس برس پر بھی پینتیس برس مزید گزرنے کے بعد 75 سال کی عمر میں جب کہ قرآن کے مشکل ترین حصوں پر بھی کچھ نہ کچھ عبور پیدا ہو گیا ہے' جب اس 32 برس کی عمر میں لکھی ہوئی تصنیف یا تذکرہ کی پہلی جلد کو دیکھتا ہوں تو حیرت زدہ ہو جاتا ہوں کہ اس چھوٹی عمر میں بھی میرے ذہن میں اس قدر پختگی پیدا ہو گئی تھی کہ آج "تذکرہ" کی ایک سطر کو بھی بدلنے کے قابل نہیں

سمجھتا۔ یہ اور بات ہے کہ اگر آج "تذکرہ" لکھتا تو قرآن کو پیش کرنے کا رنگ مختلف ہوتا مگر جس رنگ میں یہ تصنیف 32 برس کی عمر میں لکھی گئی تھی اس میں دین اسلام کے اظہار یا قرآن کے مطالب کی تشریح کے متعلق کوئی ناپختگی ایسی نہیں ہے جس کی ترمیم کر کے یہ بقیہ جلدیں شائع کی جائیں۔

اس وقت کہ یہ جلدیں لکھی گئیں' وحی کی ترتیب نزول کا مسئلہ بھی سامنے نہ تھا' بلکہ موجودہ ترتیب کو مسلم قرار دے کر اور قرآن کو ایک مرتب اور تکمیل شدہ کتاب سمجھ کر اس کی آیات کو جگہ جگہ سے لے کر بے دھڑک اپنے موضوع میں چسپاں کر دیتا تھا' لیکن قرآن کی ذیل کی آیت:۔

افلا یتبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدو افیہ اختلافا کثیرا (82:4)

. کیا لوگ قرآن پر تدبر نہیں کرتے اور تدبر کے بعد اس کی سب آیتوں کو ایک ہی مقصد اور ایک ہی نصب العین کی تائید میں جاتا ہوا نہیں پاتے کیونکہ) اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کمتر شخصیت کی طرف سے اترا ہوا ہوتا تو وہ ضرور اس میں بے حد اختلاف پاتے۔ کے بموجب قرآن کی آیتوں میں حیرت انگیز توازن اور تطابق ہے اور جس ترتیب سے آیات علی الحساب آگے پیچھے کرنے کے بعد بھی اگر ان کو پیش کیا جائے تو قرآن میں اختلاف پیدا نہیں ہوتا یہ وجہ تھی کہ قرآن پر چھ جلدوں کا طومار لکھنے کے باوجود اس کی ماہیت میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ تصنیف اب بذات خود ایک مرتب اور مکمل تصنیف معلوم دیتی ہے۔

تذکرہ کی پہلی جلد 1924ء میں شائع ہوئی تھی اور 40 برس بعد اب یہ دوسری (جدید ترتیب کے مطابق تیسری) جلد متذکرہ بالا ضروری تصریح کے بعد 1963ء میں شائع کی جاتی ہے۔ پہلی جلد کی اشاعت کے دوران طباعت اور کتابت کی مشکلات کو دیکھ کر مجبورا" دیباچہ کتاب 136 صفحوں میں اور افتتاحیہ کتاب عربی زبان میں 144 صفحوں میں لکھنا پڑا تاکہ دین اسلام کا مکمل لائحہ عمل مسلمانوں پر چند لفظوں میں واضح ہو جائے اور پوری دس جلدوں کی طباعت کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ اس اہتمام کے باوجود پہلی جلد اس چالیس برس میں صرف واہ واہ ہی پیدا کر سکی اور قوم کو ایک نظم و نسق میں منسلک کر کے غلبہ اسلام پیدا کرنے کا نصب العین کچھ حاصل نہ ہوا۔ البتہ اس قدر ہوا کہ تیئس برس تک تذکرہ کی پہلی جلد کا پیغام نہ سننے کی سزا قوم کو 1947ء میں ملی جس میں ہندوستان کے ایک کروڑ مسلمان ہلاک ہوئے یا بے خانماں کر دیئے' دس کروڑ مسلمانوں کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے ان کی مجموعی طاقت کو اور کمزور کر دیا گیا' ہندوستان کے پانچ کروڑ مسلمانوں کو کالعدم اور بے آواز کر دیا گیا اور پاکستان کے سات کروڑ مسلمانوں کو بدکردار بے رحم حاکموں کے سپرد کر کے ان کو بے بس کر دیا گیا وغیرہ وغیرہ۔

اب یہ تیسری جلد میری طرف سے اتمام حجت کے طور پر اگلا قدم ہے تاکہ قوم شاید اس آواز کو صحیح معنوں میں سن کر آمادہ عمل ہو جائے اور مال وجان کی پوری قربانی دے کر پاکستان کو فی الحقیقت مضبوط ترین سلطنت بنا کر رہے۔ اگر یہ نئی آواز بھی صدا بہ صحرا ثابت ہوئی اور کوئی حرکت کسی طرف سے پیدا نہ ہوئی تو خدائے قاہر کا قہر تو بے نیازانہ طور پر ہر وقت موجود ہے' اس نے ہزاروں نافرمان امتوں کو ہلاک کر مارا اور اس کے ٹل جانے کی ایک ہی صورت ہمیشہ سے ہے کہ وہ قوم اپنے اعمال کو درست کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ تیاری کی صورت ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ دو چار دس بیس خدا کے بندے اپنی ہمت سے اٹھتے ہیں' قوم چونکہ عالم دکھ میں ہوتی ہے اس کو سمجھ آجاتی ہے کہ اپنے دکھ کو ہمت میں بدل کر حالات پر غلبہ حاصل کیا جائے اور خون کی تھوڑی سے ہولی کھیل کر بڑی مدت کے لئے اس دنیا میں آسودگی اور دوام حاصل کیا جائے۔ جس قوم کو یہ سوجھ آگئی وہ بڑی خوش قسمت ہے۔ اللہ بس وما بقی ہوس۔

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ

(مورخہ: 23 جنوری 1963ء- بوقت: ساڑھے بارہ بجے دن)

خاکسار

تیری راہ پھولوں کی سیج نہیں۔ ایک بے حس اور مایوس قوم یقیناً" اس زندہ آواز کے خلاف یورش کرے گی وقت کے بندے اور گداز عشق سے ناآشنا تجھے بے وقوف بھی کہیں گے۔ لیکن تاریخ میں وہ کونسا وقت تھا جب باطل قوتیں مجتمع ہو کر حق کے مقابلہ میں نہیں آئیں یہ جنگ شروع سے چلی آ رہی ہے۔ ناکامی صرف اس وقت ہے۔ جب تجھے اپنی منزل کی صداقت کا یقین نہیں رہتا۔ جب تیرا عہد عہد استوار نہیں رہتا۔ اور جب تیرا عشق عشق صادق کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ ورنہ مخالف طاقتیں تو ایمان کے لیے سامان چمک مہیا کرتی ہیں۔

حضرت علامہ مشرقیؒ

منتہائے عبادات و لازمات ایمان

أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ...... يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا ﴿۱۱/۳﴾

(وہ مضبوط بات یہ ہے) کہ اللہ کے سوا آقا کی نوکری اختیار نہ کرو (یہ کرو گے تو) وہ تمہیں عمدہ ساز و سامان عطا کرے گا (جو کوئی دوسرا آقا عطا کر نہیں سکتا)

اقامت الصلوٰۃ کی حکمت عملی کے ایضاح کے بعد جو اس تصنیف کی پہلی جلد میں کیا گیا، پھر اگر دینِ اسلام کی دوسری "عبادات" کی طرف نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اُن کی تہ میں بھی وہی اجماع و اتحادِ امّت کا نصب العین پیشِ نظر تھا۔ کم و بیش تیرہ سال کی جانگداز تکلیفوں کے بعد جو مکّہ کے چند درجن افراد پر کفارِ مکہ نے نازل کیں، بالآخر ۱ سنہ ہجری کے ماہ صفر میں مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی اور قریباً ۱۸ ماہ کے شدید انتظار کے بعد ماہ شعبان ۲ سنہ ہجری میں سورۃ بقرہ کا نزول ہوا۔ ان بے کس اور مظلوم انسانوں کا مستقبل چونکہ اُس وقت سخت مخدوش تھا اور کسی طرف سے اُمید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی قرآن حکیم نے اوّلاً یہ کہہ کر ڈھارس بندھائی کہ اس پیغام میں جو اُب خدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں: ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ﴿۲/۲﴾؛ اس اطمینان دینے کے بعد چونکہ اس سے پہلی سورتوں میں مُتَّقِینَ یعنی خدا سے ڈرنے والوں کو مختلف اجتماعی نیکیاں کرنے کے احکام (مثلاً مال سے محبت نہ کرنا، یتیم اور مسکین سے عمدہ سلوک کرنا، امانت

☆ ذالک الکتب کے الفاظ سے تمام قرآن مراد اس لئے لینا کہ یہ الفاظ اتفاق سے موجودہ قرآن کے شروع میں واقع ہوئے ہیں جس کی موجودہ ترتیب اس سورت کے نازل ہونے کے بہت بعد واقع ہوئی تھی، سطحی بینی ہے اور مکہ کے مہاجروں کو جن پر یہ سورت ۱۸ ماہ کے شدید انتظار کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی تھی کچھ تسکین ان الفاظ سے کہ "قرآن وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں" نہیں ہو سکتی۔ انہی غلط معانی لینے کی وجہ سے هدى للمتقين اور يومنون بالغيب کے الفاظ کے متعلق بے پناہ جھگڑے پیدا ہوئے کہ اگر قرآن صرف "پرہیزگاروں" کیلئے ہدایت ہے تو منکروں اور کافروں کیلئے تو کچھ نہ ہوا نیز "پرہیزگار" وہ لوگ ہیں جو ان دیکھی شے پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ قرآن لا تقف ما ليس لك به علم (۱۷/۳۶) کہتا ہے یعنی اس شے کے پیچھے مت پڑ جس کا تمہیں آنکھ کے ذریعے علم نہیں۔ دراصل ذالک الکتب سے مقصد صرف سورہ بقرہ تھی اور مہاجرین مکہ کو کہا گیا تھا کہ اس وحی کو جواب کی جارہی ہے مکمل طور پر سچا جان کر اس پر عمل کرو کیونکہ یہ تم خدا سے ڈرنے والوں کو راہ راست دکھائیگی اور وہ ڈرنے والے سب سے پہلے وہ شخص ہیں جو اپنے مستقبل کے درخشاں ہونے پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ (یومنون بالغیب) کیونکہ اس ایمان کے بغیر تم مدینہ آکر کامیاب ہی نہیں ہو سکتے۔ اس تشریح سے واضح ہو جاتا ہے کہ کیوں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سورہ بقرہ کا مطالعہ آٹھ برس تک کیا اور نہ جانے کیا کیا بھید ایتیں اس سورت نے ملیں۔

☆ عبادات کا لفظ اس تصنیف میں مروج معنوں یعنی صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ کے شعائر کے لئے استعمال کیا گیا ہے کہ یہ خدا کی "عبادتیں" ہیں ورنہ عبادات خدا کا اصل مطلب صرف ان رسموں کو ادا کرنا نہیں بلکہ خدا کی نوکری اختیار کرنا اور اس کے سب دیئے ہوئے "حکموں" کو دن رات ماننا ہے۔ فتدبر!

میں خیانت نہ کرنا، پورا ناپ اور پورا تول کرنا وغیرہ دے کر ان کی جماعت کو اخلاقاً مضبوط کیا تھا، اب کی دفعہ خدا سے ڈرنے والوں کو سب سے پہلے اپنے مستقبل کے درخشاں ہونے پر مکمل ایمان رکھنے: (اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ)، انفرادی نماز سے گزر کر باقاعدہ طور پر باجماعت نماز قائم کرنے (وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ)، اور جماعت کو مضبوط اور ناقابلِ شکست بنانے کی خاطر مال کو خرچ کرنے (وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ) کے احکام دئے اور اعلان کر دیا کہ یہ سورۃ بقرہ کا پیغام خدا سے ڈرنے والوں کے لئے مستقل ہدایت اور منزلِ مقصود تک یقینی طور پر پہنچنے کا سچا لائحہ عمل ہے، اُولٰٓئِكَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲: ۵)۔

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ (۲: ۱-۳)

(اے مکہ کے مظلوم مہاجرو!) یہ پیغام جو اب مدینہ میں تمہیں دیا جا رہا ہے وہ ہے جس کے متعلق تمہیں ادنیٰ شک و شبہ نہ ہونا چاہیئے اور یہ اُن خدا سے سچے طور پر ڈرنے والوں کے لئے صحیح دستور العمل (یعنی ھُدًی) ہے جو اپنے مستقبل (یعنی الغیب) کے پورے طور پر درخشاں ہونے پر مکمل ایمان رکھتے ہیں، جو (اب مدینہ میں آکر انفرادی نمازوں سے قطع نظر جو وہ مکہ میں ادا کرتے رہے ہیں ایک صف میں کھڑا کرنے والی عظیم الشان الٰہی) باجماعت الصلوٰۃ کو قائم کرتے ہیں اور جو اُس رہے سہے مال سے جو ہم نے اُن کو دے رکھا ہے (اپنی جماعت کو ناقابلِ شکست بنانے کے مقصد کے لئے) خرچ کرتے ہیں۔

ان مقاصد کو مہاجرین کے دلوں میں انتہائی طور پر پختہ کرنے کے بعد، اور یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی لچر تشریحوں کو جو آج کے زوال یافتہ مسلمانوں نے کی ہیں نظر انداز کر کے عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ☆ یعنی مستقبل اور حال کا علم رکھنے والے اور دانائے نہاں و آشکارا خدا نے مہاجرینِ مکہ کے انتشارِ ذہن اور خوف و ہراس کو یکسر ختم کر دیا۔ اُن میں سے ہر ایک اِس پختہ ایمان کے ساتھ مصروفِ عمل ہو گیا کہ فاطرِ زمین و آسمان نے اُٹھارہ ماہ کی پریشانی کے بعد یقین دلا دیا ہے کہ ہم بالآخر کفارِ مکہ پر

☆ خدا کے متعلق انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض (۲: ۳۳) کے الفاظ اسی سورت میں وارد ہوئے ہیں۔ گویا "الغیب" کے معنی مستقبل ہی کے ہیں۔ قدیر

غالب ہو کر رہیں گے، ہمیں چودہ برس کے بعد پہلی بار نبیؐ کی طرح سیدھی صفوں میں کھڑے ہو کر بے دھڑک باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہے جو ہمیں مکّہ میں میسّر نہ تھا، ہمیں چودہ برس کے بعد پہلی بار اپنے مال خُدا کی راہ میں قربان کرنے کا حکم ہے جو ہم مکّہ میں کر نہ سکتے تھے۔ اس "ہدایت" اور خوداعتمادی کا جو سورۂ بقرہ کے ان الفاظ نے مومنینِ مکّہ کو دی، فوری نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے ماہ یعنی شوال ۲ھ میں ہی مسلمانوں نے صرف ۳۱۳ ہو کر کفّارِ مکّہ کے بارہ سو کے لشکر کو بدر کے مقام پر شکست فاش دی، دینِ اسلام کا تمام ڈھانچہ یکسر بدل گیا، دُور دُور تک دینِ اسلام کا رعب و ہراس اس طرح پھیلا کہ ابوسفیان اور اس کے بقیہ ساتھی دانت پیس پیس کر رہ گئے۔ "ایمان بالغیب" یعنی مستقبل پر یقین رکھنے کی یہی طاقت تھی جو مسلمانوں کو قرنوں اور صدیوں تک مظفّر و منصور کرتی رہی اور اگر آج مسلمان ذلیل ہیں تو صرف اس وجہ سے کہ اُن کا اپنے مستقبل پر کوئی یقین باقی نہیں رہا اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ مستقبل قریب میں وہ مٹ جانے والے ہیں۔

اُدھر چونکہ مدینہ پہنچ کر یہود اور نصاریٰ کی مدینہ میں موجودگی نے مسلمانوں کے لئے نئی الجھن پیدا کر دی تھی اور وہ بنی اسرائیل کے پیدا کئے ہوئے نبیوں یعنی موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے پیچھے لگے تھے اور بنو اسمٰعیل میں سے ایک پیغمبر کا پیدا ہونا ان کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اس لئے قرآن نے یہود اور نصاریٰ کو مطمئن کرنے کے لئے کہ مسلمان بھی موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں متقین کی مزید تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کر دی:

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ
يُوقِنُونَ ۝ (۲:۴)

اور متقی وہ لوگ ہیں جو اے محمدؐ! اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر اُترا نیز اُن صحیفوں پر جو تم سے پہلے اُترے اور سب سے اہم یہ امر کہ وہ اپنی جماعت کے انجام (الآخرۃ) کے

پُرشکوہ ہونے پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔

الغرض مدینہ میں آکر دین اسلام نے قرآن حکیم کے احکام کے جمال سے کچھ مدت کے لئے صرف نظر کرکے اُن میں جلال کی صورت پیدا کرنی شروع کی۔ الصّلوٰۃ کو اجتماعی صورت میں بدل کر اور اس کی صفوں کو تیر کی طرح سیدھی کر کے بے بس اور بیکس نمازیوں میں اپنے قوّی اور جمعیت بلکہ غالب ہونے کا ہراس انگیز احساس پیدا کر دیا۔ رسولِ خدا صلعم نے یہاں تک بے خوف وخطر اعلان کر دیا کہ نہ صرف یہ کہ امام جماعت مسلمانوں کا حاکمِ اعلیٰ ہے اور اولوالامر کے زبانی احکام کی غیر مشروط اور فوری اطاعت لازمۂ ایمان ہے بلکہ اگر کسی نمازی نے صف میں کھڑے ہو کر امام کی حرکت سے ایک لمحہ پہلے یا پیچھے حرکت کی تو قیامت کے دن اس کا سر گدھے کا ہوگا! اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الصّلوٰۃ کے قیام نے مسلمانوں کی ہر رگ وپے میں ایک عالم انگیز جُستی اور عسکریت پیدا کر دی کفّار مکّہ جن کے دل پھٹے ہوئے تھے: تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ☆ (۵۹: ۱۴) اور جو نظام اور تنظیم کی ابجد سے واقف نہ تھے مسلمانوں کی جماعت کے مقابلے میں قطعی طور پر مات ہو گئے ان کی کوئی ہستی نہ رہی۔ جوں جوں یہ نظام مسلمانوں میں پختہ اور جزوِ زندگی بنتا گیا وہ بے پناہ طور پر طاقتور ہوتے گئے اور ان کا تعداد میں کم ہونا ایک ثانوی شے بنتا گیا۔ آخر یہ ہوا کہ قیصرِ روم کے ساتھ ایک جنگ میں جو ۸ھ کے جمادی الاوّل میں مقام موتہ پر ہوئی صرف تین ہزار فوج نے قیصرِ روم کی ایک لاکھ فوج کا کامیاب مقابلہ کیا اور مال غنیمت اسقدر حاصل ہوا کہ لدے ہوئے اونٹ کئی میل کی قطاروں میں مدینہ کے بازاروں میں ہفتوں تک مسلمانوں کے شکوہ وجلال کا نظّارہ دکھلاتے رہے۔

الغرض الصّلوٰۃ اور الزکوٰۃ کی "عبادتوں" کی تاسیس وترویج میں اجتماعیت قوّت اور حفظِ نفس کے گرانقدر مقاصد پیشِ نظر تھے جن پر آج ہر مرتقی اور زندہ قوم معناً اور اصالتاً عمل پیرا

☆ ترجمہ۔ تو ان کو (بظاہر) سمجھتا ہے کہ اکٹھے ہیں درانحالیکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں

ہے انفاقِ مال اور فی سبیل اللہ کے نصب العین کی ترویج جن کے ابداد اجرا کی اصلی غرض و غایت آج قرنوں کی اعتقادی اور مذہبی رنگ دہی نے مسخ کر دی ہے، فی الحقیقت وہ مزکیٔ نفس اور متوحد الافراد، محافظ جماعت اور مصلح احوال عمل تھے جن پر اصلاً اور معناً چلتے رہنا ہر زور آور اُمّت کا شیوۂ عمل ہمیشہ سے رہا ہے۔ روزِ آفرینش سے ہر زندہ اور مرتقی قوم اپنی اجتماعی بہتری کی خاطر منظم طور پر انفاق مال کو ملّی محسوسات کا ایک زندہ مرقع سمجھتی رہی ہے بلکہ اسی کی وساطت سے انسانی معاشرت کے پیچ در پیچ مسئلوں کو حل کرتی رہی ہے، ان کو اجتماعی تقدم کا محورِ عمل یقین کر کے اپنے نظام کو مضبوط بناتی ہے اور جب تک دستِ زور بالا کا اصل اصول دنیا میں قائم ہے ہر زندہ اُمّت کا یہی شیوۂ عمل قائم رہے گا۔

اُدھر قرآنِ حکیم کی بالغ اور دور رس حکمت نے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (۴:۱۰۳) کے الفاظ یعنی بے شک الصلوٰۃ ایمان داروں کے لئے ایک فرض ہے جو بقیدِ وقت عاید ہے، کہکر نماز کے بارے میں پابندیٔ وقت لازم کر دی تاکہ ارد گرد کے تمام مسلمان اس کو بہ یک وقت ادا کریں اور دینِ اسلام کا مزید بول بالا ہو۔ اس اتحادِ عمل نے کفارِ مکہ کے دلوں میں نیا ہراس پیدا کر دیا کیونکہ اُن کے دل تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (۵۹:۱۴) کے قرآنی قول کے مطابق آپس میں پھٹے ہوئے تھے اور وہ کسی مشترک نظام میں منسلک ہو نہ سکتے تھے۔ "کِتٰبًا" کا لفظ کہکر الصلوٰۃ کا عمل اس قدر لازم اور فرضِ عین کر دیا کہ مسلمان کو اس سے ہٹنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ علیٰ ہذا القیاس اسی سورۂ بقرہ میں ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی "عبادت" کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۲:۱۸۳) کے الفاظ یعنی اے ایمان والو! روزے تم پر فرض کر دئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم خدا سے ڈرنے والے (یعنی متقین) بن جاؤ، کہہ کر روزوں کو خدا کے بندہ ہونے کا اعتقادی عمل نہیں بلکہ اجتماعی

طاقت حاصل کرنے کا سیاسی ہتھیار بنا دیا۔ یہ اس بنا پر کہ ہر غالب فوج میں بھوک برداشت
کرنے کی اہلیت کا بدرجہ اتم ہونا لازمی ہے ورنہ وہ فوج صرف اس وجہ سے شکست کھا سکتی ہے
کہ اس کے سپاہیوں کو وقت پر رسد نہ مل سکی تھی۔ چنانچہ اسی نکتہ کو مؤکّد کرنے کے لئے غزوۂ
بدر ماہِ رمضان میں ہوا جب کہ سب سپاہی روزے سے تھے اور باوجود روزہ دار ہونے کے مسلمانوں
نے کفارِ مکہ پر عظیم الشان فتح حاصل کی۔ اسی غلبۂ اسلام کے مقصد کو پیشِ نظر رکھکر قرآنِ حکیم نے پھر
اسی سورۂ بقرہ میں کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ (۲:۲۱۶) یعنی اے مسلمانو! تم پر قتال (یعنی دشمن سے جہاد
بالسیف) فرض کر دیا گیا، کا حکم دیا تاکہ مدینہ کے مسلمان کو خواہ وہ مہاجر ہو یا انصار اپنا مقام
واضح ہو جائے اور وہ کسی بنا پر ان سخت ترین حکموں سے سبکدوش نہ ہو سکے۔ بالآخر سورۃ التوبۃ (۹)
میں جو مدنی سورتوں کی آخری سورتوں میں سے ہے قرآن حکیم نے حسبِ ذیل اعلان مومن کے
فرائض کے بارے میں کر کے دینِ اسلام کے آنے کا مقصد قطعی طور پر واضح کر دیا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَـنَّةَ ؕ
يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ ۚ (۹:۱۱۱)۔

بے شک اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور ان کے مال آخرت میں الجنّۃ حاصل
کرنے کے عوض میں خرید لئے ہیں تو اب یہ حالت ہے کہ وہ خدا کی راہ میں (غلبہ حاصل کرنے
کے لئے) قتال کرتے ہیں اور اس جہاد بالسیف کے فریضہ کے سلسلے میں کفّار کو
(بے دریغ) قتل کرتے ہیں اور پھر خود قتل بھی ہوتے ہیں۔

یہ سب اعلانات اس لئے تھے کہ مدینہ کے مسلمان کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے
بعد اپنا اصلی مقام پورے طور پر واضح ہو جائے اور وہ اپنی آئندہ زندگی کا مقصد بے غل وغش سمجھ
کر اسلام میں داخل ہوں۔ اپنے فرائض کے ادا کرنے میں کسی ڈھیل یا نرمی کے منتظر نہ رہیں۔
مومن کے بلند درجے تک پہنچنے کے لئے اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کی پوری جان اور پورا مال

یک چکے ہیں اورکسی عنوان سے اُس کے اپنے نہیں رہے ۔ نہ اس کی الصّلٰوۃ اُس کی اپنی مرضی کی "خدا کی بندگی" رہی ہے، نہ اُس کی الزّکوٰۃ اس کی اپنی مرضی کی "خدا کی راہ میں خیرات" رہی ہے، نہ اُس کا صیام "بھوکا رہ کر خدا کو خوش کرنے کا مذہبی عقیدہ" ہے، نہ اس کا مکّہ کی طرف حج کسی "زمانہ جاہلیت کی مقدس رسم" کے طور پر ہے، بلکہ فتح مکّہ کی تمہید ہے اور یہ سب "عبادات" فرض لازم ہونے کی حیثیت سے سب کی سب ایک ہی مقصد کی طرف جارہی ہیں اور وہ مقصد غلبۂ اسلام اور هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ☆ (۹:۳۳) یعنی "رسول کو صرف اس لئے هُدٰی اور دِیۡنِ الۡحَقِّ دے کر بھیجا گیا کہ وہ اس کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کردے" کے سوا کچھ نہیں !!

منتہائے عبادات کی اس وضاحت کے بعد آج کل کے مسلمان کے لئے سوچنے کا کھلا موقع ہے کہ وہ کس بنا پر اپنے آپ کو 'مومن' یا 'مُسلم' یا 'مسلمان' کہنے کا مدّعی ہے۔ کیا اُس کے دل کے اندر اپنے مستقبل کے درخشاں ہونے اور بالآخر کفارِ جہاں پر غالب آنے کا وہ ولولہ موجود ہے جو مدینہ کے مسلمانوں نے سورۂ بقرہ کے نازل ہونے کے بعد صرف نو دس برس کے اندر اندر نتیجہ خیز کر دکھایا تھا ؟ کیا آج جب کہ لاکھوں اور کروڑوں مسجدیں نمازیوں کے نہ ہونے کے باعث بے آباد ہیں، انہوں نے الصَّلٰوۃ کو کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا عملاً کر دکھایا ؟ کیا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ اور کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اور فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ کے لشکر انگیز حکموں کے ہول کا ہزارواں یا کروڑواں حصہ اُن کے دلوں میں آج باقی ہے ؟ کیا رسولِ خدا کے وقت کے یا اُن کے قرنوں تک بعد کے مسلمانوں کی تگ و دو، اُن کے جہاد کے لئے شب و روز سفر، اُن کے اپنے آبائی وطن سے صدہا میل دُور قتال کے لئے تیاریاں، ان کی سرتاپا سپاہیانہ وضع قطع، ان کی کامل یک جہتی اور باہمی اخوت اور اتحاد، ان کے ملکوں کو فتح کرنے کے پختہ عزائم، ان کی خدا کی راہ میں جان دینے کی سرگرمیوں، الغرض ان کی رہت بہت، ان کے چال چلن، ان کے عزائم اور ارادوں کا ہزارواں حصہ

☆ تمام قرآن کے طول و عرض میں رسولؐ کے بھیجنے کی واحد غرض صرف یہی غلبہ اسلام لکھی گئی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی غرض بتلائی نہیں گئی۔

آج کل کے مسلمان میں باقی رہ گیا ہے کہ وہ کسی عنوان سے دینِ اسلام کے حامل ہونے کے دعویدار یا رسُولِ خُدا کے اُمتی ہونے کے حقدار بن سکیں؟

انتہا یہ ہے کہ آج کسی مسلمان میں دینِ اسلام کا شائبہ تک باقی نہیں رہا اور محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسّلام تو کیا، دُنیا کا کوئی معقول شخص دینِ اسلام پر کامل غور و خوض کے بعد ان کو مسلمان یا خُدا کی رحمت کا ادنیٰ مستحق قرار نہیں دے سکتا!! رسُول کے نام کو چومنا اُن پر درود پڑھنا، اُن کو اپنا نبی "سمجھنا" سب مکر و فریب اور نرا دھوکا ہے!!! اللہ بس وماسوا ہوس۔

اجتماعیت اسلام

أُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ..... اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا (۴۲: ۱۵)

(اے محمدؐ! کہہ دو کہ) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہاری اونچ نیچ برابر کردوں..... اللہ ہم تم کو ایک کردے

"عبادات" کی اساسی حکمت اور اسلامی شعائر کے اغراض و مقاصد کے متعلق اِن اشارات کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دینِ اسلام اپنی تمام حیثیات میں ایک اجتماعی مذہب تھا، توحید (یعنی خدائے واحد کی ملازمت) اُس کا محورِ عمل، اور اتحادِ خلق اس کا قبلۂ مقصود تھا، اس کی سب عبادات اور اوامر میں تمرکز اور اتحاد کا بھید، اور اس کے ہر صیغۂ عمل میں تقویتِ نفس کا سامان تھا، روئے زمین کے مذاہب پر ایک غالب اور رفیع مقام حاصل کرنا اس کی شرطِ حیات تھی: فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۝[1] (۴۷: ۳۵)، سطحِ زمین کے تمام مجتمعات و ادیان کو بالآخر اپنی اخوّت کے وسیع دائرۂ اثر میں جذب کر لینا اُس کا ضابطۂ عمل تھا، وہ ایک بڑھتا ہوا سیلاب تھا جو سبک اور گراں سب اشیا کو اپنے ساتھ دھکیل کر بڑھنا چاہتا تھا،

۱۔ تو اے ایمان والو! حوصلے نہ ہارو اور خود پیام دے کر دشمن کو صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ جانے رہو کہ آخر کار تم ہی غالب رہو گے۔ اللہ تمہاری مدد پر ہے اور تمہاری سعی و عمل کو نیک لگانے میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔

وہ ایک پھیلتا ہوا شعلہ تھا جو سیاہ و سفید، خشک و تر ہر شے کو عالم افروز کر دیتا تھا؛ اسکی زندگی کی علامت اسکی نمو پذیر قوت اور روز افزوں بالش میں تھی؛ سکون و انجماد اس کے لئے پیامِ موت تھا۔ وہ ایک سیاسی نظام تھا جو زبانوں اور دلوں سے گذر کر جسموں اور جانوں پر حکومت کرتا تھا؛ وہ ایک مذہبی برادری تھی جو اُخروی فلاح کے ساتھ ساتھ دنیاوی بہبودی کے وسائل مہیا کرتی تھی؛ اُس کا ہر فرد اپنے سب اعمال میں ذاتی بہتری کے ساتھ ساتھ جماعت کی قوت کے سامان پیدا کر رہا تھا؛ اس کی بہبودی جماعت کا ہر عمل فرد کی ذاتی نجات کا باعث بھی تھا؛ وہ ایک بے ہمہ زندگی تھی جو ہر شخص کو پابندِ خدا، اور بیگانۂ ماسوا کر رہی تھی؛ وہ ایک باہمہ صحبت تھی جس کو خوش اسلوبی سے نباہنا خوشنودیٔ خدا کا باعث تھا۔ اس کی 'سیاست' اس کے 'مذہب' کا لاینفک جزو، اور اس کا 'مذہب' اس کی 'سیاست' کا ناقابل انفصال حصہ تھا؛ اسلام کے سب اوامر و نواہی اپنی ہر نوعیت اور کیفِ عمل میں حصولِ قوت، تکثیرِ جماعت اور حفظِ نفس کے جہاد تھے؛ اُس کے اجتماعی مجاہدوں کا ہر لازمۂ عمل دنیوی فلاح کے ساتھ ساتھ فلاحِ آخرۃ کا سامان بھی تھا۔ صدرِ اسلام کے مومنوں کے جانگزا اعمال کی غرض و غایت بادی النظر میں وجودِ خدا کی تصدیق ہی تھی؛ ان میں ملازمتِ خدا کا اقرار تھا، اُن میں اس احکم الحاکمین کے وجود کی شہادت مضمر تھی، ان میں تعبدِ ماسوا سے انکار، اور تعلقِ طاغوت سے گریز تھا، لیکن اُن سب میں اشاعتِ اسلام مقصود تھی، اُن میں تکثیرِ جماعت پیشِ نظر تھی، اُن میں منکروں کو خدا کے ہونے کا یقین دلانا پیش پیش تھا؛ اُن میں بے مزد کام کر کے اور بلا اُجرت تکلیف اُٹھا کر غیروں کو کسی جلیل القدر حاکم کے ہونے کی گواہی دینا تھا؛ لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ[۱] (۲۲: ۷۸)؛ اُن میں آرام دہ طواغیت کی پشیمان کُن ملازمت کو خیرباد کہہ کر اُس تکلیف دہ آقا کی انجام بخیر نوکری کو قبلوانا تھا! اسی توحید کا لازمی نتیجہ توسیعِ اسلام تھا، اسی میں بالآخر اتحادِ عالم کے جراثیم مضمر تھے، اسی میں قوت اور

۱۔ یہ اس لئے رسول تم پر خدا کے ہونے کا گواہ بن جائے اور (پھر اس یقین کو لیکر) تم تمام بنی نوع انسان پر خدا کے ہونے کے گواہ بن جاؤ۔

روز افزوں وسعت تھی! اسی نفع مند سودے میں سچی ترغیب و تحریص تھی، رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ [۱] (۱۵: ۲) ایمان والوں کے پیہم جہاد اور جماعت کی خاطر جانی قربانیاں اوروں کے لئے خدا موجود ہونے کی گواہیاں تھیں، وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ [۲] (۳: ۱۳۹) اُن کے احتساب نفس میں، اُن کی عدل پسندی اور اعتدال میں، اُن کے استقلال اور قیامِ عمل میں دوسروں کے لئے خدا کی گواہی تھی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ [۳] (۴: ۱۳۵)، ان کے رکوع و سجود میں، ان کے تعبدِ خدا اور ترک ماسوا میں، ان کے نیک اخلاق میں، ان کی تعظیم شعائر اللہ میں، اُن کی قربانیِ مال و جان میں، الغرض ان کے تمام تعامل اور مجاہدات میں شہادتِ خدا کی وہ زندہ تصویر اور صداقت کی وہ جاذب قوت پنہاں تھی جو روئے زمین کے انسانوں کو خدائے واحد کی طرف متوجہ کر کے ان کو ایک اُمت کے رشتۂ اخوت میں منسلک کر رہی تھی۔ جامع الناس خدا نے دین اسلام کی اسی تبلیغی اور مجاہدانہ حیثیت کو مدِ نظر رکھ کر قرونِ اولیٰ کے اہلِ عرب کو اُمتِ وسطیٰ کا خطاب☆ دیا تھا: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا [۴] (۲: ۱۴۳)؛ اوران کی عالم انگیز صلاحیت اور توفیقِ عمل کی بنا پر ہی ان کو دینِ خدا کی اشاعت کا بہترین وسیلہ قرار دیا تھا۔

۱۔ ایک نہ ایک دن کافر آرزوئیں کریں گے کہ اے کاش ہم مسلمان ہو جاتے!
۲۔ اس ایثارِ مال و جان میں خدا کو یہ منظور ہے کہ سچے ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے (اپنے سچے) گواہوں کو منتخب کرے۔
۳۔ اے ایمان والو! خدا کے گواہ بن کر اور خدا کو خدا سمجھ کر اعتدال اور میانہ روی پر جمے رہو۔
۴۔ اور اسی حسن عمل کو مدِ نظر رکھ کر ہم نے تم کو تمام روئے زمین کی اُمتوں کا مرجع و مرکز کر دیا ہے تاکہ تم اپنے اعمال سے کافۃ الناس کو خدا کے ہونے کی گواہی دیتے رہو اور رسولِ خدا تمہیں اس کے وجود کی روشن گواہی دیتے رہیں۔

☆ مسلمان آج اپنے آپ کو اس آیہ کریمہ کا مصداق سمجھ کر مکر کی نیندیں لے رہے ہیں حالانکہ خطاب بالخصوص قرونِ اولیٰ کے اہل عرب کی طرف تھا جنہوں نے اپنے پیہم اور بے مزد عمل سے دنیا کو خدا کے موجود ہونے کی ناقابلِ انکار گواہی دے دی تھی اور اس کا زندہ ثبوت یہ تھا کہ چند برسوں کے اندر اندر تمام عرب دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا تھا۔

II

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ○ (۳:۱۰۹)

لوگوں کی راہنمائی اور اصلاح کے لئے نہیں بلکہ اتحادِ عالم اور دینِ خدا کی توسیع و اشاعت کیلئے جسقدر اُمتیں ہو گذریں ان میں تم عرب کے مومن سب سے بہتر ہو۔ اپنی حسن سعی رواداری اور صلاح عمل کے باعث ہی لوگوں کو جوق در جوق اتحاد (اَلْمَعْرُوف) کی ترغیب دے رہے ہو اور تفرقے (اَلْمُنْکَر) کی مکروہات سے منع کر رہے ہو اور اللہ پر سچا اور عملی ایمان رکھتے ہو، اور اگر تمہاری طرح یہ اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا۔ ان میں سے کچھ تو بے شک ایمان والے ہیں لیکن اکثر فاسق ہیں، تم میں شامل ہونے کے اہل نہیں بلکہ ہلاکت کے اہل۔☆☆

اس عظیم الشان مقصد کی رو براہی کے لئے ایک ایسی مستحکم اور منظم جماعت کا ہونا لازمی تھا جو خود ضعف و انتشار کے عیوب سے قطعاً پاک ہوتی، جو اپنے آپ میں مساوات اور اخوت کے اصول شدت سے برقرار رکھتی، جو غلبے کی مقناطیسی کشش کا تالیفی اثر روئے زمین کے ہر حصے پر قائم رکھ سکتی، جو موانع طبیعت سے ہر حالت میں عہدہ برآ ہونے کے سامان پیدا کرتی، جس کے ہر متنفس میں اُعلون، بن کر رہنے کی رُوح، اور ادائے فرض کا احساس جاری و ساری ہوتا، جس کے

☆ المعروف اور المنکر کے صحیح مطالب کے متعلق ایک مبسوط بحث جلد دوم صفحہ ۱۳۵ کے تحت المتن میں گذر چکی ہے جہاں پر عیاں کر دیا ہے کہ ان الٰہی اصطلاحوں سے مراد بالترتیب اتحاد اور تفرقہ ہے یہاں پر ان معانی کی مزید تائید ہوتی ہے کیونکہ انہی معنوں کو پیش نظر رکھ کر اس آیہ جلیلہ کے مطالب مربوط اور نتیجہ خیز ہو سکتے ہیں ورنہ پچھلے حصے کا پہلے حصے سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ "اخرجت للناس" کے الفاظ سے مسلمان پر یہی صدر اسلام کی امت کا "اشد اعلی الناس" بننا مراد ہے جیسا کہ پیشتر کی آیات سے واضح ہے "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کیلئے کسی انجمن کا بنانا مراد نہیں، نہ عرب کی امت نے کوئی "تبلیغی انجمن" بنائی نہ کوئی وفد رسول خدا کی حین حیات میں بھیجا۔ یہ اعمال صالحہ کا اوروں کے سامنے پیش نظر رہنا اور ان کے ذریعے سے دوسروں پر خاموش اثر ڈالنا ہی بڑی سے بڑی تبلیغ ہے، اسی کا اثر سریع اور دیرپا ہوتا ہے۔ نہ آجکل کے مسلمانوں کی طرح کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے زعم میں انجمنیں بنا لیتے ہیں، منبروں پر چڑھ چڑھ کر گلا پھاڑتے ہیں خلوت میں "کار دیگر میکنند" کے مصداق بن کر سب دعوت کو بے اثر کر دیتے ہیں۔ اس آیہ شریفہ میں تبلیغ کے اس تدریجی اثر کی طرف اشارہ ہے جو ایک قوم دوسری قوم کی ہمسایگت میں رہ کر اس کے اخلاق و افعال پر ڈالتی ہے۔ مثلاً یورپ کو اپنا تبلیغی اثر مشرق پر ڈال کر سب کو اپنے رنگ میں رنگ رہا ہے اور سب کو اپنی خاموش تبلیغ سے متفرج کر کے اپنے ساتھ متحد کر رہا ہے، اور اس اتحاد کی برکت سے اپنا الو سیدھا کرنے میں منہمک ہے۔

☆ قرآن حکیم میں ہے۔ ھل یھلک الا القوم الفسقون (۴۶:۳۵) یعنی کیا سوائے فاسق قوم کے کوئی قوم ہلاک ہوتی ہے۔

☆☆ یہ بحث جلد دوم میں صفحہ ۱۳۵ سے ۱۵۱ تک مسلسل کی گئی ہے۔

افراد میں نظم و نسق کی صلاحیت بالطبع موجود ہوتی، جس کے نفوس کا میلانِ عمل، ہیئت اجتماعی کے
اُن لازوال ضوابط اور قواعد کی تعمیل کے درپے ہوتا جو حصولِ اقتدار اور تکثیرِ جماعت کے اصل
اصول ہیں۔ اسلام نے اس تمام اجتماعی اخلاق کو ایمان و تقویٰ، حُسنِ عمل اور فلاحِ آخرۃ، اطاعتِ
خُدا اور عبادتِ ربّ کے حیزِ اثر میں لاکر، مذہب کے خُون کو جسمِ سیاست کے ہر رگ و پے
میں رواں کردیا؛ فرد کے وجُود کو بہبُودیٔ جماعت اور اتحاد کے نصب العین کے ساتھ اسطور پر مُدغم و
مُنضم کردیا کہ انتشارِ عمل کی گنجائش باقی نہ رہے: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (۳:۱۰۳) ہر متنفس
کے حِصّہ عمل کی سزا و جزا اس کی ذات کے ساتھ اس طور پر مشخّص کردی کہ تکمیلِ حُجّت کے علاوہ ترغیب و
ترہیب میں کسر نہ رہے۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ [1] (۹۹: ۷-۸)
لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى [2] (۶: ۱۶۴)★ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى [3] (۵۳: ۳۹)۔ فاطرِ زمین و آسمان نے اس
ہیئت اجتماعی کی تنظیم انسانی تجویز و تدبیر کے غیر قائم، تغیر پذیر، عارضی اور مقامی، بئس البدل اور
مرہون الوقت بلکہ نامعلوم النتائج نظریات کی بجائے، **فطرتِ انسانی** کے اُن صحیح اور عالم آرا
قوانین، اور معملِ طبیعت کے ان ناقابلِ تغلیط تجارب کی بنا پر کی تھی جس کے ایک نہایت ناقص،
غیر مکتفی بلکہ ایک بڑی حد تک غیر متعلق اور ناقابلِ عمل حصّہ کا علم عصرِ جدید کے ماہرینِ علم طبیعت اور
علمائے تواریخ کو صدیوں کے مشاہداتِ فطرت، معائنۂ اعمال موالید اور عللِ حوادث کی تدوین کے
بعد ابھی ابھی ملا ہے۔ یورپ آج صحیفۂ فطرت کے اس ناقص مطالعہ اور مد و جزرِ اقوام کے اسباب
کی اس نامکمل تلاش کے غرور میں اپنے آپ کو وحی سے بے نیاز، اور خُدا پر یقین رکھنے کو غیر
ضروری سمجھ رہا ہے اور ادنیٰ مخلُوق کے طبیعی عوائد و اعمال اور ان کے جبلّی محسُوسات کو ہی انسانی
فطرت کا صحیح مقتضا مان کر، اپنی جماعت کی تاسیس انہی بہیمی اصول اور حیوانی اخلاق پر کر رہا ہے، اگر

۱۔ تو جو شخص ایک ذرے کے برابر نیکی کر رہا ہے وہ اس کا اجر دیکھ لے گا اور جس نے ایک ذرے کے برابر بھی برائی کی ہے وہ اسکی سزا بھگتے گا۔
۲۔ کوئی بوجھ والا دوسرے کے بوجھ کو نہ اٹھائیگا۔
۳۔ اور یہ کہ انسان کو کچھ نہ ملے گا مگر وہ شے جس کے حاصل کرنیکی اس نے کوشش کی۔
★ یہی آیت قرآن میں حسبِ ذیل تین اور جگہوں پر آئی ہے (۱۵:۱۷) (۱۸:۳۵) (۳۸:۵۳)۔

ترقّی کی اس ہوش پاش کشمکش، اور تمدّن کے اس مختل الحواس جنون میں وہ اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ انسان اور سب مخلوق کے بالمقابل اشرف الخلق ہے، صاحبِ اختیار و ارادہ ہے، روح ربّ العرش کا مسکن، اور پاسبانِ امانت ہے، حیات کے سرّ عظیم کا روزنِ خفی، اور فطرت کے حجاب اکبر کا چاک وحید ہے، مسجودِ ملائک، اور مخدوم اشیائے جہاں ہے اور اس لئے اس کو بہائم کے فطری مقتضیات اور اخلاق کا نقّال بکسر اور ہمہ تن بنا دینا، اس کو پایۂ شرف، اور اوجِ امتیاز سے گرانا ہے، اس کی روحانیّت کو مفقود، اور جبلّی استعدادِ ارتقا کو محو کر دینا ہے۔ شارع قدرت نے حیوانات اور انسان میں اس بیّن تخالف کی بنا پر ہی انسانی ہدایت کی تکمیل کے لئے فطرت حیوانی کی مختصر، مختص الجنس اور دقّت طلب 'کتاب' کی بجائے، وحی کی روشن، مناسبِ حال، اور جامع و مانع

کتاب

کی ضرورت محسوس کی تھی، اور کائنات طبیعت کے اس ناپیدا کنار محیط میں انسان کے نارسا حواس اور ناقص علم کو بجا عذر تسلیم کر کے بشری اعمال و افعال کا مکمل معیار تعلیم انبیاء کو ہی قرار دیا تھا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[1] (۵۷: ۲۵)، بلکہ اس پیغام کو پہنچانے زمین کی ہر امّت بلکہ اس کے ہر گوشے اور قریے تک پہنچا دینا اپنے پر یہاں تک فرض کر لیا تھا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ[2] (۳۵: ۲۴)، وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ[3] (۱۶: ۳۶)، وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

۱۔ ہم نے بالتحقیق اپنے پیغمبروں کو کھلے اور صاف صاف احکام دیکر بھیجا اور ان کے ساتھ دستور العمل کے طور پر ایک کتاب بھی اتاری بلکہ کامیابی کی منزل تک امتوں کو پہنچانے کے سلسلے میں ان کے سعی و عمل اور تجویز و تدبیر کو بھی بطور ایک ترازو (المیزان) کے لوگوں کے سامنے پیش کر دیا تاکہ سب باشندگان زمین اپنی آئندہ سعی میں اعتدال پر قائم رہیں۔

۲۔ اے محمدؐ! بے شک ہم ہی نے تم کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں کہ اس میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔

۳۔ اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغامبر اس غرض کیلئے بھیجتے رہے ہیں کہ لوگوں کو بتلا دیں کہ اے لوگو اللہ کے اطاعت گذار بن جاؤ اور شیطان سے بچتے رہو۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ؀ۙ (۱۰: ۴۷)، وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ؀ۖ (۲۶: ۲۰۸)، وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ؀ۡ (۲۵: ۵۱) کہ اقوام کی تادیب و سرزنش کا فرمانِ ایزدی اس اتمامِ حجت☆ سے پہلے نافذ نہیں ہو سکتا تھا: وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِىْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ؀ۡ (۲۸: ۵۹) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ؀ۡ (۱۷: ۱۵)۔ یہ وہ کتاب تھی جو روئے زمین کی ہر اُمت اور ہر قوم کو اس کے حسبِ ضرورت، اور احوالِ زمانہ کو مدِ نظر رکھ کر، صانعِ قدرت کی طرف سے، خلقِ خدا کی رہنمائی کے لئے عطا ہوتی تھی: وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ؀ۡ (۱۵: ۴) یہ وہ پیغام تھا جو ابتدائے ظہورِ انسان سے، اس کی ترقی کے ہر مرحلہ پر، صانعِ عالم کی کامل ردّ و قدح، اور شارعِ قدرت کی حکیمانہ نظرِ ثانی کے بعد بھیجا جاتا تھا: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ؀ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ؀ (۱۳: ۳۸-۳۹)، یہ وہ الکتب، بلکہ خلاصۂ امّ الکتب تھی جس کا نفسِ موضوع، مہماتِ امورِ

۱۔ اور ہر امت کیلئے ہمارے ہاں سے ایک رسولؑ مقرر ہے۔ پھر جب اس امت کے پاس رسولؑ آچکا اور اس نے جو کہنا تھا کہہ دیا تو گویا ان کے درمیان انصاف کیساتھ فیصلہ ہو گیا۔ اس کے بعد ان پر ظلم مطلق نہ ہوگا۔

۲۔ اور ہم نے کسی بستی کو بغیر اس کے ہلاک نہیں کیا کہ ان کو خبردار کرنے کیلئے ہماری طرف سے ڈرانے والے آئے۔

۳۔ اور ہم تو انصاف کا خیال اس قدر رکھتے ہیں کہ اگر ہم ضروری سمجھتے تو ہر ایک بستی میں ایک تنبیہہ کرنے والا بھیجتے۔

۴۔ اور اے محمدؐ یہ خدا کا دستور نہیں کہ وہ کسی بستی کو ویران کر دے جب تک کہ اس کے مرکزی حصے میں اپنا پیغمبر نہ بھیج لے جو صاف طور پر اس کے احکام لوگوں کو سنا دے اور اس پر بھی ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے جب تک کہ وہ ہمارے مقررہ قواعد کے مطابق ظالم نہ ٹھہریں۔

۵۔ اور ہمارا معمول نہیں کہ سزا دیں جب تک کہ پہلے قاصد نہ بھیج لیں۔

۶۔ اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر یہ کہ ہلاک ہونے سے قبل اس کو ایک معلوم کتاب بطور دستور العمل دی گئی تھی۔

۷۔ اور اے محمدؐ ہم نے تم سے پہلے بھی بہتیرے رسول بھیجے ان کو بیبیاں بھی دیں اور اولاد بھی۔ اور یہ کسی رسولؑ کی تو طاقت نہیں کہ بے حکم خدا کوئی حکم اپنے پاس سے گھڑ لائے۔ ہر ایک زمانے کیلئے اس کی ضرورت کے مطابق ایک کتاب ہوا کرتی ہے پھر جو احکام خدا مناسب سمجھتا ہے اس میں سے مٹاتا جاتا ہے اور جو ضروری جانتا ہے ثبت کر دیتا ہے اور اس کے پاس تو ہر زمانے کا دستور العمل ام الکتب میں لکھا رکھا ہے۔

☆ اتمام حجت کا دعویٰ حسب ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما ○ (۴: ۱۶۵)۔

ترجمہ: ہم نے (دنیاوی خوشحالی کی) خوشخبری دینے والے اور (اجتماعی ہلاکت سے) ڈرانے والے پیغمبر بھیجے تاکہ لوگوں کو ان رسولوں کے بعد خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے اور خدا تو در اصل بڑا غالب اور صاحب حکمت ہے (جو کوئی ناقابل اعتراض بات نہیں کرتا)۔

میں، روئے زمین کی سب اُمتوں کے لئے مشترک تھا: شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ
إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ۝[1] (۴۲: ۱۳)، جس کا منتہائے عمل انسان کی مختلف الآرا
قوموں کو متحد اور متفق کر دیا تھا: كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ
مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۝[2] (۲: ۲۱۳)، جو ہر قوم کو اپنے نورِ ہدایت اور مبین احکام
سے، اجتماعی سلامتی اور حفظِ نفس کے صراطِ مستقیم پر لے جایا کرتی تھی: قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ
مُّبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ
إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝[3] (۵: ۱۵-۱۶)، جو بنی نوعِ انسان کو کارخانۂ قدرت کے عدل و میزان پر قائم رہنے
کے طریقے بتلاتی تھی: لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[4]
(۵۷: ۲۵)، جو انسانی جماعتوں کو ایک مستقل طریقِ عمل اور ایک منہجِ عدل پر لے جا کر ان کو اس کارگاہِ عظیم
کا علم سکھلاتی تھی: قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ

۱۔ اے لوگو! تمہارے پروردگار نے تمہارا مذہب عمل بھی یہی ٹھہرایا ہے جس پر چلنے کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور اے پیغمبرؐ تمہاری طرف بھی وہی بات وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا۔ اور وہ مذہب عمل یہ تھا کہ دین خدا پر مضبوطی سے جمے رہو اور اس میں تفرقہ ہرگز نہ ڈالنا۔ لیکن اے پیغمبرؐ جس اتحاد عمل کی طرف تم بلا رہے ہو وہ مقام خدا کے ساتھ اونیٰ چیزیں شریک کرنے والوں پر گراں گذرتا ہے۔ اللہ تو جس کو اہل سمجھتا ہے منتخب کر کے اس راہ کی طرف بلا لیتا ہے اور صرف انہیں کو وہ راہ دکھاتا ہے جن میں میلان دیکھتا ہے۔

۲۔ انسان تو حقیقت میں ایک ہی امت ہیں تو اسی وحدت کو ملحوظ نظر رکھ کر اللہ نے ان کی طرف نبی بھیجے جو ان کو اتحاد کی صورت میں اجتماعی بقا کی بشارتیں اور تفرقے کی حالت میں اجتماعی ہلاکت کی تنبیہیں کرتے رہے اور ان کے ساتھ ایک کتاب مبنی بر صدق وعدل بھیجی تاکہ لوگوں کے درمیان مختلف فیہ امور کے متعلق فیصلہ کر کے ان کی وحدت امت کو برقرار رکھے۔

۳۔ اے لوگو! اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور وہ کتاب مبین آچکی ہے جس کے احکام واضح ہیں۔ خدا اس کتاب کے ذریعے سے اس شخص کو جو منشائے خدا کی متابعت کرتا ہے سلامتی اور امن کی راہوں پر لے جاتا ہے۔ ان کو جہالت اور ناعاقبت اندیشی کی ظلمتوں سے نکال کر علم اور سلامتی کے نور کی طرف لے آئے گا اور انہیں اس نعمت عظمیٰ کے سیدھے راستے پر ڈال دے گا۔

۴۔ اور بالتحقیق ہم نے اپنے پیغامبر کھلے اور غیر مشکوک احکام دے کر بھیجے اور ان کے ساتھ ایک دستور العمل بھی کتاب کی صورت میں کر دیا۔ اور لوگوں کو اعتدال کی صورت سے بھی آگاہ کر دیا تاکہ وہ اس پر قائم رہیں۔

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ؀ [1]
(۶:۹۲)، جو جماعتی زندگی کے متعلق بہترین قواعد و ضوابط وضع کر کے قوم کو انسانی فطرت کے ہر اصل اصول
سے مطلع کر دیا کرتی تھی: ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ
بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ؀ [2] (۶:۱۵۴)، جو سیاست اور بادشاہت کے مہتم بالشان رموز و حکم سے
آگاہ کر کے، ہر اُمت میں استعداد بقا اور صلاحیت عمل پیدا کرتی تھی: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا
تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ؀ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ڜ وَكَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ؀ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؀ [3] (۳۲: ۲۳-۲۵)، جو بار بار نئے
پیرائے اور نئی زبان میں مجرم اور ہلاک شدہ قوموں کے نئے وارثوں کو دستور العمل اور نصیحت کے طور پر
پیش کی جاتی تھی! وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَاۗىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ؀ [4] (۲۸: ۴۳) نہیں بلکہ یہ جامع اور مانع کتاب درحقیقت قانون خدا کے اس بیکراں دفتر سے ماخوذ
تھی جو آغاز آفرینش سے ہی ہر مخلوق کو اپنی فطرت پر قائم رکھ کر ان میں تحفظ و بقا کی اہلیت پیدا کر رہا

۱۔ (ان ناقدر شناس بدبختوں کو اے محمدؐ) کہو کہ اچھا وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰؑ لایا تھا (اور جس نے تمہیں فلک الافلاک تک پہنچا دیا تھا کیونکہ وہ) دنیا کیلئے ایک نور اور ہدایت تھی" جس کو (آج تم نے حسب مطلب ٹکڑے ٹکڑے کر کے علیحدہ کاغذ) بنالئے ہیں جن کو (شدومد سے) ظاہر کرتے ہو (کیونکہ تمہارے مطلب کے ہیں) اور اکثر حصوں کو چھپاتے ہو (کیونکہ تمہارے منشا کے خلاف ہیں) اور وہی کتاب تھی جس نے تمہیں وہ کچھ سکھلا دیا جو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے اجداد۔ انہیں کہہ دو کہ وہ کتاب اللہ ہی نے اتاری تھی۔ پھر ان کو چھوڑ دو کہ اپنی سوچ بچار میں ہی ٹامک ٹوئیے مارتے پھریں۔

۲۔ پھر ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی جو حسن عمل کرنے والے پر خدا کے انعامات پوری کرنے والی تھی اور ہر شے کے متعلق اس میں تفصیلی احکام موجود تھے۔ لوگوں کیلئے رہنما اور مجسم رحمت تھی کہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات پر سچے دل سے یقین کریں۔ (جو ہر حسن عمل کرنے والے کو میسر ہوگی)۔

۳۔ اور اے محمدؐ ہم نے موسیٰؑ کو بھی کتاب دی تھی تو تم بھی اس کی مانند اپنے پروردگار کی ملاقات کے متعلق شک میں نہ پڑنا۔ ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کیلئے راہ نما کر دیا تھا اور اس قوم میں سردار مقرر کئے تھے جو تمہارے قانون کے مطابق رہنمائی کیا کرتے تھے۔ اور مصائب کو استقلال سے برداشت کرتے تھے بلکہ ہمارے احکام کی سچائی پر ان کو کامل یقین تھا۔ (لیکن افسوس کہ بعد میں ان لوگوں میں تفرقہ پڑ گیا اور برباد ہوگئے) تمہارا پروردگار روز قیامت کو لامحالہ ان سب کو اپنے حضور میں کھڑا کر کے جن امور کے متعلق ان میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ فیصلہ کرے گا (اور قصورواروں کو سزا دے گا)۔

۴۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو اگلی قوموں کے پیچھے کتاب دی جو فی الحقیقت لوگوں کیلئے ایک نتیجہ خیز اور پر از بصیرت کتاب تھی اور ان کیلئے سرتاپا ہدایت اور مجسمہ رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت اخذ کر سکیں۔

ہے، جس کی معرکۃ الآرا حیثیت اور ناپیدا کنار افادت کے باعث کارخانۂ عالم کا ہر جاندار اور بے جان وجود باستثنا اس ظلوم وجہول انسان کے اپنی جبلّت پر آج تک مضبوطی سے جما ہوا ہے، جس کی لازوال ہدایت عالم حیوانات کو اپنے فطری مذہب عمل سے قطعاً اِدھر اُدھر ہونے نہیں دیتی، جس نے عالم نباتات کی حیرت انگیز رنگا رنگ مخلوق میں فطرت کا نظم ونسق، اس کا تقسیم عمل، اس کا انضباطِ وقت اور ادائے فرض، اس کی تقدیرِ خلق اور استقرارِ عہد خود بخود پیدا کر دیا ہے، جس نے عالم جمادات کی بدیع الخلق قوتوں، اور مظاہرِ فطرت کی عالم نورد طاقتوں میں تقدیرِ عمل اور تسویۂ شکل، توازنِ قُویٰ اور اندازۂ اثر برقرار رکھا ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝[1] (۳۶: ۳۸-۴۰)، جس کے عالمگیر احتساب اور حاوی علم کی وجہ سے جس کے صحیح معیارِ قطعیت اور کفایت کے باعث، ترتیبِ عالم میں بحیثیت مجموعی کوئی فرق نہیں آسکتا۔ یہ حکمتِ خدا کا وہ دفترِ بے پایاں، اور الٰہی حلّ وعقد کا وہ محکمۂ تدبیر ہے جس کی وساطت سے کارخانۂ قدرت کا سب انتظام قائم ہے: وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝[2] (۲۷: ۷۵)۔ یہ کائناتِ عالم کی تاریخ العبر، اور اعمالنامۂ جہان کی نشو ونما، تباہی اور تادیبی سرگذشت ہے: إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝[3] (۳۶: ۱۲)، وَعِندَهُ مَفَاتِحُ

۱۔ اور آفتاب ہے کہ اپنے کسی عارضی جائے قرار کی طرف برابر چلا جا رہا ہے۔ یہ خدائے عزیز وعلیم کا باندھا ہوا اندازہ ہے (جس سے وہ ادھر ادھر ہٹ نہیں سکتا) اور چاند کی حرکت کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں تو وہ اس انداز سے کہ اس کا روشن حصہ گھٹتے گھٹتے ایسا ٹیڑھا اور پتلا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی سوکھی ہوئی ٹہنی۔ نہ تو سورج کے بس میں ہے کہ چاند کو لپک کر پکڑ لے اور نہ رات ہی سے بن پڑتا ہے کہ دن سے پہل کرے اور سب اپنے اپنے مدار میں پڑے چل رہے ہیں۔

۲۔ اور آسمان وزمین میں کوئی مخفی (یا آنے والی) بات نہیں ہو رہی مگر یہ کہ اس کا اندراج ایک واضح کتاب میں ہے۔

۳۔ بے شک ہم ہی مردہ اور بے حس قوموں کو زندہ کر دیتے ہیں اور جو اعمال وہ اپنی حیات کو برقرار رکھنے کیلئے پیش کرتی ہیں ان کو اور جو کچھ ان کے بقیہ آثار ہوتے ہیں ان کو لکھ چھوڑتے ہیں اور ہم نے تو سب ضروری امور کو جو اجتماعی موت وحیات کے متعلق ہیں ایک واضح کتاب میں گن رکھا ہے، جو علم خدا ہے۔

الغیب لا یعلمھا الا ھو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین[1] (۶: ۵۹)۔ یہ کارخانہ فطرت کی وہ روشن تصویر، اس کے قوانین جاریہ و لاتتناہیہ کا وہ کامل مرقع، ربِّ لم یزل کے علم و ذخارہ: اس کے مقدمات اور فیصلہ جات، اس کے ردّ و قبول اور نقد و جرح کی وہ جامع و مانع مسل ہے جو مدبرِ کائنات اور صاحبِ عالم کے ذہن میں ہر وقت رہتی ہے، جو اس کی بے عیب ذات کو سہو و نسیان سے قطعاً مبرّا، اور وسائلِ اطلاع و تفتیش سے حتماً بے نیاز کر دیتی ہے: یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بہ علما[2] (۲۰: ۱۱۰)؛ لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموت ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبین[3] (۳۴: ۳)، اور جس کے بے پایاں، بے خطا اور بے بدل علم کا ایک شمّہ خدائے لم یزل نے کتابِ وحی کی صورت میں ہر اُمّت کو انبیائے کرام کی وساطت سے ارزانی فرمایا تھا!

قال فمن ربکما یموسی ○ قال ربنا الذی اعطی کل شیء خلقہ ثم ھدی ○
قال فما بال القرون الاولی ○ قال علمھا عند ربی فی کتب لا یضل ربی ولا
ینسی ○ الذی جعل لکم الارض مھدا وسلک لکم فیھا سبلا وانزل من
السماء ماء فاخرجنا بہ ازواجا من نبات شتی ○ کلوا وارعوا انعامکم
ان فی ذلک لایت لاولی النھی ○ (۲۰: ۴۹-۵۴)

فرعون نے ازراہِ استعجاب پوچھا کہ اے موسیٰ! وہ تم دونوں کا پروردگار کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی جبلت اور خلقت عطا فرما کر اپنا اپنا راہِ راست دکھلا دیا۔ فرعون نے کہا اگر یہی بات ہے تو اگلے زمانے کے لوگوں کا جو تمہاری ہدایت سے پہلے ہو گزرے ہیں کیا حال ہوگا۔ (ان کے بارے میں خدا کیسے انصاف

۱۔ اور جو کچھ مستقبل میں ہوگا اس کی شرح و بسط (کنجی) خدا کے پاس ہے کسی دوسرے کے پاس اس کا علم نہیں۔ وہ جانتا ہے جو کچھ برو بحر میں ہو رہا ہے حتیٰ کہ ایک پتہ بھی گرنے نہیں پاتا مگر اسے اس کا علم ہے۔ زمین کی ظلمتوں کے اندر ایک حبہ بھی نہیں اور تر و خشک کوئی شے نہیں مگر یہ کہ ایک واضح کتاب میں لکھی ہے۔

۲۔ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے اور لوگ از روئے علم ان پر حاوی نہیں ہو سکتے۔

۳۔ آسمان و زمین میں ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں بلکہ ذرے سے چھوٹی اور ذرے سے بڑی جس قدر چیزیں ہیں ایک روشن اور دیدہ زیب کتاب میں درج ہیں۔

کرے گا؟ موسیٰ نے کہا اُن کے اعمال کا علم خدا کے پاس ایک کتاب میں لکھا رکھا ہے خُدا ہرگز بدراہ نہیں ہوتا، نہ بھول چوک کرتا ہے (اور انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا) وہ تو ایسی مقتدر ذات ہے جس نے اس تمام زمین کو تمہارے لئے فرش کر دیا، اس میں تمہارے لئے رستے نکالے، آسمان سے پانی برسایا، اور پھر اُس کے ذریعے سے نباتات کے مختلف قسم اور رنگ رنگ کے جوڑے نکالے پھر حکم دیا کہ کھاؤ، پیو اور اپنے مویشیوں کو بھی کھلاؤ۔ بے شک ان تمام باتوں میں صاحب غور و فکر کے لئے بہتیرے اشارے موجود ہیں۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (۲۲: ۷۰)

اے مخاطب کیا تجھے خبر نہیں کہ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اللہ اس سے بخوبی واقف ہے اور یہ سب اس کے ذہن پر شل کتاب کے نقش ہے اور بے شک یہ سب کچھ کرنا اللہ کے لئے آسان ہے۔

قرآن حکیم

قرآنِ کریم بھی صحیفۂ فطرت کی کتاب مُبین یعنی قانون خدا کے ملخص ہونے کا مدعی تھا: تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ[۱] (۲۶: ۲ نیز ۲۸: ۲)، طس تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ[۲] (۲۷: ۱)، تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ[۳] (۱۵: ۱)، وہ کارگاہ طبیعت کے اس جریدۂ غرا کا ایک منتخب دفتر ہی تھا جو نشأۃ آفرینش سے ہر صاحب بصیرت کے پیش نظر ہے؛ وہ فی الحقیقت اسی خاموش، پُر امن، اور منظم فطرت کی زبان تکلم ہی تھی جو عرب کے اُمّی☆ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منہ میں ڈالی گئی تھی: وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ[۴] (۴۳: ۲-۳)؛ وہ کیفیت کون و مکان کی اس ضخیم سرنوشت اور علم الٰہی کی اس طویل و عریض یادداشت

۱۔ یہ آیات قرآن کتاب مبین (روشن کتاب) کی آیات ہیں (جو صحیفہ فطرت ہے)۔
۲۔ یہ قرآن کی آیات ہیں بلکہ ایک کتاب مبین کی آیات ہیں (جو صحیفہ فطرت ہے)۔
۳۔ یہ آیات قرآن الکتاب کی آیات ہیں اور ایسے قرآن کی آیات ہیں جو ہر طرح پر روشن ہے۔
۴۔ الکتاب المبین یعنی صحیفہ فطرت کی روشن کتاب اس امر کی گواہ ہے کہ ہم نے اس کتاب فطرت کو ہی قرآن کا عربی لباس پہنا دیا ہے تاکہ تم (قانون فطرت کو) سمجھ کر عقلمند بن جاؤ۔

☆ "امی" کے معنے بیوقوف مسلمانوں نے ان پڑھ کے لے لئے ہیں۔ حالانکہ النبی الامی کے معنے اس قوم کا نبی ہیں جس پر کوئی کتاب نہ اتری تھی دیکھو تکملہ جلد دوم صفحہ ۴۴۴۔

کا ایک مختصر باب ہی تھا جس کا انسانوں کی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا: وَاِنَّهٗ فِیْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ۝ (۴:۴۳) فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (۵۸:۴۴)۔ اس کا مقصد بنی نوع انسان کے اعمال اور معاملات، حسیات اور جذبات کو فطرت کے صحیح معیار پر لاکر، اُن کے نوعی اور فطری اشتراک کو قائم اور باہمی اختلاف کو دور کرنا تھا: وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (۶۴:۱۶)۔ اس کا مطمح نظر فراموش کار اور سہل انگار انسان کو اُس کا بھولا ہوا سبق یاد دلاکر، اور اطاعت گذار اور مومن قوم کے ہر متنفس میں ایمان کی فضیلتیں، اور اتحاد کی اُستواریاں از سر نو پیدا کر کے قوتِ امن کے صراطِ مستقیم پر لے جانا اور حفاظت نفس سکھانا تھا:

۱۔ اور یہ قرآن تو فی الحقیقت اس ام الکتب (یعنی قانون کائنات) کا ایک حصہ ہی ہے جو ہمارے پاس پڑا رکھا ہے اور جو ایک بڑے پائے کی اور پر از حکمت کتاب ہے۔

۲۔ تو (اے محمدؐ) ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں کہہ کر صرف اس لئے آسان کردیا ہے کہ تیرے عرب کے لوگ شائد اس سے نصیحت اخذ کرلیں۔

۳۔ اور (اے محمدؐ) ہم نے تم پر الکتاب نہیں اتاری مگر اس لئے کہ تم لوگوں پر ان کا آپس میں اختلاف اچھی طرح واضح (کر کے ان کو متحد) کردو' نیز اس لئے کہ قرآن پر سچے دل سے یقین کرنے والی قوم کیلئے یہ قرآن رہنما اور مجسم رحمت بن جائے۔

ان آیات قرآنی یعنی ۱'۲'۳'۴ صفحہ ۱۹'۱'۲'۳ صفحہ ۲۰ سے ثابت ہے کہ قرآن اور الکتب المبین ایک شے ہیں ۲۔ صفحہ ۱۹ کہتی ہے کہ قرآن اور کتاب مبین بھی ایک ہی شے ہیں ۳۔ صفحہ ۱۹ کہتی ہے کہ الکتاب اور قرآن مبین ایک ہی شے ہیں۔ گویا الکتاب المبین' القران' کتب اور قرآن مبین سب ایک ہی شے ہیں اور وہ شے صحیفہ فطرت ہے' اس دعوے کی تصدیق ۴۔ صفحہ ۱۹ سے ہوتی ہے جہاں الکتب المبین کی "قسم کھاکر" (یعنی صحیفہ فطرت کو گواہ ٹھہرا کر) کہا گیا ہے کہ اس کا عربی زبان میں ترجمہ قرآن ہی ہے ۱۔ صفحہ ہذا میں کہا گیا ہے کہ یہ قرآن اس ام الکتب کا ایک حصہ ہے جو ایک بہت بلند پایہ اور پر از حکمت کتاب ہے ان پانچوں آیتوں سے قرآن کا صحیفہ فطرت کی تشریح ہونے اور ام الکتاب کے ایک جز ہونے کے دعوے مسلم ہو جاتے ہیں اور طالب حقیقت کا فرض ہو جاتا ہے کہ قرآن کی تعلیم کو پیش نظر رکھ کر دعووں کے صحیح ہونے کے متعلق ثبوت بہم پہنچائے یا ان کو رد کردے ان سات آیتوں میں سے پہلی پانچ تک کے علاوہ (۷۵:۲۷) کی آیت سے' جو صفحہ ۱۷ پر ہے اور جس میں پھر کتاب مبین کے الفاظ وارد ہوئے ہیں' نیز (۳:۴۳-۴) جس میں بھی کتاب مبین کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور جو صفحہ ۱۸ پر ہے' نیز (۹:۲۰-۵۴) اور (۲:۳۲-۷) کی آیات' جو صفحہ ۱۸ پر ہیں اور جن میں صرف کتاب کا لفظ وارد ہے' نیز (۱۵:۵-۱۶) کی آیتیں جو صفحہ ۲۱ پر ہیں اور جن میں پھر کتاب مبین کے الفاظ ہیں اور قرآن ہی کو نور اور کتاب مبین کہا گیا ہے۔ یہ تمام آیتیں ملکر اس نتیجے پر پہنچاتی ہیں کہ جہاں تک بنی نوع انسان کا تعلق ہے خدا نے صحیفہ فطرت اور قرآن دونوں کو مبین یعنی روشن کہا ہے تاکہ انسان ان دونوں سے روئے زمین پر اپنے قیام و استحکام کا لائحہ عمل اخذ کرے۔ اسی تناسب سے سورہ یونس اور سورہ لقمان میں قرآن کی کتاب مبین کو الکتب الحکیم (یعنی پر از حکمت کتاب) کہا ہے: تلک ایٰت الکتٰب الحکیم (۱:۱۰ اور ۲:۳۱) اور سورہ رعد میں صرف الکتب کہا ہے: تلک ایٰت الکتٰب (۱:۱۳) گویا انسان کیلئے دو رہنما ہیں ایک قرآن اور ایک صحیفہ فطرت ام الکتب وہ کتاب ہے جس میں تمام کائنات کی رہنمائی کا قانون درج ہے اور وہ شاید کسی اور مخلوق کیلئے ہے۔ فتدبر!

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝[1] (۵: ۱۵-۱۶) وہ مسلمانوں کی اُمت کو حصُولِ طاقت کے طریقوں سے آگاہ کر کے صفحۂ عالم پر متمکن اور متثبت کرنے آیا تھا: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝[2] (۱۶: ۱۰۲) وہ اولوالعزم انبیا کے اعمال و مساعی کی تشریح کر کے رسُولِ خدا کے عزم میں استقامت، ایمان والوں کے اعمال میں درستی اور ارادوں کو مستقل کرنے کا متمنی تھا: وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝[3] (۱۱: ۱۲۰) وہ قرونِ خالیہ کی اقوامِ متمدّنہ کی عبرت انگیز حکایات، اور تعلیل حوادث سے نقاب اُلٹ کر، اُمم حاضرہ میں صلاحیت قیام پیدا کرنا چاہتا تھا: وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝[4] (۲۴: ۳۴)، تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝[5] (۲۵: ۱)؛ وہ ان نصیحت آمیز واقعات کی تصریح سے اتحاد و اتفاق کی حسنات، اور وحدتِ اُمت کے لوازمات مسلمانوں کے ذہن نشین کر کے ان کو

۱۔ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسولؐ در حقیقت آچکا ہے جو اکثر ان احکام کو جو تم (اپنی غفلت شعاری، فراموش کاری اور سہل انگاری کے باعث) کتاب میں سے چھپاتے رہے ہو (یا بھول گئے ہو) تم پر کھول کھول کر بیان کرتا ہے (دیکھو ۱۹:۳۶ صفحہ ۴۰ اور (تبدیلی حالات کے باعث) اکثر (احکام) ایسے بھی ہیں جن سے در گذر کر رہا ہے (دیکھو ۳۸:۳۳-۳۹ صفحہ) نہیں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس در حقیقت نور آیا ہے (دیکھو ۳۳:۴۰ قرآن کریم) اور کتاب مبین آئی ہے جس کے ذریعے سے خدا ان لوگوں کو جو اس کی منشاء کے مطیع ہیں سلامتی اور امن کے رستوں پر لیجائے گا اور ان کا ظلمت سے نور کی طرف نکال لائے گا اور حفظ نفس کے صراط مستقیم پر لے آئے گا۔

۲۔ اے محمدؐ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اس قرآن کو روح القدس میرے پروردگار کے ہاں سے اس غرض کیلئے لایا ہے کہ ایمان والوں کو اس دنیا میں جما کر رکھے اور احکام ماننے والوں کے حق میں راہنما بنے اور ان کو تمکن کی بشارت دے۔

۳۔ اور اے پیغمبرؐ اگلے پیغمبروں کے سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ تمہارے دل کی ڈھارس بندھے۔ یہ سب واقعات سچے ہیں اور ان میں ایمان والوں کیلئے بھی نصیحت اور عبرت ہے۔

۴۔ اور (لوگو) فی الحقیقت اور بالتاکید ہم نے تم پر روشن اور بین احکام نازل کر دیئے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کے حالات بھی واضح کر دیئے ہیں تاکہ خدا سے ڈرنے والوں کیلئے نصیحت پکڑنے والی باتیں ہوں۔

۵۔ بڑا صاحب برکت وہ خدا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (یعنی نیکی اور بدی میں تمیز کرانے والا قرآن) اتارا تاکہ تمام جہاں کے لوگوں کیلئے ڈرانے والی شے ہو جائے۔

دینی اور دنیاوی عزّ و جاہ سے بہرہ یاب کرنا چاہتا تھا : وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ [1] (۴۲: ۷-۸) ۔ اس کی بے بدل اور حیرت انگیز تعلیم فی الحقیقت اس دنیا سے بعث و حشر کے پر اسرار، ناقابلِ درک، اور دور از قیاس قوانین و معمولاتِ فطرت کی شرح و بسط ہی تھی جو ایک سہل الفہم پیرائے میں بیان کی گئی تھی ، وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا [2] (۲۵: ۴-۶)، وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا [3] (۴۲: ۵۲)؛ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ [4] (۱۶: ۲) ۔ اس کے اٹل قواعد اور مطلق الاثر اوامر و نواہی، فی الحقیقت اس کارخانۂ حیات کے سرِّ عظیم کی تفصیل، اور فطرت کے مقررہ و منضبط قوانین کی تصدیق ہی تھے جو باشندگانِ عالم کی ہدایت کے لئے جمع کر دئیے گئے تھے : وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

۱۔ اور اسی طرح (صرف یہی سورت نہیں بلکہ) ہم نے تم پر (پورا) قرآن عربی زبان میں نازل اس لئے کیا کہ تم مکہ (کے لوگوں) کو اور جو اس کے گرداگرد ہیں ان کو ڈراؤ اور اس اکٹھے ہونے کے دن سے ڈراؤ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں (اور جس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک دوزخ میں اور اگر خدا چاہتا تو (سب عرب کے لوگوں کو ہدایت پانے کی توفیق دیکر) ان کو ایک متحدہ امت بنا دیتا لیکن وہ جس کو مناسب سمجھتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور تفرقہ پرداز ظلم کاروں کا تو کوئی دوست ہی نہیں ہوتا اور نہ مددگار۔

۲۔ اور کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو نرا جھوٹ ہے جو محمدؐ نے اپنے دل سے گھڑ لیا ہے اور اس کو تیار کرنے میں کسی دوسرے گروہ نے اس کی مدد کی ہے تو یہ کتنا نرا ظلم اور جھوٹ ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ پرانے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں جن کو صبح و شام پڑھ پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ اے پیغمبرؐ (دھڑلے سے) کہہ دو (کہ اے بے شعورو) اس قرآن کو اس عظیم الشان ہستی نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین میں کا بھید جانتا ہے (تو تم اس کی قدر کیا جانو) اور وہ احکم الحاکمین بڑا حوصلے والا ہو کر تمہارے جرموں پر بڑا پردہ ڈالتا ہے اور تم پر بڑا رحم کرنے والا ہے (جو فوری سزا نہیں دیتا)۔

۳۔ اور اسی طرح ہم نے (اے پیغمبرؐ) تم پر اپنے قانون کی روح نازل کر دی۔

۴۔ وہ خدائے عظیم فرشتوں کو اپنے قانون کی روح دے کر بندوں میں سے جس کو مناسب سمجھتا ہے اس پر اتارتا ہے۔

الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَارَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ﭥ (۱۰: ۳۷) وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ﭦ (۳۵: ۳۱) وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَھُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ۝ﭧ (۲۸: ۵۱) ۔ قرآن انسانی تمدن کے ہر شعبۂ عمل کے متعلق، اور ضروریات زمانہ کی ہر شق کے بارے میں ایک مفید ہدایت، اور صحیح منہاجِ عمل

۱۔ اور یہ قرآن ایسا تو نہیں کہ مالک زمین و آسمان کے بغیر کوئی دوسرا اس کو گھڑ لائے' بلکہ یہ تو اس صحیفہ فطرت کی تصدیق ہے جو اس کے سامنے ہے اور پروردگار عالمیاں کے اس قانون کی تفصیل ہے جس میں کوئی شک نہیں۔
۲۔ جو کچھ (اے محمدؐ) ہم نے تم پر قانون خدا میں سے وحی کی ہے وہ برحق ہے اور اس صحیفہ فطرت کی تصدیق ہے جو اس کے سامنے ہے۔
۳۔ اور ہم نے تو ان منکروں کو راہ راست پر لانے کیلئے پے در پے اور متواتر وحی بھیجی تاکہ شائد وہ اس سے نصیحت پکڑ لیں۔

☆ تصدیق الذین بین یدیہ' کے صحیح معانی کے متعلق اس کتاب میں ایک مستقل باب باندھا گیا ہے جو غالباً" چوتھی مجلد میں آئے گا۔ یہاں پر اس آیہ کریمہ کے متعلق چنداں کدوکاوش کی ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ میرا مطلب بعض آیات الٰہی کو عمداً" پیش از وقت اصل کتاب میں درج کرکے قارئین کرام کو شارحین قرآن کی حیرت انگیز غلطیوں سے آگاہ کرنا اور آئندہ بحث کیلئے زمین تیار کرنا بھی ہے' اس لئے بین یدیہ' کا صحیح ترجمہ صفحے کے ذیل میں کھول دیا گیا ہے۔ اس مہتم بالشان آیت کے صحیح معانی در اصل اس وقت منکشف ہوں گے جب قرآن حکیم کو فی الحقیقت "عبرۃ لاولی الالباب" اور "تصدیق الذی بین یدیہ" اور "تفصیل کل شی" اور "ھدی" اور "رحمۃ" ثابت کر دیا جائے گا' اور اس کے کذب و افترا ہونے کا امکان بھی غلط نظر آئے گا مگر اس کیلئے ابھی بہت دیر ہے۔ فی الحال "تصدیق الذی بین یدیہ" کے مروجہ معانی کے بارے میں چند شکوک پیش کر دیئے جاتے ہیں۔

مفسرین نے "الذین بین یدیہ" کے معنے وہ الہامی کتابیں جو قرآن سے پہلے نازل ہوئی تھیں' لئے ہیں۔ مثلاً" زبور' تورات' انجیل' وغیرہ' یا اور صحف آسمانی جو ابتدائے آفرینش سے خدا کی طرف سے انبیائے کرامؑ پر نازل ہوتے رہے۔ اس نقطہ نظر سے بین یدیہ ان کے نزدیک ظرف زمانی ہے جس کے معنے پہلے کے ہیں' نہ آگے' اور نہ 'سامنے' کے۔ بین یدیہ کے ان عجیب و غریب اور ناروا معانی کی حتماً" کوئی سند پیش نہیں ہو سکتی۔ خود قرآن اس بیہودہ تاویل کا قطعی مخالف ہے اور مختلف موقعوں پر ان مطالب کی یکسر تغلیط کرتا ہے۔ یہاں پر حتی الامکان مثالیں پیش کر دی جاتی ہیں۔ پوری بحث اور مطالب کا ربط اصل کتاب میں اپنے موقع پر آئے گا۔

(ا)۔ سورہ بقرہ میں ہے۔ فجعلنھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین (۲: ۶۶) یعنی پھر ہم نے اس دردناک واقعہ کو ان لوگوں کیلئے جو اس کے سامنے تھے (یعنی اس وقت موجود تھے) اور جو اس کے بعد آئے ایک مستقل عبرت بنا دیا اور خدا سے ڈرنے والوں کیلئے ایک پائندہ نصیحت ہوا" یہاں ظاہر ہے کہ بین یدیھا کے معنے 'پہلے لوگوں' کرنا لغو ہے کیونکہ انہیں کچھ عبرت ہو نہیں سکتی تھی۔
(ب)۔ سورہ روم میں ہے لہ معقبت من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (۱۳: ۱۱) یعنی اس کے آگے اور پیچھے محافظت کرنے والے ہر وقت لگے رہتے ہیں جو اس کو امر خدا سے بچائے رکھتے ہیں" اس آیت کے صحیح مفہوم سے یہاں پر بحث نہیں لیکن ظاہر ہے کہ یہاں پر بین یدیہ' کے معنے 'سامنے اور آگے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتے۔
(ج)۔ سورہ سبا میں ہے۔ افلم یروا الی ما بین ایدیھم وما خلفھم من السماء والارض ان نشا نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفا من السماء (۳۴: ۹) یعنی "تو کیا منکرین خدا نے آسمان اور زمین کے اس حصے پر جو ان کے سامنے ہے اور جو (باقی صفحہ ۲۴ پر)

قائم کرنے آیا تھا، لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۱۲:۱۱۱)[ا] اس میں ہر دائرہ نظم و عمل، اور انسانی سعی و ارتقا

ا۔ ارباب دانش کیلئے ان قصوں میں جو ہم نے بیان کئے ضرور بالضرور اور بے گماں طور پر عبرت تھی (جو ان کے لئے بے حد مفید ہوئی) اور یہ قرآن کوئی ایسی بات تو تھی نہیں جو گھڑلی جاتی بلکہ یہ تو اس صحیفہ فطرت کی تصدیق ہے جو اس کے سامنے ہے اور دنیا کی تمام ضروری اشیاء کی تفصیل ہے نیز ایمان دار قوم کیلئے مجسمہ ہدایت و رحمت ہے۔

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۳) ان کے پس پشت ہے 'غور نہیں کیا اور کیا وہ اس صحیفہ قدرت پر تامل کرنے کے بعد اس نتیجے پر نہیں پہنچے کہ اگر ہم چاہیں گے تو چند لمحوں کے اندر اندر ان کو زمین میں دھنسا دیں گے' یا اور کچھ نہیں تو آسمان سے ایک ٹکڑا بادل یا بجلی کا پھینک کر ہی ہلاک کردیں گے" یہاں بین ایدیھم کی اور کوئی توجیہہ محال ہے۔

(د) سورہ حم السجدۃ میں ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید (۴۱:۴۲) اس آیت کا ترجمہ صفحہ...... کے تحت المتن میں کردیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ بین یدیہ کے معنے یہاں بھی 'سامنے' اور 'آگے' کے ہو سکتے ہیں۔ کتاب کے نازل ہونے سے پیشتر اس کا جھٹلایا جانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

(ہ)۔ ان آیات الٰہی کے علاوہ بعض اور مثالیں یہاں پر جمع کردی جاتی ہیں جن سے ہر شخص بطور خود اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ بین یدیہ کے الفاظ قرآن حکیم میں نہایت التزام کے ساتھ ظرف مکانی کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں نہ ظرف زمانی میں جیسا کہ عام شارحین کا خیال ہے۔ لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذالک (۱۹:۶۴) میں مکانیت کا اشارہ صاف ہے و اذ قیل لھم اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم لعلکم ترحمون (۳۶:۴۵) یہاں غالباً" ما بین ایدیکم وما خلفکم من السماء والارض" کی طرف اشارہ ہے اور اسی سزا کی ترغیب دی گئی ہے جو آیت (۳۴:۹) میں اوپر گذر چکی یا کہا گیا ہے کہ ڈرو اس سے جو تمہارے پیش آنے والا ہے اور جو آگے چل کر ملے گا لیکن بہر نوع بین ایدیھم کے معنے پیشتر کے نہیں ہو سکتے مراد جاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم (۴۱:۱۴) میں صاف رسل کی کثرت مراد ہے یعنی "آگے سے آئے اور پیچھے سے آئے"۔ پہلے' رسولوں کی طرف کسی قسم کا اشارہ اس لئے نہیں کہ بعد کے رسولوں سے کسی قوم کو کچھ واسطہ نہیں ہو سکتا۔ یہی کثرت آیہ واذکر اخا عاد، اذ انذر قومہ بالاحقاف وقد خلت النذر من بین یدیہ ومن خلفہ (۴۶:۲۱) سے ظاہر ہے یعنی "یاد دلاؤ لوگوں کو قوم عاد کے بھائی کی بابت' جب کہ وہ ریتلے میدانوں میں اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرا رہا تھا در انحالیکہ ڈرانے والے ان کے آگے سے اور پیچھے سے اس سے پیشتر آچکے تھے" یعنی کثرت سے آئے تھے۔ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم (۲۱:۲۸) اور یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بہ علما" (۲۰:۱۱۰) میں اس شے کے علم کی طرف اشارہ ہے جو سامنے ہے اور جو پس پشت ہے نہ اس کی طرف جو پہلے ہے اور بعد میں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس 'فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا" (۷۲:۲۷) میں پیغمبر کے سامنے اور پیچھے پہرہ بٹھانے کا ذکر ہے نہ 'پہلے' اور 'بعد' میں جو بے معنی ہے۔

ان تمام مثالوں سے ظاہر ہے کہ بین یدیہ کے الفاظ بالالتزام "آگے' اور سامنے' کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں نیز یہ کہ بین یدیہ' کی ضد' خلف" ہے جس کے معنے پس پشت کے ہیں اگرچہ خلف ظرف زمانی کے طور پر بھی قرآن میں آیا ہے

(و) ان مثالوں کے علاوہ ایک دو اور قسم کی مثالیں ہیں جن میں 'بین یدی' کے الفاظ بغیر 'خلف' کے استعمال ہوئے ہیں سورہ مجادلہ میں ہے یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ (۵۸:۱۲) یعنی "اے ایمان والو! جب تم رسول خدا سے خلوت میں کچھ بات کرنا چاہو تو اپنی خلوت کے عین بالمقابل (یعنی اسکی تصدیق میں) کوئی (باقی اگلے صفحہ پر)

کے ہر منتہا کے متعلق مکمل اشارات موجود تھے: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ (۱۶: ۸۹) ؎ اس میں طریقۂ فطرت کے مستحکم ضوابط، اور مجتمعات انسانیہ کی حیات وممات کی کیفیات وعلل کا مستقل اور مفصل علم موجود تھا: وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (۷: ۵۲) ؎ اس میں تاریخ مدوجزر اقوام کی بے گماں عبرتیں، اور زوال و استیصال امم کے گراں بہا سبق موجود تھے؛ اس میں دہر پرست اور فطرت نواز یورپ کے لئے انتباہ وعبرت، اور تاریخ قدیم کے مصادر علم وہدایت بھی تھے: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ

ا۔ اور اے پیغمبرؐ ہم نے تم پر ایسا جامع ومانع قانون اتارا ہے جو ہر ضروری شے کی تفصیل اور تسلیم کرنے والی قوم کیلئے ہدایت اور مجسمہ رحمت ہے۔

(۲) اور فی الحقیقت اور بالضرور ہم ان منکرین کی ہدایت کیلئے ایسی کتاب لائے ہیں جس کو ہم نے اپنے علم سے مفصل کردیا ہے اور جو ایمان والوں کیلئے مجسمہ رحمت ہے۔

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۴) نذر پیش کرو" یہاں خلوت کو مجسم فرض کرکے دونوں ہاتھوں میں صدقہ دے دیا گیا ہے لیکن 'پیشتر' کے معنے یہاں بھی ٹھیک نہیں بیٹھتے اگرچہ عملاً" مراد یہی ہے۔ قریب قریب یہی سند وھو الذی یرسل الریح بشرا بین یدی رحمته (۷: ۵۷) اور ومن یرسل الریح بشرا بین یدی رحمته (۲۷: ۶۳) میں ہے رحمت کو مشخص فرض کرلیا ہے اور اس کے دونوں ہاتھوں میں ابر بہار کی بشارت دی ہے۔ اسی طرح یاایها الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسوله واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم (۴۹: ۱) میں خدا کو مشخص فرض کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ خدا کے احکام کی موجودگی میں جو بات کرو دبک کر کرو' اور رسولؐ کے حضور میں کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے بے ادبی مترشح ہو۔ خدا کو ہر دم سمجھتے رہو کہ سمیع و علیم ہے گویا تمہارے سامنے ہر وقت موجود ہے۔ اور جو کہتے اور کرتے ہو جانتا ہے"۔ یہاں بھی بین یدی ظرف مکانی ہے۔ سورہ سبا میں یہی صنعت استشخاص' ہے ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (۳۴: ۴۶) یعنی رسول خدا تو تم لوگوں کو ایک عذاب شدید کے عین آگے آگے ڈرانے والے ہیں" اسی ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو اقوال ہیں جو بین یدی کے ظرف مکانی ہونے کی تائید کرتے ہیں سورہ صف میں ہے واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة (۶۱: ۶) اور علی ہذا القیاس و مصدقا لما بین یدی من التوریة (۳: ۵۰) جو سورہ آل عمران میں ہے یہاں پر ظرف مکانی صاف ہے اگرچہ تصدیق بھی صاف طور پر تورات ہی کی ہے۔

ان سب مثالوں سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم میں بین یدی کے الفاظ کہیں بھی پیشتر کے معنوں میں مستعمل نہیں ہوئے بلکہ ان سے مراد بلا استثنا کسی شے کا 'سامنا' ہی ہے خواہ وہ شے جسم رکھتی ہو یا تمثیل کے طور پر اس کا جسم فرض کرلیا گیا ہو۔ تصدیق الذی بین یدیه کی اس طول وطویل تشریح کا مقصد یہ ہے کہ خدا کی بھیجی ہوئی کتابیں صحیفہ فطرت کی تصدیق کرتی تھیں۔ اور دین خدا دین فطرت تھا جو انسان نے نہیں سمجھا۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ۝ (۲۷: ۷۶-۷۹) کلامِ الٰہی کی عظیم الشان حکمت کا ہر حرف
بنی نوعِ انسان کو جریدۂ فطرت کے محیّر العقول اور لاانتہا مظاہر، اُس کے حیرت انگیز نظم و نسق،
اُس کی تفتیش و تلاش کے افادات، اُس کی ترتیب و جمع کے رموز و اسرار، اُسکی تقدیر و میزان کے
الٰہی مقاصد کی طرف آمادہ غور و خوض کرکے، قانونِ الٰہی اور اوامرِ ربّ العرش کے وہ صحیح اور مستند نتائج
اخذ کر رہا تھا جس کو یورپ کی مادہ پرست دُنیا آج، اپنے تحفظ و قیام کی خاطر، بحرالکاہل کی دہشتناک
گہرائیوں، اور افریقہ کے مہیب جنگلوں کی مخلوق کے مبہم مطالعات میں ٹٹول رہی ہے ا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا
هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ
فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ
لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَالْخَيْلَ
وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ
السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ
الزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ
بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا
اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا
مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ
فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ
اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ

ا۔ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے متعلق ان کے باہمی اختلافات کا اکثر حصہ بیان کرتا ہے (تاکہ ان پر ان کا جرم اور اس کی سزا واضح ہو جائے اور وہ ان اختلافات کو دور کر سکیں) اور بے شک یہ قرآن اس قوم کیلئے جو اس کے دیئے ہوئے حکموں پر مکمل یقین کرکے انکی بجا آوری کرتے ہیں مکمل طور پر ہدایت اور رحمت ایزدی کا مجسمہ ہے۔ بیشک تیرا پروردگار قرآن کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کریگا اور وہ بڑا غالب اور بڑا جاننے والا ہے۔ اس بناء پر (اے پیغمبرؐ!) تو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کردے کیونکہ۔ بیشک تو صاف طور پر راستی پر ہے۔

یہتدون ○ افمن یخلق کمن لا یخلق ؕ افلا تذکرون ○ وان تعدوا نعمۃ
اللہ لا تحصوھا ؕ ان اللہ لغفور رحیم ○ واللہ یعلم ما تسرون وما
تعلنون ○ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون ○
اموات غیر احیاء ۚ وما یشعرون ایان یبعثون ○ الٰھکم الٰہ واحد ۚ
فالذین لا یؤمنون بالاخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون ○ لا جرم ان
اللہ یعلم ما یسرون وما یعلنون ؕ انہ لا یحب المستکبرین ○ واذا قیل
لھم ماذا انزل ربکم قالوا اساطیر الاولین ○ لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم
القیمۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم ؕ الا ساء ما یزرون ○ قد
مکر الذین من قبلھم فاتی اللہ بنیانھم من القواعد فخر علیھم السقف
من فوقھم واتاھم العذاب من حیث لا یشعرون ○ ثم یوم القیمۃ
یخزیھم ویقول این شرکاءی الذین کنتم تشاقون فیھم ؕ قال الذین
اوتوا العلم ان الخزی الیوم والسوء علی الکفرین ○ (۱۶: ۳-۲۷)

(اے لوگو) وہ (فی الحقیقت) خدا (ہی تو) ہے جس نے آسمان وزمین (کے اس عظیم الشان کارخانے) کو برحق پیدا کیا، تو لامحالہ اس کی شان اور پاک ذات اُن تمام چیزوں سے ارفع اور بالاتر ہے جو یہ لوگ اپنے اعمال واشغال میں اس کے ساتھ ہم مقام کرتے رہتے ہیں۔ اُسی نے انسان کو گندے اور ناپاک نطفے سے بنایا اور پھر وہی انسان ہے جو اب کھلم کھلا اسکی مخالفت پرآمادہ ہے۔ اُسی نے چارپایوں کو تمہاری خاطر پیدا کیا اُن کی کھال اور اُون میں تمہارے لئے جاڑے کا لباس ہے، اُن میں تمہارے طرح طرح کے فائدے مدنظر رکھے اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ صبح اور شام دونوں وقت جب تم ان کے ہمراہ آتے ہو یا سوار ہوتے ہو اُن کے باعث تمہاری عزت اور رونق ہے۔ وہ تمہارے بوجھل اسباب اور تجارتی سامان کو اُن دور دراز ملکوں میں لے جاتے ہیں جہاں سخت تکلیف کے بغیر تمہاری پہنچ نہیں ہو سکتی۔ بے شک تمہارا پروردگار تم پر بڑا ہی مہربان اور بڑا ہی شفیق ہے جو (تمہاری سرکشی کے باوجود بھی) یہ لطف وکرم روا رکھتا ہے۔ اسی نے گھوڑے اور خچر اور باربرداری کے گدھے (تمہاری خدمت کے لئے وقف کر) دیئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہارے گھروں کی آرائش ہوں اور ان تمام باتوں سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ اس لا انتہا،

۲۸

مخلوق کا پیدا کرنیوالا بھی ہے جس کا تم کو سرے سے پتہ ہی نہیں۔ (اور دلے لوگو! ان تمام نعمائے الٰہی کو مدنظر رکھ کر، خدا کا بتایا ہوا رستہ تو ایک ہی میانہ روی اور اعتدال کا رستہ ہے ورنہ رستوں میں تو ٹیڑھے اور حدا اعتدال سے بڑھے ہوئے بھی ہیں اور اگر اللہ مناسب سمجھتا تو تم سب کو ان نعمتوں کے صحیح استعمال کے صراط مستقیم پر رکھتا۔ (اے لوگو! تمہیں) اس پاک ذات (کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف ہی تو بلایا جا رہا ہے جس نے تمہارے استعمال کے لئے آسمان سے پانی اُتارا کچھ تو تم پیتے ہو اور کچھ درختوں کی پرورش کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ ہریالی اور سبزہ چارے بھی بالآخر تمہارے ہی کام آتی ہیں۔ اسی پانی سے وہ خدائے ذوالجلال تمہارے لئے کھیتیاں، زیتون کے درخت، کھجور کے عظیم الشان شجر، انگوروں کی بیلیں اور سب قسم کے پھل پیدا کرتا ہے۔ بے شک (خدا کی) اس (حیرت انگیز طلسمکاری) میں سوچنے اور سمجھنے والی قوم کے لئے ایک بلیغ اشارہ موجود ہے۔ اور اے لوگو! اُس (مقتدر ذات) نے (تمہارے ہی نفع و آسائش کی خاطر) رات اور دن کو ایک قاعدے کا پابند کر رکھا ہے بلکہ شمس و قمر (کو بھی اس طرح تمہاری ضروریات کے تابع کر دیا ہے کہ تم ان سے بجد فائدہ حاصل کر سکو) اور ستاروں کی (لاانتہا) مخلوق بھی اُسی کے عالمگیر قانون کے ماتحت مسخر ہے۔ اس تمام حیرت انگیز نظم و نسق میں اُس قوم کے لئے جو عقلمند ہے (اپنی بہبودی اور معرفت خدا کی لاانتہا علامتیں اور) احکام موجود ہیں۔ اور اے لوگو! ان کے ماسوا اور بھی روئے زمین پر لاانتہا رنگا رنگ کی مختلف چیزیں ہیں جو محض تمہارے استعمال اور فائدے کے لئے پیدا کر رکھی ہیں اس کشف حقیقت میں بھی اس قوم کے لئے جو نتیجہ خیز بات پیدا کرتی ہے ایک بڑا سبق موجود ہے۔ اور اے لوگو! وہی پاک ذات تو ہے جس نے دریاؤں کو تمہارا مطیع کر دیا تاکہ تم ان سے تازہ گوشت نکال کر کھاؤ۔ ان میں سے موتی اور سیپ اور پہننے کے آرائشی سامان حاصل کرو۔ اسی سمندر میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی جا رہی ہیں اور سمندر کو اسلئے بھی تمہارے مطیع کر دیا ہے کہ تم لوگ اس سے تجارتی فائدے حاصل کرو اور خدا کی نعمتوں کی سچی قدر کر کے اس کے شکر گذار بنو۔ اور اسی نے زمین پر عظیم الشان پہاڑ ڈال دیئے تاکہ زمین تمہیں لے کر ایک طرف نہ جھک جائے، اور مختلف مواقع پر دریا بہا دئیے اور رستے نکال دئیے کہ راہ پانے میں آسانی ہو۔ اور شناخت کرنے کی اور مختلف علامتیں بھی جا بجا نصب کر دیں اور عقل مند لوگ تو ستاروں کے ذریعے بھی بر و بحر کی ویرانیوں میں راہ معلوم کر لیتے ہیں۔

تو اے وہ لوگو! جو دُنیا کی محبت میں مُنہمک رہ کر اپنے اعمال و اشتغال میں خدائے عظیم کو ماسوا کے ہم مرتبہ کر دیتے ہو کیا وہ جو آپ پیدا کرنے والا ہو اس شے کے برابر ہو سکتا ہے جس میں پیدا کرنے کی اہلیت نہیں ؟ کیا تم اس آسان بات کو نہیں سمجھ سکتے اور ان نعمائے الٰہی کو (جنہیں تم شریکِ خدا کرتے ہو یعنی مال وجان ، اولاد وغیرہ) اگر تم گننا چاہو تو ہرگز نہ گن سکو گے (پھر کس کس کو شریک کرتے رہو گے) ، بیشک اللہ بڑا پردہ پوش اور رحم والا ہے (جو تمہاری اسقدر جسارت کو دیکھ کر بھی تم پر بدستور مہربان ہے) ، لیکن وہ بہرحال تمہارے ظاہری اقرارِ خدا اور در پردہ عبودیتِ ماسوا کو خوب جانتا ہے ۔ اور جن گھوڑوں ، خچروں ، اور اولاد وغیرہ کو تم حاجت روا سمجھکر معبود بنا رہے ہو اور پکارتے ہو وہ تو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ پیدا کیئے گئے ہیں ۔ آہ ! یہ لوگ تو فی الحقیقت مردہ ہیں زندہ نہیں کہے جا سکتے کیونکہ ان میں احساسِ خدا موجود نہیں اور اس بات کو نہیں سمجھتے کہ کب خدا کے حضور میں جوابدِہ ہوں گے ۔ (اے لوگو!) لائقِ ملازمت اور قابلِ اطاعت وہی ایک خدا ہے ۔ تو جن لوگوں کا آخرت (یعنی خدا کے حضور میں کھڑے ہو کر جوابدہ ہونے اور اُخروی فلاح پانے پر) سچا ایمان نہیں اُن کے دل (ان قیود سے) متنفر ہیں اور وہ اپنے آپ (ان باتوں کے ماننے سے بالاتر سمجھتے ہیں بے شک خدا ان کے علانیہ اور جھوٹ موٹ اقرارِ خدا اور در پردہ محبتِ نفس کو خوب جانتا ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔ اور جب اُن سے پُوچھا جاتا ہے کہ خدا نے اپنی لاشریک خبت کے بارے میں کیا احکام اُتارے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ (اجی خدا کے متعلق اتنی باریک بینیاں اور موشگافیاں تو) اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں ۔ (فی الحقیقت تو صرف اتنا ہی ضروری ہے کہ خدا کو مُنہ سے کسی دوسرے کے ساتھ شریک نہ کیا جاوئے) تو ان لوگوں کو چاہیئے کہ قیامت کے دن نہ صرف اپنی ذمہ داری کے سارے بوجھ کو بلکہ اُن لوگوں کے بوجھ کے ایک معتد بہ حصّے کو بھی جن کو وہ جہالت سے اور بے سمجھے بوجھے گمراہ کرتے رہتے ہیں اُٹھانے کے لئے تیار ہو جائیں ۔ تو ذرا غور کرو کہ یہ لوگ کیسا بُرا بوجھ اپنے اوپر لا رہے ہیں ۔ ان سے پہلے بھی لوگوں نے اسی قسم کے مکر وحیل سے اور محض لفظی عبادت سے خدا کو دھوکا دینا چاہا تو اللہ نے بھی ان کی اجتماعی عمارت کو جڑ بنیاد سے ایسا ہلا دیا کہ اُس کی چھت اُن پر دھڑام سے آن گری اور اُن پر اُس طرف سے عذاب آیا جس طرف سے ان کو سان گمان نہ تھا ۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ روزِ قیامت کو خدا ان کو اَور بھی ذلیل کرے گا اور

کہے گا کہ آج تمہارے وہ معبود کدھر ہیں جن کے باعث تم ہم سے اس قدر پھڑے پھڑا
کرتے تھے۔ تو وہ لوگ جن کو احکامِ خدا سمجھنے کا سچا علم دیا گیا تھا کہیں گے کہ آج کے دن
رسوائی اور فضیحت انہی در پردہ کافروں کا حصہ ہے۔

لیکن کارگاہ فطرت کے مظاہر کی طرف یہ حیرت انگیز تحریص و ترغیب، جس کا مآلِ کار مسلمانانِ عالم میں مطالعہ فطرت کا شغف، استعدادِ غور و فکر، اہلیتِ تعبیر و تذکیر پیدا کر کے ان کو صحیح احساسِ خُدا کے ساتھ ساتھ علمی ترقی کے انتہائی منازل پر پہنچانا تھا (غور کرو سورہ نحل کے تین بار بار کہے ہوئے الفاظ پر اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (۱۱:۱۶)۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (۱۲:۱۶)۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ (۱۳:۱۶)☆، جس کا آماجگاہِ نظر فاطرِ ارض و سما کے حیرت افزا اعجوبات اور لاانتہا مظاہرات سے براہ راست شناسا کر کے، ان میں معرفتِ خدا کا لازوال اضطراب، قادرِ مطلق کی طاقت کا غیر متزلزل یقین، اور ایمان کا آسمان سیر شعلہ قائم رکھنا تھا، حکمتِ قرآن، اس کے مخازنِ علم و فن، اور وسائلِ تلاش و تفتیش پر ایک مستقل اور طویل بحث ہے جو بعد میں کی جائے گی، سرِ دست اس صحبت میں اس بے نظیر کتاب کے اوامر و نواہی مواعظ و حِکَم پر ایک عمیق نظر ڈال کر یہ بتلانا درکار ہے کہ شارعِ اسلام نے جماعت کی تاسیس و ترتیب کے علاوہ، اس کی حفاظت اور تقویت بھی فطرت کے کن عالمگیر اصول کی بنا پر کی، انسان کی حیوانی اور ملکوتی دونوں حیثیات کو ملحوظ نظر رکھ کر، فطرت کے صحیح اندازوں کو کس طرح صاف صاف الگ کر دکھایا۔ بشری اور حیوانی فطرتوں میں ایک مابہ الامتیاز فرق تسلیم کر کے، کلامِ الٰہی کو کن معنوں میں کتابِ طبیعت کا صحیح مستنبط ثابت کر دیا، اقلیم نہی کی کس حکمت آمیز طریقوں سے تحدید و تخطیط کی، خُدائے برتر کی حکومت، اور قانونِ فطرت کے غلبہ کو دل نشین کر کے، انسانی تدبیر و تجویز کو وسیع معنوں میں برقرار رکھا، اُس کے عز و شرف میں کچھ کمی نہ ہونے دی۔ اُس کے

☆ ترجمہ: فطرت کے اس مظہر میں اس قوم (یعنی گروہ انسانی) کیلئے جو (۱) سوچ بچار کرتی ہے' (۲) تعقل (یعنی سمجھنے کی کوشش کرتی ہے' (۳) نصیحت اخذ کرتی ہے' ضرور ایک اشارہ (یعنی معلومات کی طرف رہنمائی) موجود ہے۔

حلقۂ عمل میں بالطبع آزادی کی وسعت، اور شرافت خلق کی بزرگی پیدا کردی۔ قرآن حکیم نے توحید کے نقطۂ یقین کے گرداگرد پرکارِ عمل کو کس خوش اسلوبی سے رواں کیا۔ شرک اور کفر کی فی زمانہ رسمی اور مذہبی، بے نتیجہ اور بے اثر مصطلحات کو کن وسیع اور حکیمانہ معنوں میں استعمال کر کے، ہیئت انسانی کے قیام و بقا کے اصول عیاں کر دیئے۔ عبادت، فلاح، تقوی، صبر، توکل کی الحال مسخ و محرف لغات کو کس حیرت انگیز صحت، حزم اور تطابق سے جابجا استعمال کر کے، کلام الٰہی کی آیات کو حشو و بلاغت، عدم تسلسل اور قافیہ بندی کے بدنما عیوب سے پاک کر دیا۔ ظلم، جرم، مکر، ضلالت، فسق کی قدرے نامانوس اور غیر مستعمل اصطلاحات میں زوال و فنائے اقوام کے کیا عظیم الشان بھید منکشف کر دیئے جن پر آج فطرت نہایت درشتی سے عمل کر رہی ہے؟ 'ایمان' کے کیا حیرت انگیز لازمات قائم کئے؟ 'عملِ صالح' اور 'صلاح' کی کیا عجیب و غریب شرطیں قائم کیں؟ الغرض انسانی جماعت میں حفظِ نفس، وسعت، اقتدار اور غلبے کے حیوانی عوائد کے ساتھ ساتھ رِفق و تسامح، رحم و عدل، نکوکاری اور حسن معاملت، صدقِ قول اور ایفائے عہد، پاکیزگیٔ اخلاق اور نسلی مساوات کے ملکوتی صفات شامل کر کے، یورپ کے بہائمی اصول تہذیب و عمران کو کسقدر ضعیف، ناقص اور ناقابلِ التفات کر دیا!

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ
الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (۱۷:۹)

بے شک یہ قرآن عظیم اپنے عاملوں کو اُس راہ کی طرف لیجاتا ہے جو سب سے زیادہ قیام آفریں ہے اور اُن صاحب ایمان لوگوں کو جو صالح العمل ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لئے اس دُنیا میں بڑا اجر ہے۔

قرآن حکیم کا مطالعہ اگر آج کا مسلمان ان خصوصیات کو پیش نظر رکھکر کرے گا اور بعد ازاں ان آیات کو چوم کر رکھ دینا نہیں، بلکہ اُن پر ہاتھ اور پاؤں کا عمل پیدا کر کے غلبہ اسلام کی نیت سے آگے بڑھے گا تو آج سے ہی مسلمان کی بگڑی بن جانی شروع ہو جائے گی۔

وحدت امت

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ (۲۳:۵۲)

اے بنی نوع انسان! بے شک اور بالتحقیق یہ تمہارا گروہ ایک واحد گروہ ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں' اس لئے مجھ ہی سے ڈر کر امت واحدہ بنے رہو۔

ماہیت اسلام، اور قرونِ اولیٰ کے مومنوں کی کیفیتِ ایمان پر ایک متجسس اور نتیجہ برآر نظر ڈالنے سے یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ دین اسلام کا اساسی مطمحِ نظر، سب انسانی جماعت کو توحید کے مطلق اور مشترک نصب العین پر قائم کر کے ان کو متفق الغرض، اور متحد العمل کر دینا تھا۔ صانع فطرت کی نگاہ میں انسان کے پیدا کرنے کی اصلی غرض و غایت وحدتِ اُمّت ہی تھی' یہی اتحادِ غرض اور اتفاقِ عمل، یہ اعلائے خُدا اور اجماعِ نوع، انسان کی صحیح معنوں میں "خدمتِ خدا اور عبادت" تھے۔ اسی ائتلافِ امّت میں بنی نوع انسان کے اجتماعی ارتقا و استحکام کا راز مضمر تھا' اور اسی قوت و استقامت میں مجتمعاتِ انسانی کی معاشری بہتری پیشِ نظر تھی' یہی وحدت نصب العین فی الحقیقت بنی نوع انسان کی نظری اور عملی تقدم کی وہ خشتِ اوّل تھی جس پر رفتہ رفتہ انسانی بہبودی کی تعمیر و مداومت کا سب دار و مدار مقصود تھا۔ کلام الٰہی نے نہ صرف بنی نوع انسان کے باہمی اختلافِ غایات، داخلی تباینِ اغراض، اور بین الملّی تفریق و تجرید کو فساد فی الارض کا لقب دے کر زوالِ اُمم کا اصلی سبب قرار دیا بلکہ واشگاف الفاظ میں انسان کے پیدا کرنے کی غرض و غایت وحدتِ اُمّت قرار دے کر کہا کہ رحمتِ خُدا کی سچی مستحق وہی اُمّت ہے جس کے افراد کے سب مساعی اُسے ایک نصب العین کی طرف لئے جا رہے ہوں۔ اگر بنی نوع انسان نے اپنی خود رائی کے باعث ایک مشترک نہایت کا تتبع، ایک عالمگیر قانون کی پیروی، اور ایک لازوال صداقت کو تسلیم نہ کیا، اور اپنے مقاصد میں منتشر السعی اور مختلف العمل رہے تو جنگ و جدل، نزاع و مزاحمت، خوف و حزن

کا جہنم ایک مدت مدید تک اُن کا حصّہ ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ (۱۱: ۱۱۸-۱۱۹)۔

اُے محمدؐ! اگر تمہارا پروردگار مناسب سمجھتا تو بنی نوع انسان کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن یہ انسان ہی ہیں جو بات بات پر اختلاف پیدا کر کے اپنے قویٰ کو تباہ کرتے رہتے ہیں۔ ماسوا اُن کے جن پر تیرے پروردگار نے اتفاق کا صحیح راہِ عمل دکھا کر اپنا رحم کیا۔ اور فی الحقیقت ہم نے انسان کو پیدا ہی اِس غرض کے لئے کیا تھا کہ وہ سب سب آپس میں مل جُل کر رہیں۔ اور اگر یہ نہ ہُوا تو میرے پروردگار کا قول لامحالہ پُورا ہو کر رہے گا کہ ضرور بالضرور میں جن و انس سب کو جہنم میں بھر کر رہُوں گا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (۵۱: ۵۶)۔

اور ہم نے جن و انس کو پیدا ہی نہیں کیا تھا مگر اِس لئے کہ وہ ہماری ہی نوکری اختیار کریں (اور کسی دُوسرے حاکم کے تابع نہ ہوں)۔

فطرت کے اِس لازوال عالم آرا اور محکم قانون کو مدِ نظر رکھکر، حفظ جماعت کا سب سے مقدم اور اوّلین اصُول، جو شارعؐ طبیعت نے تقویت اسلام اور غلبہ دین کی خاطر احکام شریعت میں داخل کر دیا یہ تھا کہ جماعت کے اپنے اعضا میں قطعاً کوئی اختلاف و انتشار پیدا نہ ہو۔ اِس بنا پر ہر مسلمان کی روئے زمین کے سب مسلمانوں سے کامل مصالحت ایمان کی لازمی شرط ٹھہرا دی: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝[1] (۸: ۱)۔ اِس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے مومن پر خُدا و رسُول کے مقرر شدہ احکام و ہدایات کی متابعت کے بعد، اطاعتِ امیر قصداً اور حتماً لازم کر دی، اور وقتی اور مصلحتی احکام کی تعمیل میں مومن کو اسقدر قربانی، اس قدر تحمّل اور اپنے پر اس قدر

۱۔ تو اے مسلمانو! اگر تم ایمان والے ہو تو اس احکم الحاکمین سے ڈرتے رہا کرو، اور آپس میں کامل مصالحت اور اتفاق سے رہو کیونکہ خدا کا سچا ڈر یہی ہے۔ اور اللہ کے احکام کی ہمہ تن تعمیل کرو اور اس کے علاوہ رسول خدا بھی جس کام کے لئے بالمشافہ حکم دیں "فوراً" کرو۔

جبر کرنے کے لئے حکم دیا کہ جو شے بھی فریقین، یا صاحب امر اور رعیت کے درمیان بنائے نزاع ہو اس کا معاملہ خدا اور رسول پر سردست اس خیال سے چھوڑ دیا جائے کہ روز جزا کو اس کا مرافعہ خدا کی جناب، اور رسول کریم کی وکالت میں بہترین طریقے پر پیش ہوگا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۠ (۵۹:۴)[ا] یہی کامل موانست اور اتفاق، یہی بلا حیل و حجت تسلیم و عمل،

ا۔ اے ایمان والو! اللہ کے احکام کی ہمہ تن تعمیل کرو' رسول خدا کے حکم کو بھی بے چون و چرا مانا کرو اور تمہاری جماعت پر جو شخص تم میں سے سردار بنایا جائے اس کی بھی بے حیل و حجت اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی امر کے متعلق تم میں اور سردار جماعت میں یا تمہارے آپس میں نزاع پیدا ہو جائے تو فورا" اس نزاع کو اپنے سے بہتر حکم یعنی خدا اور رسول کے سپرد کردو اور اپنے سردار کی اطاعت پر بدستور جمے رہو اگر تم کو فی الواقع خدا پر سچا ایمان ہے اور روز قیامت کے واقع ہونے پر دل سے یقین ہے۔ یہی ترکیب فریقین کے حق میں بہتر ہے اور تم کو باہمی تفریق سے بچانے کی یہی بہترین صورت اور اچھے سے اچھا تہہ تک پہنچنا ہے "واحسن تاویلا" O۔

☆ میرے نزدیک اس آیہ جلیلہ کی جس کے مطالب میں (منکم کے نفرت انگیز اختلاف سے قطع نظر) آج اسقدر افسوسناک اور تفرقہ انداز نزاع قائم ہو گیا ہے یہی ایک امن افزا تشریح ہو سکتی ہے جو اوپر کی گئی۔ اطاعت رسول سے اتباع احادیث کا مسئلہ گھڑ لینا اور رد الی اللہ والرسول سے رجوع الی القرآن والحدیث مراد لینا حیرت انگیز اختراع بلکہ اذ اشد فساد کی بنیاد ہے اور پھر اس صورت میں یوم آخر کی شرط مقرر کرنے کی کوئی توجیہہ نظر نہیں آتی اور ذالک خیر واحسن تاویلا بے معنی ہو جاتا ہے۔ یقین اس کی یہ وجہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں کامل دو سو برس تک احادیث کی تدوین نہ ہوئی اور کوئی ایسی مستقل اور مستند کتاب نہ تھی جس سے احکام رسول کریم اخذ ہو سکتے۔ درحقیقت اس آیہ کریمہ میں رسول خدا کے ان بالمشافہ احکام کا ذکر ہے جو وہ وقتا" فوقتا" رہنما اور امیر جماعت کی حیثیت میں امت کو دیتے رہے۔ یہی بات اگلی آیات سے جو اطاعت کے متعلق ہیں واضح تر ہو جاتی ہے۔ نیز ان آیات سے جو صفحہ ۳۳ پر نقل ہوئیں۔ رسول خدا کے بعد اطیعوا الرسول کا مقام خلفائے راشدینؓ کو ہی مل سکتا ہے یا اس شخص واحد کو جو مسلمانان عالم کی جماعت کا امیر انہی معنوں میں مقرر ہو۔ اور اولوالامر اس صورت میں وہ حکام اور عامل ہیں جو خلیفۃالرسول مسلمانوں کے گروہ پر مقرر کریں۔ اطاعت اولوالامر ہر صورت میں فرض ہے۔ اس نہایت شاذ صورت میں کہ کوئی امیر عمدا" احکام خدا کے برخلاف عام حکم دے خلیفۃالرسول کا فرض ہے (نہ کہ عام مسلمانوں کا) کہ اس سے فورا" مواخذہ کرے یا اس کو برطرف کر دے۔ مگر امیر کے احکام کی تعمیل سے جب تک وہ امیر ہے ایک مومن کو کسی حال میں مفر نہیں۔ اسلام کا نصب العین تنظیم جماعت ہے اور اطاعت امیر اس نظم و نسق کا رکن رکین اس استثنائی صورت میں کہ امیر قابل اعتراض ثابت ہو جائے امت کو چاہئے کہ یکجان و یک زبان ہو کر اس کو معزول کر دینے کی درخواست خلیفۃالرسول سے کرے مگر سردست اس کی اطاعت سے منحرف ہو جانا وہ فتنہ و شر کی صورت پیدا کرنا ہے جس کا نتیجہ موت و تفریق کے سوا کچھ نہیں۔ آج اسی شوق فساد کے باعث مسلمانان عالم کی نہ جماعت ہی باقی رہی ہے نہ امیر نہ امر امیر رہا ہے نہ اطاعت۔ تاہم یمن کی چادروں والا قصہ زبان زد عوام اس قدر ہے کہ اس منافق اور ننگ اسلام اعرابی کے فعل کو جس نے فاروق اعظمؓ کی دیانت پر دھبا لگانا چاہا تھا سند مان کر ہر مسلمان شوق سے دوسرے مسلمان کی دیانت پر نکتہ چینی کرنے

(باقی اگلے صفحہ پر)

تقویٰ کا صحیح مفہوم اور رحمتِ خدا کے صحیح محرک تھے، : اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ؀ (۴۹: ۱۰)۔ خدائے بے نیاز نے ایمان کی شرطِ اول، مقامِ خدا کا صحیح خوف بلکہ عبادتِ ربّ کا صحیح احساس بھی امیرِ جماعت کی غیر مشروط اطاعت اور امّت کی کُلّی اور دائمی مصالحت پر محمول کر دیا تھا، سب اُمّت کو ایک نظامِ عمل کے ماتحت قرار دے کر، فیروزمندی کا راز اطاعت اور اخوت کے دو عظیم الشان اعمال ہیں، اور ایمان اور صلاحیتِ عمل کی تشریح تسلیم اور مصالحت کے دو جملوں میں ادا کر دی!

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ؀ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ؀ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ؀ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ؀ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؀ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ؀ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؀ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ؀ (۲۴: ۴۷- ۵۴)۔

یہ لوگ مُنہ سے تو بلاشبہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور رسُول کو رسُول

(۱) بے شک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں کے درمیان مصالحت بڑھاؤ اور اللہ کی ناراضگی سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمتِ خدا نازل ہو۔

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۳۴) کا دم بھرتا ہے گویا امیرِ جماعت کو بددیانت ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور اس کے متعلق طرح طرح کے شکوک پھیلانے کی تجویزیں کرنا بھی داخلِ مسلمانی ہے: یاایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (۴۹: ۱۲) اطاعتِ امیر ہی وہ شے ہے کہ اگر مسلمانانِ عالم میں آج بھی صحیح معنوں میں قائم ہو جائے اور اس کا عمل ادنیٰ سے ادنیٰ امیر سے لیکر بڑے سے بڑے امیر تک مطلق ہو جائے تو ان کی بگڑی کے بن جانے میں آج بھی کچھ دیر نہیں لگتی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس آیہ کریمہ کے مطالب پر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور کسی کے کہنے پر نہ چلیں۔

مان لیا اور ہم نے اطاعت کی لیکن پھر اس قول کے بعد معاً ہی ان میں کا ایک گروہ خدا کے احکام سے اور رسولؐ کے کہے سے روگردانی کرتا ہے تو ایسے لوگ قطعاً ایمان والے ہی نہیں۔ اور جب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول خدا کے پاس چلو تاکہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کردے کہ کون کون خدا کے احکام اور رسول کا کہا درحقیقت مانتا ہے اور کون اُن کی اطاعت سے منحرف ہے☆ تو اُن میں کا ایک گروہ یکدم اسمبات سے گریز کرتا ہے حالانکہ اگر وہ حق بجانب ہوتے تو معاً رسول کی طرف اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لئے کان دبائے ہوئے چلے آتے۔ کیا ان لوگوں کے دلوں میں منافقت کی کوئی مرض لگی ہے (جو منہ سے کچھ کہتے ہیں اور دراصل کچھ اور ہیں) یا کیا یہ بھی شک میں پڑے ہیں اور جو نہیں فیصلہ کرسکتے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ یا کیا ابھی اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ اگر یکسو ہوگئے اور ہمہ تن خدا و رسول کے ہو رہے تو اللہ اور اللہ کا رسول کہیں اپنے احکام کے متعلق ناروا سختی نہ کرے جس کے وہ متحمل نہ ہوسکیں۔ آہ نہیں اللہ قطعاً ظلم نہیں کرتا بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں (اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں)۔ ایمان والوں کو جب کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول خدا کی طرف چلیں تاکہ وہ اُن کے جھوٹے اور سچے ایمان کا ان کے درمیان فیصلہ کردے، تو وہ یہی کہتے ہیں کہ بہت اچھا چلو ہم اس پر رضامند ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص نے اللہ کے احکام کی دل وجان سے تعمیل کی اور رسول کا کہا بسر وچشم مانا اور جو اللہ سے ہر دم ڈرتا رہا اور اس کی نارضامندی سے حتی الوسع بچتا رہا تو یہی وہ لوگ ہیں جو دراصل فائز المرام ہونگے۔ اور اے پیغمبر! یہ نیم وسے اور نفاق ڈالنے والے مسلمان اللہ کی بڑی پکی پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تو آپ کے ایسے فرمان بردار ہیں کہ اگر آپ حکم دیں تو بلا عذر گھر بار سب کچھ

☆ لیحکم بینھم' میں جس کا صحیح ترجمہ ہم نے اوپر کر دیا ہے مسلمانوں کے کسی خانگی نزاع یا باہمی فساد کی طرف اشارہ نہیں جیساکہ بعض مفسرین نے غلط سمجھا ہے۔ فیصلہ صرف ایمان اور عدم ایمان کے متعلق ہے اور سیاق عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے۔ سورہ اعراف میں بھی اسی قطع کے فیصلے کی طرف اشارہ ہے۔

وان کان طائفۃ منکم آمنوا بالذی ارسلت بہ وطایفۃ لم یومنوا فاصبروا حتی یحکم اللہ بیننا وھو خیر الحکمین (۸۷:۷)

اور اگر تم لوگوں میں سے ایک گروہ کو ان احکام خدا پر جن کے منوانے کیلئے میں مقرر کیا گیا ہوں پورا ایمان ہو اور دوسرے کو ایمان نہ ہو تو ذرا انتظار کرو حتی کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ کردے کہ ہم میں سے کون راہ راست پر ہے (ہمیں تم پر غالب کردے اور تمہارا استیاناس کردے) اور وہی درحقیقت بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

چھوڑ نکل کھڑے ہوں۔ ان کو کہہ دو قسمیں نہ کھاؤ تمہاری قسموں کی ضرورت نہیں۔ طاعت ایک معروف عمل ہے اس کو ہر ایک جانتا ہے۔ ان فضول دنیا سازی کی باتوں یا زبانی جمع خرچ سے طاعت نہیں ہو سکتی اور اللہ تو تمہارے اعمال سے ذرہ ذرہ واقف ہے۔ انہیں کہہ دو کہ باتیں بنانی چھوڑ دو اور سچے دل سے احکام خدا کی اطاعت کرو۔ رسول کا کہا بطیبِ خاطر مانو پھر اگر روگردانی کرو گے تو جو ذمہ داری رسول پر ہے اس کا وہ جوابدہ ہے اور جو بوجھ تم اپنے پر لاد رہے ہو اس کی عقوبت تم بھگتو گے اور اگر تم رسول کے کہے پر چلو گے تو راہ پر جا لگو گے اور رسول خدا کے ذمے تو صرف یہی ہے کہ جو کہنا ہے صاف طور پر کہہ دے اور بس۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۙ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (۴: ۸۰-۸۱)۔

جس نے رسول کے کہے کی تعمیل کی اس نے گویا خدا کا حکم مانا اور جس نے روگردانی کی تو (وہ اس کی سزا آپ بھگتے گا۔ اے پیغمبر تمہارا کام کہ دینا ہے اور بس کیونکہ) ہم نے تم کو کچھ ان لوگوں کا چوکیدار بنا کر نہیں بھیجا۔ یہ لوگ منہ سے تو بیشک طاعت طاعت پکارتے رہتے ہیں لیکن جب تمہارے پاس سے اٹھ کر باہر نکلتے ہیں تو معاً ان میں ہی کا ایک (مفسدہ پرواز) گروہ نہایت اعتنا و اہتمام سے راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر تمہارے حکموں کے خلاف مشورے کرتا ہے۔ جو جو سازشیں یہ تمہارے برخلاف راتیں کاٹ کاٹ کر کرتے ہیں اللہ لکھتا جاتا ہے۔ تو تم ان سے الگ ہو جاؤ (اور کوئی کام کرنے کے لئے بھی نہ کہو) اللہ پر بھروسہ رکھو وہی تمہارا کارساز بس ہے۔

شارع اسلام نے صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں مسلمانان عالم کو بار بار، اور دردناک سزائیں یاد دلا کر صاف طور پر یہ سمجھا دیا تھا کہ خدائے واحد کا صحیح معنوں میں **تقوی**، **ایمان** کا سچا مفہوم، اور حقیقی **عبادت** یہ ہے کہ اس امت واحدہ کے کسی عضو میں نظری یا اعتقادی، عملی یا اجتماعی کسی حیثیت سے، تمدن و عروج کے کسی مرحلے میں تفریق نہ ہونے پائے!

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ

بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ۝ (۲۳: ۵۲-۵۶)۔

اور (دیکھنا اے مسلمانو!) بالتحقیق یہ تمہاری جماعت (میری سرکردگی میں) ایک اُمت واحد ہے اور میں تمہارا (سرداری نہیں بلکہ) پروردگار ہوں پس میرے مقام و منصب کا سچا خوف دل میں ہر دم رکھ کر ایک اُمت بنے رہو۔ (آہ!) لیکن (خدا کا خوف اُن لوگوں سے زائل ہو گیا اور) آپس میں پھوٹ پیدا کرکے ہر ایک نے اپنا اپنا مسلک جُدا کرلیا۔ اب ہر فرقہ اپنی اپنی بات پر خوش ہے۔ تو ان سب کو غفلت میں پڑا رہنے دو یہاں تک کہ امرِ الٰہی اُن کے اُس گناہ عظیم کی پاداش میں سب کا فیصلہ کردے۔ کیا لوگ اس زعم میں ہیں کہ ہم دولت اور کثرتِ جماعت سے ان کی امداد کئے چلے جا رہے ہیں اور اچھی اچھی چیزیں ان کو جلد جلد دے رہے ہیں۔ افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اس میں بھی ایک راز ہے ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اس آسائش میں ہم کو کہاں تک یاد رکھتے ہیں۔

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۝ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ۝ فَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ۝ وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ (۲۱: ۹۲-۹۵)۔

(اے لوگو! دیکھنا) یہ تمہاری اُمت ایک اُمت واحدہ ہی ہے اور میں تمہارا (امیر جماعت ہی نہیں بلکہ) پروردگار ہوں تو تم میری ہی ملازمت اختیار کرکے ایک اُمت بنے رہو۔ (آہ!) لیکن (خدائے واحد کی خالص عبودیت کا عزم اُن کے دلوں سے محو ہو گیا اور) انہوں نے آپس میں اپنے معاملے جُدا کرلئے۔ (تو ذرا انتظار کرو) ان سب کو ایک ایک دن ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے (ہم ان کو ان کی تفریق کا پورا مزا اُس دن چکھا دیں گے جس دن یہ اپنی ناطاقتی اور ضعف کے باعث ہمارے حضور میں گڑگڑائیں گے)۔ تو جس شخص نے (اس اُمت کی وحدت برقرار رکھنے میں کچھ کسر نہ اٹھا رکھی اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مناسب عمل کیا اور اپنے ایمان کو متزلزل نہ ہونے دیا اس کی سعی ہرگز اکارت نہ ہوگی اور ہم اُس کو جزا دینے کے لئے لکھتے جاتے ہیں۔ اور یہ بات تو قطعی طور پر طے شدہ

ہے کہ جس بستی یا قوم کو ہم نے ایک دفعہ ہلاک کر دیا اور اس کی تمام قوت اور عظمت کو برباد کر دیا) اس کا پھر زندہ ہوجانا ناممکن ہے۔ (اس لئے سعی بھی اگر بروقت ہو تو مفید ہو سکے گی)۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ○ (۹:۴۹)

اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں کسی معاملے کے متعلق (غلطی سے) قتال کریں تو اے مومنو! اُن کی صلح کرا دو۔ پھر اگر (باوجود اس سعی کے) ایک گروہ دُوسرے پر زیادتی کرے تو جو گروہ سرکشی کرتا ہے اس سے جنگ کرو (کیونکہ وہ فساد کرنے کے باعث تمہاری ساری جماعت کا دشمن ہے) جب تک کہ وہ پھر حکمِ خدا کا پابند ہوجائے۔ پھر جب رجوع کر آئے تو فریقین میں انصاف کو مدِنظر رکھکر صلح صفائی کرا دو۔ اور دیکھو انصاف کو پُورے طور پر پیشِ نظر رکھو (تاکہ تمہاری صلح بھی پائیدار ہو اور فریقین میں سے کسی کو دل میں کپٹ رکھنے کی بھی گنجائش نہ رہے) اور اللہ تو درحقیقت انصاف کو ملحوظِ نظر رکھنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔

یہی عالمگیر اخوّت اسلامی جماعت کی استقامت، اور اس کے سیاسی اور ملّی اقتدار کی قطعی محافظ تھی۔ اسی حیثیت کو مذہب کا جزو لاینفک قرار دینا دینِ اسلام کا امتیازی نشان ہے۔ کلامِ الٰہی نے جو اہم ذمہ داری التزامِ جماعت کے متعلق ہر مسلمان پر عائد کی تھی اسقدر اہم ہے کہ کوئی متنفس بھی اس سے کسی حالت میں عہدہ برآ ہو نہیں سکتا۔ جس شخص یا گروہ نے بالواسطہ یا بلاواسطہ اسلام کی متحدہ جماعت میں کسی طریق سے رخنہ اندازی کی، وہ یک قلم دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا! اس کا معاملہ عذابِ الٰہی پر چھوڑ دیا گیا، اور اس سے تمام جماعت اور اس کے سردار کا فوری مقاطعہ لازمی کر دیا!

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا[*] لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى

* بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ قرآن میں کانوا شیعا کے الفاظ ہو کر اور گروہ در گروہ بن جانے والی قوم کے متعلق جہنم کا عذاب جان کر بھی پیروانِ علیؓ نے اپنا نام "شیعہ" رکھا ہوا ہے اور اس نام کے متعلق ذرا سی جھجک محسوس نہیں کرتے!

اللہ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ○ (۶:۱۶۰)۔

جن لوگوں نے اپنے دین کے اندر اختلاف پیدا کر کے تفرقہ ڈالا اور کئی گروہ بن گئے تو اُے محمدؐ! تم ہرگز کسی بات میں اُن کے نہیں ہو ان کا معاملہ صرف اللہ پر ہے (وہ آپ اُن سے نپٹ لے گا) اور روز حساب کو اُن کو (اچھی طرح) بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔

تفریق دین

اس 'تفریق دین' سے شارع مذہب کی مراد، اقوام عالم کے اعتقادی تفرقے سے قطع نظر، اسلام کا داخلی اور اجتماعی تفرقہ بھی تھا۔ فطرتِ انسان کا یہ الٰہی مذہب اور خدائے جل و علی کا فطری مسلک عمل، اس امر کا متحمل ہو نہیں سکتا تھا کہ عقائد کی تعیین، اور اصول مذہب کی تکمیل کے بعد، اسلام کے افراد میں ذاتی، فرعی، یا اجتماعی معاملات کے متعلق وجہ اختلاف پیدا ہو کر، ضعفِ اُمت کا باعث ہو۔ اسی حکمت کو ملحوظ نظر رکھ کر اس نے باہمی امن و صلح کو لازمۂ ایمان قرار دے دیا تھا: قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ وَلَا تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَھَا عِوَجًا وَاذْکُرُوْٓا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَّرَکُمْ وَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ ○ (۷:۸۵-۸۶)؛ نہیں بلکہ فرقہ بندی اور فساد کو خدائے واحد کے صریح شرک پر محمول کر کے، نفاق ڈالنے والوں کو مشرک

اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس غیر مشکوک اور واضح حکم پہنچ چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ (خوف خدا دل میں ہر وقت رکھ کر) اپنے پیمانوں کو پورا ماپا کرو' اپنے ترازوؤں سے پورا تول کر دیا کرو' اور لوگوں کو ان کی چیزیں بھی جو وہ خریدتے ہیں دھوکے سے کم نہ دیا کرو اور امن و امان ہوئے پیچھے ملک میں فساد نہ کرو اگر تم فی الحقیقت خدا پر ایمان رکھتے ہو اور تم جو لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے سے روکتے رہتے ہو اور اللہ کے احکام ماننے والوں کو ان کی تعمیل کرنے پر ٹوکتے ہو اور راہ خدا میں کوئی نہ کوئی نقص ثابت کرنے کے درپے رہتے ہو تو ایسا مت کرو اور اس بات کو سوچو کہ تم اس دنیا میں کمزور اور قلیل التعداد تھے پھر (اللہ کی راہ پر چلنے کے باعث) اس نے (تم کو زبردست اور) تمہاری جماعت کو کثیر کر دیا اور اس پر بھی دھیان کرو کہ قانون خدا میں خلل ڈالنے والوں کا انجام کیسا برا ہوا (کہ وہ ہلاک کر دئے گئے) (یہاں عاقبت کا لفظ آیا ہے جو مسلمانوں نے روز قیامت کیلئے مخصوص کر رکھا ہے۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی یا بری عاقبت اس دنیا میں بھی ہوتی ہے)

کے خوفناک لقب سے یاد کیا تھا، مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ (۳۰: ۳۱-۳۲)[۱] آج یہی فتنہ وفساد، یہی گھر گھر کا نیا مذہب، یہی ڈیڑھ اینٹ کی جُدا مسجدیں، یہی خانہ جنگیاں اور فرقہ آرائیاں، یہی دلوں کے غضبناک حسد، اور سینوں کی المناک کدورتیں، جو کلامِ الٰہی کی پُر مغز حکمت کی رو سے تقویٰ کی صریح ضد، عبودیت کے قطعی منافی، اور مسلمان کے صحیح معنوں میں مومن ہونے کی حتمی نقیض تھیں، جن کا ایک مسلمان کے دل میں ہونا، قرآن کی رو سے خُدا کی علانیہ بے خوفی، اس کی غلامی سے آشکارا سرکشی اور اس پر ایمان رکھنے سے کھلے انحراف کے مرادف ہے، جو کتاب خُدا کی حُجت بالغہ کے مطابق انسان میں نفس پرستی اور خود غرضی، تحقیرِ خُدا اور غیرت ماسوا پیدا کر کے حقیقی شرک کا باعث ہُوا کرتی تھیں، یہی اجتماعی مرض الموت کے پوشیدہ جراثیم مسلمانوں کی آغوش قلوب میں کئی قرنوں سے نہایت اطمینان کے ساتھ پرورش پا رہے ہیں مگر اُن کے دعوئے عبودیت و اتقا، ان کے ادعائے اسلام و ایمان میں یک سر مو فرق آتا ہُوا نظر نہیں آتا! انہیں آج اس چودہویں صدی کی مروجہ لُغت، اور مسخ مصطلحات کی گرم بازاری میں مُشرک قرار دینا کس قدر دشوار ہے! آج وہ سب اُمتیں جو اپنے اتحادِ عمل اور زورِ اخوت سے، جذبہ قومیت اور حُبِ عباد سے، خونِ حمیت کے جوش اور قوم پروری کے بے نظیر وصف سے ترقی کے انتہائی اوج پر پہنچ رہی ہیں، مسلمانوں کے طریق تخیل اور تسمیہ کے مطابق 'مشرک' اور 'کافر' ہیں، ان کو قیامت کے دن ان کے اتفاق و اتحاد کی پاداش میں، اُن کی سرفروشانہ خدمت قوم کے عوض میں، اُن کے آپس میں برادرانہ برتاؤ کے جرم

۱۔ (اے لوگو! اسی احکم الحاکمین اور خدائے واحد کو اپنا آقا سمجھ کر ہر معاملے میں) اسی کی طرف کامل رجوع کرو، خوف خدا ہر وقت دل میں رکھ کر (اس کی ناراضگی سے بچتے رہو) (اتلاف امت اور مصالحت کو مد نظر رکھ کر) نماز پر قائم رہو اور دیکھو ان تفرقہ انداز لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے احکام خدا کے بارے میں آپس میں اختلاف رائے کر کے ایک خدا کے ساتھ کئی اور خدا شریک کر دیئے۔ ایک ہی مذہب عمل کو مختلف پیرایوں اور مختلف معانی میں لے کر فرقہ بندیاں کیں اور پھر مختلف گروہ بن گئے۔ اب ہر ایک اپنی اپنی بات پر خوش ہے۔ (ہر ایک کا خدا جدا ہے اور کوئی ایک دوسرے کے ساتھ متفق العمل نہیں)۔

میں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا، ان کا ظاہری عزّوجاہ، اور دُنیاوی تزک و احتشام ایک بے حقیقت نمائش اور موجِ سراب ہے، شیطانی مکر وحیل کا متاعِ غرور، اور ابلیسانہ ہوشیاری اور چالاکی کا ایک خدعِ نفس ہے، التوائے عذاب کی ایک خواب آور مہلت، اور غضبِ خدا کی ایک مغتنم فرصت ہے! ان پر سورج جو چمکتا ہے تو نہ معلوم کس کے طفیل؟ اور ابرِ رحمت جو برستا ہے تو نہ جانے کس کے صدقے؟ مگر مسلمان جن کے شیرازۂ اُمت کی دھجیاں فضائے عالم کے ہر گوشے میں اس بے حیائی سے اُڑ چکی ہیں، جن کی صدہا برس کی مقدس ناموسگاہیں، اپنی ہی آبرو بازی سے، غیر کے ہاتھوں میں مستعمل ہو کر باعثِ ننگ ہو رہی ہیں، جن کا ایک ایک فرد چار دانگ عالم میں فساد کا مجسّمہ اور فرقہ آرائی کا پیکر ہے، "مومن" ہیں، "صالح العمل" ہیں! اللہ کے جاہ و جلال سے درحقیقت "ڈرنے والے" اور آقائے حقیقی کے "حلقہ بگوش غلام" ہیں! وہ گو اس سفلی زمین کے ایک چپّے بھر کے مالک نہیں رہے مگر جنّت کی وسیع زمینیں، اور قاصرات الطرف حوریں ان خدا کے لاڈلوں کے لئے وقف ہیں! وہ راہ خدا میں سب کچھ مردانہ وار ہار چکے ہیں مگر سونے کے کنگن اور لباسِ حریر، جو خدا نے اُن پاکبازوں کے لئے تیار کر رکھے ہیں ان وارثینِ زمین کو نصیب کہاں! اُن کا اس دُنیا میں فقر و افلاس، ذل و مسکنت، جوع و خوف درحقیقت ایک "ابتلائے بزرگ" ہے جو "رضائے الٰہی" اور "ولایت خدا" کی علامت ہے! ان کے سجدے ہیں، ان کی نمازیں ہیں، اُن کے روزے قائم ہیں، ان کی مسجدیں سلامت ہیں جن میں پیش امام کی وحدت سے توحید خدا عیاں ہو رہی ہے! قرونِ اولیٰ کا سیاسی عروج تو ایک عارضہ تھا جو حضرت عمرؓ کی تندروی کا ایک طوفانِ رحمت تھا۔ صاحبِ شریعت تو دُنیادار نہ تھے، دلق پوش رہا کرتے تھے۔ ایسے مسلمانوں میں شائبۂ شرک کہاں جن کے پاس اللہ ہی اللہ رہ گیا ہے! آہ لیکن اس سراپا عمل اور دشمنِ سکون مذہب کے متعلق یہ انجماد اور یہ انحراف خیال، اور قرآن کریم کے مطالب میں یہ حیرت انگیز آمیزشِ لغو، فی الحقیقت

اُس سم آلود اور خانہ برانداز تعلیم کا لازمی نتیجہ ہے جس کا راز طشت از بام کرنے کے لئے ابھی بہت کچھ کہنا باقی ہے!

زمامِ شرم بیک جرعہ میدہی از دست
سبک وقار و تنک بادۂ دریغ از تو!

شرک

درحقیقت قرآن حکیم کے شرک کا صحیح مفہوم، بُت پرستی کے رسمی اور متعارف مفہوم سے قطع نظر[+]، اسلامی جماعت کی تفریق، دینِ حنیف کی تقسیم اور اعلائے کلمۃ الحق کی تضییع ہی تھا۔ قرآن کی توحید کا سچا اعتراف اور خدائے اسلام کے وجود کا سچا اقرار محض ایک معترف قلب کی اعتقادی کیفیت، یا ایک مُقِر انسان کے ذہنی تخیل کا ایک بے نتیجہ نظریہ نہ تھا، وہ ایک نتیجہ خیز اور ایجابی عمل تھا جو مسلمانانِ عالم کو شریک ہمدگر کر کے، پابند محبت اور مجبور مصالحت کر دیتا تھا: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ

[+] یہ مفہوم قرآن کریم میں فی الحقیقت چند ایک موقعوں پر ہی آیا ہے۔ جو یہاں پر لکھ دیے جاتے ہیں۔

۱۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم وقال المسیح یبنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار ○ (۵:۷۲)
بیشک وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم خدا ہے کافر ہیں۔ حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے اور بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک گردانتا ہے تو خدا نے بالیقین اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

۲۔ الا الذین عھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم (۹:۴) البتہ وہ مشرک اس سے مستثنیٰ ہیں جن کے ساتھ تم نے معاہدے کئے اور انہوں نے اس عہد میں کوئی کمی نہ کی اور نہ کسی ایک نے تم پر زیادتی کی۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ اپنے عہد مقررہ مدت تک پورے کرو۔

۳۔ یاایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا (۹:۲۸)
اے ایمان والو مشرک لوگ تو ناپاک ہیں اس لئے آج کے سال کے بعد وہ ہرگز مسجد حرام کے نزدیک نہ آئیں۔

۴۔ وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ (۹:۳۶) اور مشرکوں سے آخر تک پوری جنگ کرو جیسا کہ وہ تم سے پوری جنگ کرتے ہیں۔

اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ☆ (۱۳:۴۲)، اس کا اولین عمل بنی نوع انسان کے ہر فرد کی ایک معبود سے لو لگا کر ان کو آپس میں

ا۔ اے لوگو تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے بھی وہی مذہب عمل مقرر کیا ہے جس پر چلنے کی ہدایت اس نے نوح کو دی تھی اور اے پیغمبرؐ تمہاری طرف بھی وہی بات وحی کی ہے اور اسی راہ عمل پر چلنے کا ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور وہ مذہب عمل یہ تھا کہ اس ایک دین خدا ہی پر سب لوگ قائم ہو کر متفق العمل ہو جاؤ اور اس میں تفرقہ ہرگز نہ ڈالنا۔ اے محمدؐ (جب دین خدا کا اصل و اساس اتحاد ہے) تو جس اتحاد عمل کی طرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو وہ ان لوگوں پر جو نفس امارہ کی ادنیٰ ادنیٰ خواہشات کو بھی خدا کے ہم مرتبہ کر کے اپنے اپنے معبود الگ کر لیتے ہیں اور فرقہ آرائی میں مشاق ہیں۔ بیحد شاق گذرتا ہے: اللہ تو جس کو اہل سمجھتا ہے منتخب کر کے اس راہ کی طرف بلا لیتا ہے اور جو اس طرف رجوع کرتا ہے اس کو صحیح راہ دکھا دیتا ہے۔

☆ مشرکین کی یہ سچی تفسیر جو ہم نے اوپر کی ہے اس آیہ کریمہ سے ماقبل و مابعد کی آیات یعنی (۴۲:۴۔۱۰) اور (۴۲:۱۴۔۱۵) کو ملا کر پڑھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے مشرک کی اس تعریف میں جو آیات (۳۰:۳۱۔۳۲ صفحہ ۴۱) پر گذری اور جو زیر بحث آیت (۴۲:۱۳) میں ہے مماثلت عیاں ہے۔ قرآن کریم کی حجت بالغہ کی رو سے شرک اور فرقہ آرائی دراصل ایک ہی چیز ہیں یا کم از کم دونوں کی اساس ایک ہی ہے۔ ادنیٰ تامل بھی ہر شخص کو اس نتیجے پر پہنچا دیتا ہے کہ خدائے واحد کے سچے پرستار اور ایک ہی آقا کے سچے غلام آپس میں فرقہ آرائی کر کے اپنے معبودوں کو الگ الگ نہیں کر سکتے جب تک آقا ایک ہے اس کے غلاموں کا آپس میں متحد العمل رہنا قطعی ہے۔

مشرک کی تشریح کے متعلق دو اور موقعے سورہ توبہ میں ہیں جو متذکرہ صدر شرح کے موید ہیں یہ آیات یہاں پر لکھ دی جاتی ہیں باقی معانی اپنے اپنے موقعوں پر آئیں گے: اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا لا الٰہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون ○ (۳:۹) ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور اس کے احکام کو بالائے طاق رکھ کر اپنے معلمین شریعت اور گوشہ نشین اصحاب کے اقوال و احکام کو اس قدر بے اندازہ وقعت دی کہ ان کو اپنا رب اور آقا بنا لیا پھر انہیں کے کہنے پر مسیح ابن مریم کو بھی اپنا خدا تصور کرنے لگے حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی دوسرے کو اپنا خدا نہ مانیں اس کے سوا کوئی دوسرا لائق خدمت عبودیت ہی نہیں۔ جن کو یہ لوگ اس پاک ذات کے ساتھ ہم مرتبہ کرتے ہیں وہ ان سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ ماکان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللّٰہ شٰھدین علٰی انفسھم بالکفر۔ اولٰئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خٰلدون ○ انما یعمر مسٰجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ فعسٰی اولٰئک ان یکونوا من المھتدین ○ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیل اللّٰہ۔ لا یستون عند اللّٰہ واللّٰہ لا یھدی القوم الظٰلمین (۹:۱۷۔۱۹) خدا کے ماسوا کسی دوسرے کی بھی اتنی ہی وقعت دل میں رکھنے والوں کی تو یہ طاقت نہیں کہ ان جگہوں کو جو خاص اللہ کی سجدہ گاہیں ہیں آباد اور پر رونق کر سکیں در آنحالیکہ ان کے دورنگے اور دو طرفے اعمال و اشغال ہی ان کے دلوں کے منکر خدا ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی سب کوششیں بے نتیجہ رہیں گی اور تفریق و انتشار کی آگ میں وہ ہمیشہ رہیں گے (دیکھو تذکرہ مجلد دوم صفحہ ۱۴۴۔۱۴۵ آیت (۳۳:۱۰)۔ اللہ کی سجدہ گاہوں کی تو وہی شخص رونق بڑھا سکتا ہے اور گروہ در گروہ انسانوں کو خدا کی چاکری پر آمادہ عمل کر کے سربسجود کر سکتا ہے جو آپ صدق دل سے اور یکسو ہو کر خدا کا چاکر بنا رہا جس کو اپنے سب اعمال میں روز حساب کا پیہم احساس رہا جو اختلاف جماعت کو پیش نظر رکھ کر نماز پر قائم رہا جو اعلائے خدا اور تقویت جماعت کی خاطر مال خرچ کرتا رہا اور خدا ہی کے احکام کی تعمیل کا ڈر اس کے دل میں جاگزیں رہا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے ترقی اسلام کے متعلق کسی صحیح طریق کار مل جانے کی توقع ہو سکتی ہے کیا بھلا تم نے (شغل اور دل لگی کے طور پر) حاجیوں کو پانی پلا دینا یا عزت سمجھ کر مسجد حرام کو پر رونق بنا دینا ہی اتنی بڑی خدمت

گرفتارِ تعلق اور متحد العمل کرتا تھا۔ یہی اشتراکِ عمل اور متفقانہ جدّوجہد، دینِ برحق کا سچا اعلا اور اشاعت اسلام کا واحد اوزار تھا۔ اس حصولِ مقصد کے لئے سرتاپا مستعد اور متحمل مصائب رہنا حرارتِ ایمان کا صحیح مقیاس، اور الفتِ خدا کا بہترین معیار تھا: أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ[1] (۲۹: ۲-۳)؛ اسلام توحید کے ہر علمبردار اور ایمان کے ہر مدعی سے ثبت اور مستقل اعمال کا اُمیدوار تھا۔ وہ غلبہ جماعت کی خاطر ہر ممکن قربانی کو روا اور سخت ترین آزمائش کو جائز قرار دیتا تھا؛ وہ وحدتِ اُمّت اور دعوتِ حق برقرار رکھنے کے لئے فطری تعلقات میں بھی ایک حد تک ترمیم کرنے سے دریغ نہ کرتا تھا: وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ[2] (۳۱: ۱۵)؛ وہ انسان کے خانگی، مقامی اور نسلی علائق کو نوعی اُلفت اور عالمگیر شرکت کے محکم تر نصب العین پر قربان کرنے کے لئے آمادہ تھا: إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا[3] (۲۹: ۲۵)؛ اس کی جماعت میں ذاتی مفادات، دنیوی علائق اور

۱۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ منہ سے اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان سے جدوجہد کی کوئی توقع نہ کی جائیگی' ان سے خدمت کوئی نہ لی جائیگی' ان کا امتحان کچھ نہ کیا جائیگا۔ حالانکہ ہم نے تو ان لوگوں کا امتحان بھی کیا تھا جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ ان سے سخت تر خدمتیں لیں اور ہمہ تن جدوجہد کے متوقع رہے۔ تو خدا ان لوگوں کو ضرور معلوم کرکے رہیگا جو اپنے ایمان میں سچے ہیں اور جھوٹے ایمان والوں کو بھی آپ ہی معلوم کرلے گا۔

۲۔ اور اگر تمہارے ماں باپ بھی تم کو اس بات پر مجبور کریں کہ احکام خدا کی تعمیل میں کسی دوسرے حاکم کے حکم کو میرے ساتھ انجان ہو کر شریک کرو تو ہرگز ان کی اطاعت نہ کرنا اور ویسے (دوسرے معاملات میں) صلح صفائی کے ساتھ ان کی رفاقت کرتے رہو اور اس شخص کی راہ پر چلو جو میری طرف رجوع کرتا ہے' آخر کار تو تم کو میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور اسی وقت ہی تم کو بتلاؤں گا کہ تم کیا کیا کرتے رہے تھے۔

۳۔ تم نے دنیاوی زندگی کی رغبتوں میں خدا کو چھوڑ کر بتوں کو آپس کی (عائلی یا جنسی) محبت کی وجہ سے پکڑ لیا ہے۔ (مقصد یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کو نباہنے کے ضمن میں جو ترغیبیں انسان کو ملتی ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر لوگ خدا کی ملازمت چھوڑ کر مال' اولاد' زمینوں' مکانوں جاہ و جلال کے بتوں کی پرستش میں ایک دوسرے سے رسمی محبت کی وجہ سے الگ جاتے ہیں۔

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۴۴) سمجھ رکھا ہے کہ تم اس کو اس شخص کی سعی و عمل کے برابر سمجھ رہے ہو جو خدا کا سچا غلام بن کر اور روز جزا پر یقین رکھ کر تن من اور دھن سے اعلائے خدا اور ترقی اسلام میں کوشش کرتا رہا۔ جس نے دشمن خدا کے بالمقابل اپنی جان ہلاک کر دی۔ خدا کی نظروں میں یہ دو خدمات ہرگز برابر نہیں اور اللہ کچے ایمان والوں کو تو کوئی راہ دکھلاتا ہی نہیں۔

ظنی ترجیحات کو مدِ نظر رکھ کر، تفریق و انتشار پیدا کرنا نفیِ توحید تھا؛ دنیاوی مصالح اور شخصی اغراض کے اصنام کی خدمت دین اور راہِ خدا میں حائل کر دینا، شرک کا صحیح مترادف اور بت پرستی کے ہم معنی تھا، وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ (۳۰: ۳۳-۳۴)[1]، وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ (۱۶: ۵۳-۵۵)[2]؛ ایک آسودہ حال، پابندِ علائق، گرفتارِ عیال مگر "قولی" مسلمان کا دیدہ و دانستہ دین کی راہ میں سعی و عمل سے گریز، خدا کی سچی ملازمت سے تعرض، ملت کی حاجتوں کو پورا کرنے سے اجتناب، اس کی بر وقت امداد سے کنارہ کشی، اس کے جہاد و ہجرت کے احکام سے احتراز، الغرض حفاظت اور تقویتِ اسلام کے ہر امر و نہی سے ضرورت کے وقت ٹال مٹول کرنا قرآن کریم کی تعلیم کے رو سے نعمائے الٰہی کا صریح کفران، اور مال و جاہ، آسائشِ نفس اور اولاد کے بتوں کی پرستش تھی؛ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ۝ (۲۹: ۱۰-۱۱)[3]؛ نہیں بلکہ

۱۔ اور جب انسانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ پورے طور پر خدا کی طرف رجوع کر کے گڑگڑاتے ہیں، پھر جب ان کو خدا کی طرف سے کسی آسائش کا مزا ملتا ہے تو ناگہاں ان میں کا ایک گروہ اپنے پروردگار کیساتھ دوسرے حاکموں (بتوں) کو شریک کر دیتے ہیں تاکہ جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا اس کی ناشکری کریں۔ تو (لوگو) ایک وقت تک فائدہ اٹھالو پھر کچھ دیر بعد ہی جان لوگے (کہ تم نے اپنا کیا کیا نقصان کیا۔)

۲۔ اور جو کچھ تمہیں نعمت مل رہی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہو۔ پھر جب خدا تمہاری تکلیف کو دور کر کے فراخی دیتا ہے تو پھر تم میں سے ایک گروہ خدا کے ساتھ بتوں کو شریک کر لیتا ہے تاکہ جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا اس کی ناشکری کریں۔ تو (لوگو!) کچھ دیر فائدہ اٹھالو، پھر اس کے بعد ہی تمہیں معلوم ہو جائیگا (کہ تم نے اپنا نقصان کیا کیا)۔

۳۔ اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو (منہ سے تو) کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے (اور اسکی راہ میں جو مصیبتیں آئیں گی ان کو بطیبِ خاطر برداشت کریں گے) لیکن جب انکو راہ خدا میں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو وہ انسان کی آزمائش خدا کو (جو حقیقت میں محرکِ عمل ہے) خدا کے عذاب (سزا) کا رنگ دیکر (جو مجرموں کو ہلاک کر دیتا ہے) سعی و عمل کو قطعاً "چھوڑ دیتے ہیں اور مسلمانوں کی جماعت کو ہلاکت کے اور قریب پہنچا دیتے ہیں) (فتنہ الناس کے الفاظ کے صحیح معانی کیلئے اسی صورت کی دوسری اور تیسری آیت (۲۹: ۲-۳) پر انتہائی غور کرو) اور (یہ وہ نفاق انگیز لوگ ہیں کہ) اگر (اے محمدؐ) تیرے پروردگار کی طرف سے تم کو کوئی مدد پہنچے (اور تم کو غلبہ حاصل ہو جائے) تو یہ لوگ بار بار تاکید سے چلائیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہی تھے (اس لئے ہمیں بھی حصہ دو) تو کیا خدا جو کچھ لوگوں کے سینوں میں (گندگی بھری ہوئی) ہے اس کا پورے طور پر علم رکھنے والا نہیں ہے؟ اور ضرور ہے کہ خدا انکو خوب جان لے گا جو درحقیقت ایمان والے ہیں اور ضرور ان کو جان کر رہے گا جو منافق ہیں۔

کلامِ الٰہی نے حفاظتِ اسلام کو مسلمانانِ عالم کا اِسقدر اہم اور مقدم فرض خطرے کے وقت ہر مسلمان کا بلالحاظ عیال و اولاد کامل جدّوجہد کرنا اسقدر ضروری قرار دے دیا تھا کہ اسمیں ذرا سا تساہل روا رکھنا بھی مسلمان کو فسق ظلم اور کفر کا مرتکب قرار دیتا تھا۔ ایسے وقت میں مال وجاہ، اور تعلقات دنیوی کی ایک لمحہ کے لئے بھی پروا کرنا اپنے آپ کو جہنم کی جلتی ہوئی آگ کے حوالے کرنا تھا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَکُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ (۹: ۲۳-۲۴)۔

اَے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان کے بالمقابل کفر کو پسند کریں (اور خدا کی راہ میں کوئی قربانی کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں) تو تم اُن کا ساتھ نہ دو، اُنکے دوست نہ بنو اور جو شخص تم میں سے ایسے باپ بھائیوں کے ساتھ دوستی کا برتاؤ رکھے گا وُہی ظالموں میں سے شمار ہوگا۔ اے محمدؐ! ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور اقارب، اور مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تجارت جس کے مندا پڑجانے کا تم کو اندیشہ ہے، اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر یہ چیزیں اللہ اور اللہ کے رسُول اور خُدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ خُدا اپنا حکم تمہارے سامنے لا موجود کرے اور وہ تو بدعمل اور فاسق قوم کو راہ راست دکھایا ہی نہیں کرتا۔

اسلام کی جماعت میں نفاق ڈالنے والے قربانیٔ مال وجان سے گریز کرنے والے، دنیوی علائق کو ترجیح دینے والے، مصائب کی برداشت میں عُذرِ لنگ، اور امیر کی کامل اطاعت میں نقص و فساد پیدا کرنے والے، الغرض وہ سب رسمی کلمہ گو جو اسلام کی اشد شدید ضرورت کے وقت، اللہ کے صریح احکام کو پس پشت ڈالکر دولت کے اہرمن، حُبِّ اولاد کی دیوی، آسائشِ نفس کی خوشنما مُورت، اور خوبصورت مکانوں کے اینٹوں اور پتھروں کی پرستش میں مصروف رہتے ہیں،

قرآن کی غیر رسمی اور غیر پیچیدہ لغت کی رو سے خدا کے سرکش، اس کے رعب و جلال سے منکر، اس کی اطاعت سے منحرف، اس کے باغی، مشرک، فاسق اور کافر تھے، فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا وتزھق انفسہم وھم کافرون ۝ ☆ [۱] (۹:۵۵)۔ ان کا ایسے نازک وقت میں اجتماعی مطالبات سے تغافل برتنا، ان کو جہنم کا مکین بنانے کے لئے بس تھا:

المنفقون والمنفقت بعضہم من بعض یامرون بالمنکر وینہون عن المعروف ویقبضون ایدیہم نسوا اللہ فنسیہم ان المنفقین ہم الفسقون ۝ وعد اللہ المنفقین والمنفقت والکفار نار جہنم خلدین فیہا ہی حسبہم ولعنہم اللہ ولہم عذاب مقیم ۝ کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوۃ واکثر اموالا واولادا فاستمتعوا بخلاقہم فاستمتعتم بخلاقکم کما استمتع الذین من قبلکم بخلاقہم وخضتم کالذی خاضوا اولئک حبطت اعمالہم فی الدنیا والاخرۃ واولئک ہم الخسرون (۹:۶۷-۶۹)۔

منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک دوسرے سے ملی بھگت ہے، وہ سب مل جل کر لوگوں کو نفاق (المنکر) کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور اتحاد (المعروف) سے منع کرتے ہیں (اور اسی طرح اپنی عیب پوشی کرنا چاہتے ہیں)، اور (جب خدا کی راہ میں صرف کرنے کا موقع آتا ہے تو) اپنی مٹھیاں بھینچ لیتے ہیں، انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو اب خدا بھی ان کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ بدکار اور فاسق ہیں۔ ان نفاق ڈالنے والے مردوں اور عورتوں اور منکرین خدا کے حق میں اللہ نے جہنم کی آگ کا وعدہ کر لیا ہے وہ ابد الآباد تک اس میں پڑے جلتے رہیں گے۔ یہی ان کے اعمال کی کافی سزا ہے۔ خدا نے ان کو پھٹکار دیا ہے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ (اے اسلام کے اندر نفاق ڈالنے والو!)

۱۔ تو اے پیغمبرؐ نہ تو ان کی کثرت مال تمہیں تعجب میں ڈال دے نہ ان کی کثرت اولاد تمہارے لئے موجب حیرت ہو، خدا تو صرف یہ چاہتا ہے کہ یہی مال و اولاد کی کثرت اور بے اندازہ محبت اس دنیا میں ان کیلئے وبال جان ہو جائے وہ انہی کے غم میں پڑے گھلتے رہیں انہی کی فکر میں ان کی جان بھی نکلے اور مرتے دم تک وہ کافر ہی رہیں۔

☆ یہی آیت فلا کی جگہ ولا تعجبک کے الفاظ کے ساتھ اسی سورہ توبہ کی آیت (۹:۸۵) میں ہے۔

تمہاری بھی وہی مثل ہوئی جو تم سے پہلوں کی تھی۔ وہ تم سے بہت زیادہ زور آور تھے، مال و
اولاد بھی تم سے زیادہ رکھتے تھے۔ وہ ایک قلیل مدت تک اپنے حصّے کے دنیاوی فائدے
اُٹھا گئے۔ تم بھی اگلوں کی طرح اپنے حصّے کے دنیاوی فائدے سے ایک قلیل مدت تک اُٹھا
چکے ہو اور تم بھی وہی باتیں بناتے اور وہی کٹ حجتیاں کرتے ہو جو تمہارے اگلوں نے کی تھیں۔
پھر انہی کا کیا دھرا دنیا اور آخرت میں اکارت ہوا تھا اور وہی گھاٹے میں رہے تھے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (۹: ۸۱-۸۲)۔

(میدانِ جنگ سے) پیچھے رہ جانے والے بھگوڑے اللہ کے رسول کی مرضی کے خلاف
اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے سے بہت خوش ہوتے ہیں انہوں نے ناپسند کیا کہ اللہ
کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور لوگوں کو ورغلاتے رہے کہ اس سخت
گرمی میں ہرگز باہر نہ جاؤ۔ اے پیغمبر! ان کو کہہ دو کہ بیوقوفو! کاش تم سمجھتے کہ جہنم کی آگ اس
سے بہت زیادہ گرم ہے۔ تو اب ان کو چاہیئے کہ بہت تھوڑا ہنسیں اور بہت زیادہ
اپنی قسمتوں کو روئیں کیونکہ یہ جہنم کی آگ ان کی بداعمالیوں کی اُجرت ہوگی جو اُن کو ملے گی۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۴: ۱۴۵-۱۴۶)۔

اے محمدؐ! بے شک منافق لوگ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز
اُن کا کوئی مددگار نہ دیکھیگا۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی اور اپنے اعمال میں مکمل طور
پر درست ہوگئے اور جنہوں نے خدا کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط طور پر کر لیا بلکہ جنہوں نے
اپنے اعمال کو خالصتہً خدا کے لئے وقف کر دیا تو یہی لوگ ہیں جو مومنوں کی قطار میں ہوں گے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ (۹: ۴۹)۔

اور اِن منافق برائے نام مسلمانوں میں ایسے نابکار بہانہ تراش بھی ہیں جو اے پیغمبر! تم سے کہتے
ہیں کہ ہم کو جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت دے دو اور آزمائشوں میں نہ ڈالو کیونکہ ہم پورے
نہ اُتر سکیں گے۔ یا ان کو کہہ دو کہ خبردار رہو تم تو خدا کے عذاب میں پکڑے جا چکے ہو اور

بے شک جہنم نے اِن کافروں کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔

اُن کے صوم و صلوٰۃ، اُن کی عبادتیں اور تقویٰ، ان کا ایمان و اسلام، سب کچھ اس وجہ سے اکارت گئے کہ وہ اللہ کے اس آخری اور اہم ترامتحان میں پورے نہ اُتر سکے! یہی وہ منافقین اسلام، کافرِ دین، اور فاسقین اُمت تھے جن سے دفع فساد، اور اسلام کی حفظِ ناموس کی خاطر کوئی نذرانہ لینا بھی منع تھا: قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝[1] (۹:۵۳-۵۴)۔ جن کے جنازوں پر نماز پڑھنا، حتیٰ کہ قبر پر کھڑا ہونا بھی، ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے باعث قطعاً ممنوع تھا: وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝[2] (۹:۸۴)، جن کے خبث باطن اور فساد سے اسلام کی متحد، یکدل و یک جان جماعت کو محفوظ رکھنا، اور ان کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دینا ہر مومن پر فرض تھا: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝[3] (۹:۷۳)؛ جن کی ابلیسانہ فریب کاری اور ناقص ایمان، طاغوتی مکرو ریا اور ملپید عمل، باطنی بدنیتی اور ظاہری مصالحت کو غزوۂ تبوک کے موقع پر دیکھ کر اس غفار ذنوب اور ارحم الراحمین کی رگِ غیظ و غضب بھی اسقدر پھڑک اٹھی تھی کہ اس نے اپنے رسول کو صاف الفاظ میں کہدیا تھا کہ اگر تو ان برائے نام مسلمانوں کے بارے میں ستر بار بھی دعائے مغفرت مانگے گا تو نہیں

۱۔ (اے پیغمبر) ان سے کہہ دو کہ رضامندی سے خرچ کرو یا ناپسندیدگی سے مال دو، دونوں حالتوں میں تم سے کوئی نذرانہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ تم درحقیقت ایک بدکار اور فاسق و فاجر گروہ بن چکے ہو اور تجھے کسی شے نے ان کے مال لینے سے منع نہیں کیا مگر اس وجہ سے کہ یہ لوگ درحقیقت خدا کے حاکم اعلیٰ ہونے کے صاف طور پر منکر ہیں اور نماز کی جماعت میں بھی الکسائے ہوئے اور بددلی کی وجہ سے سست کھڑے ہوتے ہیں اور مال بھی دیتے ہیں تو نہایت کراہت سے دیتے ہیں۔

۲۔ ان میں سے اگر کوئی مرجائے تو ابدالاباد تک ان پر نماز نہ پڑھنا بلکہ اس کی قبر پر جا کر (دعا کیلئے بھی) کھڑا نہ ہونا کیونکہ بیشک انہوں نے خدا کا انکار کیا اور وہ مرگئے درانحالیکہ فاسق و بدکار تھے۔

۳۔ اے پیغمبر کافروں اور منافقوں سے تلوار کی لڑائی لڑو اور ان پر انتہائی سخت ہو جاؤ کیونکہ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جائے پناہ ہے۔

ہرگز معاف نہ کروں گا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (۹: ۸۰)۔

اے پیغمبر! خواہ تو ان کی بخشش طلب کرے یا نہ کرے دونوں برابر ہیں۔ اور اگر تو ستر بار بھی ان کی بخشش کی دعا کرے گا تو خدا اُن کو ہرگز معاف نہ کرے گا یہ اس لئے کہ انہوں نے خدا اور رسول پر ایمان لانے سے عملاً انکار کیا اور اللہ تو فاسق لوگوں کو راہ راست پر لاتا ہی نہیں۔

توحید

الغرض مجتہدینِ دین اور فقہائے اسلام کی رنگا رنگ تاویلات، اور انسانی آرا کی متعدد رنگ آمیزیوں سے قطع نظر، نصِ قرآن کے رُو سے منافقین اور دیگر اعدائے اسلام میں کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں اسلام کی ترقی میں مزاحم، اور کفر کے مرتکب تھے؛ دونوں کا ٹھکانا کلام الٰہی نے بے غل و غش دوزخ قرار دیا تھا؛ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا[1] (۴: ۱۴۰)۔ اصطلاحی 'مشرک' اور 'کافر' اسلام کی عالمگیر جماعت میں خارجی اور اعتقادی تفریق پیدا کرتے تھے تو 'منافق' اس میں داخلی اجتماعی فساد کے درپے تھے، مگر دونوں حلقہ جماعت سے قطعاً باہر تھے۔ شارعِ اسلام کی غیورِ طبیعت، اور دین خدا کا قرونِ اولیٰ میں اضطرارِ تقدم، اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں کسی روک کے پیدا ہونے کا بھی متحمل نہ تھا؛ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ[2] (۹: ۶۳)، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا[3] (۷۲: ۲۳)؛ وہ جمہور مذاہب و

۱۔ بیشک خدا سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کر دے گا۔

۲۔ کیا ان منافقین (اور کفار مکہ) کو علم نہیں ہوا کہ جس شخص نے بھی خدا اور اس کے رسول کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی تو فی الحقیقت اور بلاشبہ اس کیلئے جہنم کی آگ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور یہ انتہائی ذلت اور رسوائی ہے۔

۳۔ اور جس شخص نے بھی خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کی نافرمانی کی تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

ادیان کو توحید کی عظیم الشان صداقت میں لپیٹ کر، کافۃ الناس کو ایک اُمّتِ واحد بنانا چاہتا تھا۔ کلام الٰہی نے غلبے کے اس نصب العین کو پیش نظر رکھ کر، ان تمام افعال کو جو وحدتِ جماعت کے منافی تھے، جابجا "ظلم" کی جامع و مانع اصطلاح سے موسوم کیا تھا؛ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ[1] (۴۲: ۹) جمہورِ اُمّت کا دین کی ہر اصل و فرع پر کامل اجماع، اس کی تقویت کے ہر معاملے میں پُورا انہماک، اس کے ہر جُزئی اور اصولی اختلاف سے قطعی پرہیز، ہر مدّعیِ ایمان کا دیوانہ وار اللہ سے عشق، اس کی حیات کے ہر فعل کا اللہ سے لگاؤ، اس کے ہر فکرِ ذہن میں اللہ کی عبادت اور ہر اِستہامۂ نفس میں اللہ کا ڈر، دل کی ہر جُنبش میں جذبۂ دین اور اعضا کی ہر حرکت میں محبتِ قوم، موت کی ہچکیوں میں اور حیات کے تنفس میں، نماز کے سجدوں میں اور مصیبت کی للکار میں، الغرض یہ سرتاپا اللہ کے رنگ میں رنگے رہنا توحید تھی☆، یہی عبادتِ خدا اور تقویٰ تھے، یہی ایمان اور اسلام تھا، یہی تسلیم کی صحیح روح اور صراطِ مستقیم تھا، یہی دینِ قیّم تھا، نہیں! اس وحدتِ اُمّت ہی کا دوسرا نام **توحید فی العمل** تھا، اسی میں اختلاف قائم کرنا، خدائے واحد کو چھوڑ کر کسی دُوسرے خدا کی عبادت کرنا تھی، وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ؕ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ[2] (۹۸: ۴-۵)؛ یہی وہ عملی اور صریح شرک تھا جو ذہنی یا اعتقادی شرک سے بدرجہا بدتر تھا، یہ اُمّتِ واحدہ بنے رہنا ہی رحمت میں داخل ہونے کا پروانۂ راہداری اور دوستیِ خدا و نصرتِ رب کی یقینی سند تھی، اسی میں نقص پیدا کرنا کفر و فسق

۱۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان لوگوں کو ایک متحد امت بنا دیتا لیکن وہ جس کو مناسب سمجھتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے اور ظالم لوگوں کا (جو امت میں تفرقہ اندازی کرتے ہیں) تو کوئی دوست اور مددگار ہی نہیں۔

۲۔ اور وہ لوگ (یعنی یہود اور نصاریٰ) جن کو کتاب دی گئی تھی (خلاف امید) روشن اور ناقابل انکار احکام آنے کے بعد فرقہ بند ہوئے حالانکہ ان کو حکم دیا گیا کہ اپنا تمام طرز عمل خالصۃً خدا ہی کیلئے مخصوص کر کے صرف خدا ہی کی ملازمت اختیار کریں، اپنے آپ کو صرف خدا کی طرف جھکا دیں اور (قلوب کو متحد کر کے امت کو ایک کرنے والی) الصلواۃ قائم کریں، (اپنے نفسوں کو آلائش حب مال سے صاف کرنے کیلئے) زکواۃ دیں اور بتلا دیا گیا تھا کہ یہی (وہ) مضبوط دین ہے (جو خدا ئے برتر روئے زمین پر قائم کرنا چاہتا ہے)۔

☆ اس وضاحت سے یہ مقصود ہرگز نہیں کہ مسلمان دن رات اپنے ہر فعل کا اللہ سے لگاؤ چہرے کو اداس بنا بنا کر ثابت کرتا رہے بلکہ یہ کہ اس کی تمام کوشش امت کو غالب کرنے کے درپے رہے اور جو کام کرے اس نصب العین کو سامنے رکھ کر کرے۔

تھا، اپنی جانوں پر ظلم اور جہنم کی تیاری تھی: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[1] (٣: ١٠٥)؛ دُنیا میں خواری و ذلت اور قیامت کے دن زہر کے پیالے تھے أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقِيلَ لِلظّٰلِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۞ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۞ فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ[2] (٣٩: ٢٤-٢٦)؛ اسی دینِ حنیف میں تفرقہ ڈال کر گھر گھر میں خدائے واحد کا بنا بُت پُوجنا، اور تخیل کی نئی تصویر کو رہنما مان کر جماعت میں انتشار پیدا کرنا حقیقی شرک و کفر تھا: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا أُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ[3] (٩٨: ٦) ۔ اسی اسلافِ اُمت کے قیام میں خدائے بے مثال کی محبت کی صحیح آزمائش، غیر اللہ سے بے اعتنائی کا یقینی ثبوت، ذاتیات کے جھگڑوں کا پورا امتحان، دلوں کی کدورتوں کی کامل تطہیر، اور طہارتِ نفس و تہذیبِ اخلاق کی عملی شہادت مل سکتی تھی اور یہی اُمت کے اعضا میں داخلی فساد، منافقانہ طریقِ عمل، نسیانِ مقامِ خدا اور عداوتِ رسولِ اسلام کے رسمی کلمہ گویوں کا وہ ظلمِ عظیم اور شرکِ جلی تھے جس کی سزا جہنم کے دہکتے ہوئے انگارے تھے، اور جس کی بخشش کا قطعاً کوئی امکان نہ تھا:

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوٰىهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ
بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا

١۔ اور دیکھنا ان نفاق ڈالنے والے لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جو فرقہ بند ہو گئے اور روشن احکام کے آئے پیچھے ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

٢۔ تو کیا جو شخص قیامت کے دن جہنم کے بدترین عذاب سے اپنی جان کو بچانا چاہتا ہے اس قابل ہو جائے گا کہ اس سے کسی عنوان سے بچ سکے) حالانکہ اس روز تفرقہ پرداز ظالموں کو کہا جائیگا کہ آج اپنے کئے کا مزا چکھو۔ ان کفار اور منافقین سے پہلے بھی لوگوں نے عذابِ الٰہی کو جھوٹ سمجھا تھا (اور غافل ہو گئے) پھر ان پر عذاب اس طرف سے آیا جس طرف سے ان کو سان گمان نہ تھا۔ پھر خدا نے ان کو اس دنیا کی زندگی میں ذلت اور رسوائی، محکومیت اور ہلاکت کا مزا چکھایا اور یقینی بات یہ ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اے کاش ان کو اس کا علم ہوتا۔

٣۔ اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے خدا سے عملاً انکار کیا اور مشرک لوگ جہنم کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے جس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی لوگ ہیں جو بدترین مخلوق ہیں۔

عَظِيْمًا○ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا○ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا○ (۴: ۱۱۴-۱۱۶)۔

ان منافقین اُمت کی اکثر سرگوشیوں میں جو وہ (چھپ چھپ کر اُمت میں نفاق ڈالنے کی غرض سے) کرتے رہتے ہیں کوئی بھلائی (کا عنوان) نہیں البتہ وہ لوگ جو قربانی مال یا صلح و اتحاد یا جماعت کے مابین اتفاق اور مصالحت کی تجویزیں کرتے ہیں (اس سے مستثنے ہیں) اور جس نے خدا کی خوشنودی کی تلاش میں اس طرح کا کام کیا تو عنقریب ہم ان کو بڑا اجر دیں گے! اور جس نے ہدایت کے بیّن اور واضح ہوتے پیچھے رسُول کی مخالفت کی اور ایمان والوں کے رستے کے سوا کوئی دُوسرا رستہ اختیار کیا تو ہم اس کو اُسی رستے پر چلاتے جائیں گے حتیٰ کہ وہ جہنم واصل ہو جائے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے بے شک خدائے عظیم اس کو معاف نہیں کر سکتا کہ اس کے ساتھ تعمیل حکم میں کسی اُور حاکم کو شریک کیا جائے اور اس کے سوا جس کو مناسب سمجھے مُعاف کر دیتا ہے اور جس نے اللہ سے شرک کیا تو وہ راہِ راست سے بہت ہی دُور بھٹک گیا۔

یہی منافقت کے مشورے، اور تفریق کی مجلس آرائیاں ایک سطحی مسلمان کا گناہ کبیرہ اور شریر ترین اعمال تھے: اُولٰۤئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ○ (۹۸: ۶)۔ اسی تشتت و افتراق نے، ظہور اسلام سے پہلے، اہلِ عرب کو اس دُنیا میں ہی جہنم کے گڑھے پر لا کھڑا کر دیا تھا: وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (۳: ۱۰۲)[ا] الغرض اسلام کی توحید کا سچا اور نتیجہ خیز تخیّل وحدت جماعت اور وحدت اعمال، وحدت خیال اور وحدت اعتقاد، وحدت اطاعت اور وحدت مُطاع کے ساتھ اس طرح پر توأم تھا کہ آج کلامِ الٰہی کے بغور مطالعہ کے بغیر اس کی صُورت پہچاننی محال ہے:

ا۔ اور یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر خدا نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت پیدا کر دی، پھر تم اس کی اس نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی بن گئے اور تم تو جہنم کے عمیق گڑھے کے کنارے پر تھے، پھر خدا نے تمہیں اس سے بچالیا۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ
إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ
أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ قُلْ
إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ
أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝
وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (۱۶۶-۱۶۰)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ در گروہ ہو گئے تو اے پیغمبر! تم کسی بات میں ان کے ساتھی نہیں ہو، اُن کا معاملہ خدا ہی کے سپرد ہے (وہ اُن سے مناسب طور پر نپٹ لے گا) اور پھر اس وقت ان کو جو کچھ وہ کرتے رہے تھے اس سے خبردار (اچھی طرح آگاہ) کر دے گا۔ (اے لوگو!) جس نے ایک عمل اچھائی کا کیا تو اس کے واسطے (خدا کی طرف سے) اس طرح کی دس اچھائیاں زیادہ ہوں گی اور جس نے ایک عمل برائی کا کیا تو اس کو صرف اُتنی ہی سزا ملے گی جس قدر وہ برائی شر انگیز تھی اور ان پر ظلم ہرگز نہ ہو گا۔ اے پیغمبر! کہہ دے کہ میرے پروردگار نے مجھے راہِ راست پر چلا دیا ہے اور وہ راہِ راست ابراہیم کی ملت کا خالص اور مضبوط دین ہے کیونکہ ابراہیم ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا بلکہ خالصۃً ملازمِ خدا تھا)۔ کہہ دو کہ میری نماز، میرے شعارِ دین، بلکہ میرا مرنا اور جینا خالصۃً پروردگارِ عالم (کے اعلا) کے لئے وقف ہیں، وہ وہ ذاتِ باری ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں خدا کو خدا تسلیم کرنے والوں کی پہلی صف میں ہوں۔ اے پیغمبر! کہہ دو کہ کیا میں (اس قدر بے ہوش اور کم عقل ہوں) کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے رب کو تلاش کروں حالانکہ وہ ہر شے کا پروردگار ہے اور جو کچھ کوئی متنفس کر رہا ہے اس کی ذمہ داری اس پر ہے اور کسی بوجھ اٹھانے والے کو کسی دوسرے کا بوجھ نہیں دیا جائے گا؛ پھر تم بالآخر سب کے سب خدا کے خدا کے حضور میں حاضر ہو گے۔ وہاں تم کو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے رہے

ہو اُن سے پوری طرح خبردار کر دیا جائے گا۔ اور وہ وُہی پاک ذات ہے جس نے بنی نوع انسان کو زمین کا بادشاہ بنایا اور بعضوں کو دُوسروں پر کئی درجے فضیلت اس لئے دی کہ وہ جو کچھ خُدا نے تمہیں عطا کیا اس کے متعلق تمہاری آزمائش کرے اور یاد رکھو کہ بے شک خُدا بڑا جلد بدلہ لینے والا ہے لیکن ساتھ ہی (توبہ کرنے والوں کیلئے) وہ بڑا ہی پردہ پوش اور رحم کرنے والا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (۴۲: ۱۳)۔

اے بنی نوع انسان! خُدائے بے مثال نے تمہارے لئے وُہی راہِ عمل (اَلدِّیْن) مقرر کیا ہے جس کی وصیت اُس نے نُوحؑ کو کی تھی اور اے محمدؐ تم پر بھی وہی شئے وحی کی ہے اور جو کچھ ابراہیمؑ، مُوسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کہا گیا تھا، یہی تھا اور وُہ پیغام یہ تھا کہ اس دین پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ اور اس میں تفرقہ پیدا نہ کرو۔ تو اے پیغمبر! (اس عونت، صلاح و اتحاد کے بعد) مشرکوں پر وہ شئے نہایت گراں گزرتی ہے جس کی طرف تم لوگوں کو بلاتے ہو۔ خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے اپنی طرف کھینچ لاتا ہے اور جو شخص خلوص دل سے خُدا کی طرف رجُوع کرتا ہے اس کو اپنی طرف اور اپنے بتائے ہُوئے دین کی طرف لے آتا ہے۔

آہ! آج اس غیر اسلامی رستے کی طرف دُنیائے اسلام کا ہر فردِ بشر بے خوف و خطر چلا جا رہا ہے! جاہل مولویوں اور کٹ مُلاؤں کی غلط تشریحوں، اور نفرت انگیز تاویلوں پر اعتبار کر کے اپنی بے روح نمازوں اور دکھلاوے کے سجدوں ہی کو ایمان کا خُدائی جرمانہ، اور زکوٰۃ کے چند پیسوں یا چند ایک سیر دانوں کو ماہِ رجب کا مُلائی تاوان سمجھ رہا ہے، اور اس خیال میں گُم ہے کہ اس ہرجانے کے عوض میں جنت کے نرم نرم گدوں اور تکیوں کا سودا کر رہا ہے! وہ اللہ کے سب جنتی کبائر کا بے خطر عامل، اور خستہ حال اُمت کی دُوزخی تقصیروں کا بے دھڑک مشاق اس شیخی پر ہے کہ مُنہ سے تو خدا کو دُو نہیں کہتا! رہنمایانِ دین اور ائمہ اسلام کے خُدائی محاکمے کے مُطابق زبان سے "اقرار" بھی ہے اور "دل سے تصدیق" بھی موجُود ہے۔ باہمی تفرقہ و اشتات، مذہب آرائی اور مسلمان بھائی کی گوشت خوری کا تو ایمان کی تعریف میں کہیں ذکر نہیں بلکہ العیاذ باللہ ایک

حدیث کی رُو سے تو عُلمائے اسلام نے رسُول کریمؐ کی اُمّت کا داخلی اختلاف باعثِ رحمت بتایا ہے؛ اس لئے یہ اختلاف ضرور ہونا چاہیئے: اِختلاف اُمّتی رحمۃ! ہجرت اور جہاد کے احکام، مُدّت ہُوئی منسُوخ اور متروک ہو چکے ہیں، اور ابھی ابھی اسلام کے ایک تبدیل فرقے☆ نے اس امر کی تائید بھی کی ہے، اب اُن آیات کی تلاوت بلا شُبہ باعثِ برکت ہے مگر عمل کی جائے نہیں رہی، بلکہ حال ہی میں ایک بیدار مغز اپنے زعم میں مصلحِ قوم اور منکر نسخ نے بھی ورق کے ورق اسلام کے پُر رونق چہرے پر سے اشتدادِ قتال کے بدنما دھبوں کو دُور کرنے کی غرض سے سیاہ کر دیئے ہیں اور معترضین کو ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے، اس میں تلوار کا کچھ کام نہیں جب تک مسلمانانِ عالم پر چاروں طرف سے اسقدر خوف طاری نہ ہو جائے، اسقدر ضعفِ جماعت لاحق نہ ہو، اعدائے دین کا تشدّد اسقدر نہ بڑھ جائے، دُنیا کے چالیس یا ساٹھ کروڑ نفوس، اور فاقہ مست مسلمان پھر نئے سرے سے اُسی قدر عاجز و بے بس نہ ہو جائیں جسقدر کہ رسُول کریمؐ کے عہد میں تبلیغ رسالت کے پہلے عشرے میں تھے، جب تک بعینہٖ وہی اذیتیں اور دردناک تکلیفیں، وہی چھُپ چھُپ کر نمازیں پڑھنا، اور سہم سہم کر باہر نکلنا، وہی رستوں پر کانٹوں کے فرش، اور فرقِ مبارک پر نجاست کے نشان اُمّت کے نصیب نہ ہوں جو اللہ کے پاک رسُولؐ کی ہجرت کا باعث ہُوئے تھے، صلحِ کُل اور امن پسند اسلام، جہاد کو فرض نہیں سمجھتا، اور اس اثنا میں مسیحؑ کے طمانچہ کھائے ہُوئے گال والی تعلیم پر نہایت ایمانداری سے کاربند رہتا ہے! آہ! مگر قرآن کے اوراق میں ان صریح احکام کے ہوتے ہوئے کمزوریٔ ایمان کی دوا آج بجز ناسخ و منسُوخ کرنے کے اور کیا ہے؟ جس عمل کا انحصار قربانیٔ جان، اور اس سے بھی بڑھ کر قربانیٔ زر پر ہو، اس کی تبلیغ و تعمیل کی، چودھویں صدی کے اِن مہجورِ قرآن، ایمان کے سطحی نام لیواؤں اور رونق افزائے مساجد سے توقع کیا؟ اور جو شیدائے تہذیبِ جدید، مسیحی سطوت اور تمکن سے مرعوب،

☆ بہاؤالدین اور دوسری بے معنی اسلامی فرقوں نے زور شور سے جہاد کے منسوخ ہونے کے متعلق شر انگیز اعتقادات کا اعلان حال ہی میں کیا ہے۔

مجبور لحاظ، اور ابن الوقت ہو کر، جہاد کے رہے سہے ہول کو حکمرانان یورپ کے لطیف اور نامتحمل، وناآشنائے قتال وتشدد، اور "معصوم" دماغوں سے، اور اس کی رہی سہی اہمیت کو مسلمانوں کے ناقص ایمان سے دور کرنا چاہیے اسکی نازک طبعی اور عجیب وغریب استدلال کا علاج کیا ہے؟ آج وہی محمدیؐ، عمریؓ اور ایوبیؒ جہاد جس نے اسلام کے لٹتے ہوئے تختے کو مسیحیت کے دندان آز سے کئی سو برس تک بچائے رکھا، جس نے دین خدا کے نحیف اور مردہ جسم میں صدیوں تک از سر نو جان ڈالے رکھی، جس نے مذہب رسول کی ڈوبتی ناؤ کو، قرون متوسطہ میں جبر واستبداد کے طوفان سے صحیح سلامت نکال کر، فیروز مندی اور حیات کے سمندر پر کئی سو برس تک رواں رکھا، ایک ساقط اور متروک عمل ہے! اشان نبوت سے بعید ہے لیکن دشمنوں کے عوض میں ایک حریت کش اور تشدد پسند، مگر سفید رو حاکم[+] کے رعب جلال میں آکر، اسلام کے جھونپڑوں کو اور ویران کرنے کی نیت سے ہجرت وطن کرنا، صدیوں کی آباد بستیوں کو خود بربادیان فرنگ کے ادنیٰ اشاروں اور چشمکوں پر پیوند زمین کر دینا، اپنے اجڑتے ہوئے گھروں کی پرواہ نہ کرکے، جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھکر، انسان کش اور نفس پرور یورپ کے نذر کر دینا، پابند صوم وصلوٰۃ اور سفید ریش ہو کر قوم کش اعمال میں ذوق شوق سے حصہ لینا تو کم از کم اسقدر مکروہ اور قابل اعتراض اعمال نہیں کہ کفر کی حد تک پہنچ سکیں، مگر اس احکم الحاکمین کی ہیبت وجبروت کا پاس کرکے، اپنے حفظ نفس ہی کی خاطر، تلوار اٹھانا، اور جہاد کو دینی شعار سمجھ کر اس کی عظیم الشان روایات کو برقرار رکھنا، اسلام کے ناصیۂ تہذیب ووجاہت پر ایک ناخوش آئند داغ نظر آتا ہے جس کو آجکل کے ناخدایان دین خدا اور اکابر امت رسولؐ قرآنی آیات کی تشریح وتعبیر کرتے وقت اس شدومد سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں! اور دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھنے والے، اور اپنی آنکھ کا شہتیر نہ دیکھنے والے مسیحی معترضین کے لغو اور شرانگیز اعتراضات کا رد لکھ کر، مسلمانوں کو جہاد وہجرت کی مہتم بالشان

[+] یہ الفاظ ۱۹۲۱ء میں لکھے گئے تھے جب کہ انگریز ہندوستان پر حکمران تھے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو غدار مسلمانوں کے ذریعے سے مٹا رہے تھے۔

حکمت عملی سے، اندر ہی اندر، بیزار اور دل برداشتہ کر رہے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ یورپ کے نکتہ رس اور باریک بین دماغ اُن کی اس بے ارادہ سیاسی خدمت، اور قوم کش تبلیغ و اشاعت کے کس قدر شکر گزار اور ممنونِ احسان ہیں!

ہر بوالہوس نے حُسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ۝ (۲: ۱۷۴-۱۷۶)-

بے شک وہ لوگ جو اُن احکام کو جو خدا نے الکتٰب (یعنی قانونِ خدا) میں سے اُتارے ہیں چھپاتے ہیں اور جو اس چھپانے کے عوض میں حقیر قیمت لوگوں سے وصول کرتے ہیں وہ سوائے اس کے کہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر لیں کچھ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے خدا قیامت کے دن کلام تک نہ کرے گا، نہ ان کو پاک صاف کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی اور بخشش کے بدلے عذابِ الٰہی مول لے لیا تو جہنم پر ان کا سہارا کیا ہی عجیب و غریب سہارا ہے۔ یہ اس لئے کہ درحقیقت خدا نے الکتٰب کو برحق نازل کیا تھا اور بے شک وہ لوگ جو الکتٰب کے بارے میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے وہ ضرور ایک پرلے درجے کی مخالفت میں پڑے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝ (۲: ۱۵۹-۱۶۰)-

بے شک وہ لوگ جو اُن روشن احکام اور ہدایت کو جو ہم نے انسان پر نازل کی، بعد اس کے کہ ہم نے اس کو بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے الکتٰب کی صورت میں کھول کھول کر واضح کر دیا تھا، چھپاتے ہیں، تو یہ وہی بدبخت گروہ ہے جن پر خدا اپنی پھٹکار

ڈالتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے ایسا کام کرنے سے توبہ کر لی اور درست ہو گئے اور احکام خُدا کو کھول کھول کر بتلاتے رہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا توبہ کو قبول کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہوں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۳:۱۸۷﴾۔

اور (مسلمانوں کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب اللہ پاک نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تم ضرور اس کے احکام کو بنی نوع انسان پر خوب واضح کر دینا اور ہرگز اُن کو نہ چھپانا، تو پھر (بدکردار لوگوں نے) کتاب خُدا کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے میں ایک حقیر رقم وصول کی۔ تو کیا ہی بُرا ہے جو یہ لوگ خرید رہے ہیں۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ ﴿۴:۱۳۸-۱۴۰﴾۔

(اے پیغمبر!) منافقوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ ہیں جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ کافروں کے پاس عزت کے طالب ہیں حالانکہ عزت تو در حقیقت سب کی سب اللہ کے پاس ہے اور خُدا تم پر الکتٰب میں نازل کر چکا ہے کہ تم اگر کانوں سے سن لو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مخول اُڑایا جا رہا ہے تو اُن کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کسی دوسری بات کی طرف متوجہ نہ ہوں ورنہ تم بھی انہی کی طرح کے کافر ہو جاؤ گے اور (یاد رکھو کہ) خدا تو سب منافقوں اور کافروں کو اکٹھا کر کے جہنم میں جھونکنے والا ہے۔

ان تمام اسنادِ قرآنی سے جو شرک کی تشریح اور توحید کی صحیح تعریف میں کلام خُدا کی مختلف سورتوں سے جو مختلف اوقات میں نازل ہوئی تھیں اور جن سے قرآن حکیم کا آپس میں حیرت انگیز تطابق ظاہر ہے، ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آج کے مسلمان کا اپنے دل میں اطمینان کر وہ خدائے واحد

کو مان رہا ہے اور شرک کا تو تعجب نہیں ہے حیرت انگیز خوش فہمی، ہلاکت انگیز نادانی اور قطعی طور پر ریاد کرہ
ہے جس کو پوری سختی سے اُس کے دل سے ہٹا کر اُس کی قوّت عمل کو کئی قرنوں کے بعد پھر بیدار کرنا بڑی
سے بڑی نیکی ہے جو اس ہلاکت زدہ امت کے لئے کی جا سکتی ہے۔ صدر اسلام کے اُس ولولے کے بعد
جو رسُول خدا صلعم کی ہجرت کے فوراً بعد خُدائے واحد کی عبودیت کے صحیح تصور سے پیدا ہوا تھا مسلمان
بنی نوع انسان کو ایک اُمّت بنانے کے عالم انگیز نصب العین کو لیکر اُٹھے اور چشم زدن میں گرداگرد کی
تمام اُمتوں کو اسلام کی لپیٹ میں لے کر انہوں نے چار دانگ عالم میں صحیح معنوں میں ایک زلزلہ پیدا کر
دیا جس کا مثیل انسان کی گذشتہ یا موجودہ تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس زلزلے میں دیکھا دیکھی اور عینی
شہادت کے باعث انسان کے دلوں کی زمینیں اس قدر نرم ہوئیں کہ قوموں کی قومیں ناقابلِ یقین
سُرعت سے دینِ اسلام کے نقد النقد اور نفع مند سودے کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ قرنوں کے
جمود اور سکون، دن رات کی حرکت اور تکلیف برداری، جان و مال کی مسلسل اور بے پناہ قربانی، انسانی خون
کی پے در پے ہولیاں کھیلنے، اور آئے دن روئے زمین کے نئے نئے حصّوں پر تسلط کے نئے نئے
مزے لینے کے حظّوں میں بدل گئے۔ خُدا کی نوکری کا چسکہ انسان کو کچھ ایسا بے طرح لگا کہ چند برسوں کے
اندر اندر ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی دو طرفہ ہلاکت بھی انسان کے مصلحت اندیش دماغ اور آرام
پسند طبیعت کو اس "دیوانہ پن" سے روک نہ سکی حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہی مسلمانوں نے بائیس لاکھ
مربع میل کی زمین پر قبضہ کر لیا تھا اور ۳۶ ہزار شہر اور قلعے فتح کر لئے تھے۔ پھر تسلط اور غلبے کا وہ
طوفان اُٹھا کہ تین سو برس تک مسلمانوں نے خُدا کی نوکری کے چسکے میں ہی انسان کو اس زمین پر چلنے کا
صراطِ مستقیم واضح کر دیا۔ کفر کی مہیب طاقتیں اس تمام اثنا میں اس بلائے ناگہاں کا مقابلہ حتی الوسع
کرتی رہیں لیکن چونکہ اُن کے کافرانہ اور ناکارہ نظام اور ان کے بکھرے ہوئے آقاؤں کی تنظیم بے
اصول اور پھسپھسی تھی، وہ فاطر زمین و آسمان کے دئیے ہوئے قلبی اور روحانی، فطری اور طبعی محرکات کا

کامیاب مقابلہ نہ کرسکیں اور بالآخران کو شکست و انتشار کے جہنّم میں ہلاک ہونا پڑا۔ ان سب معجزات کی بنیاد جو تاریخ عالم میں پہلی اور غالباً آخری بار ہوئے **تقویٰ** یعنی خوفِ خدا پر تھی جس کا نشیمن انسان کا دِل تھا اور جس دِل نے مسلمانوں کی جماعت میں وہ مضبوط اور ناقابلِ شکست تنظیم پیدا کی جس کا کسی اور طریقے سے پیدا کرنا اب ناممکن ثابت ہو رہا ہے۔ باہمی **اُخوت** کا بے پناہ احساس اس دل کا پہلا کرشمہ تھا اور **اطاعتِ امیر** وہ کرشمہ تھا جس نے مسلمانوں کی اُمّت کی تاریخ پر چار چاند لگا دیئے۔ بالآخر کئی کفر کے ہولناک مقابلوں کے بعد جن میں کئی سو برس کی صلیبی لڑائیاں بھی شامل تھیں مسلمان پھر اُبھرے اور ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کیا۔ اُس وقت تک اگر مسلمان قرآن کی اصلی اور بنیادی تعلیم پر قائم رہتے جو خُدا کی ملازمت کے سیدھے سادھے تخیّل پر مبنی تھی تو قریب تھا کہ وہ تمام روئے زمین پر چھا جاتے لیکن اس آٹھ سو برس کی ڈھیل نے اُن کے دلوں کا قرآنی تخیّل بدل دیا، وہ عمل کی بجائے **فتنۂ کتابت** میں مُبتلا ہو گئے ہمسلمانوں میں قرآن کی "درس وتدریس" کا ایک بہ زعمِ خود "معزز" اور "باوقار" گروہ اُٹھا جس نے سعی و عمل کے تکلیف دِہ ماحول کو عقیدوں اور اعتقادوں کے امن افزا ماحول میں بدلنا چاہا تاکہ اُن کی اپنی بے عملی کی گنجائش نکل سکے اور وہ اپنی عزت مسلمانوں میں قائم رکھ سکیں چنانچہ فتحِ قسطنطنیہ کے باوجود مسلمان کوئی عالم آرا حرکت نہ کر سکے۔ خلیفۂ وقت اگرچہ حاکمِ قسطنطنیہ ہی تھا لیکن جستہ جستہ اس کے متعلق اطاعتِ امیر کا عالی جذبہ ماند پڑتا گیا اور تقویٰ کے پیدا کردہ بے پناہ عمل کی آخری کڑی بھی خلافت کے ختم ہونے کے بعد ٹوٹ گئی۔ مسلمان اب بالکل بے یار و مددگار ہے اور اُمید نہیں کہ خلافت کسی عنوان سے پھر زندہ ہو سکے۔

مسلمانوں کے زوال کی یہ وہ جانکاہ کہانی ہے جس کی وجہ سے یہ تصنیف لکھی جا رہی ہے تاکہ مسلمانوں کو پھر معلوم ہو جائے کہ قرآنی لغت میں عبادت خُدا کے کیا معنی تھے جسکی وجہ سے مسلمان دُنیا پر غالب آ گئے تھے اور آج بھی اگر مسلمانوں کے چند افراد اس عزم کو لیکر اُٹھیں تو وہ پھر غلبے کی وہی منزلیں طے کر سکتے ہیں۔

قرآن حکیم کا فلسفہ عمل

اعمال عاجلہ و اعمال آخرہ

تفرقِ اُمت کے متعلق ان خوفناک تنبیہوں کے بعد جو بے بدل اور دائم اصُول کتاب الٰہی کی حکمت جامعہ نے انسان کے سامنے پیش کئے یہ تھے کہ دُنیا اپنی ہر کیفیت اور ترکیب احوال میں دارالعمل ہے، ہر متنفس اس کارخانہ حیات میں بمنزلہ ایک عامل اور مزدور ہے، کوئی چیز عام اس سے کہ وہ کیا ہے اس کو حاصل ہو نہیں سکتی جب تک کہ وہ اس کے لئے حتیٰ الامکان کوشش نہ کرے، اس کی کامیابی کا انحصار ہمہ تن اس کی سعی پر ہے: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى[1] (۵۳: ۳۹) مقصود اپنے آپ کو حاصل کرانے میں اس کا مؤید نہیں۔ انسان اپنے ہر عمل کا ذمہ دار بلا شرکت غیرے آپ ہے: كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ[2] (۵۲: ۲۱)، كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ[3] (۷۴: ۳۸)۔ نتائج کی تشکیل بلا شبہ اکثر اوقات خارجی احوال کے زیر اثر ہوتی ہے مگر سعی کے ہر مرحلے پر ترکِ اختیار، ردّ و قبول اس کے اپنے ہاتھ میں ہے: وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا[4] (۶: ۱۶۵)۔ دُنیا ایک نہایت ناقابل فہم اور پیچیدہ قواتی اور مادی، سیاسی اور اجتماعی نظام ہے جس کا مدبرِ اعظم خدا ہے۔ اس کے احوال اس قدر مغلق، ادارت اس قدر پیچ در پیچ، اور نظم و نسق اس قدر وسیع ہے کہ اُس کا مکمل طور پر سمجھ لینا انسانی فہم و ادراک کے محیط سے قطعاً باہر ہے: وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ

۱۔ اور یہ کہ انسان کو (اس دنیا میں) کوئی شے حاصل نہیں ہو سکتی مگر وہ جس کیلئے اس نے کوشش کی۔
۲۔ ہر شخص جو وہ کر رہا ہے اس کا ذمہ دار ہے۔
۳۔ ہر متنفس جو کچھ اس نے کمایا اس کا ذمہ دار ہے۔
۴۔ اور ہر نفس کوئی شے حاصل نہیں کرتا مگر یہ اس کے حاصل کرنے کی ذمہ داری اس پر ہے۔

اللہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (۷: ۵۴) ایک حال دوسرے احوال سے اس قدر پیوست، ایک حادثہ دوسرے حادثات کے ساتھ اس طرح توأم، اور ایک نتیجہ دوسرے نتائج میں اس طریقہ پر مدغم ہے کہ اُن کی اُلجھنوں کو کھولنا اور باندھنا اس ربِّ بست وکشادہی کا کام ہے، یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝[2] (۳۲: ۵-۶) ۔ اسی مدبّرِ حقیقی کی تجویز وتدبیر کے باعث نظامِ عالم بحیثیت مجموعی قائم ہے۔ انسان کو ایسی سیاسیات عالیہ میں مطلق دخل نہیں جن کے حل وعقد کی تکمیل کے لئے بھی اس کی چھوٹی سی عمر از بس ناکافی ہے! ان مہمات امور کی تنقیح وتکمیل، انکا قضا وقدر، ان کی ترویج واجرا اس حاکمِ اعلیٰ ہی کے ذہن واختیار میں ہے جس کی کیفیت کو وہ نہایت غیرت سے، اور بے تکلف اپنے عام بندوں سے چھپائے رکھتا ہے: وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ۝[3] (۱۸: ۲۶)، عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝[4] (۷۲: ۲۶) ۔ انسان کائنات فطرت کا ایک جزوِ حقیر ہے مگر اس اہم محکمہ کی مطلق ادارت بھی اُسی ربّ العٰلمین کے ہاتھ میں ہے۔ انفرادی اور اجتماعی مساعی سے بالاتر، ہزاروں امور عالیہ ایسے ہیں جو قانونِ الٰہی اور اصول فطرت کے ماتحت ہو رہے ہیں مگر انسان کو ان کی تخلیق وتسویہ میں اتنا ہی دخل ہے جتنا ایک قطرے کو دریا کے بنانے، یا ایک پتھر کو پہاڑ کی تعمیر میں ہے۔ بااین ہمہ کائنات علم وعمل کے اس بیکراں محیط میں انسان کا رتبہ ہر حیثیت میں قطرے یا پتھر کے برابر نہیں! وہ اپنے مختصر ورطۂ عمل کے اندر صاحبِ اختیار وارادہ ہے، اس میں قدرت تاثیر وعمل موجود ہے! اسے قوت ردّ وبدل

۱۔ اور سورج اور چاند اور ستارے اس خدائے برتر کے قانون کے مطابق جکڑے ہوئے ہیں خبردار ہو جاؤ کہ مخلوق کا پیدا کرنا اسی سے منسوب ہے اور قانون کا جاری وساری کرنا بھی اسی کی طرف سے ہے تو بڑا بابرکت ہے وہ خدا جو جہانوں کا پالنے والا ہے۔

۲۔ وہ خدائے عظیم آسمان سے لے کر زمین تک اپنے قانون کی تجویز وتدبیر کرتا ہے پھر وہ قانون (رفتہ رفتہ) خدا کی طرف ایک مدت میں ارتقا کر کے مکمل ہو جاتا ہے۔ جس کی میعاد تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کی ہے۔

۳۔ اور وہ خدا کسی دوسرے متنفس کو اپنے حکم میں شریک نہیں کرتا۔

۴۔ وہ مستقبل کا جاننے والا ہے اور کسی آنے والے واقعات کو ظاہر نہیں کرتا۔

بھی ایک حد تک میّسر ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی تدبیر غلط ہو' اُسے نامرادی کی طرف لے جا رہی ہو' مگر سعی اور تدبیر دو جُدا جُدا امور ہیں' سعی کرنا اس کا فرض ہے۔ ہر امر کے متعلق جو اُس کو درپیش ہے طریقِ عمل اُس کے سامنے ہے' اسکی وسعت اور طاقت فکر و ذہن کے مطابق اس کی کوشش درکار ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ[1] (۲: ۲۸۶)۔ یہ سوال کہ اسکی استطاعت کسقدر تھی اور سعی کسقدر کی، اس عالم نیّات اور دانائے نہان و عیاں کے فیصلے پر موقوف ہے' اس بارے میں اس کا اپنا اِدّعا یا اعتذار محض ہیچ ہے: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ[2] (۳۰: ۵۷)، يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ[3] (۴۰: ۵۲)۔ ہر عامل کو، اُس کی استطاعت مدِّنظر رکھ کر، سعی کے مطابق اُجرت دی جائے گی: وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ[4] (۶: ۱۳۲)، وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ[5] (۴۶: ۱۹)، مگر دُنیا کی اس مہتم بالشّان دار و گیر کے ہنگامۂ عظیم میں حصولِ اُجرت کے دو طریقے ہیں:

اعمال عاجلہ

بعض اعمال، سیئہ اور حسنہ دونوں' ایسے ہیں جن کے عامل کو پوری یا کم و بیش اکثر اُجرت فوراً مل رہتی ہے۔ جھوٹ بولنے میں کاذب کو فوری معاوضے کا احتمال' یا شاید حظِّ نفس حاصل ہوتا ہے' ریا و مکر میں ممکن ہے ایک قطعی اور یقینی فائدہ مدِّنظر ہو' زنا میں ایک فوری لذّت ہے' قتل میں قاتل کے غیظ و غضب کی ایک فوری تسکین ہے' عہد کے پورا نہ کرنے میں نفس کو فوری آرام ہے، فریب اور دغا بازی، حسد و بغض، تفریقِ جماعت، حرام خوری، ظلم و کم وزنی، غرور و تکبّر،

۱۔ خدا کسی متنفس کو اس کی طاقت سے زیادہ کرنے کی تکلیف نہیں دیتا' اس لئے اس کو اتنا ہی ملے گا جتنا کہ اس نے کوشش کی' اور اس پر ذمہ داری بھی اتنی ہی ہے جتنی کہ اس نے وہ چیز کمائی۔

۲۔ پھر اس دن حد سے تجاوز کرنے والے ظالموں کو ان کا عذر کوئی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو معاف کیا جائے گا۔

۳۔ یہ وہ دن ہو گا کہ ظالموں کو انکار نہ کرنے کا عذر کوئی فائدہ نہ دے گا اور ان پر خدا کی پھٹکار ہو گی اور ان کا ٹھکانا برا ہو گا۔

۴۔ اور سب کے لئے ان کے سعی و عمل کے مطابق درجے ہوں گے اور خدا اس شے سے غافل نہیں جو یہ عمل کر رہے ہیں۔

۵۔ اور سب کیلئے ان کے سعی و عمل کے مطابق درجے ہوں گے اور تاکہ ان کو انکی کوشش کا پورا اجر دیدیا جائے اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔

نفس پروری وتن آسانی، سب اعمال اسی قطع کے ہیں کہ عامل کو ان کا معاوضہ بلا انتظار شدید مل جاتا ہے۔ اسی طرح پر صدہا انسانی مساعی یا اعمال، مثلاً تجارت، تحصیل علم، کسبِ معاش، حبِّ اولاد، جمع دولت، خورونوش وغیرہ وغیرہ ایسے ہیں جن کا اکثر نفع عمل کے بعد معاً مل جاتا ہے۔ ایک متنفس کی اپنی ذات کے لئے، اجتماعی نقصان یا مفاد سے قطع نظر، یہی فوری اُجرت ان اعمال کا منتہا ہے اور اس کے بعد اکثر حالات میں کوئی نتیجہ اس دنیا میں مترتب نہیں ہوتا۔ ایک طالبِ اجر کو ان اعمال کے کرنے میں طبعی ترغیب وتحریص اس لئے ہے کہ معاوضہ فوری ہے: حصولِ نفع میں عجلت، اور سودا نقد ہے، کسی منعم سے تقاضائے سوال نہیں، تکرار کی شرم، اور انتظار کی تکلیف نہیں۔ کلام الٰہی کی حیرت انگیز حکمت بالغہ کی اصطلاح میں یہی "عاجلہ" ہے! اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا[1] (٧٦: ٢٧)، كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ[2] (٧٥: ٢٠-٢١)، مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ[3] (١٧: ١٨)؛ یہی جلبِ منفعت کا "ادنیٰ" اور قریب تر راستہ ہے: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا[4] (٧: ١٦٩)؛ یہی حصولِ مزد کا مقدم اور "اُولیٰ" مرحلہ ہے؛ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى[5] (٩٢: ١٣)؛ یہی دنیا اور دنیا داری کی سہل الحصول اور قریب النفع کھیتی ہے؛ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا[6] (٤٢: ٢٠)، مگر ان سب اعمال کی بہم انجام دہی، کثرت وتکرار میں، فوری

١۔ یہ کافر اور بے عمل لوگ تو پسند کرتے ہیں کہ ان کے اعمال کا معاوضہ فوراً مل جائے لیکن وہ ایسا کرنے سے اپنے پیچھے ایک سخت دن (کی سزا کو) چھوڑ دیتے ہیں۔

٢۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ جلد جلد معاوضہ کا ملنا پسند کرتے ہیں اور آخرت کی بہتری کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

٣۔ جو شخص اپنے عملوں کا فوری معاوضہ مانگتا ہے تو ہم اس کو اس دنیا میں ہی اس کا معاوضہ جو چاہیں دے دیتے ہیں۔

٤۔ پھر ان کے بعد ایسے جانشین آئے جو کتاب خدا کے وارث ہوئے اور اس دنیا کے فائدوں کو انہوں نے پکڑ لیا اور سمجھ لیا کہ ان پر گناہوں کی گرفت نہ ہوگی۔

٥۔ اور بیشک ہمارے لئے انجام بھی عمدہ ہے اور ابتدا بھی اچھی ہے۔

٦۔ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہے اس کو ہم اس کھیتی میں زیادہ کر دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہے تو اس کو اتنا ہی دے دیتے ہیں۔

نفع کے علاوہ، معمول علیہ، یا ہیئت اجتماعی، یا خود نفس عامل کو، ایک غیر معین مدت کے بعد اور بالآخر، یا اکثر اوقات معاً ہی جسمی یا مالی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ ان نتائج سے خوفزدہ ہو کر اکثر مجتمعات انسانیہ نے چند اعمال مثل قتل، سرقہ وغیرہ، بالخصوص ان کو جن میں عامل کی جلب منفعت معمول علیہ کے فوری نقصان سے ہوتی ہے، ممنوع قرار دے کر، اُن کی سزائیں مقرر کی ہیں۔ انسانی قانون اس نقطۂ نظر سے محض ایک فوری مضرت کے انسداد یا جلب انتقام کے درپے ہے اور صرف اُنہی جرائم کی تعذیر کو ضروری سمجھتا ہے جس کے کرنے میں ہیئت انسانی کے کسی عضو کی فوری حق تلفی ہوتی ہو، وہ ان تمام اعمال کو قطعاً نظر انداز کر دیتا ہے۔ جن کے باعث کسی جماعت یا متنفس کو مادی یا جسمی نقصان صراحۃً یا معاً نہ پہنچا ہو۔ جھوٹ بول کر، یا چھپ چھپا کر زنا کر کے جو نقد اُجرت یا نفسانی لذت عامل کو حاصل ہوتی ہے، یا ایک بلند نقطۂ نظر سے جو معنوی ضرر عام جماعت کو پہنچا ہے یا بالآخر پہنچے گا' ایک فرد متنفس کے بے اندازہ جمع دولت سے جو دُور رس اقتصادی نقصان، جمود دوران مال یا تفریق مراتب پیدا ہو رہے ہیں، یا بالآخر انسانی قانون کے غافلانہ رَوِیّے سے پیدا ہوں گے، تن آسانی کی شدت سے جو جسمانی انحطاط اور عضوی تنزل ایک فرد کو لاحق ہو جاتا ہے، اور ترغیب و تحریص عوام کو ہوتی ہے یا بالآخر ہو گی، مسکرات کے استعمال سے جو بیسوں پشتینی بیماریاں جزو جماعت ہو کر، بالآخر اس کے پیش از وقت زوال کا باعث ہوتی ہیں، غرور اور تکبر، بدعہدی اور بددیانتی، بدسلوکی اور ظلم سے بدیر و زُود جو اجنبیت، حاکم و محکوم، راعی و رعایا کے درمیان پیدا ہو کر حاکم جماعت کی بالآخر بیخ کنی کا باعث ہو جاتا ہے یا جو فوری نفع، لذتِ نفس یا مزا عامل کو، اور جو قلبی اذیت، مالی نقصان، جسمانی تکلیف، یا احساسِ مذلت معمول علیہ کو حاصل ہوتی ہے اور جن کے پیہم توارع سے بالآخر صدہا اقوام صفحۂ زمین سے چند برسوں کے اندر ہی مٹ چکی ہیں، وغیرہ وغیرہ یہ سب اعمال ایسے ہیں جن کی بشری قانون مطلق شناخت نہیں کر سکتا، اور اس لحاظ سے وہ

ایک نہایت ناقص اور نامکمل تعذیری آئین ہے:

فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ (۴۱: ۱۵-۱۶)۔

تو ایک عاد کی قوم تھی جس نے ناحق زمین پر تکبر کیا اور کہا کہ ہم سے زیادہ طاقتور دنیا میں کون ہے (اس لئے جو مرضی ہے کریں، کسے ہم کو کون پچھاڑ سکتا ہے) کیا انہوں نے (بالآخر) نہ دیکھا کہ وہ خدا جس نے ان کو پیدا کیا تھا (فی الحقیقت) وہی سب سے زیادہ طاقتور نکلا (جس نے ان کو ہلاک کر دیا) اور یہ لوگ ہمارے احکام سے منکر ہو گئے تھے۔ بالآخر ہم نے ان پر ایک طوفان لانے والی آندھی منحوس دنوں میں بھیجی تاکہ ان کو اسی دنیاوی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

یورپ آج صدیوں کی مشق سلطنت کے بعد، سیاست اور حفظِ جماعت کے ان عظیم الشان رازوں کو محض اپنے تلخ تجربے کے ذریعے سے محسوس کر کے، اعمال سیئہ میں سے دو ایک امور کے متعلق، انسدادی اور حفاظتی قوانین وضع کرنے پر مجبور ہو رہا ہے مگر ایک ایسا نامکمل اور یک طرفہ آئینِ سیاست جس کی بنیاد ہتھکڑیوں اور قید خانوں کی مشقتوں پر ہو، جو محض جسموں ہی پر حکومت کر سکتا ہو، جو انسان کے محض ظاہری احوال اور ظاہری اعمال کو پیش نظر رکھ سکتا ہو، جو قلب کی نیات اور باطن کے ارادات سے مطلق ناآشنا ہو، جسمیں نرے خوف و عذاب کے سامان مہیا کئے گئے ہوں، جس میں انعام کا مزا اور اجر کی امید کالعدم ہو، جس کے وسائل اطلاع و تفتیش یہ کم ہوں، جس کا علم اس قدر ناقص، اور حکمت اس قدر محدود ہو، جس کی طاقت سدّ و دفاع اس وقت عمل کرنے لگی ہو جبکہ شیطنت اور ہلاکت کا نہنگِ مہیب اپنا تخریبی کام پورا کر چکا ہو اور شرارت کی حد ہو چکی ہو ایک ایسے بے معنی، بے موقع اور ناگوار قانون کے لئے اس اخیر مرحلے میں جماعت کو ہلاکت سے بچانا

کسقدر دشوار امر ہے۔ جس قوم کی مادیّت اور دہر پرستی حدِ اعتدال سے یہ تجاوز کر گئی ہو کہ کمالِ علم و ہنر، اور حیرت انگیز نظم و نسق کے باوجود، شیطنت کی علانیہ پرستش ہو، سیہ کاری اور بداخلاقی کے منظّم اور مُستلم اصول وضع ہو چکے ہوں، زنا کاری شیوۂ اخلاق، اور شہوت آرائی آدابِ مجالس کا جزو بن گئی ہو، میخواری باہمی صحبت کی روحِ لطیف، اور قمار بازی عزّ و وجاہت کا نشان ہو، جہاں بے حیائی کی شرم قطعاً اُڑ چکی ہو اور عورت کی صنفِ لطیف گزرگاہ خلق، اور رفاہِ عام کی فیّاض جہیز بن گئی ہو، جہاں ازدواج کی اہمیت کم☆، عائلی محبّت مفقود، اور زن و شوئی کے تعلقات کالعدم ہو چکے ہوں؛ جہاں دولت کی لا انتہا کثرت اور بیحد ناہموار تقسیم کے باعث فقر و غنا کے جذباتِ لطیفہ ماند پڑ گئے ہوں اور غلبے کی ربّانی فضیلت کے ساتھ ساتھ ابلیس کی یہ حکومت قائم ہو رہی ہو، وہاں قانون آبکاری کے چند دفعات، یا چند شورش پسندوں کے اشتراکی اصول کیا کچھ کر سکتے ہیں!

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ (۱۶: ۲۶)۔

ان سے پہلے اور قوموں نے بارہا خدا کے ساتھ اسی طرح کی چالبازی کی تو خدائے عظیم نے بھی ان کی اجتماعی عمارت کو جڑ بنیاد سے ایسا کھینچا کہ اُس کی چھت اُن پر دھڑام سے آن گری اور عذاب خدا نے اُن کو اُدھر سے دھر پکڑا جدھر سے انہیں سان گمان نہ تھا۔

حیاتِ دنیا

اسلام کی بے بدل اور ہمہ گیر سیاست نے ان تمام اعمال کو جنکی مزد کا اُمّید وار انسان اپنی عجلت پسندی کے باعث معاً ہو جاتا ہے، دنیا داری اور نفس پروری کی اصطلاح سے موسوم کیا، اور یہ امر واضح کر دیا کہ فوری اُجرت کے طلب کرنے میں بسا اوقات اور

☆ حیرت ہے کہ یہ الفاظ ۱۹۲۱ء میں لکھے گئے تھے لیکن ان کا اطلاق آج ۱۹۹۳ء میں کس قدر مکمل نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ موجودہ پاکستان کے بدکردار حاکموں نے چار عورتوں تک نکاح کرنے کے اسلامی قانون پر پابندیاں لگا کر زناکاری کو رواج دینے کا حیلہ بنایا ہے۔

فی الحقیقت شر کا امکان ہے: وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١﴾ (۱۷: ۱۱)، خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٢﴾ (۲۱: ۳۷)۔ ہر وہ عمل جو خالصتہً اس نیت سے کیا جاوے کہ اس کا اجر بھی ساتھ ہی ملتا رہے گا "حیاتِ دُنیا" ہے، اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تن کو وقتی راحت، اور نفس کو فوری آرام ملے، اور بالآخر اس کی افراط و تفریط سے جماعت کے قوائے عاملہ بیکار ہو جائیں: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴿٣﴾ (۳: ۱۴)۔ انسان کی اس دُنیا میں آنے کی حقیقی غرض و غایت وحدتِ اُمت ہے اور دینِ اسلام کا مدعی النظر غلبہ ہے، یہی آپس میں کامل طور پر متحد اور قوی ہو کر رہنا عبادتِ خُدا ہے۔ ایک حقیقی مومن کا تقویٰ اور عبادت، ایمان و اسلام یہ ہے کہ اُس کی اُمّت واحدہ کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ اعمالِ شنیعہ مثل قتل، زنا، تکبّر، فریب، حسد، سب ایسے ہیں جن سے اعضائے جماعت کو فوری، اور جماعت کو بحیثیت مجموعی اُخروی نقصان پہنچتا ہے، اس لئے یہ سب خُدا کے نزدیک مکروہ اعمال ہیں۔ ان کی سزا جہنّم ہے، ان کا انجام بُرا ہے، اس سے جماعت کے بالآخر کمزور ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ جس شخص نے کسی دوسرے شخص کے قتل میں بلا وجہ اقدام کیا اس نے گویا تمام مجمع انسانی کو قتل کیا، اور جس نے اپنے نیک اخلاق حسن سلوک، ملائمت اور تسامح سے اس کو آسائش اور زندہ رہنے میں مدد دی اس نے گویا تمام جماعت کو زندہ رکھا: مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ

۱۔ اور انسان (بارہا) اپنے لیے فائدہ طلب کرتے کرتے فی الحقیقت اپنے نقصان کی دعا مانگتا ہے۔ (کسی ظاہری صورت نفع کے درپے اس قدر ہو جاتا ہے کہ انجام کے نقصان کو نہیں دیکھتا) اور انسان در حقیقت بڑا جلد باز ہے۔

۲۔ انسان (در حقیقت) عجلت یعنی جلد بازی سے پیدا کیا گیا ہے۔ (گویا عجلت پسندی اس کی سرشت میں ہے) میں تمہیں اپنی نشانیاں عنقریب دکھاؤں گا تو جلدی نہ کرو۔

۳۔ انسان کیلئے عورتوں اور اولاد اور سونے چاندی کے ڈھیروں اور نشان دار گھوڑوں اور کھیتوں کے باردار ہونے کی خواہش بھلی کر کے دکھلائی گئی ہیں۔ اور یہی حیات دنیوی کی متاع ہے (جس میں پھنس جانا خدا نے منع کیا ہے) اور خدا کے پاس تو بہترین بازگشت ہے۔

أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ (۵:۳۲)[1] تن آسانی اور نفس پروری کو خدا کی خالص عبادت اور اُمت کی تقویت میں حائل کر دینا، سونے چاندی اور شہوت پرستی کو شریک خدا کر کے اس کی محبت میں گرفتار رہنا حکمت نہیں ہے، قوم کی ترقی کا انحصار اسی پر ہے کہ ہر چیز اعتدال پر رہے: لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (۵۷:۲۵)[2] وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا (۴:۲۷)[3] کوئی قوت بیکار نہ ہونے پائے، ترقی کی انتہائی منازل پہنچنے پر بھی کوئی دِقت پیش نہ آئے، جماعت کو بالآخر ذلت کا دن اور رسوائی کا منہ نہ دیکھنا پڑے، وہ روز نصیب نہ ہو جب کہ شکست و ضعف ہر طرف سے طاری ہو جائیں، محکومیت اور افلاس کی سیاہی چہروں پر چھا جائے، مرگ مفاجات کا خوف ہر فرد دامنگیر ہو، ذلت اور بے آبروئی کے پارہ ہائے ظلمت پیشانیوں پر عیاں ہونے لگیں، جماعت کا اصلی جہنم اور آخری عذاب یہی ہے جس کی شرح و بسط قرآن حکیم کے ہر ورق پر ثبت ہے:

> إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ

۱۔ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو قطعی حکم دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو بغیر کسی اہم غرض کے یا مفید نہ ہونے کے باوجود قتل کیا تو اس نے گویا سب انسانی جماعت کو قتل کر دیا اور جس نے کسی انسان کو زندہ رکھنے میں مدد کی تو اس نے گویا تمام بنی نوع انسان کو زندہ کر دیا۔ اور بے شک اور بالضرور ہمارے پیغمبر کے پاس روشن احکام لیکر پہنچے تھے پھر باوجود اس کے ان میں سے اکثر اس زمین پر حد سے تجاوز کر گئے۔

۲۔ تاکہ لوگ میانہ روی پر قائم رہیں۔

۳۔ اور اللہ تو ارادہ کرلیتا ہے کہ تمہیں سزا دینے سے پھر جائے لیکن جو لوگ شہوات اور لذات کی پرستش میں لگے ہیں وہ ارادہ کر لیتے ہیں کہ پورے طور پر شہوتوں کی طرف جھک جائیں۔

قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ۝ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ
جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ
وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفٰى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِينَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ أَسْلَفَتْ وَرُدُّوٓا
إِلَى اللَّهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ (۱۰: ۲۴-۳۰)-

اَے لوگو! اس دنیا کی زندگی کی مثال تو یہ ہے کہ ہم پانی کو بادلوں سے برسا دیتے ہیں پھر زمین کی بوٹیاں جس پر بالآخر انسان اور چارپائے پلتے ہیں اس پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہیں - یہاں تک کہ جب زمین سرسبز ہو کر اپنا بناؤ سنگار کر لیتی ہے اور خوشنما معلوم دیتی ہے اور کھیت والے بھی سمجھ لیتے ہیں کہ اب اس کھیتی سے فائدہ اُٹھانے پر قادر ہو گئے تو یکایک ہمارا حکمِ عذاب اُس پر آنازل ہوتا ہے پھر ہم اُس کا ایسا ناس کر دیتے ہیں کہ گویا کل اُس کا نام و نشان ہی نہ تھا۔

(بعینہٖ یہی حالت اُس قوم کی ہے جو اس دُنیا کی لذّات میں ہمہ تن مستغرق رہتی ہے جو فوری فائدوں کے درپے رہ کر اپنی زندگی خراب کر لیتی ہے، جو سونے چاندی اور شہوات نفسانی کی عملاً محکوم بن جاتی ہے ایسے لوگ عالمِ اسباب کی وساطت سے چند لمحوں کے لئے اپنے گرد و پیش ایک خوش کن منظر پیدا کر لیتے ہیں مگر ان کا انجام خراب ہے، ان کی تمام سعی بالآخر بیکار ہے)

غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے ہم اپنے احکام یوں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، اور خدا تو دراصل (اپنے عالم آرا قانون کی تشریح کر کے) لوگوں کو سلامتی اور بقا کی منزل کی طرف بلا رہا ہے، (وہ اُنہیں وہ قواعد بتلا رہا ہے جن پر چل کر تمام جماعت کا حفظ و امن ہے) اور وہ جس قوم کے افراد میں اہلیت دیکھتا ہے ان کو اس دُنیا میں (قوت سے بہرہ مند ہونے کا) صراطِ مستقیم دکھا دیتا ہے۔

جس قوم نے بحیثیت مجموعی اس دُنیا میں اچھے عمل کئے، (جو خُدا کے سوا کسی دنیاوی شے کی محکوم نہ بنی) اُن کو اس دنیا میں ویسا ہی اجر ہے، قوت اور استحکام ہے)، بلکہ آگے چل کر اور بھی انعام ہے۔ ان کو یہاں پہ ذلّت اور افلاس کا سامنا نہ ہو گا۔ (فقر و افلاس، محکومیت اور غلامی کے باعث) ان کے چہروں پر کلونس نہ چھائی ہو گی۔ یہی لوگ جنّت

کے حقدار بھی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے لیکن جس قوم نے بداعمالیاں کیں جس نے دُنیاوی لذات میں منہمک رہ کر اپنی قوتوں کو نیست کر دیا، اس کی سزا بھی ویسی ہی بُری ہے، ذلت ان کے مونہوں پر چھا رہی ہو گی، خدا کی مار سے انہیں اس دنیا میں کوئی بچانے والا نہ ہو گا، فقر و افلاس سے ان کے چہرے ایسے بے رونق اور سیاہ ہو جائیں گے کہ گویا شبِ دیجور کی چادر کو پھاڑ کر اس کے ٹکڑے اُن کے مُونہوں پر اُڑھا دیئے ہیں۔ یہی قوم آگے چل کر جہنم کی مکین بھی ہے اور وہ اس میں ابدالآباد تک رہیں گے۔

اور اس کے علاوہ جسدن ہم ان سب کو اپنے حضور میں باز پرس کے لئے کھڑا کریں گے تو ہم (ان لوگوں کو جنہوں نے عورتوں اور بیٹوں، گھوڑوں اور چارپایوں، سونے اور چاندی، دُنیاوی مرشدوں اور شیطانوں کی محبت کو ہماری محبت اور فرمانبرداری میں شریک کیا تھا) کہیں گے کہ تُم اور تُمہارے شریک ایک طرف کھڑے ہو جاؤ! پھر وہ ہماری سزا کے خوف سے آپس میں جھگڑا شروع کر دیں گے اور اُن کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو ہرگز نہیں کیا کرتے تھے۔ خدا ہمارے اور تمہارے درمیان گواہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے قطعاً بے خبر تھے۔ پھر اُس دن ہر شخص کو اپنے گذشتہ اعمال کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے گی اور اپنے سچے مولا اور حقیقی آقا کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور سب جھوٹے آقا اُن سے الگ ہو جائیں گے۔

اشیائے حیات کے جائز اور مناسب استعمال سے گذر کر ان کی محبت میں منہمک رہنا ان کو مآلِ سعی سمجھ کر ان کی عبادت کرنا، ضرورت کے وقت ان کے فوری ترک و مقاطعہ پر قدرت نہ رکھ سکنا، جماعت کے مفاد کو بیجان مکانوں، بے زبان گھوڑوں، غافل اور بے خبر اولاد کی باطنی محبت پر قربان کر کے، اس کو شکست و ریخت کی طرف گھسیٹنا شرک ہے لیکن شرک کا حسب ذیل حالات میں ارتکاب اور بھی زیادہ تعجب انگیز ہے؛

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا

وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○ (۷: ۱۸۹-۱۹۱)۔

پھر جب خاوند اپنی بیوی سے لپٹ گیا تو اس کو ذرا سا حمل ٹھہر گیا اور وہ اس کو لئے پھرتی رہی۔ پھر جب زیادہ بوجھل ہوگئی تو خاوند بیوی دونوں خدائے پروردگار سے دُعا مانگتے ہیں کہ اے خُدا! اگر تو ہم کو تندرست، جیتا جاگتا اور بدن کے تمام اعضا درست ہونے والا بچہ دے گا تو ضرور ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب خُدا ان کو درست اعضا والا بچہ عطا کر دیتا ہے تو انہی بچوں کی محبت میں اسقدر منہمک ہو جاتے ہیں کہ ان کو خُدا کا شریک بنا دیتے ہیں۔ تو کیا یہ لوگ اس کو میرا شریک بناتے ہیں جو پیدا کر ہی نہیں سکتا اور خود (خُدا کے) پیدا کئے ہوئے ہیں؟

گویا انسان وہ بد کردار، دھوکہ باز، احسان فراموش بلکہ نفرت انگیز وجود ہے کہ اس ڈر سے کہ کہیں اس کا بچہ لولا لنگڑا پیدا نہ ہو خاوند اور بیوی دونوں پورے یقین کے ساتھ کہ ماں کے پیٹ کے اندر بچے کو صحیح و سالم پیدا کرنے والا صرف خُدا ہے، صدق دل سے اس کے حضور میں دُعا کرتے ہیں کہ اگر بچہ ہر طرح سے تندرست پیدا ہُوا تو وہ شکر گزار ہونگے لیکن جب تندرست بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو صرف رسمی شکر ایک لمحہ کے لئے ادا کر کے (بلکہ عملاً خُدا سے باغی ہو کر کہ اب بچہ صحیح سالم پیدا ہونے کے بعد خُدا کا اختیار نہیں رہا کہ بچہ کو لولا لنگڑا کر دے) اُس بچہ کی محبت میں اسقدر منہمک ہو جاتے ہیں کہ اُمت کو غلبہ کی منزل تک پہنچانے والے خُدائی احکام سے یکسر اعراض کر کے اولاد کو خُدا کا شریک (بلکہ خُدا سے بہتر) ثابت کر دیتے ہیں!۔ کیا ایسی بدکردار اُمت کے افرادِ قوم کو کسی منزل تک پہنچا سکتے ہیں؟ برخلاف اس کے زندہ اُمتوں کے افراد میں جماعت کے بارے میں ذاتی فرائض کا احساس اس قدر قوی ہوتا ہے کہ دُنیا کی کسی قسم کی لذت، کوئی مال و جاہ، کوئی اولاد، کوئی مکان اور باغیچے، انہیں بروقت جان و مال کی قربانی سے نہیں روک سکتے۔ اُن کے دلوں کی ساخت ہی کچھ اس قطع کی ہو جاتی ہے کہ دنیا کی کسی چیز سے اُنکا ذاتی لگاؤ جماعت کی بہتری کے مقابلے میں باقی نہیں رہتا۔ وہ دین اور دُنیا کو، جماعت اور فرد کو، خُدا کی محبت اور دُنیاوی اشیاء کی

محبت کو الگ الگ مقام دے کر فطرت کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلتے رہتے ہیں لیکن جس نابکار قوم کے افراد نے اپنے فرائض کے بارے میں یہ فرق پیدا نہ کیا اُسکی سزا جہنم ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ (۱۰: ۷-۸)۔

بے شک وہ لوگ جن کو قیامت کے دن ہماری ملاقات کی اُمید، اور ہمارے احتساب کا ڈر نہیں رہا، جو اس دُنیا کی زندگی میں مگن ہیں جو لذات دنیوی میں ہمہ تن مستغرق رہ رہ کر دنیا و مافیہا سے مطمئن ہو گئے ہیں اور جو ہمارے احکام کی تعمیل سے غافل ہیں ان کا ٹھکانا ان کی بداعمالی کے صلے میں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

اس اطمینان و سکون میں کچھ کاربرآری کی اُمید نہیں، کچھ بہتری کی آس نہیں:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝ (۱۸: ۴۵-۴۶)۔

اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں سے لذات دنیوی میں مگن رہنے کے بُرے نتائج کی ایک مثال یہ بھی بیان کرو کہ دُنیا کی زندگی کی مثال تو گویا یہ ہے کہ ہم نے پانی کو بادلوں سے برسایا، پھر زمین کی بوٹیاں اس پانی کے ساتھ مل کر (ایک اقل قلیل مدت کے لئے) پھلیں پھولیں (اور خوشنما بھی نظر آئیں)، لیکن (جب ان چند لمحوں کے عروج کے بعد زوال شروع ہوا تو) سارا کھیت کا کھیت زرد اور پژمردہ، خراب اور شکستہ حال ہو گیا اور زمانے کی ہوائیں ہیں کہ اُس کے بھوسے کو ہر طرف اُڑائے پھرتی ہیں اور خدا تو ہر شے پر قادر ہے (جو مناسب سمجھتا ہے اس کے اسباب چشم زدن میں پیدا کر دیتا ہے)۔

مال اور اولاد اس دنیا کی زندگی کے (چند روزہ انفرادی) بناؤ سنگار ہیں ان کی جنت بظاہر بہت دل خوش کن ہے، اُن سے جی بہلتا ہے طبیعت کو یک گونہ فرحت ہوتی ہے مگر اس کا انجام بُرا ہے اس سے اجتماعی قوٰی ضعیف ہو جاتے ہیں؛ سعی و محنت کے حوصلے مر جاتے ہیں پھر ایک قلیل مدت میں سب جماعت موت کے

گھاٹ اُتر جاتی ہے) خُدا کے نزدیک وُہی اعمال جن کا اثر دیرپا ہو، (جن میں صلاحِ جماعت مقصود ہو، جن کا انجام نیک اور اجرت خُدا کے پاس جمع رہے) از روئے نتائج اچھے ہیں، اُنہی سے بہتری کی آس ہے انہیں سے انجام بخیر کی اُمید ہے۔

یہی زوالِ اقوام کا سِرِّ عظیم ہے؛ یہی توحید سے انکار ہے۔ خُدائے واحد کے سچے اعتراف میں ہر وقت سلامتی ہی سلامتی ہے: وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا إِلَىٰ دَارِ السَّلَٰمِ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ[1] (۱۰: ۲۵)، ایسی جماعت ابداً آباد تک غالب رہے گی، اس کو ہرگز زوال نہیں: فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَٰلِبُونَ[2] (۵: ۵۶)۔ ایک متمدن اور عروج پذیر جماعت کے استحکام کی علامات یہ ہیں کہ اس کے خانگی اور عائلی تعلقات (جو فی الحقیقت ہیئت انسانی کی بنیاد ہیں) خوشگوار رہیں، اُس میں متعلقین و اقربا کے حقوق کی حفاظت ہو، اس میں مستحق غربا و مساکین کی پرورش کا باقاعدہ انتظام ہو، اس میں مسافر نوازی کے سامان کافی مہیا ہوں، اسمیں کفایت شعاری اور میانہ روی کی عادتیں راسخ ہو گئی ہوں، اس میں زنا و قتل کی وارادت نہ ہوتی ہوں، اس میں مالِ یتیم کی پوری نگہداشت ہوتی ہو، اس کے انفرادی معاملات اور سیاسی مصالح میں عہد کی کامل پاسداری ہو، دیانتداری اور راست بازی اس قوم کا شعار بن گیا ہو، اس قوم کے علم کی بنیاد ظنیات اور توہمات کو بالائے طاق رکھ کر مشاہدات و یقینیات پر ہو، اس کے افراد کان کے پکے، دل کے مضبوط، اور صاحبِ بصیرت ہوں، اُس قوم میں غرور و استکبار بالکل نہ ہو، اور اوّل و آخر یہی کہ ترقی کی ہر منزل پر خُدائے بے مثال کی عبودیت کا نصب العین، ہر دم پیشِ نظر رہے☆ جس قوم میں یہ صلاحیتیں کم و بیش قائم ہوں اس کی زندگی کے دن ابھی کچھ باقی ہیں، ورنہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور اس کا بزود ہلاک ہو جانا یقینی ہے! اقوام

۱۔ اور خدا تو (بنی نوع انسان کو) سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے صراط مستقیم پر لے جاتا ہے۔
۲۔ کیونکہ در حقیقت اللہ کا گروہ ہی غالب ہوا کرتا ہے۔

☆ یہ وہ احکام خدا ہیں جن کے متعلق آگے چل کر آیات قرآنی آ رہی ہیں۔

عالم کے عروج و زوال کی عظیم الشان حکمت کے یہ وہ لاہُوتی اسرار ہیں جو تیرہ سو بیاسی برس ہوئے ریگ زار عرب میں، جہاں تمدن کبھی نام کو نہیں ہُوا تھا، ایک خانہ بر دوش قوم کے "دلق پوش" رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کئے گئے تھے، جن میں سے چند ایک پر مادہ پرست اور اپنی انوکھی تہذیب پر نازاں یورپ آج نہایت درشتی سے عمل کر رہا ہے اور شاید اسی عمل کی وجہ سے ابھی جہنم سے بچا ہُوا ہے، چند ایک کو قانونی حدُود کے اندر لانے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہے اور باقی کی بابت کف افسوس مل رہا ہے کہ اسکے دستِ قدرت و استطاعت سے قطعاً باہر نکل چکے ہیں! آہ مگر جہاں مسلمانانِ عالم کو ان حقائق عالیہ کی فروگذاشت کے باعث مدت ہوئی جہنم نصیب ہو چکا ہے، وہاں یورپ کے جہنم کو بھی کچھ دیر نظر نہیں آتی اگرچہ یہ محض طفل تسلیاں ہیں! بایں ہمہ قرآن حکیم آج یورپ کے کابینہ جاتِ وزارت اور مقننانِ سیاست کو کس صحت، جرأت اور بلند آہنگی سے انیس کے رنگ میں کہہ سکتا ہے کہ مغرب کا تمام فلسفۂ حکومت اس کی لامحدود حکمت کے خرمن کا ایک ادنیٰ اور مسروق خوشہ ہے!

خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو
ہم آسماں سے لائے ہیں ان زمینوں کو

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا
بَصِيرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ
جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ
لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ
وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ انْظُرْ كَيْفَ
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝ لَا
تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَخْذُولًا ۝ (۱۷: ۱۷-۲۲)۔
وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ

عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا
قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ إِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَإِنَّهٗ
كَانَ لِلْأَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ (۱۷:۲۳-۲۵)-

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
كَانُوْٓا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ
ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ
مَغْلُوْلَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ إِنَّ
رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝ (۱۷:۲۶-۳۰)-

وَلَا تَقْتُلُوْٓا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ
كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا ۝ (۱۷:۳۱)-

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (۱۷:۳۲)-

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ
جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ إِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ (۱۷:۳۳)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهٗ
وَأَوْفُوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (۱۷:۳۴)-

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ
وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ۝ (۱۷:۳۵)-

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ
أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ (۱۷:۳۶)-

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ
الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝ (۱۷:۳۷-۳۸)-

ذٰلِكَ مِمَّآ أَوْحٰىٓ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ
فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ (۱۷:۳۹)-

(اے لوگو! تمہیں کچھ خبر ہے کہ) نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے کتنی اُمتوں کو ہلاک کر

ہلاک کتنوں کو زمین بدر اور دریا بُرد کر دیا اور (اے محمدؐ!) تمہارا پروردگار اپنے بندوں کی درماندگیوں پر تاک لگائے رکھنے اور ان کی نافرمانیوں کا پورا علم رکھنے کے لئے کافی ہے۔ (اے لوگو! بگوش ہوش سن رکھو کہ) جو شخص ہمہ تن لذات دنیوی کے درپے رہ کر نقد اُجرت کا طالب رہتا ہے تو ہم اس دنیا میں اُس کے لئے جو مناسب سمجھتے ہیں جلد تر ادا کر دیتے ہیں مگر پھر ہم نے اس کے لئے جہنم کی آگ مقرر کر رکھی ہے جس میں وہ بڑے حالوں اور راندہ خدا ہو کر داخل ہوگا۔ لیکن جس شخص نے (نقد اُجرت طلب نہ کی اور اپنے اکثر اعمال کا اجر ہم پر اُٹھا رکھا اور) اُخروی اجر حاصل کرنے کے لئے کما حقہ سعی کی (اور اُجرت ادا کرنے کے متعلق) اس کا ہم پر ایمان بھی قائم رہا تو یہی وہ قوم ہے جس کے اعمال کی ہمارے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔ (اے پیغمبر! دُنیا کے طالب اور آخرت کے طالب) سب ہی کو ہم (اپنی بخشش سے) امداد دیا کرتے ہیں (اُجرت نقد ہو یا نسیہ، ہم بہر نوع ادا کر دیتے ہیں)۔ تمہارے پروردگار کی بخشش عام ہے کسی پر بند نہیں۔ تم دیکھو تو سہی کہ ہم نے دُنیا میں کس طرح درجہ بدرجہ بعض کو بعض پر ان کی سعی کے مطابق برتری دے دی ہے۔ (یہ سب اُن لوگوں کی جزا ہے جنہوں نے درجہ بدرجہ نیک عمل کئے۔ ایک سے ایک اپنی سعی کے مطابق بڑھ کر ہے) اور آخرت کے طالبوں کیلئے تو اس سے کہیں بڑھ کر بلند درجے اور اس سے بدرجہا بہتر فضیلت ہے۔ (اے محمدؐ! ہمارے ہاں تمہاری فضیلت اور تمہارے بلند مقام حاصل کرنے کی کلید یہ ہے کہ) کسی امر میں ماسوا کو خُدا کے ہم مرتبہ اور ہم پلہ نہ کر دینا، (دُنیا میں ہرگز غیر اللہ کو اللہ سے بہتر نہ سمجھنا، لذاتِ جہان میں اس قدر مستغرق نہ ہو جانا کہ احکام خُدا نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔ یہی انسان کی سب سے بڑی آزمائش ہے) ورنہ تم ایسے بدحال بیٹھے رہ جاؤ گے کہ سب تمہاری مذمت کریں گے اور خدا تم کو نہایت بے پناہ (sic) چھوڑ دیگا۔ (اس دُنیا میں فلاح اور اقلیم آخرت میں فلاح حاصل کرنے کا یہی عظیم الشان راز ہے)۔ (۱۷: ۱۷-۲۲)۔

اور (اے محمدؐ!) تمہارے پروردگار کا (اس دنیا میں خوش اسلوبی سے نباہ کے متعلق قطعی فیصلہ یہ ہے کہ (اے لوگو!) خدائے عظیم کے سوا کسی اور خُدا کے ملازم نہ بنو، والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ (کہ خانگی اتحاد کی بنیاد اسی پر ہے)، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے حینِ (sic) حیات میں بڑھاپے کو پہنچیں تو اُن کے آگے اُف تک نہ کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ہمیشہ جو کچھ کہنا ہو ادب کے ساتھ کہنا۔ اور محبت سے خاکساری

اور عاجزی، شفقت اور رافت کا پہلو اُن کے آگے جھکائے رکھنا اور اُن کے حق میں دُعا کرتے رہنا کہ اے میرے مالک! جس طرح انہوں نے مجھ چھوٹے سے کو پالا ہے اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں اسی طرح تو بھی اُن پر اپنا رحم کیجیو! (لوگو! ہر وقت اونچی آواز سے ایسی دُعا کرنے کی حاجت نہیں ہے جس چیز کی حاجت ہے وہ تُمہارے دلوں کی صحیح کیفیت ہے) خدا تُمہارے دلوں کی کیفیت کو خوب جانتا ہے، اگر تُم صلاحیت کے ساتھ اپنے ماں باپ کے ساتھ رہو گے تو تمہاری اتفاقی بھول چوک کو بھی معاف کرے گا کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں کی خطاؤں سے بڑا درگذر کرنے والا ہے: (۱۷: ۲۳-۲۵)۔

اور اے لوگو! رشتہ دار (کے حقوق کی کماحقہٗ رعایت کرو کہ عائلی اتحاد کی بنا اس پہ ہے)، مسکین اور نادار (کو حتی الوسع مُفید مدد دو کہ جماعتی اخوت اور تقویت اسی سے ہے)، اور غریب الوطن مُسافر (کی آؤ بھگت کرو کہ قومی اور دینی اتحاد کا راز اس میں ہے) ان سب کو اپنا اپنا حق دو، لیکن دولت کو بیجا مت اُڑاؤ کیونکہ دولت کو بیجا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان تو وہ راندۂ درگاہِ خُدا ہے جو اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بڑا ناشکرا ہے۔ ہاں اگر تمہیں تلاشِ معاش کی تگ و دو کے باعث رحمتِ خدا کے انتظار میں ان لوگوں سے اعراض کرنا پڑے تو کم از کم اُن سے نرم زبانی اختیار کرو۔ (اخوت صرف روپیہ خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہوتی میٹھی زبان اور دلی شفقت اس کے بہترین ذرائع ہیں)۔ ہاں اپنا ہاتھ نہ تو اتنا ہی سکیڑو کہ گویا گردن میں بندھا ہے نہ بالکل اس کو پھیلا ہی دو کیونکہ اس بے تامل مایہ لٹانے سے لوگ بھی شماتت کریں گے اور تم بھی تہی دست ہو جاؤ گے۔ (مسکینوں اور ناداروں کی مفلسی اور ناداری کی بھی تو بالآخر کوئی وجہ ضرور ہے) لہٰذا اپنے بندوں پر قطعاً ظلم روا نہیں رکھتا، جس کو ہر نوع اہل سمجھتا ہے اس کی روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کو اہل نہیں سمجھتا اس کا رزق نپا تلا کر دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے کامل طور پہ باخبر اور ان کی مساعی سے پورا واقف ہے: (۱۷: ۲۶-۳۰)۔

اور (اے لوگو!) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم ہی تمہاری روزی کے اسباب اس میں پیدا کرتے ہیں اور اُن کے رزق کے اسباب بھی ہم ہی پیدا

کریں گے۔ اولاد کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے : (۱۷: ۳۱) ۔

اور (اے لوگو!) زنا کے پاس بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا چلن ہے۔ (عورت اپنے خاوند کا مال ہے، زنا میں عورت کے بدن پر بے جا تصرف اور اس کے خاوند کی صریح حق تلفی ہے): (۱۷: ۳۲) ۔

اور (اے لوگو!) انسانی جان کو جس کا مارنا خدا نے تم پر حرام کر دیا ہے ناحق (یعنی ماسوائے جہاد یا کسی سنگین جرم کے) قتل نہ کرنا، اور جو شخص ظلم سے مارا گیا تو گویا ہم نے معاً اس کے والی وارث کو (قانون کے ذریعے قاتل سے بدلہ لینے کی) سند دے دی۔ لیکن اُسے بھی چاہیئے کہ (غصّے میں آکر) خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے، کیونکہ مظلوم ہو کر بھی (مغلوب الغضب نہ ہونا اور) واجبی بدلہ لینا اس کی حقیقی عقلمندی (کی علامت) ہے : (۱۷: ۳۳) ۔

اور (اے لوگو!) جب تک یتیم بالغ نہ ہو جائے اس کے مال کی بہترین حفاظت کرو، (اس کو اپنے مصرف میں لانے کے لئے ہاتھ بھی نہ لگاؤ)۔ اپنے عہد کو جو تم نے (اس کو اپنی حمایت میں لیتے وقت) کیا ہے پُورا کرو کیونکہ عہد کی باز پرس تُم سے ضرور بالضرور ہو گی : (۱۷: ۳۴) ۔

اور (اے لوگو!) جب ماپ کر دو تو پیمانے کو بھر کر دیا کرو۔ (اپنے کاروبار میں کامل دیانت داری کا لحاظ رکھو کیونکہ تجارت کو فروغ دینے کا راز یہی ہے)۔ تول کر دینا ہو تو ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولا کرو (خواہ لینے والا تمہاری نظروں سے اوجھل، یا مشتری کوسوں دُور ہو۔ سب دنیا کا لین دین اس باہمی اعتبار پر ہی قائم ہے، یہی وہ شے ہے جو تجارت کو چار چاند لگا دیتی ہے)۔ معاملہ کا بہتر طریق یہی ہے (یہی تمہارے حق میں اچھا ہے اور اسی کا انجام بھی اچھا ہے : (۱۷: ۳۵) ۔

اور (اے لوگو!) اس اٹکل پچو بات کے درپے نہ ہو جایا کرو جس کا سچا اور یقینی علم تم کو نہیں۔ (کیا دین اور کیا دُنیا سب معاملات میں یقینی بات کا تتبع کرو، اُسی بات کو اپنی معلومات کی بنیاد قرار دو جس کو تُمہاری آنکھ نے دیکھا، کان نے سُنا، یا ذہنِ سلیم نے قبول کیا ہو کیونکہ تمام علم کی بُنیاد انہی تین وسائل پر ہے۔ یہ اس لئے کہ تُمہارے کان اور آنکھ اور ذہنِ سلیم (قلب) سے خُدا ضرور باز پُرس کرے گا اور اُسی کے مطابق سزا و جزا

دے گا: (۱۷: ۳۶)۔

اور (اے انسان!) اس (میری بنائی ہوئی) زمین پر اکڑ کر نہ چلا کر، (اس پر تکبر سے چلنے کا تجھے کوئی حق نہیں)، کیونکہ درحقیقت اس دھماکے کے ساتھ چلنے سے تُو زمین کو تو نہ پھاڑ سکے گا اور نہ تن کر چلنے سے پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکے گا۔ (کبر و غرور والی قوم کا اس میری بنائی ہوئی زمین پر گزارہ نہیں کیونکہ کبریائی کے لائق صرف میں ہوں اور کوئی نہیں)۔ (اے محمدؐ!) متذکرہ صدر باتوں میں سے جو باتیں بُری ہیں سب خدائے تم زمین و آسمان کے نزدیک بے حد ناپسند ہیں: (۱۷: ۳۷-۳۸)۔

اور (اے پیغمبر!) یہ وہ عظیم الشان نکات (اور قانون خدا کی وہ اہم دفعات) ہیں جو تیرے پروردگار نے (اقوام عالم کی ہدایت کے لئے) تم پر وحی کردی ہیں۔ ان سب کا لُب لباب یہ ہے کہ خدا کے احکام کے بالمقابل ماسوا کے احکام کو ترجیح نہ دینا، اُسی خدا کو بہر حال اپنا حاکم سمجھنا، اسی کے ملازم اور مطیع بنے رہنا ورنہ تم ملامت زدہ اور راندۂ درگاہ ہو کر جہنم میں اوندھے منہ جھونک دیئے جاؤ گے۔ کیونکہ خدا کی نافرمانی کی یہی سزا ہے: (۱۷: ۳۹)۔

ارتقائے جماعت و عبادت رب

متذکرہ صدر آیات کے مطالبِ جلیلہ پر ایک غائر نظر ڈالنے کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا لائحۂ عمل درحقیقت جماعت کے انتہائی عروج کے درپے تھا۔ کلام الٰہی کی رُو سے دُنیا عمدہ اور بہترین طریقے سے اُس وقت تک حاصل ہوتی رہتی ہے جب تک کہ جماعت کا ہر عضو مستعد اور اس کے ہر جوڑ میں اضطراب عمل باقی رہے؛ استعداد اور اضطراب عمل اس وقت مفقود ہو جاتے ہیں جب اسباب حیات سے محبت بڑھ جائے؛ ہر شخص بہبودی جماعت کے مَدّ النظر، اور اس کے انجامی مفاد کو بھول کر، فوری اور انفرادی نفع کے درپے ہو جائے؛ منہیات کا مرتکب ہو کر اپنے قلبی محسوسات کو کمزور اور جسمانی قوتوں کو زائل کرتا جائے؛ اعمالِ عاجلہ

کی طرف نامناسب رجحان پیدا کرکے، اُمّت کی "آخرت" سے بحس ہو جائے: وَاِذَآ اَرَدۡنَآ اَنۡ نُّہۡلِکَ قَرۡیَۃً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِیۡہَا فَفَسَقُوۡا فِیۡہَا فَحَقَّ عَلَیۡہَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰہَا تَدۡمِیۡرًا ﴿۱۶:۱۷﴾ [1] وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنَا فِیۡ کُلِّ قَرۡیَۃٍ اَکٰبِرَ مُجۡرِمِیۡہَا لِیَمۡکُرُوۡا فِیۡہَا ؕ وَمَا یَمۡکُرُوۡنَ اِلَّا بِاَنۡفُسِہِمۡ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۲۳:۶﴾ [2] - توحید کا سچا اعتراف، اور خدائے عظیم کے مقام کا سچا ڈر ہی ان اعمال کے مانع ہو سکتے تھے۔ یہ اس علاّم الغیوب، دانائے نیاتِ قلوب، بینائے نہاں و عیاں، اور قادرِ مطلق خدا کا خوف ہی تھا جو افراد جماعت کو ان اعمال سے باز رکھ سکتا تھا؛ کوئی ارضی قوت، کوئی کابینہ وزارت کوئی تعذیری آئین انسان کو اُن افعال سے روک نہیں سکتا جن کا تعلق باطن سے ہے۔ فرقہ آرائی کا کوئی قانونی علاج نہیں۔ تکبر کی کوئی آئینی دوا نہیں۔ حسد، حُبِّ دولت، بددیانتی، بدعہدی، اسراف وغیرہ وغیرہ ایسی مُہلک جماعت اور قاطع النسل امراض الموت ہیں جن کی اکسیر صرف توحید ہی ہے۔ جماعت کی قوت اور دیومت اسی میں ہے کہ صحیح معنوں میں اللہ کا خوف ہر دم لگا رہے کوئی ارضی شے، کوئی دنیاوی منتہائے نظر، یا فوری اجر کی رغبت، اس کے شریکِ خوف، شریکِ محبت، شریکِ عزت، شریکِ ناموس نہ ہونے پائے: وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ﴿۱۶۵:۲﴾ [3] وہی چیزیں اس کے تخیل کے ساتھ شریک ہوں جن کی اجازت اور سند خود اسی نے دی ہے: وَاَنۡ تُشۡرِکُوۡا بِاللّٰہِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِہٖ سُلۡطٰنًا ﴿۳۳:۷﴾ [4]، وَاِنۡ جَاہَدٰکَ لِتُشۡرِکَ بِیۡ

۱۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کر دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو ہم اس کے آسودہ حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں (اور ہمارا حکم دینا تو خیر وہ خود ہی اس کو خدا کا حکم سمجھ لیتے ہیں) کہ اس بستی میں بدکاریاں کریں۔ پھر اس (ارتکابِ گناہ) کے بعد ان پر ہمارا قول صادق ہو جاتا ہے اور ان کو خوب چکنا چور کر دیتے ہیں۔

۲۔ اور اسی طرح ہم ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو مقرر کر دیتے ہیں کہ وہ اس میں (پے در پے اور بے دھڑک گناہوں کے) مکر کریں اور وہ یہ مکر درحقیقت اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں لیکن نہیں سمجھتے (کہ اپنے آپ کو کیا نقصان پہنچا رہے ہیں)

۳۔ (اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو خدا کو چھوڑ کر دوسرے شریک پکڑ لیتے ہیں اور پھر ان سے اسی طرح کی محبت کرتے ہیں جس طرح خدا سے کرتے ہیں حالانکہ) جو ایمان والے ہیں ان کی خدا سے محبت سب سے زیادہ ہے۔

۴۔ اور (اس سے منع کیا ہے) کہ تم خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو خدا کی اتاری ہوئی سند کے بغیر شریک کرو۔

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا[۱] (۲۹ : ۷) ۔ دِل میں وہ پاک ذات ہو اور محبّت دین ہو، اُس غالب اور مقتدر ہستی کا خیال اور غلبۂ اسلام کا اضطراب ہو، مقام خُدا کا اور ضعفِ اُمّت کا ڈر ہو، اللہ کی عظمت دلوں پر نقش اور اعلائے کلمۃ الحق کا پاس ہو، احترامِ احکامِ خُدا ہو اور اس کے پاک رسُولؐ کی تعلیم پر عمل ہو یہی توحید تھی، یہی جائز اور "مستند شرک" تھا، یہی اللہ کے ساتھ کوئی معبود نہ بنانے کے معنی تھے، وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ[۲] (۱۷ : ۲۲)، یہی فانی اشیا کو حیّ لا یموت خُدا کی بلند سطح پر نہ لانے کا مطلب تھا، یہی خُدا اور ماسوی اللہ کا تسویہ بمرتبت نہ کرنا تھا: وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝[۳] (۲۸ : ۸۷-۸۸)، وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝[۴] (۱۰ : ۱۰۵-۱۰۶) یہی خاص توحید اُمّت کے تمام قلبی عارضاتِ نفس کے مکروہات اور ضعف و عجز کی پریشانیٔ ذہن کے لئے اکسیرِ اعظم تھی، یہی وہ اسمِ اعظم تھا جو سب مشکلاتِ اُمّت کی کلید تھا، یہی وہ استقامت انگیز اور جرأت آموز یقینِ خُدا تھا جس کے بعد ماسوا کا سب خوف یکسر امن سے بدل جاتا تھا، فتح و ظفر کی سب آرزوئیں معًا بر آتی تھیں، نصرت اور طانیت کے فرشتے ہمرکاب ہو جاتے تھے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ

۱۔ اور اگر تیرے والدین تم پر زور دیں کہ میرے ساتھ کسی دوسرے کو اس کے متعلق علم نہ ہو کہ (یعنی بغیر سند کے) شریک کرلو تم ان کا کہنا نہ مانو۔

۲۔ اور خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو شامل نہ کرو۔

۳۔ اور کوئی شے تم کو خدا کی آیات نازل ہونے کے بعد ان پر عمل کرنے سے نہ روکے اپنے پروردگار ہی کو بلاتے جاؤ اور مشرکوں میں سے نہ ہو جانا اور خدا کے سوا کسی دوسرے معبود کو نہ بلاؤ' اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ماسوا خدا کی ذات کے سب ہلاک ہونے والے ہیں' حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

۴۔ اور یہ کہ اپنے آپ کو خالصتہ "دین خدا کی طرف جھکا دو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جانا اور خدا کے سوا کسی دوسری شے کو جو تم کو نہ نفع دیتی ہے نہ نقصان پہنچا سکتی ہے نہ بلاؤ اور اگر اے محمدؐ تو نے ایسا کیا تو بے شک تو فوراً "ظالموں میں سے ہو گیا۔

فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِىٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝[1] (۴۱: ۳۰-۳۲)۔ یہی روحِ کسب و عمل اِس زمانے کی ستّر ہزار نیم دلی کی نمازوں، اور ستّر برس کے ریاکارانہ اور منافقانہ، بے مقصد اور بے نتیجہ سجدوں سے بڑھ کر عبادت تھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ (۲۲: ۱۱-۱۴)۔

اور لوگوں میں ایسے اشخاص بھی موجود ہیں جو انکار اور تذبذب کے کنارے پر کھڑے ہو کر خدا کی چاکری کو قبول کرتے ہیں، جو کفر کی سرحد کے پاس کھڑے ہو کر خدا کے حلقۂ عبودیت میں داخل ہو رہتے ہیں پھر اگر اس کو اس میں کچھ بھلائی یا فائدہ نظر آیا تو خدا کی طرف سے مطمئن ہو گیا اور اگر خدا کی حلقہ بگوشی میں رہ کر کوئی تکلیف یا ابتلا پیش آئی تو جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی کو لوٹ گیا۔ ایسے نابکار شخص نے ناحق دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی، اور صریح گھاٹا بھی اسی کو کہتے ہیں کہ تھوڑی سی مصیبت نہ جھیلنے کے باعث دنیا بھی کھو بیٹھا اور آگے کا ثواب بھی عذاب سے بدل دیا۔ ایسا شخص اپنی فوری حاجت روائی کے لئے خدا کو چھوڑ کر کسی ایسی شے کا دامن پکڑ لیتا ہے جس کی دوستی اس کو حقیقت میں نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ اس کی مخالفت سے کچھ ضرر کا امکان ہوتا ہے اور بے نفع و بے ضرر شے کے درپے ہو کر خدا کو بھول جانا اور اس کے احکام سے گریز کرنا ہی درحقیقت پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ نہیں بلکہ وہ ایک فوری فائدے کو مدِّنظر رکھ کر ایک ایسی چیز کو اپنا کارساز سمجھتا ہے جس کا (انتہائی) نقصان اس کے بظاہر (فوری) فائدے سے بھی زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اے لوگو! ایسا

۱۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اقرار کر لیا کہ خدا ہمارا پروردگار ہے' پھر اس قول پر جم کر رہے تو ان پر (خدا کی طرف سے) فرشتے اترتے ہیں (جو ان کے دلوں کو تسلی دیتے رہتے ہیں) کہ (کسی شے سے) نہ ڈرو نہ کسی شے کا غم کرو اور اس جنت کی بشارت لو جس کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے۔ ہم اس دنیا میں تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہیں ان میں جو کچھ تمہارے نفس چاہیں گے ملے گا اور جس شے کا ادعا کیا گیا ہے دیا جائے گا۔ یہ غفور و رحیم خدا کی طرف سے تمہاری مہمانی ہوگی۔

کارساز اور مولا بھی بُرا اور ایسے مقتدی کا انجام بھی بُرا ہے۔

(لوگو! گوش ہوش سن رکھو کہ خدا کی کامل عبودیت اور بے لوث اطاعت کا انعام یہ ہے کہ خدا ان لوگوں کو جو اس کو اپنا آقائی الحقیقت سمجھ بیٹھے اور جنہوں نے اُس کے بتائے ہوئے صبر آزما اور نیک کام بھی کئے لامحالہ اس دُنیا میں ایسے خوشگوار اور سرسبز باغوں میں جا داخل کرے گا جن کے میدانوں میں دریا پڑے بہ رہے ہوں گے۔ وہ اس قدر صاحبِ اختیار خدا ہے کہ جس بات کا ارادہ کرلیتا ہے اس کو بہر حال کر گزرتا ہے۔

یہی وہ مقوّیِ اعضائے اُمّت، مُہیّجِ قوائے اُمم، اور محرّکِ جذباتِ ملل روح تھی جس کی جسموں میں سرایت کے اثر سے تگ و دو کی اُمنگیں، غلبے کی آرزوئیں اور مقابلے کی تڑپ ہر رگ و پے میں محسوس ہونی شروع ہو جاتی تھی، جس کے مسیحائی اثر اور ساحرانہ نفوذ سے حیات و عمل کی بجلیاں ہر متنفس کے اعضا میں ہردم تڑپتی رہتی تھیں:۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰي قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (١١: ٥٠-٥٢)۔

اور قوم عاد کی طرف، ہم نے اُن ہی کے ہم قوم بھائی ہُود کو اپنا قاصد بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھایا کہ اے بھائیو! اس خدائے زمین و آسمان ہی کے ملازم بن جاؤ، (اسی کے احکام کی اطاعت کرو)، خدا کے سوا اور کوئی تمہارا مُطاع نہیں۔ تم تو نری بہتان طرازیاں کرتے ہو (جو غیروں کے حکموں پر چل رہے ہو، جو مال و اولاد کے محکوم بنے ہو، جو نفس کے بندے بنے ہوئے ہو)۔ اے بھائیو! میں تم سے اس نصیحت کے عوض میں اُجرت تو نہیں مانگتا، (اس میں میرا ذاتی فائدہ تو کچھ ہے نہیں)، میری مزدوری تو اسی ذات پاک کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ تو کیا تم یہ بات خیال میں نہیں لاتے۔ اور (کہتے) اے بھائیو! اپنے پروردگار سے پچھلے قصوروں اور واماندگیوں کے بُرے نتائج پر پردہ پوشی کی درخواست

کرو اور آگے کو اسی کے قانون کی طرف ہمہ تن لوٹ آؤ اور اسی کے حکموں کی تعمیل کرو۔ ایسا کرو گے تو وہ اپنی جناب سے تم پر لطف و رحمت کا موسلا دھار مینہ برسائے گا اور تمہاری اجتماعی قوت کو اور بھی زیادہ کر دے گا اور میں پھر کہے دیتا ہوں کہ اس کے عالم آرا قانون سے روگردانی کرنے کے مجرم نہ بنو (ورنہ دکھ پاؤ گے)۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ (۷۱ : ۱۰-۱۲)۔

پھر (اے میرے پروردگار!) میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو (علی الاعلان) کہہ دیا کہ اے بھائیو! اس خدائے زمین و آسمان سے اپنی پچھلی غفلتوں اور حکم عدولیوں کے برے نتائج سے عفو و درگزر کرنے کی درخواست کرو کیونکہ وہ اپنے تائب بندوں کے حق میں بڑا ہی خطا پوش ہے۔ ایسا کرو گے تو وہ تم پر قوت اور دولت کا موسلا دھار مینہ آسمان سے برسائے گا۔ مال و اولاد کی کثرت سے تمہاری مدد کریگا، تمہاری جماعت کو اس دنیا میں زور آور اور تنومند کر دے گا، تمہارے قبضے میں اس دنیا کے سرسبز باغ دے دے گا، عظیم الشان ملکوں اور دریاؤں پر تمہاری حکومت وسیع کر دے گا۔ (اس کا دلوں میں اتر جانا بے حد نفع مند ہے)۔

بنی نوع انسان کی حتمی اور ابدی راست روی کے لئے یہی فاطر زمین و آسمان کو اپنا واحد آقا بنا لینا وہ مشعل ہدایت تھا جس کے نور سے سینوں کے بھیچے ہوئے دروازے چوپٹ کھل کر دلوں کو شعلہ افروز کر دیتے تھے، جس دنیا بخش اور لشکر انگیز ملازمت کا احساس، صدیوں کے مردوں میں نتیجہ خیز اور نفع مند زندگی کی تڑپ پیدا کر دیتا تھا، خدا کی راہ میں سرفروشی کے ولولے کے مقابلے میں دنیا کی ادنیٰ محبتیں اور زینتیں ہیچ نظر آتیں تھیں، ہر دل درد محبت کا نشیمن، اور ہر نفس سعی و محنت کی تمثال بن جاتا تھا: أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۖ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[1] (۴۲: ۹)۔ ایسے بلند مرتبہ آقا کے ہوتے ہوئے غفلت اور تساہل ایک مجرمانہ عمل، اور بہانہ طلبی

۱۔ کیا انہوں نے خدا کو چھوڑ کر کوئی اور دوست پکڑ لئے ہیں۔ حالانکہ صرف خدا ہی ہے جو دوست ہو سکتا ہے اور وہی مردہ قوموں کو زندگی دیتا ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔

ایک قابلِ نفرت مکر نظر آتی تھی، خدائے پاک کی ولایت (دوستی) وہ کیمیا تھے کسب وعمل تھی کہ اس کا دلوں میں حلول، تمنّاؤں اور ارمانوں کی قلب ماہیت یکقلم کر دیتا، خوف اور بزدلی، نامردی کا جمود اور نامرادی کا سکون، تساہل کی گوشہ ورزی اور تن آسانی کا تجرّد، حُبّ جاہ کے بہانے اور الفت زر کے عذرات، ابلیس کے وساوس اور شیطانی وسائس کے حیلے سب کے سب یکسر قلوب سے محو ہو جاتے۔ محنت، استقلال، صبر، عزم، اتحادِ عمل، جرأت، اعتمادِ نفس، انجام کوشی، وغیرہ وغیرہ سب وہ خصائص جو ایک جماعت کے احیا و بقا کا باعث ہوتے ہیں، ہر اقدام پر نئے سرے سے طلوع ہوتے، مصائب کا خوف تمنّائے موت سے بدل جاتا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۲: ۲۴۳-۲۴۴)-

اے محمدؐ! کیا تُو نے اُن (بدبخت اور بخیل، اُن قوم فروش اور نامرد) لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جو (ایک دفعہ حملہ آور دشمن سے بچنے کے لئے موت کے ڈر سے) اپنے گھروں کو چھوڑ چھاڑ کر (اور پسماندوں کو سپرد اجل کر کے) ہزاروں کی تعداد میں نکل کھڑے ہوئے تو خُدا نے (بھی اُن کو پھٹکارا اور) کہا کہ (بے حیاؤ) مرجاؤ (تم نرے نامرد ہی نکلے) - پھر (جب ایک مدت کے بعد اُن کی غیرت نے جوش مارا اور اُن میں خُدا کا سچّا احساس پیدا ہو گیا تو) خُدا نے اُن کو زندہ کر دیا (اُن کے سب مردہ محسوسات کو از سر نو حیات دی)۔ (وہ خُدا کا نام لیکر شیروں کی طرح اپنے گھروں کو واپس گئے اور دشمن کو مار ہٹایا) - (تو اے پیغمبر! غور کرو کہ خُدا کا دلوں میں اُترآنا کیا کیا کرشمے کر دکھاتا ہے)۔ بے شک خُدائے عظیم اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے (جو ان کو یوں فلاح کی راہ دکھاتا ہے) مگر اکثر لوگ اس احسان کی کچھ قدر نہیں کرتے (اور خُدا کو ہر لمحہ بھولے رہتے ہیں)۔ اور (اے لوگو!) اپنے دشمنوں سے قتال کو بُراہِ خدا سمجھ کر لڑو اور جانے رہو کہ اللہ

تمہاری نیتوں کو بڑا سمجھنے والا اور کوششوں کا بڑا علم رکھنے والا ہے۔

اس قتال فی سبیل اللہ کے تخیّل سے جماعت کے قوائے عملی یک دم بیدار ہو جاتے، دلوں کی خشک اور مُردہ زمینوں کے اندر ملازمت خدا کے روح پرور حوصلے اور آقائے نامدار کے لطف و مرحمت کی موسلادھار بارشیں اپنے نم آگین رشحات دلوں کے ذرّے ذرّے میں جذب کر دیتیں اور عمل کی مخفی قوّتوں، اور غفلت زدہ طاقتوں کو چھینٹے مار مار کر جگا دیتیں۔ پھر قوّتِ نامیہ کا زور دلوں کے مسدود مسامات کو اندر سے کھول دیتا، عاجز اور مظلوم بندے کے دل میں اننے بڑے آقا کے ملازم ہونے کا احساس اور ذہنوں میں انقائے حقیقت کی بیداری دلوں کی سنگلاخ زمینوں کو شدہ شدہ نرم اور فراخ کر دیتی، پھر اس کشت گاہ امل، اور آرزو نا مراد سے محبت خدا کے صدہا شاخسانے، فکر و تدبیر کے ہزاروں علم و عمل کے لا انتہا شگوفے، اور فتح و نصرت کے رنگا رنگ ثمر پھوٹ پھوٹ کر نکلتے، اور ایک عالم کو محو حیرت کر دیتے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ۝ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (۳۹: ۲۱-۲۶)۔

اے مخاطب! کیا تُو نے اس عظیم الشان حقیقت پر نظر نہیں کی کہ خدا آسمان سے پانی

اُتارتا ہے، پھر (سطحِ زمین کو شرابور کرکے اس پر) پانی کے چشمے بہا دیتا ہے، پھر وہ (نہاں کارِ خدا پانی کی حیرت انگیز طاقتِ اثر سے) رنگ برنگ نباتات نکالکر رُوئے زمین کو جنستان بنا دیتا ہے، پھر ایک مدت کے حلول آب کے بعد قوتِ نامیہ کا زور اس تمام کھیتی کو ایک ہیجانِ عظیم میں لے آتا ہے، (اس میں کلیاں پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہیں، غنچے چٹک چٹک کر کھِل جاتے ہیں، تمام پودوں کے اندر اس خدا کے بھیجے ہوئے پانی کے رس جانے کے باعث حرکت اور شباب کا عالم نظر آتا ہے)، پھر (جب یہ تمام ہیجان و حرکت فرو ہو جاتے ہیں) تو کھیتی کو دیکھتا ہے کہ زرد پڑجاتی ہے، (اس پر ضعف اور جمود طاری ہو جاتا ہے) پھر خدا بھی اس کو چُورا چُور کر ڈالتا ہے۔

(بعینہٖ یہی حالت مجامع انسانی کی ہے جب ان کے قلوب کے اندر ہدایت اور راست روی کا آبِ حیات سرایت کر جاتا ہے جب ان کے سینے خدا کے استقبال کے لئے کھل جاتے ہیں جب اُن کے دلوں میں خدا اُتر آتا ہے تو وہ بھی سب کے سب نہال ہو جاتے ہیں، وہ بھی سب زندہ ہو جاتے ہیں: قوت اور امن، نصرت اور دولت، شوکت اور احتشام اُن کے ہر برگ و بر سے عیاں ہوتا ہے، پھر جب وہ ہدایت مفقود ہو جاتی ہے، جب سینوں کے اندر مُردنیاں چھا جاتی ہیں جب دلوں کی زمینیں پتھر لجانے کے باعث خدا کے چشمۂ حیوان کو قبول نہیں کرتیں تو تمام کی تمام جماعت موت کے گھاٹ اُتر جاتی ہے، اس کی سب اگلی رونق اچک لی جاتی ہے، پھر خدا اس کو اور بھی چکنا چُور کرکے پیوندِ زمین کر دیتا ہے اور اس نا اہل قوم کا قصہ پاک ہو جاتا ہے)۔

عقلمند لوگوں کے لئے اس کھیتی کے عروج و زوال کے اسباب میں ایک بڑی عبرت انگیز نصیحت ہے تو اے لوگو! کیا وہ شخص جس کا سینہ خدا نے اسلام (جیسے مجسمہ سعی و عمل مذہب) کے لئے کھول دیا ہو، (جو خدا کو صحیح معنوں میں تسلیم کرنے کے لئے ہر ممکن اذیت برداشت کرنے کے لئے تیار ہو اور اپنے پروردگار کی مشعلِ ہدایت آگے رکھ کر بے خوف و خطر چلا جا رہا ہو)، اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کا دل سخت اور سیاہ ہو چکا ہو جس کا سنگلاخ قلب کسی ہدایت کو اپنے اندر

جذب کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔کیا ایسی دو قوموں کا انجام اس دنیا میں برابر ہو سکتا ہے)، تو اے لوگو! صد حیف ہے اُس نابکار قوم پر جن کے دل خُدا کا احساس اور اس کے قانون کی تعمیل کا احساس نہ ہونے کے باعث سخت ہو گئے ہوں، یہی وہ لوگ ہیں جو صاف طور پر غلط رستے پر جا رہے ہیں اور کبھی اس دُنیا میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

اُے لوگو! اُس ربِ عظیم نے ساکنان زمین پر بے مثال احسان کیا ہے جو تمہاری ہدایت کے لئے بہترین قانون اُتارا ہے یہ (اس خُدائے زمین و آسمان کا برگزیدہ کلام ہے ایک کتاب ہے جس کے (مطالب کو دلنشین کر دینے کے لئے) ایک دوسرے سے ملتی جلتی باتیں (بار بار نئے پیرایوں میں اور) دُہرا دُہرا کر بیان کر دی گئی ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں خوفِ خُدا بس رہا ہے ان کے بدن اس (عالم آرا اور اٹل قانون) کی اہمیت کو پا کر کانپ اُٹھتے ہیں، پھر (اس قانونِ جلیل کو پا کر، اُن کے جسم اور دل احساسِ خُدا کو اپنے اندر جذب کرنے کے لئے نرم ہو جاتے ہیں، ان کے دلوں کی اُلجھنیں اور جسموں کے مسام اس آبِ ہدایت کے باعث کُھل جاتے ہیں اُنکے دل تسلیم کے لئے اور جسم عمل کے لئے معاً تیار ہو جاتے ہیں) خُدا کی ہدایت بھی دراصل یہی ہے (کہ انسان سرتاپا مجسمۂ عمل بن جائے)، وہ جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے (اپنا قانون سمجھنے کی اہلیت عطا فرما کر) راہ راست پر لگا دیتا ہے اور جس کو (سیاہ باطنی اور قساوتِ دروں کے باعث) گمراہ کر دیتا ہے تو اس کا بعد ازیں کوئی راہ دکھانے والا بھی نہیں۔

تو کیا وہ شخص جو خُدا کی رضا مندی کی تلاش میں (اور اس احکم الحاکمین کے مُنہ کے لحاظ سے) اس دنیا میں ایسے اعمال کرتا ہے جس کے صلے میں روزِ قیامت کو بدترین عذاب سے بچا رہے (اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جس کو اللہ کا کچھ لحاظ بھی نہ رہا ہو، جس کو خوشنودیِ خُدا کا احساس ہی نہ ہو۔ تو خیر نہ ہوا ایسے ظالموں کو اُس دن کہا جائیگا کہ ہاں اب اپنے کئے کے مزے چکھتے رہو۔ ان سے پہلے بھی لوگوں نے خُدا کے احکام کو جھوٹ سمجھا، ان کے متعلق غفلت میں پڑے رہے تو عذاب خُدا نے بھی ان کو اس طرف سے آ دبوچا جہاں سے ان کو سان گمان تھا۔ (تو اے لوگو!

خُدا کا عذاب دُہرا ہے) ان کو خُدا نے اس دُنیا میں بھی رسوائی کا عذاب چکھایا اور آخرت کا عذاب تو اُس دُنیا کے عذاب سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش یہ لوگ اس بات کو سمجھتے۔

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ○ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ○ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ○ وَهَٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ○ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (۶: ۱۲۲-۱۲۸)۔

اَے لوگو! کیا وہ شخص جو کبھی مردہ تھا، (جس کے سب قلبی حسیات فنا ہو چکے تھے، جس کے دل میں زندگی کے آثار ہی نہ تھے) پھر ہم نے اس کو جلا اُٹھایا، (ہمارے احساس کے باعث وہ زندہ ہو گیا)، اور ہم نے اُس (کے قلب) کے اندر (راست روی اور صلاحیت کا) ایک نُور پیدا کر دیا جس کی مدد سے وہ اپنی قوم کے لوگوں کے درمیان (مشعلِ ہدایت بن کر) چل پھر رہا ہے، (ان کو اصلاح پر آمادہ کر رہا ہے، آپ نمونۂ عمل بن رہا ہے ایک عالم کو اپنے ساتھ چلنے کی ترغیب دے رہا ہے)، اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جس کی مثال یہ ہے کہ پے در پے سیاہیوں میں گھرا پڑا ہے اور اُن سے نکلنے کی بھی کچھ تمنا نہیں رکھتا۔ (اے لوگو!) کفر کردار قوموں کے اعمال ہم نے ان کی نظروں میں بھلے کر دکھایا کرتے ہیں۔ اور اے لوگو! بعینہٖ اس (ظلمت زدہ شخص) کی مانند ہم دُنیا کی ہر بستی کے اندر اس کے سرکردہ لوگوں کو اس بستی کے مجرم بنا رکھتے ہیں تاکہ اس کے اندر رہ کر خُدا کے احکام سے خوب مکر کیا کریں لیکن وہ فی الحقیقت اپنی جانوں سے مکر کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ایسا کر رہے ہیں۔ اور جب خُدا کے ہاں

سے ان کو کوئی حکم پہنچتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ جب تک یہی احکام جو پیغمبران خدا کو دیئے گئے ہیں ہم کو (براہ راست) خدا سے نہ پہنچ لیں ہم ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ان پر عمل کریں گے مانہیں کہہ دو کہ خدا ہی بہتر سمجھتا ہے کہ وہ کہاں اپنا پیغام پہنچائے (تم نالائق اس بات کے اہل کہاں ہوئے) تو لوگو عنقریب ان نیم دل اور رسماً خدا ماننے والے مردہ دلوں کو خدا کے ہاں سے دردناک ذلت اور سخت مار ان کے مکروں کی پاداش میں پڑنے والی ہے۔

لوگو! جس قوم یا فرد کی نسبت خدا ارادہ کر لیتا ہے کہ اس کو کوئی صحیح راہ عمل دکھا دے تو ان کے سینے اسلام (اور تسلیم خدا کے متعلق مذہب عمل) کے لئے یکسر کھول دیتا ہے اور جس کو اُن کی اپنی ہی بداعمالی کے باعث گمراہ کر دینے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس قوم کے سینوں کو بھچا ہوا اور تنگ کر دیتا ہے، (ان میں حوصلہ عمل مفقود ہو جاتا ہے)، اُن کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا احکام خدا کی تعمیل میں آسمانوں کی بلندیوں پر چڑھ کر ہانپ رہے ہیں۔ جو لوگ ہمارے احکام کے مفید ہونے پر ایمان نہیں رکھتے اُن پر خدا کی پھٹکاریں پڑا کرتی ہے۔ اور (اے محمدؐ!) یہ (خدا کو خدا سمجھ کر اپنے سینے اس کے احکام کی تعمیل کے لئے کھول دینا ہی) تیرے پروردگار کا بتایا ہوا صراط مستقیم ہے (یہی عین اسلام ہے)۔ غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے ہم نے اپنے حکم کھول کھول کر بیان کر دئے ہیں۔ یہی وہ قوم ہے جن کے لئے اس دنیا کے اندر ان کے پروردگار کے فیصلے کے مطابق (عِنۡدَ رَبِّهِمۡ) اُن کے اعمال کے صلے میں امن و امان کا گھر ہے اور وہی اس دُنیا میں اُن کا سچا دوست اور خبرگیراں اُن کے عمدہ اعمال کی وجہ سے ہے۔

وَكَيۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَكۡتُمۡ وَلَا تَخَافُوۡنَ اَنَّكُمۡ اَشۡرَكۡتُمۡ بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا‌ ؕ فَاَىُّ الۡـفَرِيۡقَيۡنِ اَحَقُّ بِالۡاَمۡنِ‌ۚ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ‌ۘ ۞ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰۤـئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ۞ وَتِلۡكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ عَلٰى قَوۡمِهٖ‌ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ‌ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ۞ (۶: ۸۱-۸۳)۔

اور میں جو شرک تم نے کیا ہے، اس سے کیوں ڈروں جب تم اس سے نہیں ڈرتے

کہ تم نے اس احکم الحاکمین خدا کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کیا ہے جن کے معبود ہونے کی سند خدا نے نہیں اُتاری تو ہم دونوں فریقوں میں سے کونسا فریق امن سے رہنے کا زیادہ حقدار ہے اگر تم اس کو سمجھتے۔ وہ لوگ جو ایمان لے آئے درآنحالیکہ انہوں نے اپنے ایمان پر کسی ناروا بات یا حد سے تجاوز (بظلم) کا غلاف نہیں چڑھایا تو یہی لوگ ہیں جن کو امن دیا جائے گا اور وہی راہ راست پر ہیں۔ اور یہی ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیمؑ کو اپنی قوم کو قائل کرنے کو دی تھی۔ ہم جس کو مناسب سمجھتے ہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں۔ بے شک تیرا پروردگار بڑا صاحب حکمت اور پورے طور پر باخبر خدا ہے۔

پس دُنیائے کسب احرکی اس ولولہ گیر عظیم میں اسلام کا فیصلہ یہ تھا کہ توحید کا انسانی دلوں کے اندر اُتر جانا جماعت کی دنیاوی ترقی کا فی الحقیقت سب سے بڑا محرک ہے، اسی کی صحیح روح جذب کر کے اس دنیا میں امن ہے، اسی سے منحرف ہونے کا صلہ ہلاکت اقوام ہے، سعی و عمل کا فقدان اور اعضا کا ضعف ہے۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ (۱۱: ۲-۳)

لوگو! اس خدائے عظیم کا حکم یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کے اطاعت گزار نہ بنو، (کسی دوسرے حاکم کے محکوم نہ بنو، اولاد کے بندے نہ ہو، دولت کے غلام نہ بنو، خدا کے مستعد رکھنے والے حکموں کو بالائے طاق رکھ کر نفس کے حکموں پر نہ چلو) (اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ) میں تم کو خدا کی طرف سے اس کی سزا سے ڈرانے اور انعام کی بشارت دینے آیا ہوں۔ اور اے لوگو! اپنے پروردگار سے اپنی پچھلی حکم عدولیوں اور نافرمانیوں کی معافی مانگو، ان کے ناگوار نتائج پر پردہ پوشی کی درخواست کرو (استغفروا) اور بعد ازاں اس کے قانون کی طرف لوٹ آؤ (توبوا الیہ)، اُسی کے حکموں کو مانو۔ ایسا کرو گے تو تم کو اس دنیا میں اچھی طرح (اس) وقت مقررہ تک رساتے بساتے گا (جب تک

☆ اگر انتہائی غور سے دیکھا جائے تو ہر شخص اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ زندہ قوموں کے اکثر افعال وہی ہوتے ہیں۔ (جو ایک خدا سے ڈر کر قانون خدا پر چلنے والا انسان قرون اولیٰ میں کرتا تھا)۔

اُس کے حکموں پر چلتے رہو گے)، اور ہر حسن عمل کرنے والے کو اپنے فضل وکرم سے مالا مال کر دے گا اور اگر تم نے اس کے بتائے ہوئے احکام سے روگردانی کی تو مجھے تمہارے بارے میں ایک روزِ بد کے دردناک عذاب کا ڈر لگ رہا ہے۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى (۱۰:۱۴)۔

(تو جب قوم نوح اور عاد اور ثمود کی طرف خدا کے پیغامبر کھلے کھلے احکام لائے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اُن کے مونہوں کو بند کر دیا اور ان احکام کے مفید ہونے کے بارہ میں شک کرنے لگے) (۹:۱۴)، تو ان پیغامبروں نے کہا کہ اے لوگو! کیا تم کو اس خدائے عظیم کے حکموں کے مفید ہونے میں شک ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ (کیا ایسا خدا نہیں جانتا کہ انسان کے لئے کیا مفید ہے)۔ لوگو! وہ تمہیں اپنی اطاعت کی طرف اس لئے بُلا رہا ہے کہ تمہاری پچھلی واماندگیوں اور تقصیروں، تمہاری بدحالیوں اور ناکامیوں (ذنوب) پر پردہ پوشی کرے اور تم کو ایک معین مدت تک اس دنیا میں امن چین سے رہنے بسنے کی استعداد عطا کرے اور یہ مدت اس وقت تک دراز رہے گی جب تک اس کے احکام پر چلتے رہو گے)۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ (۱۷:۲۵-۱۸)۔

اور جس دن خدا اُن سب غلط کاروں کو (نیز اُن تمام خودساختہ رہنماؤں اور زمینی معبودوں، اُن دنیاوی کارسازوں) اور انسانی بتوں کو جن کے غلام دنیاوی لوگ خدا کو چھوڑ کر بنے ہوئے ہیں، (جن کے حکموں کو یہ لوگ خدا کے احکام کو بالائے طاق رکھ کر مانتے ہیں (يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ))، اپنے حضور میں جوابدہی کے لئے جمع کرے گا تو موخر الذکر لوگوں سے سوال کرے گا کہ اے خدائی کے دعویدارو! کیا تم نے ہمارے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا، کیا تم نے ان کو اپنی پیروی اور محبت کے لئے کہا تھا یا یہ آپ تمہارے پیچھے لگ کر اور تمہاری ناروا محبت میں غرق ہو کر راہ راست

سے بھٹک گئے تھے۔ تو وہ انسانی معبود عرض کریں گے کہ تو پاک ذات ہے (ہم تو خود بندے تھے) ہم کو یہ بات زیبا ہی نہ تھی کہ تیرے سوا کسی کو اپنا دوست یا محبّ بناتے، (کسی بندے کو اپنی محبّت میں پھنسنے کے لئے کہتے، کسی باپ یا خاوند کو، کسی مُرید یا رعیت کو اپنی بے اندازہ محبّت میں غرق رہنے کے لئے کہتے)۔ البتّہ تو نے اُن کو اور اُن کے باپ دادا کو دُنیا میں آسودگیاں دیں، (وہ ان آسائشوں پڑ کر خود ان ناجائز تعلقات میں منہمک رہے، انسانوں کو اپنا کارساز بنا لیا، اولاد و ازواج کی پرستش کرتے رہے، پیروں اور دُنیا کے بڑے بڑے آدمیوں کو خُدا ماننے لگے، دُنیاوی حاکموں کی ناجائز بجا آوری اور عبادت میں مصرُوف رہے یہاں تک کہ اُن میں تیرا سچا احساس جاتا رہا)، وہ تجھے بھلا بیٹھے، تیرے حکموں سے غفلت شعاری کی اور اس کا لامحالہ یہ نتیجہ ہُوا کہ ہلاک ہونے والی قوم ہو گئے۔

دُنیا انسان کی علائقی مجبوریوں جیسی بے بسیوں، اور روز مرّہ ضرُوریات و حوائج کو پورا کرنے والی وہ عشوہ گر اور عاشق نواز عروس ہے کہ اس سے انسان کو عام حالات میں مُفر نہیں۔ طلبگاروں کا انبوہ کثیر اس عجوزہ کے خدّ و خال کی مدح میں لگا رہتا ہے مگر اس کا نتیجہ خیز اور کار برآر وصال اُنہی کو مُیسّر ہے جو اس کے گرویدۂ ناز بن کر نہیں رہتے بلکہ اس کو اپنا مُطیع بنا کر رکھتے ہیں۔ یہ حُسن فروش بدکار اپنے وصال کی کو لگا کر، اعضائے انسانی کو ضعیف، حوصلوں کو پست اور اجتماعی اور معاشری حیات کے جوہر لطیف کو مُردہ کر دیتی ہے مگر پھر کمزور کو چھوڑ کر اپنا عہدِ شوہری اُسی سے نباہتی ہے جس کے اعضا صحیح و سلامت ہوں، جس کے سب قُویٰ برقرار ہوں جس نے حفظِ نفس کی حکمت عملی کو ملحوظ نظر بلکہ مقدّم رکھا ہو۔ اس کا شیوہ عمل انسانی اقوام کو اپنی طرف منہمک کر کے بالآخر ان کو صفحۂ ہستی سے مسترد کرنا، اور اس کے بعد نئی اقوام کو اپنے جنگل میں لا کر ہلاکت کا چکّر چلانا ہے:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ

فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ
مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (۲۰:۵۷)۔

(لوگو!) جانے رہو کہ دُنیا کی زندگی تو بس ایک (چند روزہ) کھیل سجاوٹ اور دل بہلاوا ہے، وہ صرف ظاہری طمطراق اور آپس میں ایک دوسرے سے فخر میں بازی لے جانا اور مال و اولاد کا بڑھ بڑھ کر خواستگار رہنا ہے۔ اس کی مثال اُس بادل کی ہے (جو زمین پر برس کر چند لمحوں کے لیے اس کو یوں نہال کر دیتا ہے) کہ کاشتکار اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی کو دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں، پھر وہ کھیتی زوروں میں آ کر پھول پھل لاتی ہے، پھر ناگہاں تو دیکھتا ہے کہ زرد پڑ گئی اور دیکھتے دیکھتے چورا چورا ہو گئی۔ الغرض (لذّاتِ دنیوی میں ہمہ تن منہمک رہنے کا) انجام عذابِ شدید ہے اور (دُنیا کو خوش اسلوبی سے نباہنے سے) خُدا کی طرف سے خطا پوشی اور خوشنودی ہے اور لذاتِ دنیوی میں مگن رہنا تو نیرا دھوکے کی ٹٹی ہے۔

اس کے دلربایانہ اندازوں پر خوش ہو جانا بالآخر ذلّت و افلاس کا سامنا کرنا ہے: وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ (۲۶:۱۳)[1]۔ جو شخص لذّاتِ دنیوی میں ہمہ تن منہمک رہا وہ کافر ہے: كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۲۳:۶)[2]۔ اپنے نفس کے ساتھ مکر کرنے والا اور جماعت کا مُجرم ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (۱۲۴:۶)[3]، فسق کا مرتکب اور صحیح معنوں میں ظالم ہے: وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا (۱۶:۱۷)[4]۔ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (۲۴:۳۹)[5]، شیطان کا مرید اور خُدا کا دشمن ہے: وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا

۱۔ اور وہ لوگ اس دنیاوی زندگی سے (اس قدر) خوش بخوش ہو گئے (کہ انجام کو بھلا دیا) حالانکہ حیاتِ دنیا بالآخر ایک کھوٹا مال ہے۔
۲۔ اسی طرح قانونِ خدا منکروں کو جو کچھ وہ کر رہے تھے بھلا کر کے دکھایا گیا تھا۔
۳۔ اور اسی طرح ہم ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو مقرر کر دیتے ہیں کہ وہ اس میں پے در پے گناہوں کے مکر کریں لیکن وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دیتے ہیں اور نہیں سمجھتے۔
۴۔ اور جب ہم ارادہ کر لیتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو ہم اس کے آسودہ حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بدکاریاں کریں، پھر ان پر ہماری سزا کا فیصلہ صادق آ جاتا ہے اور ان کو چکنا چور کر دیتے ہیں۔
۵۔ پھر حد سے بڑھنے والے ظالموں کو کہا جائے گا کہ جو کر رہے تھے اس کا مزا چکھو۔

مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ۝ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝ [۱] (۴: ۱۱۹-۱۲۰)

دنیا سے اعتناد انہاک کا لازمی نتیجہ احکام خدا اور قانون فطرت سے پہلوتہی ہے اور اس تغافل کا طبعی انجام زوال قوت ہے: وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللّٰهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۝ [۲] (۱۰: ۲۱) ۔ قوم کو انتہائی عروج اسی وقت تک حاصل ہے جب تک دنیا کی محبت میں غلو پیدا نہ ہو، اس کی شہوات میں استغراق نہ کیا جائے ۔

انسان کا حق خداوندی یہ ہے کہ وہ اس مضعفِ اعضا ولارام سے عمدہ طور نبٹنے کے لئے اپنے آپ کو اس کی محبت سے باز رکھے، اس سے بالعموم کبیدہ خاطر اور کھچا کھچا پھرے، اس سے حتی الوسع آنکھیں دوچار نہ کرے، اس کو رام کرے مگر اس کا مطیع نہ بنے: وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ [۳] (۲۰: ۱۳۱) اس میں خوش اسلوبی سے رہے مگر اسی کا نہ ہو رہے ۔ مال، اولاد، جاہ، زیب و زینت، آسائشِ نفس، خواہشات سب اپنے صحیح منصب اور مناسب مقام پر رہیں۔ کسی ایک میں افراط و تفریط پیدا نہ ہونے پائے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ
وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ
وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ
وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ

۱۔ اور جس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنایا تو اس نے اپنا صریح نقصان کیا۔ شیطان ان سے جھوٹے وعدے کرتا ہے اور جھوٹی امیدیں دلاتا ہے اور سوائے دھوکہ کے اور کوئی وعدہ نہیں کرتا۔

۲۔ اور جب ہم نے انسان کو اپنی طرف سے مصیبت کے بعد جو ان پر آپڑی آسائش دی تو فوراً بعد ہی وہ ہمارے احکام سے مکر کرنے لگتے ہیں۔ اے پیغمبر ان کو کہہ دو کہ خدا تم سے بھی زیادہ جلدی مکر کرنے والا ہے اور ہمارے ایلچی تو تمہارے مکروں کی سب کارگزاری لکھتے جاتے ہیں۔

۳۔ اور (اے پیغمبرؐ) تو اپنی دونوں آنکھیں مختلف قسم کے لوگوں کے ساز و سامان کی بھڑک کی طرف جو ہم نے ان کو دے رکھی ہے۔ پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھ یہ صرف اس لئے ہے کہ ہم ان کو آزمائیں اور در حقیقت تیرے پروردگار کا دیا ہوا رزق زیادہ بہتر اور زیادہ دیرپا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (۶۴: ۱۴-۱۶)

اے ایمان والو اس میں شک نہیں کہ تمہاری بیبیاں اور اولاد (جو تمہیں اپنے دھندوں میں مشغول رکھتے ہیں) فی الحقیقت تمہارے دشمن ہیں (ان کی بے اندازہ محبت تم کو اپنے اصلی فرائض اور خدا کے مستعد رکھنے والے احکام کی تعمیل سے غافل کرتی رہتی ہے) پس تم ایسے دوست نما دشمنوں سے بچتے رہا کرو۔ اور اگر تم ان (کی بھولی بھالی صورتوں) سے (حتی الوسع) درگزر کرتے رہو، ان سے (جہاں تک ممکن ہو) کنارہ کشی اختیار کرتے رہو اور چشم پوشی کی ایک گو مگو صورت بنائے رکھو تو خدا بھی بڑا خطا پوش اور رحم والا ہے (وہ تمہاری عارضی بے اعتدالیوں کی تلافی کر دیگا)۔

تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو تمہارے لئے ایک زبردست (فتنہ) آزمائش ہیں اور (اس امتحان میں پورا اترنے والوں کے لئے) خدا کے پاس بڑا ہی اجر رکھا ہے۔ تو دامنِ رحمتِ خدا کے چشم براہ بنو (جہاں تک تم سے ہو سکے) اس احکم الحاکمین کا تقویٰ اپنی طاقت کی حد تک اپنے دلوں میں پیدا کر کے عام جماعت کی بہتری کے درپے رہو، (اپنے امیر جماعت کا) حکم بگوش ہوش سنو، اور اس کی پوری اطاعت کرو، اور تمام جماعت کی اپنی ہی بہتری کی خاطر ایثار مال کرو، اور جو شخص اپنے نفس امارہ کے بخل سے محفوظ ہو گیا (جو قوم اپنے نفس کے حکموں کے برخلاف ایثار مال کرتی رہی) تو اس دنیا میں کامیابی بھی اسی کی ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ (۸: ۲۸)

اور لوگو! جانے رہو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (اس دنیا میں ایک بڑی آزمائش ہیں اور خوب سمجھ رکھو کہ اس کڑے امتحان میں عرش اسلوبی سے رو براہ ہونے والے کے لئے خدا کے پاس اجر عظیم ہے۔

ترقی جماعت کا اصل اصول **تقویٰ** ہے جس شخص نے محبت خدا اور تقویت جماعت کے بلند نصب العین کو بالائے طاق رکھ کر اسباب حیات، مال و اولاد اور تعلقاتِ دنیوی کو ترجیح دی، جس نے مقام خدا کا صحیح احساس نہ کر کے حُبِّ جاہ و اولاد کو اس کے ہم پلہ کر دیا

جس نے دُنیا کی محبت کے بالمقابل احکام خُدا کو کچھ وقعت نہ دی، منشائے خُدا کو عمداً غلط سمجھ کر اس میں تساہل روا رکھا جس نے ہجرت کے وقت ہجرت، قتال کے وقت قتال، صرف زر کے موقع پر صرف زر، اذنِ امیر کے وقت اطاعت امیر، سفر کے وقت سفر، صبر کے مقام پر صبر، اور عمل کے موقع پر عمل نہ کر کے اپنے ذاتی مفاد اور فوری منفعت کو اعلائے خُدا اور حفظ جماعت کے بالمقابل اہمیت دی اس نے شرک کیا، اس نے خُدا کو چھوڑ دیا، اس نے اپنے بیٹوں کو خُدا کے شریک کیا، اس نے مال وجاہ کو خُدا سے بہتر سمجھا، اس نے تن آسانی کو اللہ سے عزیز تر جانا، اس نے اپنے آپ کو خُدا کا منکر کر دیا: فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ (۷۹: ۳۷-۳۹) ایسی قوم کا ٹھکانا آگ ہے، ذلت اور مسکنت کا سقر ہے، محکومیت اور غلامی کا سعیر ہے، انسانوں کی چاکری کا دوزخ ہے۔ اس دن اُن کی سب رسیاں کٹ جائیں گی، سب سہارے ٹوٹ جائیں گے سب امیدیں منقطع ہو چکیں گی۔ ادبار کی گھٹائیں اس قوم کے سر پر چھا رہی ہوں گی۔ فلاکت اور مذلت کے دھوئیں اُن کے چہروں پر جم جائیں گے۔ پھر حسرت کے ماسوا کچھ نہ ہوگا اور دستِ افسوس مَل مَل کر رہ جائیں گے!

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِؕ وَلَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًاۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ۝ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّاؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ۝ (۲: ۱۶۵-۱۶۷)

اور ایمان والو! بگوشِ دل سُن لو کہ لوگوں میں (ہزار در ہزار اشخاص) ایسے بھی موجود ہیں جو خُدا کو چھوڑ کر اس سے کم درجہ کی اشیاء کو اس کے برابر بنا لیتے ہیں جو ادنیٰ چیزوں کو اپنا خُدا بنا لیتے ہیں اور جیسی محبت خُدا سے رکھنی چاہیئے اُن سے رکھتے

۱۔ تو جس نے خدا سے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کی لذتوں کو ترجیح دی تو بیشک جہنم اس کی جائے پناہ ہے۔

ہیں، (اُن کے حکموں کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، ان کی خدمت میں دن رات لگے رہتے ہیں مثلاً اولاد و ازواج وغیرہ) - حالانکہ ایمان والوں کی نشانی تو یہ ہے کہ اُنہیں سب سے بڑھ کر خدا سے محبت ہوتی ہے (اُنہیں خدا کے بالمقابل ہر شے ہیچ معلوم دیتی ہے)۔ اے کاش یہ ذرا سمجھ، ظالم اُن دردناک نتائج کو جو اس شرک کے ظلمِ عظیم سے پیدا ہوتے ہیں عذابِ خدا کے آنے سے پہلے ہی دیکھ لیتے اور ہوشیار ہو جاتے کہ خدا ہر طرح پر صاحبِ قوت ہے اور شرک کے معاملے میں بڑا ہی شدید العذاب ہے - آہ! وہ ٹیڑھا وقت ہے جب کہ سب دُنیاوی گرو اپنے چیلے چانٹوں سے دست بردار ہو جائیں گے، جب سب مرشد اور معبود، سب ارضی کارساز اور دلارام یوں دامن سنبھال کر چل دیں گے کہ اُنہیں اپنے مریدوں اور عابدوں سے کچھ سروکار ہی نہ تھا اور عذاب کو سر پر آتا دیکھ کر اُن کی سب پہلے کی بندھی ہوئی رسیاں (اور خوشحالی میں لگائی ہوئی اُمیدیں) ٹوٹ جائیں گی کوئی یار و مددگار نظر نہ آئیگا پھر ارضی خداوندوں کے یہ بہکائے ہوئے مرید بول اُٹھیں گے کہ اے کاش ہم کو ایک دفعہ پھر موقعہ ملے تو جیسے یہ زمینی کارساز آج ہم سے چلتے بنے ہیں اور جیسے بے بس ہم کو یہ چھوڑ گئے ہیں ویسے ہی ہم بھی ان سے دست بردار ہو جائیں - تو خیر خدا سزا دینے کے وقت لوگوں کی بداعمالیاں ان کی نظروں میں یوں ہی سرتاسر موجبِ حسرت دکھلایا کرتا ہے لیکن جو بات طے شدہ ہے یہ ہے کہ ان کو شکست و زوال کی اس بھسم کر دینے والی آگ سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

یہی وہ **شرک** ہے جس کی **بخشش** نہیں جس کی مغفرت کی اُمید نہیں جس کا عذاب قطعی ہے جس کی سزا یہاں پر جھلس دینے والی آگ ہے جس کا بدلہ اُس دُنیا میں بھی جہنم ہے - ایمان یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شدید محبت ہو - اسی کی تڑپ اور آس ہو - اُسی سے ہر دم لو لگی رہے - لیکن ساتھ ہی دُنیا بھی ہو، جماعت کی ترقی ہو، دمبدم حصولِ نعمت ہو، قوت ہو، خدا کی دی ہوئی سب نعمتیں استعمال میں لائی جائیں؛ اس کی ایک ایک چیز کو سر آنکھوں پر رکھ کر حتی الوسع تمتع اُٹھایا جائے لیکن دل اُسی سے لگا رہے، ارادت اور محبت اُسی اللہ سے ہو؛ یہی نعمائے الٰہی کی سچی قدردانی ہے؛ یہی صحیح تقویٰ ہے۔

دُنیا میں توغل کرنا اور دنیا سے الگ تھلگ رہنا دونوں کفر ہیں دونوں کا انجام موت ہے: وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (۵۷ : ۲۷)[۱] - اعمال عاجلہ میں ہمہ تن منہمک ہو جانا پرلے درجے کی ناانجام شناسی اور ناآخرت بینی ہے اس کا نتیجہ بُرا ہے، اس کا مال ضعفِ جماعت ہے، اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ صراطِ مستقیم یہ ہے کہ حتی الوسع ذاتی مفاد کی رغبت کم ہو اور اُمت کی 'آخرت' پیشِ نظر رہے۔ مادی اور دنیاوی ترقی کا یہ وہ فلسفہ جد و جہد، اور تغلب اور تمکن فی الارض کا یہ وہ آئین سعی و عمل ہے جس کے مطابق آج بھی دُنیا کی سب زندہ اور اُبھرتی ہوئی قومیں بے حد اعتنا و اہتمام کے ساتھ چلنے کی سعی کر رہی ہیں، اور توحید کے بلند نصب العین کی عدم موجودگی میں مختلف حکمت آمیز طریقوں، جسمانی کسرتوں اور ورزشوں، علمی تبلیغ اور قومی اشاعات سے ہی موجودہ نسل کی جسمی اور اخلاقی قوتوں کو برقرار رکھنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آہ مگر جس مرض کی دوا صرف محبت خدا ہو اور جس متعدی وبا کا تیر بہدف علاج محض توحید ہو اس کا انتظام یہ پھسپھسے اور ناکارہ طبیب کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ با ایں ہمہ مغرب کی اقوام حاضرہ کے ہر فرد کا اپنی جماعت کے نصب العین کو ہر دم پیش نظر رکھنا، اس کی ادنیٰ صدا پہ مستعد ہو جانا، جان، مال اور اولاد کو قوم پر پروانہ وار قربان کر دینا، وطنیت اور محبت قوم میں ہر وقت سرشار رہنا، قومی مفاد کی خاطر گھر بار سب کچھ چھوڑ دینا، جذبہ سلطنت اور امرا میر کے آگے سمندروں پار اور کالے کوسوں دُور رہ کر سربسجود رہنا وہ ایمان اور وہ صلاحیت عمل ہے جو مسلمانوں کی روایتی 'محبت خدا' سے کہیں سبقت لے گیا ہے۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ (۲ : ۲۰۰-۲۰۲)

---

[۱] اور (ادھر انسان کے توغل کی یہ حالت ہے کہ اس نے علائق دنیوی کی آزمائشوں سے ہار تھک کر) گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ جس کے متعلق ہم نے ان کو کوئی حکم نہ دیا تھا مگر اس تجربہ کا جو خدا کی خوشنودی کی تلاش میں ہو مگر انہوں نے جیسا کہ اس کے متعلق رعایت کا حق تھا اس کی نگہداشت نہ کی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ
أَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ
جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ
وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ
الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي
ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰئِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ سَلْ بَنِي
إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنٰهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِن بَعْدِ مَا
جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ
مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (۲: ۲۰۴-۲۱۲)

اور لوگوں میں سے (اکثر) وہ اشخاص ہیں جو (اپنے لئے سب کچھ اس دنیا میں ہی مانگتے ہیں، جو انفرادی مساعی کو ہمہ تن اُس طرف لگائے رکھتے ہیں کہ سب کچھ اس دنیا میں نقد مل جائے اور اعمال عاجلہ کے درپے رہ کر) دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیاوی نعمتوں سے انفرادی طور پر مالا مال کر)۔ تو ایسے لوگوں کا معاملہ آخرت میں کچھ حصہ نہیں، (اُن کا انجام بُرا ہے، ان کی جماعت کا انجام بھی بُرا ہے)۔ اور اُن میں سے بعض ایسے (ہوش والے لوگ اور عقلمند قومیں) ہیں جو خدا سے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہماری دنیا بھی اچھی کر اور عاقبت بھی درست کر، اور ہماری جماعت کو شکست و ریخت کی بھسم کر دینے والی آگ سے بچائے رکھ۔ تو یہی وہ قومیں ہیں جن کو (ان کی پیش بینی کے باعث) اُن کے نیک اعمال کی جزا کا مناسب حصہ اس دنیا میں فوراً مل جاتا ہے اور خدا تو دراصل جلد حساب کرنے والا ہے۔

اور (اے مخاطب!) لوگوں میں ایسے (ریاکار اور مکار آدمی) بھی ہیں جن کے اس دنیا کی زندگی کے متعلق مکارانہ دعوے اور لذاتِ جہان کے بارے میں اُن کی لفظی لن ترانیاں تم کو حیرت زدہ کر دیتی ہیں، ایسا منافق شخص اپنی گفتگو کے ہر جملے میں (اپنی

خدا سے قلبی ارادت اور دنیا سے دلی بیزاری پر، خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے حالانکہ خدا کا سب سے بڑا دشمن وہی ہے۔ یہی وہ شخص ہے کہ جو نہی زبانی چکنی چپڑی باتیں کرکے تم سے لوٹا تو اپنی بداعمالیوں سے اس زمین کے طول و عرض میں فساد پھیلاتا ہے، کہیں اپنی بدمعاشیوں سے کھیتوں کو ویران کرتا ہے کہیں شیطنت کاری سے نسل کو تباہ کرتا ہے حالانکہ خدا فساد کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ (اے نابکار آدمی!) خدا سے ڈر (اور اس پُرامن زمین پر فساد نہ مچا) تو شیخی اور عزتِ نفس کا ایک بیہودہ سا احساس دامنگیر ہو کر اس کو گناہ پر اور آمادہ کر دیتا ہے۔ (وہ خدا کا نام لینے سے چڑ جاتا ہے اور اپنے آپ کو بے نیاز جتلانے کی غرض سے) گناہ کے ارتکاب میں اور مبادرت کرتا ہے۔ تو ایسے نالائق کو جہنم ہی کفایت کر سکتا ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اور لوگوں میں لامحالہ ایسے بندے بھی موجود ہیں جو خدا کی رضاجوئی اور جماعت کی تقویت اور حفاظت کی خاطر اپنی جان تک بھی دے دیتے ہیں اور خدا دراصل اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ اے وہ لوگو! جو قانونِ خدا پر ایمان لے آئے ہو اسلام کے دارالامان میں سب کے سب داخل ہو جاؤ، اس عالم آرا اخوت اور بھائی چارے میں شامل ہو جاؤ (کیونکہ شخصی اور اجتماعی، معاشرتی اور اخلاقی، داخلی اور خارجی امن اسی قانون کی اتباع میں ہے) اور دیکھنا شیطان کے قدم بقدم نہ چلنا کہ تمہارا کھلا دشمن وہی ہے، اور اگر تم اتحاد اور اخوت کے متعلق خدا کے کھلے کھلے احکام آنے پیچھے لغزش کھا گئے یا باہمی تفریق کے بارے میں شیطان کی چکنی چپڑی باتوں پر پھل گئے تو جان رکھو کہ خدا بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ وہ حیرت انگیز اسباب پیدا کرکے چند لمحوں میں تم کو صفحۂ ہستی سے محو کر دے گا۔

کیا لوگ اسلام میں داخل ہونے سے پیشتر اس امر کے منتظر ہیں کہ خدا اپنی خدائی مسلمانوں کو بادلوں کے سائبانوں اور فرشتوں کے جنود عطا کرنے میں ظاہر کرے جس طرح کسی زمانے میں بنی اسرائیل کو عطا کئے تھے حالانکہ خود مسلمانوں کے متعلق ان تمام نعمائے الٰہی کے عطا ہونے کا فیصلہ خدا کے ہاں ہو چکا ہے اور سب فیصلوں کا مرجع اخیر بالآخر وہی ہے۔ انہیں کہہ دو کہ جا کر بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھیں کہ ہم نے ان کو کتنی کچھ

کھلی کھلی علامتیں اور اپنی رضامندی اور خوشنودی کی نشانیاں دی تھیں (انہیں کیا کیا عجیب نعمتیں خوش ہو کر بخش دی تھیں)۔ پھر جس قوم نے خدا کی نعمت آ نے پیچھے اس کو لعنت سے بدل دیا جس نے غفلت اور دُنیا پرستی میں پڑ کر اُن نعمتوں کو آپ اپنے ہاتھ سے کھو دیا تو خدا بڑا ہی شدید العقاب ہے۔ جو لوگ قانونِ خدا سے منکر ہیں انہیں اس دُنیا کی لذتوں میں گُم رہنا بھلا معلوم دیتا ہے، وہ ان ایماندار لوگوں سے جو آج بظاہر نادار معلوم ہوتے ہیں اُن کے افلاس پر مخول اُڑا رہے ہیں حالانکہ جن لوگوں کو قانونِ خدا کا ڈر لگا رہا وہ لامحالہ روزِ جزا کو ان کافروں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوں گے اور خدا تو جس قوم کو پسند فرماتا ہے بے حساب نعمتیں عطا کرتا ہے (پھر ایمانداروں کو کیونکر محروم کر دے گا)۔

اعمالِ آخرت

حسنات

دوسرا طریقہ حصولِ اُجرت کا یہ ہے کہ انسان فوری معاوضے سے درگزر کر کے، ایک موعود یا ملتوی اجر کا منتظر رہے۔ انسانی کردار کی اس شق میں وُہ تمام احتسابی اعمال داخل ہیں جن کی بظاہر کچھ مُزد نہیں ملتی بلکہ ان کے کرنے میں طبیعت پر ایک فوری جبر و امساک لاحق ہوتا ہے۔ بسا اوقات نفس کو رُوحانی تکلیف، جسمانی اذیت، یا مالی اور اقتصادی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے اور اکثر حالات میں معمول علیہ یا جماعت، یا شاذ حالات میں خود نفسِ عامل کو، اس اذیت اور نقصان کے بدلے میں جسمی راحت مالی نفع یا ذہنی تسکین مل رہتی ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں یہ سب اعمال اعمالِ حسنہ ہیں اور ان کا تعلق "آخرت" سے ہے۔ رحم، عدل، اتحاد، شجاعت، اطاعت، صبر، وفا، دیانت حُسنِ سلوک، خیرات صدقات جسمانی ریاضت وغیرہ وغیرہ بیسیوں حَسنات اس نمط کی ہیں۔ جماعت کی زندگی اور قیام کا دارومدار اکثر ان کے متفقہ زور اثر پر ہے۔ کوئی ہیئت انسانی ایک ساعت کے لئے بھی روئے زمین پر قائم نہیں رہ سکتی جس میں یہ سب باتیں کلیتہً صفر ہو گئی ہوں۔ بایں ہمہ کوئی

انسانی آئینِ سیاست ان اعمال کی اہمیت کو رسمی طور پر تسلیم نہیں کرتا، اُن کی اشاعت و تبلیغ میں کوئی معتد بہ حصہ نہیں لیتا اور نہ اُن کے عامل کو ہی کسی دُنیوی اجر کی امید دلاتا ہے۔ نشاۃِ آفرینش سے آجتک مذہب ہی کسی ایک نہ ایک صورت میں ان اعمال کو سراہتا، اور ان کی ترغیب و تحریص کرتا رہا ہے اور اس مقام نظر سے سطح زمین کی خوشحالی اور خوشباشی کا واحد کفیل فی الحقیقت وہی ہے۔ مگر اکثر مشترکات انسانیہ ان میں سے بعض اعمال کی شق منفی کو قانون کے زیرِ اثر کرکے، سیاسی نظام کو برقرار رکھنے کی سعی کر رہی ہیں۔ ان کی مساعی کا تمام حصر خوف سزا پر ہے، انعام کا مطلق کہیں ذکر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قطع کے اعمال اکثر اوقات انسانی قانون کے زیرِ اثر رہ کر 'حسنات' کے درجے کو نہیں پہنچتے۔ مثال کے طور پر اکثر اقوام متمدنہ کا آئین حکومت افراد کے باہمی فساد کو منع کرتا ہے؛ دو فریق باہمی جنگ و جدل اسی خیال سے نہیں کرتے کہ قانون کی زد میں آکر فوری سزا کے مستوجب ہوں گے۔ مگر جنگ و جدل سے محض اس وجہ سے محترز رہنا، اسلام کی اصطلاح میں امرِ حَسَن نہیں۔ ظلم و بیرحمی اکثر اوقات قانون کی لپیٹ میں آ رہتے ہیں، نافرمانی، بددیانتی، نقض عہد پر بھی بعض مخصوص احوال میں آئینی گرفت ہوجاتی ہے، بدسلوکی بھی انتہائی مدارج پر آکر عامل کو کچھ نہ کچھ مستحق سزا کر دیتی ہے، مگر ان اعمال سے گریز محض کرنا، کلامِ الٰہی کے نزدیک؛ عامل کو رحیم، مطیع، یا صاحبِ اخلاق ہونے کے درجے تک نہیں پہنچاتا۔ اسلام نے اعمال سیئہ کی اس روک، یا حسنات کے اس منفی پہلو کو اجرت کی کسی فہرست میں شمار نہیں کیا۔ اس کے نزدیک مثبت اور مستقل اعمال حسنہ یہ ہیں کہ انسان مصائب اور برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے عملی جہاد کرے، اُن سے ہر وقت برسرِ پیکار رہے، اُن کے برخلاف جارحانہ عمل قائم رکھے۔ نیک عمل کرنے میں اس کو کوئی بدنی تکلیف اُٹھانی پڑے، مالی نقصان ہو، روحانی ایذا ہو، نفسی قربانی کرنی ہو۔ یہی اس کے ایمان کی تصدیق ہے؛ اس کی نیک نیتی کی شہادت، اور دل صاف ہونے کی علامت ہے۔ جس عمل میں قربانی نہیں، اختیارو

اجتناب کی محض ایک بے گزند حالت ہے، وہ حسنات کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۲:۱۷۷﴾

مسلمانو! نیکی یہ نہیں کہ نماز میں اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف کر لو (اور نماز کے مرسوم ارکان کو بصحت تمام ادا کرنا نیک عمل سمجھ لو) ۔ بلکہ نیکی تو اُس شخص کی ہے جو خدا کو اپنا آقا سمجھ کر اس کے احکام کی تعمیل کرتا رہا، جو روز آخرت پر یقین کر کے اُخروی اعمال کرتا رہا، جس نے فرشتوں، اور الکتٰب، اور انبیاء کرام کو منجانب اللہ یقین کر کے اُن کے متعلق احکام خُدا کی کما حقہٗ تعمیل کی۔ جو مال جیسی عزیز شے کو اس کی محبت کے باوجود رشتہ داروں اور یتیموں، حاجتمندوں اور مسافروں، مملوک الحال اور مقروض لوگوں کی بہتری اور امداد کے لئے خرچ کرتا رہا، جو اتحاد جماعت کو پیش نظر رکھ کر الصلوٰۃ پر قائم رہا، جس نے عام جماعت کی بہتری کے لئے ایثار مال کیا۔ یا نیک اعمال کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جب ایک بات کا اقرار کر لیا تو اس کو بہر حال پُورا کر کے رہے، جو جماعت کی عام مصیبت اور تکلیف میں اور شدید خطرے کے وقت پُورے طور پر ثابت قدم رہے اور سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے دعویٰ اسلام میں سچے نکلے (جنہوں نے اپنے عمل سے اپنے قول کی تصدیق کی)، اور یہی ہیں جو فی الحقیقت متقی لوگ ہیں۔

تقویٰ کسی رسمی یا محض اسمی حیثیت، یا فواحش کی گرم بازاری کے بالمقابل ایک محفوظ و بے ضرر مقام اختیار کرنے، یا مثلاً آجکل کے مروّجہ معانی کے رُو سے نفس پر ایک بے معنی اور بے اندازہ جبر کرنے کا نام نہیں، وہ کسی مستقل اجتماعی مفاد کو مدِّ نظر رکھ کر ایک نتیجہ خیز اور ایجابی عمل ہے، ایک فساد کو صلح و اتحاد میں بدلنے، ایک اجتماعی مصیبت کو حتی الوسع روکنے، یا عائلی اور اجتماعی مصالحت کو فروغ دینے کا ایک عملی ذریعہ ہے۔ جب تک عوام کی بہتری اور قوم کے فائدے کی خاطر نفس پر

بہ جبر قائم ہے اور احکام الٰہی کی صحیح رُوح کو پیش نظر رکھ کر اعمال حسنہ ہو رہے ہیں مسلمانوں کا عمل خدا کے لئے ہو رہا ہے ورنہ دراصل مشرق یا مغرب کی طرف مُنہ پھیر لینے میں کچھ نیکی نہیں۔ کوئی احسان، کوئی تقویٰ کوئی مصالحت یا اتحّاد و اوپری اور بے معنی قسموں اور سوگندوں سے، یا کوئی نیک عمل محض سطحی ادّعا و نمائشی حیثیت بحث کرنے سے برُوئے کار نہیں آسکتا، اس کے لئے دل کی صفائی، ارادوں کی درستی، نیّت کی راستی، جماعت کا فائدہ اور صحیح رُوحِ عمل ہونی لازمی ہے: وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝[1] (۲: ۲۲۴ - ۲۲۵)۔ دو جماعتیں آپس میں اُسی وقت صحیح معنوں میں متحد اور متفق ہونگی جب خوفِ قانون، یا خارجی ملحوظات و مصالح سے قطع نظر، اُن کے دِل مصالحت کی طرف مائل ہوں گے، جب مراعات کی داد و ستد اس نیّت سے ہوگی کہ دائمی اور قلبی تطابق پیدا ہو، و الّا کچھ صلح نہیں، کچھ نیکی نہیں ہوئی۔ عمل کا تمام حصر قلبی ارادے پر ہے: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ مشہور حدیث ہے بے ارادہ، نادانستہ یا ناانجام دیدہ اعمال کر لینے میں کچھ بھلائی نہیں۔ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝[2] (۳۳: ۵)۔ نیک اعمال کے متعلق اسلام کا فلسفہ اس قدر عظیم الشان ہے، اس کی حکمت اس قدر حاوی ہے، اس کا مقرر کردہ دائرہ تاثیر و عمل اسقدر وسیع ہے، اس کا موقفِ غرض بھی اس قدر دُور رس ہے کہ عمل کے محض سطحی لوازمات پُورا کرنے سے عمل کا نیک ہونا،

۱۔ اور (مسلمانو!) تم اپنی (بے معنی اور بیہودہ) قسموں کے کھانے کے بعد خدا کے نام کو نیکی کرنے یا پرہیزگار بننے یا لوگوں کے مابین مصالحت اور اتحاد پیدا کرنے کی ڈھال بنا کر رکاوٹ نہ بناؤ (بلکہ کھلے دل سے اور بغیر کسی حیلے بہانے سے نیکی صدق دل سے کرو) اور جانے رہو کہ خدا واقعات کو پورے طور پر سمجھنے والا اور باخبر خدا ہے (جو تمہارے دل کی اندرونی حالت سے واقف ہے)۔ خدا تمہاری بیہودہ قسموں پر تو تمہیں گرفت نہیں کرے گا لیکن اس پر ضرور گرفت کرے گا جو تمہارے دلوں نے برائی کی۔ اور وہ بڑا پردہ پوش اور رحم والا خدا بھی ہے۔

۲۔ اور جو کچھ تم غلطی سے اور چوک بھول کر کر دیا اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں لیکن جس برائی کا ارادہ تمہارے دلوں نے کر لیا تو وہ البتہ ضرور قابل سزا ہے لیکن خدا بڑا پردہ پوش اور رحم والا بھی ہے۔ (اگر فی الحقیقت تم پچھتا کر کے باز آ گئے تو معاف بھی کر سکتا ہے)۔

لازم نہیں آتا، مثال کے طور پر

انفاق مال

انفاقِ مال کو ہی لے لیجئے جس کی عظیم الشان حکمت سورۂ بقرہ کے ایک آخری رکوع میں حیرت انگیز وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اعانتِ دین غلبۂ اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مالی مدد دینا ہر مسلمان پر فرض ہے مگر جب تک خدا کی راہ میں ایک قراضۂ سیم، ایک پیسہ، یا ایک حبّہ خرچ کرنے والے کی نیّت اور طرزِ عمل دونو مثل اس باغبان کے نہ ہوں جو ایک دانہ کو نرم اور مناسب زمین میں اسی ارادت اور یقین سے ڈالتا ہے کہ اس سے ایک درخت پیدا ہوگا جس سے لامحالہ بڑے بڑے نتائج پیدا ہونگے جب تک اس حبّہ زر کی طرف وہی غرضمندانہ توجہ، وہی محبت اور انہماکِ عمل، وہی تلاشِ وسائل، وہی آبیاری کا اعتناو اہتمام نہ ہو، دینِ خدا کی معاونت نہیں ہوتی۔ اصل تعاون یہ ہے کہ اس حبّۂ زر کو ایسے مناسب مصرف میں لایا جائے، ایسے صحیح موقع اور وقت پر خرچ کیا جائے کہ اس کے خرچ کرنے کے سلسلے میں مدعائے کار سے یہ دلبستگی ہو کہ بالآخر اس ایک دانے سے ایک سربفلک درخت اُگنے کی امید ہو۔ انسان کی طرف سے تدبیر شرط ہے نتائج کو رو براہ کرنے والا اور نیّات کو جاننے والا خدا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲:۲۶۱)۔

جو لوگ اپنے مال کو اعانت دین اور اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کے ایثار کی مثال اس دانے کی ہے جو ایک نہایت مناسب زمین میں ڈالا گیا۔ پھر اس سے ایک درخت اُگا جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں، ہر بال میں سے سو سو دانے نکلے۔ خدا جس شخص کو اہل دیکھتا ہے اس کے سعی وعمل کے نتائج کئی گنا کر دیتا ہے اور خدا نتائج کو بڑا وسعت دینے والا اور نیتوں کو بڑا پرکھنے والا ہے۔

یہی فی الحقیقت اس مال کا انتہائی فائدہ ہے، یہی دین خدا کی کامل مدد ہے، یہی اصلی نیکی ہے۔ نہیں بلکہ خدائے حکیم کے اس محیّر العقل کلام نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ دین خدا کی سچی مدد، اور اسلام کی مشکلات کو مؤثر طور پر آسان کرنے کی شرط یہ ہے کہ مال خرچ کرنے کے بعد نفسِ عامل کو نقصان یا احسان کا احساس بھی نہ ہو، اس کے قلب کو کوئی اذیت بھی محسوس نہ ہو۔ دین کی سچی خدمت یہ ہے کہ قلب کا طبعی میلان اس طرف ہو، دل کو بہجت و سرور حاصل ہو، جذبات بطیبِ خاطر اور سچے استغراق و اقتضا سے ہو۔ ایسا کرنے والے ہی وہ شخص ہیں جنکو اللہ کے ہاں سے پوری اُجرت ملے گی۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو بالآخر اپنے زورِ عمل سے اس دنیا میں بے خوف و خطر رہیں گے اور دین خدا کو ہر مشکل سے نجات دیں گے:

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ (۲:۲۶۲)

جو لوگ اپنے مال راہِ خدا میں (اور جماعت کی عام بہبودی کے لئے) صرف کرتے اور پھر خرچ کئے پیچھے اپنے دلوں میں خدا پر احسان یا نقصان کا حس نہیں رکھتے اور نہ اپنے اندر اس ایثار کا دکھ محسوس کرتے ہیں (اور جو کچھ دیتے ہیں بطیب خاطر اور کشادہ دلی سے دیتے ہیں) ان کو اس بے لاگ عمل کی اُجرت خدا کے ہاں سے ملے گی، اور وہ (بالآخر) اس دنیا میں سب اعدائے جماعت سے بے خوف و خطر ہو جائیں گے۔

جس قربانیٔ مال کے بعد دل کو کرب و اذیت پہنچنے یا دکھ کا حس باقی رہے اس سے دین اسلام کو کچھ تقویت پہنچ نہیں سکتی۔ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ عامل اس تکلیف دِہ عمل کو چھوڑ کر قولِ معروف اور مصالحت انگیز تجاویز سے ہی کوئی خدمت کرے اور اس کے صلے میں خدا سے طلب مغفرت کرے اللہ بُردبار ہے اس کے اسی عمل کو منظور کر لے گا مگر وہ ایسی نیم دلی کی قربانیوں سے بے نیاز ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ* وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ○ (۲:۲۶۳)

(خدا کی راہ میں اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر) پسندیدہ اقوال کے ذریعے سے ہی کوئی خدمت

---

* ای قولٌ معروفٌ فی سبیل اللہ

کرنا اور (زیادہ مشکل قربانیوں سے) درگزر کرنا اس ایثار مال سے بدرجہا بہتر ہے جس کے دیتے پیچھے دل کو تکلیف محسوس ہو، اور خدا بڑا بے پروا اور متحمل مزاج ہے، (وہ صرف انہیں اعمال کو قبول کرتا ہے جو دل سے ہوں۔ بددلی اور اکراہ سے جو عمل کیا جائے اس سے وہ بے نیاز ہے)۔

جو صدقہ☆ خدا کی راہ میں تکلیف اور نقصان محسوس کر کے دیا جائے وہ باطل ہے کیونکہ اس میں سچی رُوح عمل نہیں، اس میں دلچسپی اور انہماک نہیں، اس میں نتائج کا تعاقب نہیں، اس میں انجام عمل کے عمدہ ہونے کی لگن نہیں۔ عامل زر خرچ کر کے مدعائے عمل سے بےغرض ہو گیا ہے۔ اس دانے کی جو بویا تھا آبیاری نہیں کرتا۔ سات بالوں، اور سات سو دانوں والا درخت کیسے پیدا ہوگا؟ اس حصول مقصد کے لئے مال خرچ کرنے کے بعد ولولے اور محبت قلب کی ضرورت ہے عمل کی نہر کو دانے کی پیاسی جڑوں تک پہنچانے کی ضرورت ہے، اپنی قربانی نیک لگانے کی ضرورت ہے، جس زمین میں دانہ ڈالا گیا ہے اُسے نرم رکھنے کی حاجت ہے، شبانہ روز مشقت اور تندہی کی کمی ہے پودے کو اُگتا دیکھکر دل کے خوش ہو جانے کی حاجت ہے، اس کی نرم نرم کونپلوں کو نکلتا دیکھکر قلب کے مطمئن ہو جانے کی ضرورت ہے۔ اُمت کے کسی کارکن کو اگر یہ میسّر نہیں تو فی الحقیقت یہ خرچ مال محض دکھلاوا ہے، ریاکاری اور لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا ہے۔ دین کی راہ میں مال خرچ کر کے دُکھ محسوس کرنا محبّت خدا سے اعراض اور اس کی دوستی سے انکار کرنا ہے۔ خُدا کی قدرتِ انعام دہی اور اس کے ایفائے عہد کے وعدوں پر اعتماد نہ کرنا ہے۔ آخرت کی گراں بہا اُجرت پر ایمان و یقین نہ رکھنا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (۲:۲۶۴)

☆ اس صدقہ کے لفظ سے مروجہ معانی نہ لئے جائیں بلکہ صدقہ سے مراد قرن اول میں رسولؐ صلعم کے سامنے اپنے ایمان کی تصدیق کرنے کیلئے مال پیش کرنا تھا۔

اے وہ لوگو جو خدا پر ایمان لاتے ہو! اپنے صدقوں کو احسان کے احساس سے اور دلوں میں دکھ محسوس کر کے اس شخص کی طرح بے نتیجہ اور اکارت مت کرو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور خدا کی انسانوں کے متعلق خیر اندیشی اور روز آخرت کی جزا کا یقین نہیں رکھتا۔ ایسے شخص کے دل کی مثال پتھر کی سی ہے کہ اس پر کچھ تھوڑی سی نرم مٹی پڑی، پھر اس پر زور کا مینہ برسا جو مٹی کو بہا لے گیا اور پتھر کو صاف چھوڑ گیا۔ ایسے لوگ اپنی بزدلی کے صدقوں سے جماعت کو کوئی مستقل فائدہ پہنچانے پر قادر نہیں ہوتے اور خدا ایسے بدکردار اور دل سے منکر کافروں کو اپنی بہتری کی کوئی مستقل راہِ ہدایت دکھلایا نہیں کرتا۔☆☆

ایسے شخص کی مثال بعینہٖ اس پتھر کی ہے۔ جس پر تھوڑی سی نرم مٹی ہو، موسلا دھار مینہ اُسے بہالے جاتے اور پھر پتھر کا پتھر رہ جائے۔ اُس دل کی زمین پتھریلی ہے، اس کی تہ میں زندگی کے آثار نہیں۔ اس کی سطح پر وعظ و نصیحت یا نمود و نمائش، پابندیٔ رسم یا اور خارجی اثرات کی وجہ سے نرم مٹی کی ایک پتلی سی تہ بیٹھی تھی، ریاکاری کا جذبہ یا سطحی سخاوت کا عارضی جوش اُس کو یکدم بہا لے گیا۔ اب اس کو نقصانِ مال کا پچھتاوا ہے اور صحیح معنوں میں خدا کا انکار اُس کے ماتھے سے عیاں ہو رہا ہے۔ جو عمل محض نمائش کی خاطر کیا گیا ہو، اس میں اور دل کی تحسین آفرین، اور لوگوں کی واہ واہ مقصود ہو، اس کی مثال گھر پھونک تماشا دیکھنے کی ہے، کیونکہ آخرت میں اُس کا مُنہ کالا ہے۔ ایسے شخص سے خدا کی دوستی یا قوم کی خیر سگالی کی کیا اُمید ہے، وہ اُمت کی خاطر کیا کام کر سکے گا، اس کی سعی کیا ہو گی اور کیا اثر کرے گی، اس کی دوڑ کہاں تک ہو گی۔ اس کا اللہ پر کیا بودا ایمان ہے، وہ انجامِ اُمت سے کسقدر بے حس ہے، اس کا روزِ آخرت پر کیا ہلکا یقین ہے☆۔ نہیں وہ قرآن کریم کی لاجواب

☆ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں اس تفصیل سے انسانی نیتوں کو درست کر کے دین اسلام کے سچے خیر خواہ پیدا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں جہاں سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی ابتدا میں منافقت کثرت سے تھی' لوگ صرف دیکھا دیکھی اسلام میں داخل ہو جاتے اور کافر ہونے کی وجہ سے ان کا قومی اخلاق بے حد گرا ہوا تھا۔ اسلام دلوں کو بدل کر وہ بلند اخلاق مومن پیدا کرنا چاہتا تھا جو تمام قوم کی قسمت کو بدل دیں۔ چنانچہ یہ نصیحتیں جو بظاہر غیر ضروری معلوم ہوتی ہیں بالآخر اس قدر کارگر ہوئیں کہ صدر اسلام کا مومن بلند اخلاق اور سچائی کا مجسمہ بنکر دنیا پر غالب آگیا۔ تدبر

☆☆ ان باتوں کے کہنے کی ضرورت اس لئے پیش ہوئی کہ مدینہ میں صدہا برائے نام مسلمان ایسے تھے جو رسول کو دھوکہ دینے کیلئے مال دے دیتے تھے لیکن دل سے اسلام کی کامیابی نہ چاہتے تھے جیسا کہ آج کل لاکھوں کروڑوں ہیں۔

منطق کی رُو سے کافر ہے! اس کا دِل پتھر ہے، وہ جماعت کو باوجود اپنے اِس نابکار عمل کے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا: لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (۲: ۲۶۴) ۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا جماعت کو بہتر بنانے کی طاقت تبھی رکھ سکتا ہے جب دل کی زمین نیچے تک نرم ہو چکی ہو، اُس دل کا ایک ایک مسام کشادہ ہو، اُس کے ہر ذرّے کے اندر حیات کی علامتیں ہوں، اس کے ہر خُلیے اور ہر رگ و پے میں نموّ و ہدایت کا آبِ حیات بھرا ہوا ہو، اُس دل پر نیک عمل کا توارد فوراً جڑ پکڑ جائے۔ اُس دل سے اُس نیک عمل کی آبیاری معاً شروع ہو جائے اور پھر بالآخر وُہ عامل اپنے سعی و عمل سے اُمّت کی سنگلاخ زمین پر ایک سرسبز اور ثمرور باغ پیدا کر دے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲: ۲۶۵)

لیکن جو لوگ رضائے خُدا کی تلاش میں اور اپنی قلبی نیتّوں کی تصدیق سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں، جو اپنے دلوں کی اندرونی خواہش اور ہیجان سے ایثارِ مال کرتے ہیں اُن کے عملوں کی مثال اس باغ کی ہے جو ایک بلند مقام پر واقع ہے پھر اس پر ہدایتِ خُدا کا موسلادھار مینہ پڑا تو خوب پھلا پھولا، اور زور کا مینہ نہ بھی پڑے تو ہلکی سی پھوار بھی کافی ہے اور اے لوگو! جو کچھ بھی تم کر رہے ہو خُدا اس کو نہایت انہماک سے دیکھ رہا ہے۔

یہی وہ شخص ہیں جنکو "مرضاتِ خُدا" کی تلاش ہے جن کو خُدا کے ارادوں کا علم ہے جن کو غلبۂ اسلام کا اضطراب ہے، جن کا نفس ان کے اعمال کی تثبیت کر رہا ہے، یہی لوگ مصدق (یعنی عمل سے اپنے قول کی تصدیق کرنے والے) ہیں: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ [1] (۲: ۱۷۷)۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ [2] (۵۷: ۱۸)۔

---

[1] یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے عمل سے اپنے قول کو سچ کر دکھایا اور یہی وہ ہیں جو خدا سے صحیح معنوں میں ڈرنے والے ہیں۔

[2] بیشک سچ کر دکھانے والے مرد اور سچ کر دکھانے والی عورتیں ہی (وہ لوگ ہیں جن کی دین خدا کو اس وقت سخت ضرورت ہے) اور لوگو اپنے مالوں اور جانوں کا بہترین حصہ خدا کو کاٹ کر دے دو۔ ایسے لوگوں کے لئے وہ حصہ کئی گنا کر دیا جائیگا اور ان کو بڑی باعزت مزدوری ملے گی۔

☆ آج صدقے اور زکواۃ کے معنے کچھ کے کچھ ہو گئے ہیں اور دفتروں کے دفتر ان کی تشریح میں بن گئے ہیں۔

یہی صدقے کی سچی وجہ تسمیہ ہے یہی خَبْءُ اُمَّتِہٖ کے الفاظ کا صحیح مفہوم ہے، ان کے کردار کی مثال اُس گھنے باغ کی ہے جو ایک بلند مقام پر واقع ہو۔ سُورج کی کرنیں اور بارش کی دھاریں اس پر براہِ راست پڑتی ہوں۔ ایسے باغ کو ابر رحمت کا ایک ذرا سا ترشح بھی کافی ہے کیونکہ زمین اندر تک نرم ہے۔ ہدایت اور راست رَوی کا ماءِ زلال اس کے ہر رگ و پے میں بھرا ہوا ہے۔ یہی وہ سچے عامل ہیں جن کا دل اُن کے اعمال کی گواہی دے رہا ہے۔ وہ اپنی تمام قوت اُن اعمال کو ٹھکانے لگانے میں صرف کر دیتے ہیں۔ اُن کو اپنے مال کے مفید بنا دینے میں پُوری دلچسپی اس لئے ہے کہ اُن کے دل میں جماعت کی بہتری کا درد ہے۔ وہ مناسب مواقع کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ وہ اپنی حُسنِ تجویز اور تثبیتِ نفس سے اس روپیہ کو بہترین مصرف میں لاتے ہیں۔ ایک غیر مصدّق عامل کی طرح محض چُھدّا سا نہیں اُتارتے۔ یہی باعث ہے کہ ان کا عمل معمول سے دوچند پھل لاتا ہے: فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ[1] (۲: ۲۶۵)۔ بہبودیٔ جماعت اور خوشنودیٔ خُدا کا پیش خیمہ بنتا ہے: وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ[2] (۳۰: ۳۹)۔ اللہ ہر عامل کے عمل کو، اُس کی نیت کو، اُسکی سعی و تجویز کو، اُس کے اضطراب اور انہماک کو غور سے دیکھ رہا ہے، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲: ۲۶۵)

الغرض کلام الٰہی کی حیرت انگیز حکمتِ جامعہ کی رُو سے صرف ایسا عمل ہی عملِ حَسن ہو سکتا ہے۔ اس کی نیکی کا معیار یہ ہے کہ عام جماعت کے لئے مفید ہو۔ اُس سے پے در پے فوائد اور چند در چند نتائج اخذ ہوں۔ مفید تب ہی ہو سکتا ہے کہ نیت درست ہو، دل میں چوٹ ہو، جماعت کی بہتری کا درد ہو۔ بے سوچے سمجھے اور اٹاسٹا مال خرچ کرنے میں، یا ایسی خیرات میں جس کے ادا کرنے کے بعد دل کو رنج لاحق ہو، از روئے اسلام کوئی نیکی نہیں ہوتی، نہ اس کی کچھ اجرت ملے گی۔ انفاق مال کے متعلق اُس حکیم تیم حقیقی کی یہ سب موشگافیاں، یہ ارادوں کی درستی اور صلاحیتِ قلب درحقیقت

۱۔ پھر وہ اپنا پھل دوگنا لائی۔

۲۔ اور جو کچھ تم نے خدا کی رضامندی اور خوشنودی کی وجہ سے زکواۃ کے طور پر دیا تو یہی وہ لوگ ہیں جو قوم کے مستقبل کو دگنا بہتر کر دیتے ہیں۔

تزکیہ نفس کی تعلیم کا وہ بابِ اوّل ہے جس کے بدون کوئی انسانی عمل نتیجہ خیز اور انقلاب انگیز نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ عملی سیاست اور حیات انگیز تخیل ہے جو آج ہر زندہ قوم کے رگ و ریشے میں جاری و ساری ہے۔ مگر حسنات کی اس اہم شق کے متعلق آج کل کے مسلمانوں کا تخیل اسقدر بگڑا ہوا ہے ان کی راؤں میں اسقدر ہولناک فساد ہے، ان کا مال اس بیدردی سے پانی کی طرح صنائع ہو رہا ہے، ان کی پسینے کی کمائیاں رہنمایانِ دین کی خود پسندیوں اور خود غرضانہ تشریحوں، یا غلط استدلال، فقدانِ علم اور خود ساختہ مسئلوں کی پیچیدگیوں کے باعث اس بیرحمی سے رسم و رواج کی کمینی راہوں میں بہ کر، تحت الثریٰ میں جذب ہو رہی ہیں، اور ہر سال باوجود لاانتہا روپیہ صرف کرنے کے "سبع سنابل" والا درخت نہیں اُگتا، تو اس مقام پر، سورۂ بقرہ کے اسی حصے کی دو ایک اور ملحقہ آیات کی تشریح کر کے انفاقِ مال کے متعلق قرآن حکیم کی عدیم المثال حکمت کو بالتمام واضح کر دینا اور مروّج تخیل کے پول کو ظاہر کر دینا از بس ضروری ہے۔

فی سبیل اللہ

سب سے پہلے معترضین کی قطع حجّت کے لئے اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ متذکرہ صدر آیاتِ کریمہ انفاقِ مال "فِي سَبِيلِ اللهِ" کے متعلق ہیں، کسی سائل یا مسکین کا ان میں ذکر نہیں۔ قرآن حکیم میں سبیل اللہ کی مدّ فقرا، مساکین، اور ابن السبیل وغیرہم کی شقوں اس قدر علیحدہ ہے کہ اس کے ادنےٰ طالب العلم کو بھی اس کے مطالب پر گمان نہیں گزر سکتا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ... فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (۹:۶۰)

صدقات کا مال (جو مسلمانوں سے اکٹھا کر کے بیت المال میں داخل کیا جاتا ہے) ان فقرا اور مسکین کا حق ہے (جن کو حکومتِ وقت نے تسلیم کر لیا ہو)، اور (ان) کارکنوں

کا(جو مرکزی حکومت کی طرف سے خیرات وصول کرنے پر معین ہوں)، اور اُن لوگوں کا جن کی تالیف قلوب(اجتماعی مصالح کو) پیشِ نظر رکھ کر حکومتِ وقت کرنا چاہے، اور جو مستحق لوگ انسان کی غلامی میں پھنسے ہوں، اور جو مقروض و مدیون ہوں، اور نیز 'راہ خدا' میں اور مسافروں کی آؤ بھگت اور زادِ راہ میں(جو رقم حکومت صرف کرنا پسند کرے)۔(اے لوگو!) صدقات کے مال کو(خوش اسلوبی اور اہتمام سے یوں مختلف مدّوں میں) صرف کرنا خُدا کی طرف سے تم پر فرض ہے اور جانے رہو کہ اللہ تمہاری اجتماعی ضروریات کو بڑا جاننے والا اور بڑا صاحبِ تدبیر ہے جو حکمت کے اصُول تم پر واضح کرتا ہے۔

راہِ خدا جس پر چلنے کا مُدّعی آج کی غلط العام، مُہلک اور شر انگیز لغت کی رُو سے بازاروں اور گلیوں کا ہر ننگِ وجود، اور ننگِ اسلام گدیہ گر قرار دیا گیا ہے، جس کا سالک آج قصبوں اور شہروں میں معلم الملکوت کا ہر فریب کار اور طاغوت پیشہ گداگر ہے، درحقیقت وہ راہ تھی جس پر توحید کے بطل اور دینِ خُدا کے بہادر اپنی جانیں لڑا لڑا کر اور گھر لٹوا لٹوا کر ناموسِ اسلام کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ سبیل اللہ کے صحیح مصداق دینِ الٰہی کے وہ ناموس بنانے والے جانباز اور سرباختہ جوان تھے جنہیں دینِ اسلام کے ظہور سے پیشتر یہی خُدا کا بول بالا کرنے اور اللہ کا ڈنکا بجانے کے عوض میں دردانگیز مصیبتیں پہنچیں مگر ان کے پائے ثبات میں کچھ لغزش نہ آئی:-

وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۳: ۱۴۵۔۱۴۷)

اور(لوگو!) بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں جن کی معیت میں خُدا کا آوازہ بلند کرنے والے لوگ بتعداد کثیر دشمنوں سے لڑے تو جو مصیبتیں ان کو راہِ خُدا میں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ اُن کے حوصلے پست ہوئے اور نہ دشمنوں کے آگے

عاجزی کا اظہار کیا اور خدا تو انہی کو دوست رکھتا ہے جو مصیبت میں مستقل مزاج رہیں۔
اور ان جانکاہ مصائب و آلام جھیلتے وقت ان کی زبانوں سے نکلا تو یہی نکلا کہ اے ہمارے پروردگار ہماری پچھلی واماندگیوں اور غفلتوں پر پردہ ڈال، ہمارے کاموں میں جو زیادتیاں ہوگئی ہیں اور جن کی پاداش میں دشمن نے ہم کو آدبوچا ہے اور جن کی وجہ سے اس کو ہم پر دست درازی کا موقع مل گیا ہے، ان سے درگزر فرما، اور اب ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور اس گروہ پر جو تیرے وجود اور تیرے قانون سے منکر ہیں ہم کو فتح دے، پھر خدا نے ان کو اس دنیا میں بہترین اجر دیا، ان کو قوت اور عزت دی اور آخرت میں بھی بہترین بدلہ دیا، اور خدا خلوص دل سے کام کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔

یہ وہ لوگ تھے جو توحید کا آوازہ بلند کرنے کے جرم میں وطنوں سے نکالے جاتے تھے، اپنے گھروں کو برباد کرتے تھے، خانہ بردوش کئے جاتے تھے لیکن اعدائے خدا کو رب العرش کا وجود تلوار کی نوک پر منوا کر بس کرتے تھے:

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (۳: ۱۹۵)

تو جن لوگوں نے ہمارا آوازہ بلند کرنے میں اپنے دیس چھوڑے جو ہماری خاطر اپنی گھروں سے نکالے گئے اور ہماری راہ میں ستائے گئے، پھر تنگ آکر لڑے اور مارے گئے، ہم اس صالح العمل قوم کی سب دنیاوی بدحالیوں اور معاشرتی واماندگیوں کو ضرور ان سے دور کر دیں گے اور ان کو ضرور بالضرور ایسے خوشگوار باغوں کی حکومت عطا فرمائیں گے جن کے نیچے دریا پڑے بہ رہے ہوں گے۔ یہ بدلہ ان کو اللہ کے ہاں سے اس دنیا میں ملے گا اور جو مقتول ہوئے ان کا ثواب خدا کے پاس رکھا ہے۔

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ (۲: ۲۴۶)

(بنی اسرائیل کے سرداروں نے حضرت سموئیل سے) عرض کی کہ اے خدا کے پیغمبر! ہم اپنے گھروں (اور اپنے بال بچوں) سے تو نکالے جا چکے تو ہمارے لئے اب کونسا عذر باقی ہے کہ ہم راہ خدا میں نہ لڑیں۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے معدودے

چند کے سوا باقی سب پھر بیٹھے اور اللہ ایسے ظالموں اور اپنے آپ کو تباہ کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

یہی وہ لوگ تھے جو اپنی جماعت کے بوڑھوں، بچوں، اور عورتوں کو معاندین کے ظلم وایذا ہی سے بچانے کی خاطر آسمان سے لڑجاتے تھے مگر حفظِ نفس کے اصُول کو نہ چھوڑتے تھے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (۴: ۷۵)۔

اور لوگو تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ خُدا کی راہ میں اور ان بےبس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر دشمنوں سے نہیں لڑتے جو عاجز آکر خدا سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے نجات دے جس کے رہنے والے ہم پر طرح طرح کے ظلم کر رہے ہیں اب اپنی ہی جناب سے کوئی ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا (کیونکہ ظلم حد تک پہنچ چکا ہے اور ہم میں حفظِ نفس کی استطاعت باقی نہیں)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (۹: ۳۸)۔

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے بھاگ کر نکلو تو تم زمین میں گڑے جاتے ہو۔ کیا تم دنیاوی لذتوں پر آخرۃ کے بدلے راضی ہو گئے ہو۔ تو جان لو کہ دُنیاوی زندگی کی متاع بالآخر بے حقیقت ہی ہو کر رہ جائے گی۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۹: ۱۲۰-۱۲۱)۔

اہل مدینہ اور ان کے گرد و نواح کے دیہاتی بدوؤں کو مناسب نہ تھا کہ رسُول خُدا کا ساتھ

چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں اور نہ ان کو سزاوار تھا کہ رسولِ خدا کی جان کی پروانہ کرکے اپنی جانوں کی فکر میں پڑ جائیں اور یہ اس لئے کہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کو اللہ کی راہ میں ذرہ بھر پیاس اور تھکان اور بھوک کی مصیبت شاقہ پہنچتی ہے اور ایسے دشوار گزار مقامات تک سفر کرنا ہوتا ہے جن کی سختیوں کا حال سن کر خدا کے منکر بھی کانوں پر ہاتھ دھرنے اور ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں، یا اگر ان کو دشمن سے مال غنیمت بھی ملتا ہے تو تکلیف اور راحت کی دونوں حالتوں میں خدا کے ہاں اُن کے لئے ایک نیک عمل کا صلہ لکھ دیا جاتا ہے۔ بے شک خدا خلوص دل سے اسلام کی خدمت کرنیوالوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ (علی ہذا القیاس حسن عمل کرنے والوں کی خدا کے ہاں یہ قدر و منزلت ہے کہ) خدا کی راہ میں اور تقویت اُمت کی خاطر اگر وہ تھوڑی یا بڑی رقم بھی خرچ کرتے ہیں اور مشکل یا آسان میدان بھی طے کرتے ہیں تو ان سب تکلیفوں کا صلہ ان کے حق لکھا جاتا ہے تاکہ خدا ان کو ان کی کوششوں کا بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے۔

ان ایمان داروں کا منتہائے عمل اپنے آپ کو آمادۂ قتال کرکے اسلامی جماعت کو کفار کے دستِ قدرت اور خوف سے نجات دلانا تھا:

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ۝ (۴: ۸۴)

تو اے پیغمبر! تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑتے جاؤ۔ (دوسرے لوگ آمادہ ہوں یا نہ ہوں، تم پر اپنی ذات کے ماسوا کسی کی ذمہ داری نہیں۔ ہاں! ایمان والوں کو قتال کے لئے ابھارتے رہا کرو۔ عجب نہیں کہ خدا اس ترکیب سے کافروں کے زور کو روک دے اور اللہ کا زور سب سے زیادہ قوی اور اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔

اسلام نے اعلائے کلمۃ الحق، حفاظت دین، حفظِ نفس، اور غلبۂ اسلام کی چار قریب المعانی توجیہات کی بنا پر قتال، ہجرت اور اس کے متعلقہ مصائب و آلام کو لازمۂ ایمان قرار دے کر سبیل اللہ کے مفہوم کو اسقدر واضح کر دیا تھا کہ بعد ازیں کسی غلط فہمی کی گنجائش ممکن نہ تھی: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ

الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ؁[1] (۴ : ۷۶)، (نیز دیکھو ۲ : ۱۹۳-۱۹۴)، فقراء جن کا مذکور سورۂ بقرہ کی محولہ بالا آیات کے بعد یا سورہ توبہ کی متذکرہ صدر آیت (۹ : ۶۰) میں ہے، فی الحقیقت وہ بہادرانِ دین تھے جو راہِ خدا میں اپنی بسالت اور تہور کے جوہر دکھاتے دکھاتے معذور ہو چکے تھے : لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ؁[2] (۲ : ۲۷۳)۔ اس لحاظ سے ہر وہ عمل جو ولایتِ خدا اور دینِ اسلام کی مادی بہبودی کے ان چار عمائد کو مستحکم کرنے کی غرض سے کیا جاتا تھا سبیلِ خدا میں داخل ہو سکتا تھا۔ مگر قتال و جہاد کا ان سب اعمال میں ایک ممتاز مقام تھا انفاقِ مال کی یہ اہم مد جو قتال بالسیف کے کروڑ در کروڑ روپیہ کے فوجی اخراجات کی ادائیگی کے علاوہ جو "فی سبیل اللہ" کے الفاظ کا اولین مقصد تھا، اُمت کے انہی مجاہد علمبرداروں کی مدد کے لئے مخصوص تھی جو بیکار ہو چکے تھے۔ آج کی مسخ شدہ لغت کے "فقرا" یا "مساکین" کو اس میں مطلق دخل نہ تھا۔ اکثر مفسرینِ کلام الٰہی اور مبلّغینِ دین نے سورۂ بقرہ کی زیرِ بحث آیات کے مطالب بیان کرنے وقت فی سبیل اللہ کے مصارف کو فقراء و مساکین کے ساتھ خلط مبحث کر کے (اور مَنّ و اذی کے قدرے مشتبہ المعانی الفاظ کے خیال سے) معانی قرآن میں اس حیرت انگیز جہالت، بلکہ ایک قسم کی نادانستہ تحریف کا ثبوت دیا ہے کہ آج اس کی عملی شرارت کا تخمینہ لگانا، انسانی فہم و ادراک سے باہر ہے۔ مگر قرآن حکیم کا استدلال اس قدر محکم اور مسلسل ہے کہ بعینہٖ اگلی آیت اس معاملے کو بالکل صاف کر دیتی ہے۔ کلام الٰہی کی حکمت بالغہ، انفاق مال فی سبیل اللہ کی اس

۱۔ جو لوگ ایمان لے آئے وہ تو اللہ کی راہ میں قتال بالسیف کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو اے ایمان والو۔ شیطان کے دوستوں سے قتل کر کے ان پر غالب آجاؤ کیونکہ شیطان کا مکر تو بڑا کمزور مکر ہے۔

۲۔ (صدقات اور عطیات تو) ان مفلسوں اور حاجتمندوں (الفقراء) کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (لڑنے کے بعد معذور ہو کر) گھرے بیٹھے ہیں اور (روٹی کمانے کیلئے) زمین پر چل پھر بھی نہیں سکتے۔ ناواقف ان کو ان کی خودداری کی وجہ سے غنی سمجھتا ہے۔ تو ان کو ان کے ہاتھوں سے صاف پہچان لے گا کہ مجاہد ہیں، وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور جو کچھ مال تم خرچ کرو گے تو اللہ اس سے پورے طور پر واقف ہے۔

کشف حقیقت کے بعد یوں رقمطراز ہے:

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ (۲:۲۶۶)

بھلا تم میں سے کوئی شخص بھی اس بات کو پسند کریگا کہ اُس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے دامن میں دریا بہ رہے ہوں، ہر طرح کے پھل اس کو وہاں سے میسر ہوں۔ اور وہ خود بوڑھا ہو چکا ہو، اس کے چھوٹے چھوٹے ناتواں بچے ہوں۔ پھر اس ہرے بھرے باغ پر ایک تند بگولا ہوا کا چلے جس میں بڑی آگ بھری ہو اور وہ تمام باغ کا باغ جل بھن کر ایک مشت خاک رہ جائے۔ (اسی طرح کیا کوئی شخص اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ بیدلی سے اور دکھ محسوس کر کے اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کرے اور پھر اپنی بے اعتنائی کے باعث نامناسب مواقع پر اپنا مال پھینک کر اس جماعت کو جس کے باعث اس کو ہزاروں فائدے حاصل ہیں، موت کے گھاٹ اُتارے، اس کے اندر غیر مستحق منگتوں اور گداگروں کی ایک جماعت پیدا کر دے اور اُس اُمت کو فائدہ پہنچانے کی بجائے الٹا نقصان پہنچائے جس سے اُس کی آئندہ نسلوں کو بہرہ یاب ہونے کی اُمید ہے)

خُدا اپنے احکام تم لوگوں کو یوں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم نتائج پر غور کرو۔

آہ! راہِ خدا میں انفاق مال کے متعلق یہ سب اعتنا و التزام، یہ نیتوں کی سچائی اور تثبیت نفس یہ آبپاشی کی تکلیف اور پھل کا انتظار، محنت کا وجوب اور بے تابیٔ عمل فی الحقیقت اسلام کے خوشنما اور پُررونق چمن کو بربادی اور شکست کی جہنمی سموم سے ہی بچانے کے لئے تھے۔ زکوٰۃ اور خیرات فی سبیل اللہ کا مقصود بالذات تمام جماعت کو داخلی اور خارجی حادثات کے آتشیں بگولوں سے محفوظ رکھنا تھا، قوت اور دفاع کے سامان مہیب تیار رکھکر، اور وسائلِ جہاد سے ہر وقت لیس رہ کر اُمت کا ضعف دُور کرنا تھا، تمدن و عمران کے ہر لازمے کی کامل حفاظت کرنی پیش نظر تھی، اللہ کا رحم اُمت کے سینوں میں پیدا کر کے جماعت کی مالی اور اقتصادی حالت کو درست کرنا تھا۔ ہر فرد بشر کی مال سے محبت تڑوا کر دنیا کو مضبوط کرنے کے ڈھنگ سکھلانے

تھے۔ اپنی محبت پیش پیش رکھکر دنیاوی عزّ و جاہ دلانے کی نیت تھی۔ نیکیوں کی طرف مجموعی طور پر راغب کر کے پھر اسی حیثیت دنیا میں خوش اسلوبی سے رکھنا تھا؛ ارادات اور نیّات کو درست کر کے اسی بد معاملت اور کج رو عجوزہ سے نپٹنے کے سبیل عیاں کرنے تھے۔ کفر اور ظلم کی دھمکیاں دے کر، ہر مسلمان کے دل میں اجتماعی غلبے کا وہ تیز حِسّ اور تعقدم کی وہ شدید تڑپ پیدا کرنی تھی کہ غیر کو آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کا یارا نہ رہے۔ یہ سب کچھ مومن کی اپنی ہی بہتری کے سامان تھے: لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ[1] (۲:۲۷۲) مگر ان کو حاصل کرنے کا وسیلہ وہی ملازمت خدا اور توحید کا طاقت افزا تخیّل تھا، وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ[2] (۲:۲۷۲) جس پر سچے دل سے ایمان رکھنا مومن کی دنیوی اور اُخروی فلاح کا باعث تھا۔ اُس رحمان و رحیم خُدا کو جس کی نگاہ عاطفت اس عالمِ تدبیر و وسائل میں غلبۂ اسلام کی ہر ممکن تجویز کو تلاش کر رہی تھی فی الحقیقت یہی منظور تھا کہ کوتاہ نظر اور ناعاقبت اندیش انسان کو طہارتِ نفس سکھلا کر دُنیاوی خوف و خطر سے قطعی طور پر محفوظ کر دے: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ؁[3] (۲:۲۷۴)۔ انسان کی اسی عُجلت پسند، دُنیا نواز، نا انجام سگال، اور قربانیٔ مال سے جھجکنے والی جبلّت کے باعث خُدا نے اس قطع کے سب خرچ زر کو بطور "قرضِ حسنہ" کے اپنی ذات پر لے لیا تھا: مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؁[4] (۲:۲۴۵)، اس کے چند در چند

۱۔ اے محمدؐ مسلمانوں کی راہ راست پر آجانے کی ذمہ داری تم پر نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور یاد رکھو کہ تم جو مال (راہ خدا میں خرچ کرو گے وہ تمہاری اپنی بہتری کیلئے ہے (خدا کو اس مال سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا)۔

۲۔ اور جو کچھ تم (راہ خدا میں) خرچ کر رہے ہو وہ خوشنودی خدا حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

۳۔ جو لوگ اپنا مال رات دن چھپ چھپا کر یا اعلانیہ خرچ کر رہے ہیں تو ان کی مزدوری ان کے پروردگار کے پاس پڑی رکھی ہے اور (اس سے زیادہ یہ کہ) ان کو (اس دنیا میں) کوئی خوف اور حزن لاحق نہ ہوگا (اور وہ غالب جماعت بن جائیں گے)۔

۴۔ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے (لفظاً "جو اپنے مال کا بہترین ٹکڑا اللہ کو کاٹ کر دے دے) تاکہ اس کو وہ کئی گناہ زیادہ کر کے دیا جائے اور وہ خدا ہی ہے جو تنگی اور فراخی دیتا ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے۔

ادا کرنے کا اقرار بھی تھا: وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ (۲: ۲۷۲)، وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ (۸: ۶۰) ساتھ ہی صحیح معنوں میں نیک بن جانے کی ترغیب بھی تھی: لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (۳: ۹۱) علم خدا کا اعتراف بھی ہر لحظہ تھا۔ اسی دنیاوی بہبودی کو پیش نظر رکھ کر اللہ کی راہ میں بہترین اور عزیز ترین اشیا کے دینے کی ہدایت کی تھی، اور ضمناً یہ بھی جتلا دیا تھا کہ خدا ان قربانیوں کو اپنے لئے نہیں بلکہ تمہاری ہی بہتری کے لئے مانگتا ہے، وہ غنی اور بے نیاز ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (۲: ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی امت کی تقویت اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر بہترین چیزیں خرچ کیا کرو، خواہ وہ چیزیں تم نے خود کمائی ہوں یا ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہوں اور ناکارہ چیز دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ گو اسی کو جماعت کی بہبودی کے لئے خرچ کرنے اور قربانی کے مال کا حصہ سا اتارنے۔ حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تم کو دینی چاہے تو تم اس کو کبھی خوش دلی سے نہ لو مگر یہ کہ اپنی بات رکھنے کے لئے جان بوجھ کر اس شے کے بیکار ہونے سے چشم پوشی کر و۔ اور جانے رہو کہ خدا ان چیزوں کو اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا۔ یہ سب تمہاری اپنی جماعت ہی کی تقویت کے سامان ہیں اور وہ بڑا ہی بے نیاز ہے اور بڑا سزاوار حمد و ثنا ہے۔

اور پھر انہی قربانیوں کے بدلے میں دنیاوی مرفۃ الحالی کے ساتھ ساتھ اخروی بخشش کے حتمی وعدہ تھے: الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۖ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا

۱۔ اور جو کچھ تم مال خرچ کرو گے تم کو ادا کر دیا جائے گا اور ہرگز تم پر ظلم نہ ہو گا۔
۲۔ اور جو کچھ تم راہ خدا میں مال خرچ کرو گے وہ تم کو پورا کر دیا جائے گا اور تم پر ظلم ہرگز نہ ہو گا۔
۳۔ لوگو! تم ہرگز نیکی حاصل نہ کرو گے جب تک کہ اس شے کو راہ خدا میں قربان کرو جس سے تم محبت کرتے ہو اور جو شے بھی خرچ کرو گے خدا اس سے پورے طور پر باخبر ہے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲:۲۶۸) - فی سبیل اللہ کے مصارف کے متعلق یہی وہ صحیح پیش نہاد تھا جس کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنے کے لئے مسلمانوں کو غور و فکر کی تحریص کی گئی تھی : كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (۲:۲۶۶) - آہ! لیکن مسلمانوں کی زوال یافتہ اُمت کا ذہنِ نارسا، اور مولویانِ دین کا ذہنی استبداد قرآنی آیات میں صحیح غور و فکر یا دلیل قائم رکھنے کی بجائے دوزخ پر پل باندھنے، اور جنت کے دروازے مقرر کرنے میں مصروف تھے! ان کے نزدیک زکوٰۃ کا مطمع نظر کلیتہً اسلامی اُمت کے اندر، گداگروں کی ہلاکت انگیز اور ہیچ کارہ گروہ کو ترقی دینا تھا۔ وہی خدا جو عامل کے ہر عمل کی اُجرت ترازو میں تول کر اور پیمانے سے ناپ کر ادا کرنے کا عہد کرتا تھا، اُن کے نقطۂ نظر سے شاید اِس بات پر رضامند تھا کہ اِس متکبر خوددار اور غلبہ جو مذہب کے اندر، قلاشوں اور بیکاروں کی ایک ایسی بے ہمت، خوگرِ سوال اور دشمن سعی و عمل جماعت پیدا ہو جو بالآخر اپنے متعدی اور زہریلے اثر سے اُمت کے سب قوٰی کو نیست کر دے! آج غلط کارانِ اُمت کی پیاپے تبلیغ و تشہیر کے باعث قرآنِ حکیم کے مطالب الواحِ قلوب سے اِس قدر محو ہو گئے ہیں، وہم و جہالت کا طوفان ذہنوں پر اسقدر حاوی، اور طبائع سے اِس قدر مانوس ہو چکا ہے کہ کتابِ الٰہی کے مفید ترین اور مہتم بالشان نکات کا ہر شوشہ بطور ایک نظریے کے، ہر حقیقت بطور ایک ذہنی وہم کے، اور ہر نقد بطور ایک نسیے کے رہ گیا ہے! اُجرت، جزا و سزا کا تصور، انعام کی اُمید، سعی و عمل کے نتائج سب کے سب "آخرت" اور "روزِ قیامت" کی دُور افتادہ اور غیر معین اقلیم میں کچھ ایسے طور پر خود بخود منتقل ہو گئے ہیں، محنت اور عمل کے عواقب، قہر و غضب کا نوارد، رضائے الٰہی کے لازمات، مواعیدِ خدا کا ایفا، انسانی حقوق کا تصفیہ، الغرض خدا کے عظیم

۱۔ شیطان (تم سے گناہ کرا کرا کر) تم کو بالآخر تنگ دست اور عاجز کر دینے کا وعدہ کرتا ہے اور بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے حالانکہ خدا تم سے تمہارے پچھلے گناہوں کی بخشش کے علاوہ آئندہ کیلئے فارغ البال اور خوشحال ہو جانے کے وعدے کر رہا ہے اور اللہ بڑا وسیع الاختیار اور ہر صورتِ حال کو جاننے والا ہے۔

۲۔ اسی طرح خدا تمہیں کھول کھول کر آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم ان کی لم کو سوچ سکو۔

اور اس کے بندوں کا باہمی دارو گیر اور تعامل، روزِ جزا پر کچھ اس طرح ملتوی ہو گیا ہے کہ مسلمان کے لئے اب اس دنیا میں کوئی شے کرنے، لینے اور بھرنے کی نہیں رہی۔ بیج، اگرچہ اللہ کی اس زمین میں ڈالا گیا تھا مگر سبع سنابل والا درخت اللہ کے پاس جنّت میں اُگ رہا ہے! مال اگرچہ اس دنیا میں اپنے زعم کے مطابق "فی سبیل اللہ" خرچ کیا گیا مگر اس کا "اجر" اللہ کے پاس آسمانوں میں رکھا ہے کیونکہ بے دریغ جود و سخا کے باوجود، یہاں پر کچھ اُجرت نہیں ملی، کوئی نتیجہ مترتّب نہیں ہُوا۔ ناکارہ انسانوں اور مفت خوروں کا پیٹ بھر کر اللہ کو "قرضِ حسنہ" دیا گیا تھا مگر اس "کارِ ثواب" کی چند در چند قیمت جنّت میں گن گن کر وصول ہو گی یہاں تو کچھ نہ ہوئی۔ پیر پرستی کی لت میں گھر کا گھر برباد ہو کر ماتم سرا بن گیا ہے مگر لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کی بشارت اُمت کو کسی عنوان سے یہاں نہیں ملی۔ خرچ زر میں بلا شُبہ "خَيْرٌ لِّأَنفُسِكُمْ" کا خدائی وعدہ تھا مگر اس کا ایفا اسی دُنیائے کسب و عمل میں کچھ نہیں ہُوا۔ آہ! اس مہلک استدلال اور ناروا طرزِ تخیّل کو قرآن کا ہر طالبِ ہدایت، اور اسلام کا ہر مُدعی ایمان جوشِ اعتقاد کے جنون میں ایک نامحسوس تصنّع اور تکلف سے، ذہن سے جلد تر رخصت کر کے دل میں جگہ دیتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ فاطرِ ارض و سما کی طرف سے ہدایت مل چکی، سامانِ آخرت طے ہو گئے، عالمِ بالا کی انسان کے بارے میں معاملت داری کی حقیقت معلوم ہو گئی، صحیفۂ فطرت کی جس کو خدا بار بار اور التزام کے ساتھ بر حق کا خطاب دیتا ہے حقیقت فرازی انسان کے بارے میں کچھ مفید ثابت نہ ہوئی، مگر اس دھوکے، مجبوری اور دکھلاوے کے اعتراف اور کتابِ الٰہی کی آیات پر واقعی اور بہ طیبِ خاطر یقین و ایمان میں زمین و آسمان کا فرق ہے؛ اِس میں انسان کے قلبی عدمِ اطمینان اور دل کے ناتسکین دہ اعتراف کا وہ خانہ برباد گھن لگا ہُوا ہے جو ایمان کے جسم کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہا ہے۔ بات جُملۂ دل کے اندر، پورے تمکّن سے تبھی بیٹھتی ہے جب سب سے پہلے ذہن قبول کرنے پر آمادہ ہو، جب عمل نتیجہ خیز اور کار برآمد

ورنہ اس کی نشست ریائی اور سطحی ہے۔ اسی لئے ایسے ایمان میں رُوح نہیں، اس میں جرأت یقین اور حوصلۂ عمل نہیں، اس میں ذہنی تائید، اور اعضا کا ہیجان موجود نہیں اسی بنا پر قرآن حکیم کا ہر امرو نہی، حجت اور دلیل کی قاطع الریب تلوار ہر دم اپنے ساتھ لئے رکھتا ہے اور معترض کو دم مارنے کی مہلت نہیں دیتا۔ وہ کوئی معمّا یا چیستان نہیں، کوئی عجائب گو یا افسانہ سرا کتاب نہیں، وہ مسلمان کے اس دنیا میں خوش اسلوبی سے رہنے کا آئین عمل ہے جس کی تصدیق صحیفۂ فطرت خود کر رہا ہے، اس کو اقلیم آخرت سے واسطہ ہے تو اس دُنیا کے سقوط اور یہاں کی آزمائش کے بعد جس کو یہاں پر سلیقے سے رہنے کا رستہ نہیں ملا اس کو وہاں پر کیا اُمید ہو سکتی ہے جس کو اس دُنیا میں کچھ سوجھا نہیں اس کو آخرت میں کیا نظر آئے گا؛ وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (۱۷:۷۲)۔ اسی لحاظ سے قرآن کریم کی حکمت سچائی اور دلیل کا ایک بحرِ بیکراں ہے جس کا ساحل ڈھونڈنے کے لئے غور و تامل کی ناؤ کو ہر طرف رواں کرنا ضروری ہے۔ اسی غور و فکر کی تعلیم دیتے ہوئے، انفاق مال کی مذکورہ بالا آیات کے معاً بعد اس نے کہہ دیا تھا کہ خیرات اور صدقات کی لِم کو پہچاننا صاحبِ غور و فکر ہی کا کام ہے!

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (۲:۲۶۹-۲۷۰)

خدا اُسی کو حکمت عطا کرتا ہے جس کو مناسب سمجھتا ہے اور جس کو حکمت دے دی گئی لامحالہ اُس کو بہت بھلائی دی گئی اور اربابِ دانش کے سوا لوگ اس حکمت سے نصیحت نہیں پکڑتے۔ اور جو کچھ تم نے مال خرچ کیا، یا نذر پیش کی اس کو خدا خوب جانتا ہے اور ظلم کار لوگوں کا تو کوئی مددگار ہی نہیں۔

منتہائے حسنات

صحبت حاضرہ کے نفس مطلب سے اس ضروری اعراض کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حسنات کے ارتکاب میں اسلامی تعلیم کی رُو سے انسان کے باطن اور صحیح کیفِ دِل کو بہت بڑا دخل تھا: رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ[۱] اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ (۱۷: ۲۵)؛ پاکیزگیٔ نفس اور درستی ارادات اعمال صحیحہ کے اجزاءِ لاینفک، اور اجتماعی تقدم کے لئے از بس ناگزیر تھے۔ صالحات کی صحیح غرض و غایت استحکام جماعت اور تقویت اسلام تھی۔ ہر عمل کا مقیاسِ خیر و شر اُس کے اس دنیا میں مفید یا مُضر ہونے کے تناسب سے تھا؛ جو کام اس معیار پر پورا نہ اترتا تھا، صالح نہ ہو سکتا تھا۔ سب بھلائی، تقویٰ اور صلاح کار کا مطمحِ نظر بالآخر اسلام کی دُنیاوی فیروزمندی تھی؛ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝[۲] (۲: ۱۸۹)۔ اعمالِ حسنہ کی اسی اساسی خوبی کو پیش نظر رکھ کر، شارعِ اسلام نے ظاہری اور باطنی دونوں قطع کے بداعمال کو ناجائز قرار دیا تھا؛ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝[۳] (۷: ۳۳)، وَذَرُوْا ظَاهِرَ

۱۔ تمہارا پروردگار جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر تم صحیح معنوں میں صالح العمل ہو جاؤ تو وہ بیشک خدا کی طرف واپس آنے والوں کیلئے بڑا پردہ پوش ہے۔

۲۔ نیکی یہ نہیں کہ تم گھر پہنچنے کیلئے اس کے پچھواڑے سے داخل ہو جاؤ (منزل تک پہنچنے کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے) نیکی اسی کی ہے جو مقام خدا سے ڈرتا رہا۔ گھر میں داخل ہونا چاہتے ہو تو اس کے باضابطہ دروازہ سے داخل ہو (ناجائز بات کر کے منزل تک پہنچنا درست نہیں) اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

۳۔ اے پیغمبرؐ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے برے اعمال کو خواہ وہ اعلانیہ کئے جائیں یا درپردہ حرام قرار دیا ہے اور گناہ اور بغاوت کو جو ناحق ہو اسی طرح ناجائز کہا ہے نیز اس کو کہ تم بغیر کسی سند کے خدا کے ساتھ کسی دوسری شے کو برابر کر دو نیز اس کو کہ تم خدا پر کوئی بہتان لگاؤ جس کا تمہیں علم نہیں۔

الاثم و باطنه ؕ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون ○ (۶: ۱۲۰)، قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن و الاثم و البغی بغیر الحق (۷: ۳۳) اور مکتسباتِ صالحہ کی اس اہمیت اور وسیع اثر کی بنا پر اُن کی اُجرت کو بھی چند در چند کر دیا تھا:

ومن جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسیئة فلا یجزی
الا مثلھا وھم لا یظلمون ○ (۶: ۱۶۰)

جو ایک نیکی کا مرتکب ہوگا تو اس کی جزا ایسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو ایک بُرائی کا مرتکب ہوا تو اس کو اسیقدر سزا دی جائے گی جس قدر کہ وہ بُرائی تھی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ضابطہ جزا و سزا

تحصیلِ اُجرت کی ان دو صورتوں کی تشریح کے بعد، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین اسلام کی رُو سے سیئات، معاملات اور حسنات کی جزا و سزا کا کیا ضابطہ ہے۔ قرآن حکیم نے سیئات کو قطعاً ممنوع، معاملات دنیوی کو ایک معین حد تک مستحب بلکہ فرض، اور حسنات کی بلا تعیین حد ترغیب دلائی تھی، مگر اس تمام امر و نہی کی تہ میں معاملات دنیوی کی درستی ہی مآل نظر رکھی گئی تھی۔ درستی اعمال کا صحیح معیار اسلام کے نزدیک غلبۂ دین اور اتحادِ اُمت تھا۔ جس حد تک کسی متنفس کے عمل کا پیش نہاد ان دو لازم و ملزوم، بلکہ فی الحقیقت غلبۂ اسلام کے ایک ہی نصب العین کی طرف رہتا، اسی حد تک وہ شخص مستحق اجر بنتا۔ مگر دُنیائے تعلق و توسل کی اس رستخیز عظیم میں جزا و سزا کے تین مراحل ہیں: پہلا مرحلہ فرد کے اس دنیا میں ذاتی یا فوری نفع و نقصان کا ہے۔ دوسرا مرحلہ اس عمل کی وجہ سے عام جماعت کے قبض و بسط کا ہے۔ تیسری منزل آخرت اور روز

۱۔ اور گناہ کے ظاہر اور باطن دونوں کو چھوڑ دو (یعنی نہ صرف ظاہر چھوڑو بلکہ دل سے اس سے نفرت کرو) جو لوگ گناہ کی کمائی کرتے ہیں ان کو ان کی اس اندوختہ کی مناسب سزا عنقریب ملے گی۔

۲۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تمام ظاہری اور باطنی بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے نیز گناہ اور ناحق بغاوت کو (جو اس سے سرزد ہوتی

قیامت کی وہ فیصلہ کُن منزل ہے جس کے بعد سزا و جزا کا سب معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ ہر نیک و بد عمل کی سزا و جزا کے یہی تین مراحل ہیں جن میں سے پہلے دو اس دُنیا ہی میں پیش آجاتے ہیں انسانی معاشرت اس قطع کی ہے کہ فرد کے اکثر اعمال کا کچھ نہ کچھ اثر تمام جماعت پر، اور جماعت کے تقدّم و تنزل کا اثر فرد پر پڑتا رہتا ہے۔ خود نفس انسان کا تعلق اس کی اپنی فطرت کے ساتھ اس نوع کا ہے کہ اس کے نیک و بد ہر عمل سے اس کی طبیعت متاثر ہوتی رہتی ہے۔ اسی لحاظ سے بسا اوقات آئین جماعت یا قانون فطرت ہی عامل کو اس کے عمل کا کم و بیش انتقام یا انعام اس دنیا میں ہی لے دیتے ہیں۔ قاتل کی سزا قتل یا قصاص ہے۔ زانی اور حرامکار شخص بھی کبھی نہ کبھی قانونی گرفت میں آرہتا ہے، اور مزید برآں قانون فطرت بھی ساتھ ساتھ اُسے اپنے کرتوت کی سزا دئے جاتا ہے۔ اسی طرح ایک محسنِ قوم شخص کی اُجرت خوشحالیٔ جماعت، یا اس کی اپنی ہر دلعزیزی کی صورت میں مل رہتی ہے۔ ایک طالب العلم یا مُشت زن پہلوان کو اس کے تعلّم یا کسرتِ جسمانی کا اجر قانون جماعت یا قانون فطرت دے دیتے ہیں، مگر اس دنیاوی تنظیم و ترتیب، اور فطری نظم و نسق کے باوجود بارہا صورت حال دگرگوں ہو رہتی ہے۔ عامل کو اس کے عمل کا اجر کم، یا اس کی سعی سے نسبتاً زیادہ، یا اس کی سعی کے بعینہٖ برعکس ملتا ہے۔ اکثر دفعہ غیر مستحق شخص کو اس کے حق محنت سے فزوں تر اجر مل جاتا ہے درآنحالیکہ ایک شبانہ روز سعی کرنے والے کو اس کی سعی کے باوجود کچھ نہیں ملتا۔ نظام عالم کے اس حیرت انگیز اور عظیم الشان ادارہ حلّ و عقد میں افراط و تفریط کی یہ صورت قطعاً ناگزیر ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہی ظاہرا بے محلیوں اور ناموزونیوں سے ترتیب یا گوناگونیٔ عالم برقرار ہے۔ ان عارضی بے ضابطگیوں اور ظاہرا جبر و استبداد کی صورتوں میں ہی دنیا کا ضابطہ اور امن قائم نظر آتا ہے۔ دُنیا کی حکومت کو بہترین طریقے پر چلانے کی خاطر یہی وہ عجیب و غریب فیصلہ جات اور مقدمات ہیں جن کی توجیہ و تعلیل مُدبرِ عالم اور دانائے رموزِ جہان کے ذہن کے

سوا اور کہیں نہیں۔ ان پر حرف زنی عبث ہے اور حرف گیری کرنا ایسا ہی لاحاصل ہے جیسا کہ ایک دُنیاوی حاکم عادل اور معتمد علیہ پر اُس کے حل و عقد یا فیصلہ جات کے ردّ و بدل کے باعث طعن کرنا نادرست ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُۙ (۱۴: ۴۲)ؕ اگر آج کسی مستحق عامل کو اس کی پوری اُجرت، یا ایک بدکار کو اس کی پوری سزا میزانِ عدل میں تول کر یہاں پر ہی دے دی جائے تو انتظام معیشت ایک ثانیہ کے لئے قائم نہ رہے: وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۱۰: ۱۱)ؕ نیرنگیٔ طبیعت کا رنگ پھیکا پڑ جائے، انسانی معاشرت کا شیرازہ یک قلم درہم برہم ہو جائے، تلوّنِ حوادث اور رعنائی احوال قطعاً نابود ہو جائیں، تعلقات دنیوی یکسر منقطع ہو جائیں، ہر فرد کا معاملہ طے ہو تو اُس صورت میں کہ اس کا کچھ معاملہ کسی دُوسرے شخص سے وابستہ نہ رہے۔ یہی تعلق و توسّل کا پیچ در پیچ نظام، احوال انسانی کا متعلق ہونا، اور ایک حال کا دوسرے حال میں تداخل، جزا و سزا کی اس دُنیا میں بیشی یا کمی کا باعث ہے۔ یہ کہیں ایک مطمئن انسان کی اصطلاح میں "خوش قسمتی" ہے، کہیں ایک نامراد بشر کے نقطۂ خیال سے "بدبختی" ہے۔ یہی انسانی لغت میں "قضا و قدر" ہے، یہی جُہلا کی زبان میں "قسمت و تقدیر" ہے۔ یہی صورتِ استبداد بعض سطحی نظروں میں خُدائے عادل کے عدل و انصاف کا نقیض سمجھا جاتا ہے اور انسان پکار اُٹھتا ہے:

گہے بطعنہ کہ واہ آفریں چہ راند جور
گہے بشکوہ کہ خیر آفریں چہ جو بدشر

۱۔ (اور اے مخاطب! دنیا میں ظاہراً بے قاعدگیوں کو دیکھ کر) یہ نہ سمجھ لینا کہ جو کچھ ظالم لوگ کر رہے ہیں اس سے خدا غافل ہے۔ وہ تو صرف ان کو اس دن تک ڈھیل دیتا جاتا ہے جس دن آنکھیں دہشت سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

۲۔ اور اگر لوگوں کا اپنی بھلائی کیلئے جلدی کرنا خدا سے بھی انسانوں کے حق میں سزا دینے کی جلدی کراتا تو (اس وقت تک) ان کی موت آچکی ہوتی (لیکن وہ اب تک زندہ ہمارے رحم و کرم سے ہیں) اس لئے ہم ان لوگوں کو جو ہم سے ملاقات کی ذرا سی امید بھی نہیں رکھتے ڈھیل دیتے رہتے ہیں کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں۔

یہی مخالفِ خُدا کے نزدیک مطلق العنان اور جبّار خُدا کی بے ضابطگی، حق تلفی، اور ناحق شناسی ہے: یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ[۱] (۱۶: ۹۳)، یہی عوام کے صورت پرست ذہنوں میں انسان کے کمالِ عجز کے باوجود خُدائے پاک کا العیاذ باللہ غیر ذمّہ دارانہ ظلم ہے: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ[۲] (۲: ۲۸۴)۔ اس انوکھے اور کمزور طریقِ استدلال کے قیام کے باعث اور احوالِ جہاں کی تائید مزید نے آج مسلمانانِ عالم کے ذہن میں، ربّ العلمین کی نسبت ایک خود رائے، بے اصولے، غیر ذمّہ دار اور تحکّم پسند حاکم کا تخیّل بٹھلا دیا ہے اس کی قدرتِ کاملہ کے غلط تخیّل، اور قسمت کے مہلک اور خانہ برباد خیال نے ارادات کو پست، دلوں کو خوفزدہ، اعضا کو بیکار، ہمتوں کو چُور، اور سعی و عمل کو کلیتہً نیست و نابود کر دیا ہے۔ آجکل کے جاہل مسلمانوں کا قرآنی معبود ہر زندہ قوم اور سلیم العقل شخص کی نظروں میں وہ مضحکہ انگیز ابو الہول بن گیا ہے کہ اس نے اپنے پجاریوں کے سب اعضا، رعبِ تشدّد اور خوفِ اذیّت کے باعث شل کر دئیے ہیں، اُس کی مُہیب سیرت و صورت کی دہشت نے بدنوں میں بیکاری کا سکتہ، اور تشنّج کا جمود پیدا کر دیا ہے۔ آہ! لیکن وہی رؤف و رحیم، منعم و رزّاق، مومن و مہیمن خُدا جس کے پاکیزہ اوصاف سنکر فراعنۂ الحاد و کفر کے دل بھی پسیج جاتے تھے، جس کی دوست نوازیاں دیکھکر بڑے سے بڑا منکرِ خُدا بھی پروانہ وار عاشق ہو جاتا تھا، آج سب قوائے اُمّت پر بجلی گرا کر سرد انگیز

۱۔ یعنی لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا علی الحساب جس کو "چاہتا" ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو "چاہتا" ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ یہ مفہوم ان ذہنوں میں ہے جو خدا کو معاذ اللہ بے اصولا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صحیح مفہوم اس آیت کلیہ ہے کہ خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دیتا ہے اور مقصد یہ کہ وہی شخص خود گمراہ ہوتا ہے یا خود ہدایت پکڑتا ہے جس کے دل کے اندر گمراہی یا ہدایت کے سامان موجود ہوں۔

۲۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ خدا ہی کا ہے اور لوگو اگر تم جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے ظاہر کر دیا چھپائے رکھو دونوں حالتوں میں خدا اس کے ذریعے سے تمہارا محاسبہ کریگا۔ پھر جس کو مناسب سمجھے گا اس کو بخش دے گا اور جس کو مناسب سمجھے گا عذاب دیگا اور وہ ہر شے پر قادر ہے لیکن لوگ اس کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ خدا بے سوچے سمجھے جس کو "چاہے" بخش دے اور جس کو "چاہے" سزا دے۔

اشتداد سے اس بگڑے ہوئے تخیل اور مفتریانہ کذب و دروغ کا بدلہ اپنے نام لیواؤں سے لے رہا ہے!

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ (۱۱:۱۸)

اور جو شخص خدا پر جھوٹ بہتان باندھے اس سے بڑھ کر اس دنیا میں ظالم کون ہے یہی وہ لوگ ہیں جو عذاب کے دن اپنے پروردگار کے حضور میں پیش کئے جائیں گے اور ان کے اعضا ان کے اعمال کی گواہی دیں گے کہ یہی ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے متعلق غلط باتیں بنائی تھیں۔ لوگو! اگوش ہوش سن رکھو کہ خدا کی پھٹکار ایسے ہی ظالموں پر پڑا کرتی ہے۔

اگر بعض حالات میں عامل کو، اس کی جدوجہد یا بداعمالی کی سزا و جزا، اس دنیا میں خلاف قاعدہ یا امید کے برعکس ملتی ہے تو اسلام کے نزدیک یہ امر ناقابل تشریح نہیں۔ کتاب الٰہی کے فیصلے کے مطابق اس دنیا میں کیا ہوا کوئی عمل بھی ضائع نہیں ہوتا: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ ۖ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ [1] (۳:۱۹۵)۔ ہر نیکی یا برائی کا عوض گو کہ اس کی مقدار ایک ذرے کے برابر ہو، کبھی نہ کبھی ضرور مل رہے گا: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ [2] (۹۹:۷،۸)۔ خدائے بے ہمتا کامل عدل ہے اور اپنے بندوں پر کسی حالت میں ظلم روا نہیں رکھتا: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا [3] (۴:۴۰)۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ [4] (۱۰:۴۴)۔ اگر معاملات کی پیچیدگی کے باعث کسی متنفس کو اس کے عمل کا پورا عوض خود اپنے نفس سے، یا جماعت کی وساطت سے

۱۔ پھر خدا نے ان کی دعا سن لی اور اعلان کیا کہ درحقیقت میں کسی عامل کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔ تم میں سے بعض کا تعلق بعض سے ہے۔

۲۔ اور جو کوئی ایک ذرہ بھر نیکی کرے گا اس کی جزا پائیگا اور جس نے ایک ذرہ بھر برائی کی اس کی سزا ضرور بھگتے گا۔

۳۔ بے شک خدا ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی نیکی ہو تو اس کو کئی گنا زیادہ کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے اس کا بڑا اجر دیتا ہے۔

۴۔ بے شک خدا انسانوں پر ادنیٰ ظلم بھی ہرگز نہیں کرتا لیکن یہ لوگ ہی ہیں جو (برے عمل کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

اس دنیا میں نہیں مل سکا، اور اس کی سزا وجزا کی کسر ابھی باقی ہے۔ تو **باقیماندہ اُجرت**، پوری کی پوری، اس وقت ادا کی جائیگی جب کہ یہ انتظام عالم درہم برہم ہو جائیگا؛ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ[1] (۲: ۲۸۱)، فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ[2] (۳: ۲۴)۔ اس روز اس دارالعمل کا منتہائے غرض بھی پورا ہو چکے گا، جس باہمی اتحاد، وحدتِ اُمّت اور مصالحت عامہ کے لئے اس کارخانۂ عُظمیٰ کو جاری کیا گیا تھا اس کی پڑتال ہوگی؛ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ[3] (۹۹: ۶) سب انسانی کاروبار، لین دین، دارو گیر ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گے؛ کارگاہ حیات کا سب مال و متاع منتشر کر دیا جائیگا؛ چاند، سورج، ستارے وغیرہ وغیرہ اپنا اپنا کام کر کے ہیولائے آسمانی میں منتقل ہو جائیں گے: يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ[4] (۲۱: ۱۰۴)، پھر سب کاریگروں، عمّال اور مزدوروں کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا جائیگا اور جس شخص کی جسقدر مزدوری باقی رہی ہے بلا کم و کاست ادا کر دی جائیگی:

يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ (۲۴: ۲۵)

اس روزِ حساب کو خدا ان کی واجب الادا قسم سب بے باق کر دے گا اور ان کو علم ہو جائے گا کہ خدا ہی درحقیقت سچّا اور سچ کو سچ کر دکھانے والا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (۳: ۱۸۵)

اے لوگو! ہر متنفس نے ایک نہ ایک دن موت کا مزا چکھنا ہے (تو اس سے پہلے جو کچھ کرنا ہے

۱۔ اور اس دن سے ڈرو جس دن تم اپنے اللہ کی طرف واپس آؤ گے۔ پھر اس دن جو کچھ کسی متنفس نے کمائی کی تھی پوری کردی جائے گی اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔

۲۔ پھر جب تم نے ان کو ایک ایسے دن کیلئے اکٹھا کیا جس کے آنے میں شک نہیں تو کیا ہوگا۔ اور جب ہر شخص کو اس کی کمائی پوری کردی جائے گی اور ان پر ظلم ہرگز نہ ہوگا۔

۳۔ اس دن لوگ گروہ در گروہ سامنے آتے جائیں گے تاکہ اپنے عملوں (کے نتائج) کو دیکھیں۔

۴۔ اس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح کہ خطوں کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے اور جس طرح ہم نے اول بار پیدا کیا تھا دوبارہ کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ہمارے ذمے ہے اور اس کو ضرور کر کے رہیں گے۔

کرلو اور اس کا اجر لے لو اور اگر اس اُجرت میں سے کچھ بچ بچا کر رہ گیا) تو روزِ قیامت کو تمہاری اُجرتوں کا بقیہ ادا کر دیا جائے گا۔ پھر اُس دن جو شخص دوزخ کی آگ سے پرے ہٹا دیا گیا اور جنّت میں داخل کر دیا گیا تو وہ تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ اور (اگر لذّاتِ دنیوی میں پھنس کر تم بدکار ہو گئے اور اپنی نجات کی تقویت کی خاطر جہاد بالسیف نہ کیا(۳:۱۸۵)، تو جان لو کہ) دنیاوی لذّتیں تو دھوکے کے مال کے سوا کچھ نہیں، اس کا انجام دونوں جگہ عذاب ہی عذاب ہے، اگرچہ اُن کی ابتدا بظاہر خوش کن ہے۔

روز قیامت

کلامِ الٰہی کی اصطلاح میں یہی وہ 'یوم الدین' اور یوم الحساب ہے جس کا ایک نہ ایک دن آ پہنچنا عالمِ تکوین کا ہر تجدد و تبدل روز روشن کی طرح ثابت کر رہا ہے جس کے بغیر کائنات کسب و عمل کا دائرۂ جزا و سزا ناقص اور ادھورا رہ جاتا ہے، جس کے بدون خدائے بے عیب کا دعوئے عدل ساقط ہے جس کے عدم یقین سے اکثر معاملات، اور بالخصوص حسنات کا مدعی التنظر بے حد تنگ، بے معنی اور غیر دلچسپ ہو جاتا ہے، جس کے انکار سے دنیاوی افراط و تفریط کی کوئی توجیہ باقی نہیں رہتی، جس کا واقع ہونا فی الحقیقت "تقدیر" کے متعارف مفہوم کی تغلیط یکسر کر دیتا ہے، جس پر سچے دل سے یقین کرنا رہوارِ سعی کے لئے ایک عمدہ مہمیز ہے۔ اسی یومِ آخرت کا قاطع القنوط خیال آج بھی ہزارہا خلق اللہ کے لئے تازیانۂ عمل اور مصدرِ احتساب و عبرت ہے۔ اسی کے باعث عامل کا ہر عمل محفوظ، ساعی کی ہر سعی بے خطر، میدانِ حیات وسیع، اور جولانگہِ عمل فراخ ہو جاتا ہے۔ اسی پر سچا اعتقاد اور سچا ایمان رکھنا اس ارضی زندگی کو بیحد دلچسپ، اس کے ہر مطمحِ نظر کو لائقِ دریافت بلکہ معرفتِ نفس اور احساسِ خدا کو بدرجہا آسان کر دیتا ہے۔ یوم بعث پر سچے دل سے یقین رکھنا فی الاصل خدا کے موجود ہونے کا وہ منطقی ضمیمہ اور دُنیا میں بلند اخلاق کے حامل ہو کر پیہم سعی و عمل کرتے رہنے کا وہ آلۂ کار ہے جس کے باعث انسان کا عزّ و شرف، اس کی اپنی نظروں میں اور حیوانات

سے بدرجہا بلند تر ہوگیا ہے!

إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۝ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ۝ (۲۰: ۱۵-۱۶)

(اے خدا کے برگزیدہ پیغمبر موسیٰ! بگوشِ دل سن رکھ کہ) وہ خاص گھڑی ضرور بالضرور ایک نہ ایک دن آنے والی ہے، (وہ میرے حساب کے مطابق کچھ دور نہیں)، میں اس کو عنقریب کائناتِ عالم پر عیاں کرنے والا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کی سعی و عمل کے مطابق پورا بدلہ مل کر رہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ جو شخص اس روزِ آخرت کے واقع ہونے پر یقین نہیں رکھتا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے لگ کر اعمالِ عاجلہ میں منہمک رہتا ہے (اور مزے اُڑاتا پھرتا ہے) تم کو فکرِ قیامت سے باز رکھے۔ (ایسا کرو گے تو تم یہاں پر بھی تباہ ہو جاؤ گے اور روزِ قیامت کو بھی تمہاری تباہی ہی تباہی ہے۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ (۱۰: ۴)

اے لوگو! تم سب کا رجوع بالآخر اُسی کی طرف ہے۔ یہ خدا کا برحق وعدہ تم سے ہے۔ وہی مخلوق کو نیست سے ہست کرتا ہے پھر ایک دن ان کو اپنے حضور میں واپس بلائیگا تاکہ ان ایمان والوں کو جو صالح اعمال ہیں کامل انصاف کے ساتھ اُن کے کئے کا بدلہ ادا کردے اور جن لوگوں نے بُرے اعمال کئے ہوں اُن کے کفر کی سزا میں پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب دے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (۳۶: ۵۴)

تو آج کے دن کسی شخص پر ذرہ بھر ظلم نہ کیا جائیگا اور تم لوگوں کو اُسی بات کی بقیہ اُجرت دی جائے گی جو دُنیا میں کرتے رہے ہو۔

الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ (۴۰: ۱۷)

آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ پورا کر دیا جائے گا۔ آج کسی پر مطلق ظلم نہ ہوگا بے شک خدا بندوں کے اعمال سے بڑا ہی واقف ہے جو یوں پلک جھپکنے بھر میں حساب ادا کر دیتا ہے۔

توفیہ جزا و سزا

پس توفیہ جزا و سزا کے لئے یوم آخرۃ کا واقع ہونا از بس ناگزیر ہے: وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى[1] (۵۳: ۴۷)، اُس دن سینوں کے اندر کے سرائر و خفایا کا، ارادات کی باطنی راستی اور کجی کا، نیتوں کی معنوی نیکی اور بدی کا، ہر شخص کی مقدار سعی بلکہ عیار سعی کا امتحان ہوگا: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا[2] (۱۹: ۷۱)، گرفت صرف اُس شے پر ہوگی جو دلوں نے کیا ہوگا: وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ[3] (۲: ۲۲۵)۔ دُنیاوی افراط و تفریط ختم ہو جائے گی جن منتہیات، مکتسبات اور حسنات کی فوری جزا و سزا اس دُنیا میں نہیں مل سکی اس کا ایفا ہوگا؛ جس کو بلا مشقت اس دُنیا میں فائدہ ملتا رہا ہے اس کا تدارک کیا جائے گا؛ جس کو باوجود تکلیف و محنت کے کچھ نہیں ملا اس کا حقِ محنت ادا ہوگا۔ کسی کو بولنے یا عذر کرنے کی اجازت نہ ہوگی: هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝[4] (۷۷: ۳۵-۳۶)۔ وہ سب قلبی اعمال جن پر اس دنیا میں گرفت ہو نہیں سکتی، یا جنکی پوری اُجرت عالم سفلی کے مادّی اور غیر روحانی قانون کے احاطے سے باہر ہے پیش ہونگے؛ جس فرد بشر نے نفس خدا پر اعتماد کر کے اس کارخانۂ عالم کی ترقی اور رونق بڑھانے کے لئے قربانیاں کی ہیں، اپنے آپ پر احتساب روا رکھا ہے، اپنی شہوات پر جبر کرتا رہا ہے، اپنی ذات کو مادی نقصان، جسمی اذیت، ذہنی اور رُوحانی تکلیف پہنچائی ہے، اُسے اُس کے لِلّٰہی عمل کا، اس کے جبر نفس اور اذیت کا، اس کی نیت اور عزم بالجزم کا، اس کی جماعتی نفع رسانی اور حفاظت نفس کا، اس کے خدا پر

۱۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ (عامل کو مزدوری پوری کر دینے کیلئے روز قیامت کو) دوسری بار پیدائش کرنا خدا پر لازم ہے۔
۲۔ اور تم میں سے کوئی ایک بھی نہیں جو (روز قیامت کو) حاضر نہ ہوگا اور یہ ایک حتمی فیصلے کے طور پر خدا پر لازم امر ہے (کہ اس اجتماع کو منعقد کرے)۔
۳۔ لیکن وہ خدا ان عملوں پر گرفت کرے گا جو تمہارے دلوں نے کئے ہوں گے۔
۴۔ یہ وہ دن ہے کہ کوئی شخص بول نہ سکے گا اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر کر سکیں۔

سچے ایمان اور عملی ملازمت (عبادت) کا، اس کے روز جزا پر یقین رکھنے کا دس گنا اجر ملے گا: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا[1] (۶: ۱۶۰)۔ ہنگامۂ کائنات کی سب فاضل اجرتیں اور نفیسہ رقمیں اس دن نقد دی جائیں گی؛ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ[2] (۳۹: ۷۰)۔ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ[3] (۱۶: ۱۱۱)۔ برخلاف اس کے جس بدکار نے اس کارخانے کو تباہ کرنے کی کوشش کی، نقد مزدوری اور فوری مزے کے درپے ہو کر جماعت کو، اس کے افراد کو، اور اپنے آپ کو برباد کرتا رہا، سزا سے بچنے کے نئے نئے ڈھنگ نکالے، کارگاہ فطرت کی ناقص ادارت اور مدبّر عالم کے نامکمل علم و بینش کے گمان پر غفلت اور کام چوری کرتا رہا، اور ان دست و بازو سے جو فطرت نے اس کو عطا کئے تھے جائز اور مناسب فائدہ نہیں اٹھایا، حصولِ اجرت میں تعجیل کر کے یومِ آخرت اور عہدِ خدا کی تکذیب کی، اس کو اس کے پیش از وقت مزا لینے کا پورا مزا چکھا دیا جائے گا: فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى[4] (۷۹: ۳۴-۴۱) اس دن خدائے عادل کے عدل کے سچے اور صحیح تولنے والے ترازو لٹکا دیے جائیں گے، اور ان میں اگر رائی کے دانے کے برابر بھی اگر کچھ باقی رہا، تول کر دے دیا جائے گا؛ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ

۱۔ جو شخص ایک نیکی کرے گا تو اس کو اسی طرح کی دس نیکیوں کا اجر ملے گا۔

۲۔ اور ہر متنفس کو جو کچھ اس نے کیا ہو گا اس کا اجر پورا کر دیا جائے گا اور خدا سب سے زیادہ جانتا ہے جو یہ کر رہے ہیں۔

۳۔ یہ وہ دن ہو گا کہ ہر شخص اپنے نفس سے جھگڑا کرے گا (کہ اس نے کیوں گناہ کر کے اس کو مصیبت میں پھنسوایا) اور ہر شخص کے عمل کی اجرت اس دن پوری کر دی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔

۴۔ تو جس دن قیامت کا بڑا ہنگامہ آموجود ہو گا اور جو کچھ انسان نے کوشش کی تھی اس کو یاد آجائے گی اور دوزخ سب دیکھنے والوں کے سامنے کھول کر رکھ دی جائے گی تو جس نے سرکشی کی تھی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر مقدم رکھا تھا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈر کر اپنے نفس کو خواہشوں سے روکتا تھا اس کا ٹھکانہ بہشت ہو گی۔

○ صحیفہ فطرت کو غور سے دیکھنے والے اقرار کرتے ہیں کہ اس میں ہر شے کسی ناقابل بدل قانون پر چل رہی ہے اور سب جگہ عدل اور توازن ہے۔ پھر انسانی اعمال کی دنیاوی جزا و سزا میں ایسی افراتفری کیوں؟ قرآن حکیم اس کا مسکت حل یہ پیش کرتا ہے کہ روز قیامت کو یہ سب اونچ نیچ برابر کر دی جائیگی۔

حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۝ (۲۱: ۴۷)—یہی اس باریک بین، دقیقہ رس، اور خوش معاملت خدا کا کمال عدل ہے جس کے بعد کسی معاند کو حرف گیری کی طاقت نہیں رہتی:

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۝ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا۝ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۝ (۱۸: ۴۷-۴۹)۔

اور جس دن ہم ان عظیم الشان پہاڑوں کو اڑاتے پھریں گے اور اے مخاطب! تو زمین کو دیکھ لے گا کہ چٹیل اور کھلا میدان پڑا ہے اور ہم لوگوں کو لا جمع کریں گے یہاں تک کہ اُن میں سے کسی ایک کو بھی قبروں میں پڑا نہ رہنے دیں گے اور سب کے سب صف بصف تمہارے پروردگار کے روبرو پیش کئے جائیں گے اور ہم کہیں گے کہ ہاں اے لوگو! جیسا ہم نے تم کو بے برگ و نوا پہلے دن پیدا کیا تھا بالآخر ویسے ہی بے ساز و سامان تم ہمارے حضور میں آئے پر آئے مگر تم دنیا میں تو یہی خیال کرتے رہے کہ ہم نے گویا تم سے حاضری کا کوئی وقت ٹھہرایا ہی نہ تھا۔ تو خیر پھر لوگوں کے اعمال کی پوری مسل سامنے رکھ دی جائے گی پھر اے پیغمبر! تم مجرموں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس مسل میں لکھا ہوگا اس کو دیکھ دیکھ کر ڈر کے مارے کانپ رہے ہوں گے اور کہتے جائیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی یہ کیسی بلا کی مسل ہے کہ چھوٹی بڑی کوئی بات بھی تو نہیں چھوڑتی مگر یہ کہ میں اُس کو اس شمار میں قلم بند پاتا ہوں۔ اور لوگ جو کچھ انہوں نے اس دُنیا میں کیا تھا سب اس کتاب میں درج پائیں گے اور تمہارا پروردگار تو کسی پر مطلق ظلم نہیں کرتا۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ۝ۙ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ۝ۙ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ۝ (۱۰۰: ۹-۱۱)

تو کیا انسان کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ جب قبروں کے مکین از سرِ نو زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، اور لوگوں کے سینوں کے اندر جو باتیں چھپی ہوئی تھیں سب ظاہر کر دی جائیں

۱۔ اور ہم اس قیامت کے دن ٹھیک تولنے والے ترازو (ہر جگہ) لگاویں گے۔ پھر کسی شخص پر ادنیٰ ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کہیں کسر رہ جائے گی تو ہم اس کو سامنے لاویں گے اور حساب کرنے والے ہم کافی ہیں۔

گی۔ تو اُس دن اُن کے پروردگار کا انسان کے حال و احوال سے پُورے طور پر واقف ہونا مُوبمُو ثابت ہو جائے گا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْۗءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

(۳۹: ۶۷-۷۰) ☆

اور سب سے زیادہ قابلِ ملامت بات یہ ہے کہ لوگوں نے خُدا کی عظمت اور عالی مقامی کا صحیح اندازہ ہرگز نہیں کیا جیسا کرنا چاہیئے تھا حالانکہ اس کی قدرت کی یہ شان ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی ایک مُٹھی میں ہوگی اور آسمان مکتوب کی طرح اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ لوگ جن جن چیزوں کی عملی عبادت میں مشغول رہ کر خُدا کو ماسوا کے برابر کرتے رہتے ہیں، خُدا کی ذات اُن سب سے پاک اور بلند تر ہے۔

اور اُس دن لوگوں کی اطلاع کے لئے ایک ہولناک صُور پھونکا جائے گا۔ پھر اس کی وحشت ناک آواز سے جملہ مخلوقات آسمانوں اور زمینوں میں ہے اُن سب پر ماسوا اُس کے جس کو خُدا چاہے گا بے ہوشی طاری ہو جائیگی، پھر دوبارہ صُور پھونکا جائے گا تو سب کے سب یکدم کھڑے ہو جائیں گے اور چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے یکسر چمک اُٹھے گی اور لوگوں کے نامۂ اعمال کی کتاب لاکر سامنے رکھ دی جائے گی۔

☆ اس تمام بحث و تمحیص سے جو کئی صفحات میں خدائے عزوجل کے کامل قسط و عدل کے متعلق قرآنی حوالہ جات دے کر ہوئی، مقصد یہ ثابت کردیا ہے کہ از روئے اسلام اس کائنات فطرت میں انسان پر ظلم اور بے انصافی کہیں نہیں۔ کوئی چیز اٹلسٹا نہیں ہوتی، سب جو کچھ ہو رہا ہے کمل عدل اور موشگافی سے ہو رہا ہے۔ اگر انسان کو اس دنیا میں کہیں عمل کی مزدوری کم ملتی نظر آرہی ہے یا کسی جگہ کسی شخص کو بلا استحقاق اجر مل رہا ہے تو یہ مقامی افراط و تفریط اس دنیا میں لابدی امر ہے لیکن خدا چونکہ خود بے عیب اور اس کی بنائی ہوئی کائنات بھی قطعاً "بے عیب ہے اور اس میں کی ہر شے (ماسوا انسان کے) خدا کے دیئے ہوئے قانون پر مکمل طور پر چل رہی ہے اس لئے انسان کے بارے میں یہ کمی یا بیشی روز قیامت کو پوری کردی جائیگی۔ اس بنا پر انسان کو خدا کے عدل و انصاف پر مکمل یقین کر کے اپنی مساعی کو جاری رکھنا لازمی ہے اور قوموں کے زندہ رہنے کا گر بھی یہی ہے۔ بلکہ انہی وجوہات کے باعث روز قیامت کا واقع ہونا لازمی امر ہے ورنہ فطرت اور خدا دونوں بے نقص ثابت نہیں ہوتے ـــــ تدبر!

اور پیغمبر اور گواہ سب کے سب لا حاضر کئے جائیں گے اور لوگوں میں کامل انصاف کے ساتھ اُن کی بداعمالیوں اور گناہوں کا فیصلہ کر دیا جائیگا اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا پھر جس شخص کی جتنی اُجرت باقی رہی ہے پوری پوری ادا کر دی جائیگی اور خدا لامحالہ جو کچھ لوگ کر رہے ہیں خوب جانتا ہے جو حساب کا سخت دکھرا ہے۔

خدائے لایزال تعالیٰ، کائنات فطرت اور روز قیامت کی تین روشن حقیقتیں

یہی اس انتہائی طور پر باریک بین (اَللَّطِیْفُ)، حق شناس، باخبر نقاد[۱] اور خبیرٌ بالعباد خدا کا کمال انصاف و عدل ہے جس کے بعد استبداد کا زنگ مطلق نہیں رہتا۔ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ[۱] (۶۷ : ۱۴)؛ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ[۲] (۶ : ۱۰۴)۔ عامل کا ہر عمل بجائے خود ایک محفوظ شے ہے جس کو کسی صورت میں بھی کوئی آسیب نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے نتیجے میں تقدم و تاخر محض اُن خارجی احوال کی وجہ سے ہے جس کا مکمل علم خدا کو ہے۔ وہی اس دنیائے عظیم کے مہمات اُمور اور نظام سیاست کو بطریقِ احسن سرانجام دینے کا واحد ذمہ دار ہے۔ اس کی دُور رس نگاہیں، اور علم و مخابرۃ کے مجیّر العقل سامان، عالم کم و کیف کے ہر معاملے کو پرکھ رہے ہیں؛ اس کی آنکھ کشتگاہ عمل کے ہر جزء لایتجزیٰ کی حرکت اور اضطراب، اس کے صعود اور ہبوط، اس کے قبض اور بسط، اس کے تقدم اور نمو کو ٹکٹکی لگائے دیکھ رہی ہے؛ اس کے کان اس محشرستان اضطراب و امل کے ہر نشیمن حیات کی لَے کو سن رہے ہیں: قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ[۳] (۱۰ : ۳۱)

۱۔ (ارے کیا یہ ممکن ہے) کہ وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہ خدائے عظیم تو انتہائی طور پر باریک بین (اللطیف) اور کامل طور پر باخبر ہے۔

۲۔ اس خدا کو انسانی آنکھیں نہیں پا سکتیں اور وہ انسانی آنکھوں کی دورک عمدہ طور پر لگا سکتا ہے اور وہ بڑا باریک بین اور باخبر خدا ہے۔

۳۔ اے پیغمبر کہہ دو کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے اور کون کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور کون مردے سے زندہ (بیج سے درخت) اور زندہ سے مردہ (درخت سے بیج) نکالتا ہے اور کون قانون زمین کی تجویز و تدبیر کرتا ہے تو وہ فوراً کہہ دیں گے کہ اللہ۔ پھر کہو کہ کیا تم اب بھی اس سے نہیں ڈرتے۔

اور پھر کمال غور و فکر، انتہائی دانش و بینش، بے مثال تدبّر و حکمت، بے نظیر وسعت علم و نظر کے بعد ہر امر کا فیصلہ ہوتا ہے۔ ایسا مالک سمیع و بصیر، مدبر الامر لطیف و خبیر خدا کیونکر کسی عامل کے عمل کو محکم استبداد سے اکارت کر سکتا ہے نہیں بلکہ اس حکیم حقیقی نے انسان کے ارادی اور عضوی اعمال سے گزر کر، عالم نباتات کے طبعی اور غیر ارادی افعال کو بھی تضیع و انتشار سے محفوظ قرار دیدیا ہے۔ کتاب الٰہی کی ناپیدا کنار حکمت کے رو سے زمین و آسمان کے موالید طبیعیہ کا ہر قوائی عمل بھی ضیاع و تفریط سے قطعاً مامون ہے۔ پتھر کے ذرات بے مقدار کے اندر، خلائے سماوی کے جلیل الشان کرّوں میں، زمین کی خوفناک گہرائیوں میں اگر ایک رائی کے دانہ برابر بھی طاقت عمل و توانائی موجود ہے تو وہ اپنا اثر کئے بغیر نہ رہ سکے گی۔ وہ کالعدم متصور نہیں ہو سکتی۔ اس کے ردّ عمل اور استعداد اثر کی مقدار کسی منتقل حالت یا منقلب صورت میں کم نہ ہوگی۔ اس کا نتیجہ، اثر کبھی، اور کسی متبدل حالت یا محدث ہیئت میں فنا نہیں ہوتا۔ غالب اور لطیف و خبیر مقتدر خدا کا محیط اور مطلق العمل قانون اس کو لامحالہ نکال کر لائیگا اور ظاہر کر دے گا:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ (۳۱ : ۱۶)۔

(پھر لقمان نے اپنے بیٹے کو ازراہِ نصیحت یوں سمجھایا کہ اے بیٹا! (مجھے خدا کی جناب سے جو عظیم الشان حکمت عطا ہوئی ہے، (لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ (۳۱ : ۱۲) کا ترجمہ) اس کا ایک عظیم الشان حصہ یہ ہے کہ) خدا وہ محافظ اعمال اور حاکم عادل خدا ہے کہ اگر اس دنیا میں رائی کے دانے جتنا عمل بھی کہیں موجود ہے اور پھر وہ عمل خواہ کسی بے حس پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں کی ناپیدا کنار وُسعتوں یا زمین کی خوفناک گہرائیوں میں چھپا پڑا ہو تو خدا اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ (ایک نہ ایک روز) اس کے اثر کو لامحالہ عیاں کر دے گا اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا بڑا باریک بین، بڑا موشگاف اور دقیقہ رس اور بڑا ہی باخبر خدا ہے (جو انسانی اعمال کی یوں نگہداشت کر رہا ہے)۔

کیا اس آیۂ شریفہ کے مطالب پر غور کرنے کے بعد کوئی حق پسند قرآن حکیم کی حکمت جامعہ کاملہ سے قائل نہیں ہوتا اور کیا چودہ سو برس پہلے اس کلام کا رسول صلعم کی زبان سے نکلنا صحیح معنوں میں حیرت انگیز نہیں!

صحیفہ فطرت کی ہدایت اور روز قیامت کا توفیہ جزا و سزا

اس تمام یقین انگیز استدلال کے بعد یہ امر مکمل طور پر ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ از روئے قرآن پروردگار ☆ عالم انسان کے بارے میں جو جزا و سزا دیتا ہے کامل عدل و انصاف سے دیتا ہے۔ وہ جزا و سزا بعینہٖ اُسی طرح بے نقص اور بلا استثنائے احدے ہے جس طرح کہ صحیفہ فطرت میں ہر شے کا چلن روزِ اوّل سے اُس آئین یا نہج پر ہے جو اُس کے لئے ایک دفعہ مقرر کر دیا گیا تھا:

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ○ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ○ (۲۰: ۴۹-۵۰)

پھر فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ! وہ تم دونوں (یعنی تم اور تمہارے بھائی ہارون) کا پروردگار کون ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے دنیا جہان کی ہر چیز کو اُس کی پیدائش (فطرت) عطا کر کے ہدایت (راہِ راست) پر لگا دیا ہے۔

اس بنا پر (انسان کو چھوڑ کر) فطرت کی ہر جاندار اور بے جان شے جو کچھ کر رہی ہے ہدایت ہے، راہِ راست ہے، خدا کا بنایا ہوا رستہ ہے، دین اسلام ہے۔ ان اشیاء کے روزِ اوّل سے اُسی نہج پر چلے جانے اور اِدھر اُدھر نہ ہونے کے باعث اُن میں کفر کی کوئی گنجائش نہیں۔ سورج (زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہونے کے باوجود) روزِ اوّل سے اپنے وقت پر نکلتا ہے، وقت پر ڈوبتا ہے ایک سر مو اِدھر اُدھر نہیں ہوتا۔ پانی پہلے دن سے نیچے کی طرف بہتا چلا آیا ہے، کبھی اوپر کی طرف

☆ انسان کے تابع قانون خدا نہ ہونے کے بارے میں قرآن حکیم میں ہے۔

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السمٰوات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب ومن یھن اللہ فما لہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء (۲۲: ۱۸)

اے رب کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس خدائے واحد کے قانون کے آگے سر بسجود ہے، شمس و قمر اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے بلکہ اس سرکش اور ناشکر گزار انسان کی ایک تعداد کثیر بھی خدا کے قانون کے ماتحت رہ کر چل رہی ہے اور وہ اسی ظلوم و جہول انسان کی تعداد کثیر ہے جو اپنی نافرمانی کے باعث عذاب خدا کی قطعی مستحق بن چکی ہے تو جس کو خدا ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ خدا بے شک وہی کرتا ہے جو مناسب سمجھتا ہے۔ گویا صرف انسان ہے جو بغاوت کرتا ہے باقی مخلوق مکمل طور پر مطیع ہے۔

نہیں بہا۔ دریا کو ایک لمحہ رُک جانے کی فرصت کبھی نہیں ملی۔ آگ پہلے دن سے جلاتی آئی ہے آج
تک جلانے کے فعل سے نہیں ہٹی۔ یہ اس لئے کہ سورج، پانی، دریا، آگ ہدایت پر ہیں اور کبھی
اس ہدایت سے منحرف نہیں ہوئے۔ اسی قبیل سے مچھر پہلے دن سے کاٹ رہا ہے، لومڑی روزِ
اوّل سے "مکر و فریب" سے اپنا پیٹ پال رہی ہے، کوا جدھر جاتا ہے اپنا رزق "چوری" کر لیتا ہے،
آنکھ بچا کر جہاں کسی کی چیز اُس کے مطلب کی ہو بے خوف و خطر اُڑا لیتا ہے، بلی چوہے کو بے ڈکار
ہضم کر لیتی ہے، "نہایت خوبصورت" کبوتر کو گردن سے پکڑ کر اُس کے پرخچے اڑا دیتی ہے اور
انسان اُس کے اس فعل کو دیکھ کر تھرا اُٹھتا ہے۔ لیکن شارعِ کائنات کی نگاہوں میں یہ سب ہدایت
ہے۔ مچھر، لومڑی، کوا، بلی سب راہ راست پر ہیں۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ کوئی "گناہ" نہیں کیا
بلکہ سب کے سب خدا کی دی ہوئی ہدایت پر ٹھیک چل رہے ہیں، سب صراطِ مستقیم پر ہیں۔ اسی
لحاظ سے خدا مچھر کی مثال دیتے ہوئے "شرماتا نہیں" کیونکہ مچھر پہلے دن سے اپنے کاٹنے کے قول و قرار
کو نہیں توڑتا اور نہ جس شے کو خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ اس کو توڑتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا
فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ
بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝
الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ
اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (۲:۲۶-۲۷)

درحقیقت خدا اس سے شرماتا نہیں کہ (لوگوں کی ہدایت کے لئے) مچھر کی مثال دے یا اس
سے بھی بڑھ کر کوئی اور مثال پیش کرے۔ تو جو لوگ خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں وہ خوب
جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے پروردگار کی طرف سے برحق (اور واجب العمل) ہے
لیکن جو خدا کے وجود کے منکر ہیں وہ (خدا کے کہے کو مخول میں اڑا کر) کہتے ہیں کہ بھلا
(ان مومنوں کے) خدا کو مچھر (جیسی حقیر شے) کی مثال دینے میں کیا غرض تھی؟" اسی
(طرزِ تمثیل) سے خدا بہتوں کو گمراہ کرتا اور بہتوں کو ہدایت دے دیتا ہے اور گمراہ

اُنہی کو کرتا ہے جو فاسق اور بدکار ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو باندھے پیچھے جو اقرار خدا
سے کیا تھا اس کو قائم نہیں رکھتے اور جس معاملہ کو جوڑنے کا حکم اللہ نے دیا تھا اس
کو توڑ دیتے ہیں (حالانکہ مچھر اپنے باندھے ہوئے عہد کو نہیں توڑتا) اور زمین پر فساد
مچاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (بالآخر) گھاٹے میں رہیں گے (کیونکہ صحیفہ فطرت کے
قانون کا مطالعہ پر غور نہیں کرتے)۔

کبوتر بیچارہ بے وقوف اگر "گناہگار" ہے کیونکہ بلی کو دیکھکر اُڑ جانے کی بجائے اپنی آنکھیں
میچ لیتا ہے اس لئے فوراً سزا پاتا ہے! الغرض یہ کارخانہ **سب کا سب** (ماسوائے انسان
کے) **حق** پر ہے، اس کی بیخ و بنیاد راستی اور ہدایت پر ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ☆ (۱۵: ۸۵)

اور (اے مخاطب!) ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اُن کو
نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ اُن میں کی ہر شے حقیقت پر ہے!

☆ قرآن حکیم میں چودہ جگہ صحیفہ فطرت کو بار بار حق کہا گیا ہے۔ یہ چودہ موقعے حسب ذیل ہیں۔

سنہ ۵ نبویؐ

۱۔ وماخلقنا السمٰوٰت والارض ومابین هما العبین وماخلقنهما الا بالحق ولکن اکثرهم لا یعلمون (۴۴: ۳۸۔۳۹) الدخان

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔ ہم نے ان کو نہیں پیدا کیا مگر بطور حقیقت کے، لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے (گویا خدا کو دھن لگی ہے کہ) انسان اس کا علم حاصل کرلے جو اس نے بنایا ہے تاکہ اس کو پہچانے۔

۲۔ وماخلقنا السمٰوٰت والارض ومابینهما الا بالحق، وان الساعة لاتیة فاصفح الصفح الجمیل (۱۵۔۸۵) سورہ الحج

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ایک حقیقت پیدا کیا اور یاد رکھو کہ (امتحان کا) وقت ضرور آنے والا ہے پس اس مہلت تک پورے طور سے درگذر کرو۔

۳۔ وماخلقنا السماء والارض ومابینهما باطلا، ذالک ظن الذین کفروا فویل للذین کفروا من النار (۳۸: ۲۷) (سورہ ص)

ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے جھوٹ نہیں پیدا کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں تو حیف ہے کہ ان کافروں کو جہنم ہوگا۔

سن ۶ نبویؐ

۴۔ وماخلقنا السماء والارض ومابین هما العبین (۲۱: ۱۶) انبیاء

اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔

ان حالات کے ہوتے ہوئے صحیفۂ فطرت کی کسی شے کا (ماسوائے انسان کے) غلط راستے پر ہونا ناممکن ہے! یہ صرف انسان ہی وہ کم بخت وجود ہے جو فہم و ادراک کی عزیز القدر نعمت کے

بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۴۴

سن ۷ نبویؐ سے سن ۱۳ نبویؐ۔

۵۔ وخلق اللہ السموات والارض بالحق ولتجزی کل نفس بما کسبت وھم لا یظلمون○ (۴۵۔۲۲) سورہ الجاثیہ۔

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا اور یہ اس لئے کہ ہر شخص کو جو وہ کوشش کرے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور انسان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ خلق السموت والارض بالحق تعالٰی عما یشرکون○ (۱۶۔۳) النحل۔

آسمانوں اور زمین کو خدا نے سچائی کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ اس شے سے بلند ہے جو لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

۷۔ اولم یتفکروا فی انفسھم○ ماخلق اللہ السموٰت والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی وان کثیرا من الناس بلقای ربھم لکفرون۔ (۳۰۔۸) الروم

کیا لوگوں نے اپنی ساخت پر غور نہیں کیا اور اس پر کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر بطور حقیقت کے اور ایک مقرر وقت تک اور بلاو جود اس کے لوگوں میں سے بہت سے اس بات سے منکر ہیں کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے سے ایک نہ ایک دن ملاقات کریں گے۔ (گویا ملاقات رب انسان ہی کو بجتی ہے)۔

۸۔ الم تر ان اللہ خلق السموٰت والارض بالحق ان یشا یذھبکم ویات بخلق جدید (۱۴۔۱۹) ابراہیم

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا؟ اگر وہ مناسب سمجھے تو تمہاری نسل کو ختم کر کے ایک نئی نسل (پیدائش) لا سکتا ہے۔

۹۔ خلق السموٰت والارض بالحق یکور الیل علی النہار ویکور النہار علی الیل وسخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمی الا ھو العزیز الغفار (۳۹۔۵) الزمر

خدا نے آسمانوں اور زمین کو بطور حقیقت پیدا کیا وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ یہ سب کارخانہ ایک وقت مقرر تک جا رہا ہے۔ خبردار رہو کہ وہ خدا بڑا غالب اور بڑا پردہ ڈالنے (مہلت دینے والا ہے)۔

۱۰۔ خلق اللہ السموٰت والارض بالحق ان فی ذالک لایۃ للمومنین (۲۹۔۴۴) العنکبوت

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا۔ بے شک اس میں ایمان والوں کیلئے ایک بڑا اشارہ ہے۔

۱۱۔ ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ما خلق اللہ ذالک الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون○ (۱۰۔۵) یونس

اور وہ خدا ہے جس نے سورج کو شعلہ بنایا ہے اور نور اور اس کی منزلیں مقرر کردیں تاکہ تم سنوں کی گنتی کر سکو اور حساب کر لو۔ خدا نے یہ پیدا نہیں کیا مگر ساتھ حقیقت کے ان اشاروں کو علم والی قوم کے فائدے کیلئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

ہوتے ہوئے جو خُدا نے اس کو راہ راست پر چلنے کے لئے دی تھی، اپنی خود رائی اور تجربے، اپنے ظلوم و جھول ہونے کی وجہ سے اس امانت☆☆ کا غلط استعمال کرتا ہے، ہر لحظہ گناہ اور گمراہی میں پھنس کر اپنے اوپر سزا کا وبال لاتا ہے اور دُنیا کے لئے ایک عذاب مجسم بنا ہوا ہے! یہی وُہ بدقسمت انسان ہے جو خُدا کے احکام سے منحرف ہو کر غیر خُدا کے حکموں پر چلتا ہے اور اس طرح پر خدا کے ساتھ غیر خدا کو شریک کر کے **شرک** کے گُناہ عظیم کا مجرم بنتا ہے! اُدھر مشکل یہ آپڑی ہے کہ عمدہ اور بہ زعمِ خود "نیک عمل" کرنے والے انسان اکثر اوقات "نیکی" کا مفہوم اس قدر غلط لے لیتے ہیں کہ "گناہ گار" ہو جانے کے ڈر سے ہوشیار اور چالاک انسانوں سے، جنہوں نے صحیفہ فطرت سے صحیح سبق لیا ہے اور بلّی کی طرح بیوقوف کبوتر کے پر نچے اڑا کر اپنا پیٹ بھرنا صحیح راہ سمجھا ہے، مات کھا جاتے ہیں اور اس طرح پر اس کائنات میں سزا و جزا کے مسئلے کو پیچیدہ کر دیتے ہیں۔ اس پیچیدگی اور دیگر عوارض کے باعث جو انسانی جماعتوں کی آپس میں جنگ و جدال کے باعث عائد ہوتے رہتے ہیں، اس زمین پر ہر انسان کو اُس کے کئے کی **پُوری** جزا یا پُوری سزا نہیں ملتی اور انسان لامحالہ شک میں پڑ جاتا ہے کہ خُدا اگر یقینی

بقیہ تحت المتن صفحہ ۱۴۵۔

۲۔ ماخلقنا السمٰوات والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی۔ (۴۶:۳) الاحقاف
ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے، نہیں پیدا کیا مگر سچائی کے ساتھ اور ایک وقت مقرر تک۔

۳۔ وھو الذی خلق السمٰوات والارض بالحق ویوم یقول کن فیکون (۶:۷۳) الانعام
اور وہ وہ خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا اور جب وہ کسی دن کہے گا کہ یہ شے ہو جا وہ ہو جائے گی۔
سنہ اھ غالباً"

۴۔ خلق السمٰوات والارض بالحق وصورکم فاحسن صورکم والیہ المصیر ○ (۶۴:۳) التغابن
(خدا نے) آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا اور تمہیں شکل دی پھر بہترین شکل بنائی اور جانے کی جگہ تو وہی خدا ہے۔

☆☆ قرآن حکیم میں ہے اناعرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض ولجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان، انہ کان ظلوما جھولا ○ (۳۳:۷۲) در حقیقت ہم نے (فہم وادراک کی) امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو پیش کیا (کہ وہ اس کو قبول کر لیں) لیکن انہوں نے اس ذمہ داری کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اس کو اٹھا لیا (اور بڑی بھاری ذمہ داری اپنے اوپر لے لی) در حقیقت وہ بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی جاہل ہے۔

طور پر کائنات میں موجود بھی ہے تو وہ کم از کم عادل خُدا نہیں!! خُدا کی صفات میں اس عظیم الشان نقص کو دور کرنے اور اس کو مکمل طور پر عدل و انصاف کا مجسمہ ثابت کرنے کے لئے اولاً خدا کے مطلق طور پر برحق ہونے، ثانیاً صحیفہ فطرت کے برحق ہونے کے علاوہ ایک تیسری عظیم الشان حقیقت یعنی روزِ قیامت کے برحق اور لازمی طور پر واقع ہونے کو اس لئے ناگزیر قرار دیا ہے کہ اس دن جزا و سزا کی کمی بیشی پوری کر دی جائے گی اور خُدا کے مکمل طور پر صاحبِ عدل و انصاف ہونے کا واضح ثبوت انسان کو مل جائے گا۔

یہ روزِ قیامت صرف انسانوں کی عدالت کا دن ہو گا۔ صحیفہ کائنات کی کوئی دُوسری شے اس عدالت میں حاضر اس لئے نہ ہو گی کہ صحیفہ فطرت کی باقی تمام اشیا راہِ راست پر آخر دم تک چلتی رہیں اور اُن پر کوئی گناہ بلکہ اُن کے متعلق کوئی ثواب بھی عائد نہیں ہوا۔ نہیں بلکہ یہ روزِ قیامت اُس وقت واقع ہو گا جب کہ آسمان اور زمین "خط کے کاغذ کی طرح لپیٹ لئے جائیں گے"! يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (۲۱: ۱۰۴)[۱] اور کارگاہ فطرت کا یہ ہنگامہ عظمیٰ ختم کر دیا جائے گا۔ اُس دن خُدا کا ایک کام اپنے نکوکار یا گنہ گار بندوں سے سزا و جزا کے بارے میں نبٹنا بھی ہو گا۔ پھر تینوں حقیقتوں کے واضح ہو جانے کے بعد روزِ قیامت کا ختم ہو جانا بھی واضح کر دے گا کہ صرف خدا واحد حقیقت ہے اور باقی سب خواب و خیال تھے۔ اللہ بس و ماسوا ہوس! كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۵۵: ۲۶-۲۷)[۲]۔

صانع کائنات تعالیٰ کا یقینی طور پر موجود ہونا، صحیفہ فطرت کی ہر شے کا برحق اور علیٰ سبیل ہدایت ہونا اور روزِ قیامت کا یقینی طور پر واقع ہونا کائنات کے ماتھے پر جلی حروف میں لکھا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ ان تینوں حقیقتوں کو ہر دم پیشِ نظر رکھ کر اپنی زندگی کو درست بلکہ کامیاب کرے۔

۱۔ جس دن ہم آسمانوں کو اسی طرح لپیٹ لیں گے جس طرح خطوں کے کاغذ کو لپیٹا جاتا ہے۔
۲۔ سب کچھ جو اس صحیفہ پر ہے فنا ہونے والا ہے اور صرف تیرے صاحبِ جلال و عظیم الشان خدا کا وجود باقی رہے گا۔

روز قیامت واقع ہونے کی دوسری وجہ ــــ ملاقات خدا

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحیفہ کائنات کے بالمقابل جس کی دوریاں انسان کو حیرت زدہ بلکہ دم بخود کر دیتی ہیں اور جن کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک معمولی ستارے کی جس کو عام دوربین دیکھ سکتی ہے زمین سے دوری اس قدر ہولناک اور ہیبت انگیز ہے کہ اس ستارے کی روشنی **ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی ثانیہ** (یعنی ایک منٹ کا ساٹھواں حصہ) کی رفتار سے چل کر تین سو برس میں زمین تک پہنچتی ہے! اور ایسے ستارے سے پرے بھی ہزار در ہزار مجامع النجوم اس قدر دور ہیں کہ ان کا زمین سے فاصلہ اس ستارے سے بھی **لاکھوں** گنا دور ہے!! ہاں، ایسے صحیفہ کائنات کے بالمقابل جس کو پیدا کرنے والا خدا ہے، زمین جیسی چھوٹی سی بے حیثیت شے پر بسنے والا انسان جس کی اپنی حیثیت پہاڑ کے مقابلے میں رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں، کیوں اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ خدائے لایزال اس کی تسلی کے لئے روز قیامت جیسے عظیم الشان دن کا انعقاد کرے گا!! ایسی ناہنجار، بدکردار، باغی، دھوکہ باز مخلوق اگر خدائے عظیم کو جزا و سزا کے بارے میں عادل نہ بھی سمجھے تو خدا کا کیا بگڑتا ہے؟ اُس خدا کی خدائی میں کیا فرق آ سکتا ہے؟ خدا کی اس ناپیدا کنار مخلوق میں سے جس کا تصور وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا اس قطرہ منی سے پیدا کئے ہوئے انسان کو کیوں اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اُس پیشاب سے بنے ہوئے انسان کے دل کو تسلی دینے کے لئے **قیامت** کے دن کا منانا ضروری سمجھا گیا؟

یہ سوال انسان کو خود حیرت زدہ کر دیتا ہے اور اس کو سوجھتی نہیں کہ کیا خاطر خواہ جواب دے لیکن جہاں خدا نے انسان کو بار بار گندے اور پلید پانی سے پیدا ہونے کا طعنہ دیا ہے، جہاں پھر یہ طعنہ دے کر فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۳۶: ۷۷) (یعنی دیکھو انسان اس قدر ذلیل ہے کہ گندے پانی سے

پیدا ہو کر، خدا کا کھلا دشمن بنتا ہے) سے اس کو رذیل اور کمینہ ثابت کیا ہے، جہاں ضِدٌ مُّبِينٌ (۴:۳۶ و ۷۷:۲۰) کے دل خراش طعنوں سے جی بھر کر اس کی توہین کی ہے، اس کو خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (۴:۲۸) کہہ کر اس کی بے انتہا کمزوری کو واضح کیا ہے، اس کو وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا (۱۷:۱۱) کہہ کر نا عاقبت اندیش اور جلد باز کہا ہے، اس کو لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (۱۱:۱۹) کہہ کر جہنم میں بھر دینے کی دھمکی دی ہے، وغیرہ وغیرہ، وہاں لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (۹۵:۴) کہہ کر یہ بھی کہا ہے کہ صحیفہ کائنات میں جس قدر مخلوق ہیں نے پیدا کی اُس میں اعضا کی درستی اور سَمع بَصَر اور فواد کے عطا ہونے کے باعث انسان کے جسم کی تقویم بہترین تقویم ہے اور اسی لحاظ سے وہ **اشرف المخلوقات** ہے۔ اس عزّ و شرف کے باعث انسان خدا کے نزدیک اپنی وقعت ضرور محسوس کرنے لگتا ہے اور اُس کے سامنے اپنے دنیا میں موجود ہونے اور پیدا کئے جانے کا مقصد سمجھنے کے لئے تلاش و تفتیش کا نیا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اس تلاش و تفتیش کا پہلا حوصلہ افزا نتیجہ قرآن حکیم کے حسب ذیل غیر فانی اور نتیجہ خیز الفاظ میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ☆ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (۴۵:۱۳)

اور کے انسانو! خدائے لایزال نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب کا سب تمہارے (استعمال اور فائدے کے) لئے مسخر کر رکھا ہے (تاکہ تم اس ناپیدا کنار صحیفہ فطرت پر جسمانی قبضہ کر کے اس کو اپنے بے کراں سعی و عمل کا محور بناؤ اور کرۂ ارض و کرۂ ستاروں اور آسمانی کروں کو اپنے قبضہ میں لا کر خدا کے بے ہمتا کی طرح بے پناہ قوت اور زور کے مالک بن جاؤ) بے شک اس اعلان میں جو ہم نے بنی نوع انسان کے متعلق کیا ہے غور و فکر کرنے والی قوم کے لئے بے شمار اشارے (ہدایتیں) موجود ہیں۔

یہی نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں اعلان کر دیا، کہ صحیفہ فطرت کے کرۂ ور در

☆ اس کے متعلق دیکھو تحت المتن صفحہ ---- آیت (۲۳۲) اور غور کرو ☆☆ غور کرو اس آیت کا مضمون کس قدر حیران کر دینے والا ہے۔

کڑوڑ آسمانی ستارے حسنِ عمل کرنے والے انسان کو بطورِ جزا انعام دے دیئے جائیں گے اور جو قومیں اس سلسلے میں غافل اور بے عمل ہوں گی ان کو اسی صحیفۂ فطرت کے ذریعے سے ہلاکت کی سزا دی جائے گی:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۝ (۵۳:۳۱)

اور (لوگو)، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ خدا کے پاس اس لئے ہے کہ خدا بُرے عمل کرنے والوں کو (اسی صحیفہ فطرت کی چیزوں کی وساطت سے ہی) سزا دے اور حسن عمل کرنے والوں کو یہی صحیفہ فطرت کی عُمدہ چیزیں بطورِ انعام دے دے۔

چونکہ تمام صحیفۂ فطرت پیدا ہی انسان کے لئے کیا گیا اور اس مقصد کے لئے کیا گیا کہ انسان چونکہ تمام کائنات میں سُوجھ بُوجھ والی واحد مخلُوق بلکہ صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات ہے اس لئے وہ اپنے علم (یعنی سَمع، بَصَر اور فؤاد) کے ذریعے سے صحیفۂ فطرت پر قبضہ کرے، لہٰذا انسان کا زمین پر مکمّل تصرّف کرنے کے بعد کرُوڑ در کرُوڑ آسمانی کرُوں کی طرف توجہ کر کے اُن پر قبضہ کرنا مقصدِ پیدائشِ کائنات☆ ہے۔ نہیں، بلکہ چونکہ آسمانی کُروں پر قبضہ انسان کے موجودہ گوشت پوست والے جسم کے ذریعے سے ناممکن ہے اس لئے، تسخیرِ کائنات کا پہلا مرحلہ بنی نوع انسان کا اعضائی ارتقا ہے جو اسی جدّوجہد میں لازماً اسی طرح ہو کر رہے گا جس طرح کہ ادنیٰ حیوانی انواع اعضائی ارتقا کرتے کرتے بہتر انواع بنتی گئی ہیں۔ اعضائی ارتقا لازماً اس طرح کا ہوگا کہ انسان کو اپنا موجودہ گوشت پوست چھوڑ کر کوئی ایسی شکل اختیار کرنی پڑے گی جس شکل میں وہ آسمانی کرُوں پر (جہاں نہ ہوا ہے، نہ پانی، نہ کشش ثقل، نہ انسانی خوراک) متمکّن ہو سکے۔ یہ شکل لامحالہ کوئی رُوحانی شکل ہی ہو سکتی ہے! تسخیر کائنات کی اس عظیم جدّوجہد میں انسان کا کسی جسمانی شکل میں ارتقا کر جانا محال ہے!

☆ یہ الفاظ ۱۹۹۱ میں یعنی آج سے ۴۲ (اب ۷۷) برس پہلے لکھے گئے ہیں جب تسخیر کائنات کا وہم و گمان بھی یورپ میں کسی کو نہ تھا اس لئے غالب یہ ہے کہ مصنف نے ہی یہ تخیل پہلی بار یورپ کو دیا۔

الغرض صحیفۂ فطرت کو مسخر کرنے والا انسان، لاکھوں یا کروڑوں برس کی مسلسل جدوجہد کے بعد آسمانی کُرّوں پر قبضہ کرتا چلا جائے گا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے پیدا کرنے والے خُدا پر ثابت کرتا جائے گا کہ سَمْعَ، بَصَر اور فُؤاد کی عظیم الشان نعمتیں اور فہم و ادراک کی عزیز القدر بخششیں یا عنایتیں جو خُدا نے اس کو اور مخلوق کے بالمقابل عطا کی تھیں، اُن کا وہ بدرجہ اُولیٰ اہل ثابت ہُوا ہے۔ ایسی حُسنِ عمل کرنے والی مخلوق کی ایک نہ ایک دن خُدائے عزّوجل سے دُو بدُو ملاقات اٹل ہے بلکہ ایسے جلیل القدر، ایسے اعجُوبۂ روزگار، ایسے ذہین و فہیم، ایسے بے مثال وجود سے جو کسی زمانے میں منی کے گندے پانی سے پیدا ہُوا تھا، خُدائے بے مثال خود ملاقات کرنے کی خواہش کرے گا اور سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ (۳۹: ۷۳) یعنی تم پر سلامتی ہو تُم نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا' کا نعرہ لگا کر ہاتھ میں ہاتھ دینا اپنے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۲: ۱۴۳) ہونے کے ثبوت میں پیش کرے گا!:

اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ○ (۳۰: ۸)

کیا انسانوں نے اپنے ذہنوں کے اندر اس بات پر غور نہیں کیا کہ خُدا نے آسمانوں اور زمین کو نہیں پیدا کیا مگر یہ کہ وہ حقیقت پر ہیں اور ایک خاص مقررہ مدت تک پیدا کیا۔ اس لئے اُن کے پیدا کرنے کی ایک خاص غرض و غایت ہے جس کا تعلق انسان سے ہے۔ وہ غرض و غایت لامحالہ یہی ہو سکتی ہے کہ انسان اشرف المخلوق ہو کر ان کروڑوں اور اربوں ستاروں کی ویران اور بے آباد زمینوں پر ایک مقررہ مدت کے اندر اندر قبضہ کر کے اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت خُدا کو دے تا کہ بالآخر خدا ایسے حسن عمل کرنے والے انسان سے دو بدو ملاقات کرے۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ انسانوں میں سے اکثر لوگ تو اپنے پروردگار سے ملاقات کے واقع ہونے کے سرے سے منکر ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ ○ (۱۳ : ۲)۔

(لوگو!) خدا وہ عظیم وجلیل خدا ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا، پھر تختِ سلطنت پر جم کر بیٹھ گیا (کہ دنیا کا نظام چلائے جو انسان کے لئے باعثِ عبرت وتذکیر ہو)، اور اُسنے (خالصتہً تمہارے لئے) سورج اور چاند کو (ایک دئے ہوئے فاصلے کا پابند کرکے) مسخر کیا (تاکہ تم انسان سورج اور چاند کی تسخیر سے عبرت حاصل کرکے مقصدِ پیدائش کائنات کے متعلق موثر لائحہ عمل سوچ سکو)۔ یہ سب کارخانہ جو کچھ تمہارے سامنے ہے ایک مقررہ مدّت تک چل رہا ہے (اس کے بعد یہ ختم کردیا جائیگا تاکہ اُس مدّت کے اندر اندر تسخیرِ کائنات کے متعلق جو فرائض تم پر عائد ہوتے ہیں ان کو بوجہ احسن پورے کرسکو اس کے بعد تمہیں مُہلت نہ مل سکے گی۔ وہ خدائے عظیم اپنے قانون کی تجویز وتدبیر خود کرتا ہے (تاکہ تم انسان اس کو بتمام وکمال سمجھ کر اس کے مطابق چلتے رہو) اور آیات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تمام انسانوں کو یقین ہو جائے کہ ایک دن ضرور یقینی طور پر آنے والا ہے جب کہ تمہاری ملاقات تمہارے پروردگار سے ہوگی (اور وہ پروردگار اُس دن مقصدِ پیدائش کائنات کے پورا ہو جانے کی پوری توقع تم انسانوں سے رکھے گا)۔

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ○ (۶ : ۱۵۴)

پھر اے لوگو! ہم نے موسیٰ کو قانونِ الٰہی دیا جو ہر سے کا پورا بہترین احکام پر مشتمل تھا اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے ہر شے کی تفصیل دیتا تھا اور ہدایت اور رحمت کا سرچشمہ تھا تاکہ لوگ اپنے پروردگار سے ایک نہ ایک دن کی ملاقات پر ایمان رکھ کر راہِ راست پر گامزن ہو جائیں۔

قرآن حکیم کی ان جلیل القدر آیات کے مطالعے کے بعد کیا دنیا کا سب سے بڑا اور مغرور سائنسدان یا کوئی ذلیل مغرب زدہ مسلمان یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ قرآن ایک پرانی کتاب ہے!!

روز قیامت اور انجام کائنات

الغرض روزِ قیامت کے واقع ہونے کا ایک مقصد اگر بنی نوع انسان کے حق میں اُس کی باقی ماندہ سزا و جزا کو پُورا کر کے خدا کے بے مثال کو کامل طور پر عادل ثابت کر دینا ہے تو اُس سے بہت زیادہ اہم مقصد بندے کی اپنے پروردگار سے ملاقات ہے۔ جس ملاقات کے دوران میں خُدا انسان سے دست بدست مصافحہ کر کے اُس گندے پانی سے پیدا کی ہوئی مخلوق کو جس میں اُس نے اپنی رُوح پھونکی تھی : وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ۝ (۲۹:۱۵ ، ۳۸ : ۷۲)[۱] اُس کی ہزار ہا یا لاکھ ہا برس کی جدّوجہد کے بعد تسخیر کائنات کے عظیم الشان کارنامے کے پیشِ نظر اپنی طرف سے شاباش دے گا اور کیا عجب کہ اُس عظیم الشان دن کو خدائے لایزال کی رحمت اور رافت اس جوش میں آئے کہ خُدا اور انسان آپس میں بغل گیر ہو جائیں اور انسان کی رُوح خُدا کی رُوح سے مل کر ایک ہو جائے! اور ابدالآباد تک انسان کا یہ کارنامہ صفحہ کائنات بلکہ لامکان پر ایک دائمی نقش چھوڑ جائے!! بلکہ ثابت ہو جائے کہ خدا نے اپنی روح انسان میں اسی لئے پھونکی تھی کہ اس میں ربّانی صفات بدرجہ اتم پیدا ہو جائیں اور اب کہ وہ صفات پیدا ہو چکیں انسان مظہر خدا

۱۔ تمام آیت یوں ہے فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سجدین ۝ فسجد الملئکۃ کلھم اجمعون۔ (۱۵:۲۹۔۳۰، ۳۸:۷۲۔۷۳) یعنی پھر جب میں نے انسان کو (لاکھوں برس کے ادنیٰ حیوانوں سے نوعی ارتقاء کے بعد کچھ اپنی مرضی کے مطابق اور کچھ اس کی اپنی شان کے مطابق) برابر کر لیا اور (یہی نہیں بلکہ اس کے اعضا کو درست کرنے کے بعد اپنی روح اس میں پھونک دی تو تم سب کے سب فرشتے (جو دراصل میری کائناتی قوتیں ہو اس انسان کے سامنے سر جھکائے ہوئے (قطاروں) میں کھڑے ہو جانا' (کیونکہ بالآخر یہی انسان تمام کائناتی قوتوں کو اپنے فہم و ادراک کے زور سے مطیع کر کے رہے گا۔ اسلئے اس کے آگے اب سجدہ میں کوئی مضائقہ نہیں) تو سب ملائکہ نے بالاتفاق اس کے آگے سجدہ کیا (ایک بدبخت شیطان نے سجدہ سے انکار کیا اور وہ آج تک اس کو گناہوں کا چسکہ دیکر بدراہ کر رہا ہے ایک دوسری جگہ ہے ثم سوىہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافدۃ قلیلا ماتشکرون ۝ (۳۲۔۹) یعنی انسان کو برابر کیا اور اس میں خدا نے اپنی روح پھونک دی اور تمہارے لیے کان' آنکھ اور ذہن دیئے۔ افسوس تم ان کی بہت تھوڑی قدر کرتے ہو۔

ہی نہیں رہا بلکہ خود خدائے لم یزل کی رُوح کے اندر حلول ہوکر ایک اور لاشریک اس طرح پر ہو گیا کہ اُن میں کوئی فرق باقی نہیں رہا!

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۲۳:۱۴)

تو بڑا عظیم ہے وہ خدا جو بہترین پیدا کرنے والا ہے!

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد

روزِ قیامت کے واقع ہونے کی یہ توجیہ اس قدر راہم اس قدر یقین انگیز اور مہتم بالشان ہے کہ خدا صحیفہ کائنات اور انسان کے اس دُنیا میں ظاہر ہونے کا یہ بے مثال تماشا جو لاکھوں سال سے چل رہا ہے اور لاکھوں برس تک اور چلتا رہے گا، پورے طور پر سمجھ میں آجاتا ہے اور انسان حیران ہو جاتا ہے کہ محمدؐ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس پر ہوشمند دُنیا لاکھوں برس تک تحسین و آفرین کے نعرے لگاتی رہے گی، خدائے لم یزل کے بارے میں حسب ذیل حدیث کائنات کی پیدائش کے اندرونی راز کو یکسر کھول دیتی ہے:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا (صحیح بخاری)

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا (جس کی قدر و قیمت کو سمجھنے والا کوئی متنفس نہ تھا) اور اگر یہی صورت حال رہتی تو میری ہستی کو کون محسوس کرتا؟ مجھے کون جانتا؟ کون پہچانتا؟ بالآخر میری بے چین طبیعت اس خموشی اور جمود، اس گمنامی اور خمول کو باوجود غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ اور کامل طور پر بے نیاز ہونے کے برداشت نہ کر سکی اور میں نے پسند کیا کہ پہچانا جاؤں۔ پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا!

نہیں، بلکہ اس حدیث سے انسان کی سمجھ میں پُورے طور پر آجاتا ہے کہ یہ ڈرامہ لاکھوں برس سے کیوں کھیلا جا رہا ہے؟ اس عظیم الشان کھیل کی وجہ کیا اور اس کا محرک کون ہے؟ اس کی تہ میں کیا ہوشربا ستم ظریفی ہے تجزیہ و تدبیر کی بلند نگاہی کے ساتھ ساتھ انسان کے

اندر اپنی رُوح پھُونکنے کی کیا طرب انگیز طُرفہ کاری ہے؟ کارخانۂ فطرت کو پیدا کرنے کے ہوش پاش تکلف کے بعد اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے انسان کو اپنے تک پہنچا کر ایک کر دینے کی کیا نشاط افزا بازیگی اور (خاکم بدہن!) طفل کرداری ہے؟ اور پھر مکان کے اس طلسم نما ہنگامے کو مٹانے کے بعد لامکان میں **ابدالآباد تک وحدہٗ لاشریک کا قیام** سرمدی غنا و حیا کا کیا دلآویز تماشہ ہے جس پر انسان اپنے مِٹ جانے کے بعد بھی ابدالآباد تک سر دھنتا رہے گا! خدا کی جناب سے روزِ قیامت کو کفر بکنے کی سزا کچھ بھی ملے لیکن تذکرہ کا مصنّف اس لاکھوں برس کے ڈرامے کی ستم ظریفی کو دیکھ کر حسب ذیل شعر کہنے پر مجبور ہو گیا تھا:-

جو بے نیاز حقیقت میں ہے دو عالم سے
تو پھر بتا کہ یہ ہنگامہ چار سُو کیا ہے☆!!

انسانی عمل کا منتہا اتحادِ عالم، تسخیرِ کائنات اور بالآخر ملاقاتِ خدا ہے

خدائے لم یزل کے مطلق طور پر برحق ہونے اور اس کے بعد صحیفۂ فطرت اور روزِ قیامت کے عارضی طور پر برحق ہونے کی اس بحث و تمحیص کے بعد جو اُوپر گزر چکی، عیاں ہو جاتا ہے کہ دینِ اسلام میں انسانی سعی و عمل کی جولانگاہ کس قدر وسیع ہے۔ انسان کے لئے خدا تک پہنچنے کا وسیلہ کس قدر انوکھا اور اس کا میدانِ عمل کس قدر بیکراں ہے۔ ملاقاتِ خدا کے مقام منبع تک پہنچنے کے لئے پہلا مرحلہ انسان کی بکھری ہوئی اور انتشار زدہ نوع کو غلبہ کے زور سے ایک کر دینا ہے تاکہ پوری نوع صحیفۂ فطرت کی مکمل تسخیر میں لگ جائے اور رنگ، نسل،

☆ مطلب یہ کہ معاذاللہ تو بے نیاز بھی نہیں بلکہ ہم انسانوں کی طرح ہی حاجتمند ہے کیونکہ تو نے اپنے آپکو دکھلانے کیلئے یہ کارخانہ فطرت پیدا کیا۔

قوم، سرمایہ داری، مذہب، وطن، جغرافیائی حدود وغیرہ کی پیدا کی ہوئی تفریقیں باقی نہ رہیں۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے خُدا کی "عبادت" کا صحیح مفہوم واضح کیا گیا، اعمالِ عاجلہ اور اعمالِ آخرۃ کی لِم واضح کی گئی، شرک کا صحیح مقصد واشگاف کر دیا گیا، الصّلوٰۃ، الزکوٰۃ، صیامؔ حجؔ وغیرہ موسوم شعائرِ اسلام کی حکمت کی توضیح کی گئی اور بتایا گیا کہ اُن کی فرضیت سے مقصود چار دانگ عالم میں ایک ایسی مستعد اور چاق چوبند جماعت پیدا کرنا ہے جو روئے زمین پر غالب آ کر بلکہ خون سے ہولی کھیل کر بنی نوع انسان کو ایک کر دے تاکہ سب سے پہلے ان میں باہمی جنگ و جدال کا مہلک اور خانہ بر انداز عارضہ باقی نہ رہے۔ وہ جماعت بذاتِ خود اس بلند اخلاق اور بلند کردار کی مالک ہو کہ دُنیا کی سب قومیں اس میں شامل ہونے پر ادنیٰ اعتراض نہ کر سکیں۔ اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر ایماندار اور عابدِ خدا متنفّس کے متعلق كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ (۲:۲۱۶) اور فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (۹:۱۱۱) کی حکمتِ عملی کی وضاحت کی گئی کہ وہی جماعت رُوئے زمین پر چھا کر بنی نوع انسان کو ایک اُمّت کر سکتی ہے جس میں قتال بالسّیف کرنے کی فضیلت بدرجہ اتم موجود ہو۔ نری اللہ اللہ کرنے والی یا رام رام جپنے والی جماعت اس بلند مقصد تک نہیں پہنچ سکتی۔ اُدھر دُنیا کو محض شیطان کار ابلیس کی جادوگری بتلا کر خُدا کے ملازم کو نرے اس دھندے میں پھنسا دینا کہ تم خواہشات نفسانی کی فریب دہی سے بچ کر صرف "نیک کاموں" میں لگے رہو، نرے رحم کرنے والے، محبّت کرنے والے خیرات کرنے والے، تسبیح پھیرنے والے وغیرہ وغیرہ بن جاؤ اور اس دُنیا کو مُردار سمجھ کر اس سے متنفّر رہو۔ یہی وہ مہلک اور گمراہ کن تعلیم تھی جس سے خُدا کے پیدا کئے ہوئے عظیم الشان صحیفۂ فطرت کی صریح توہین ہوتی تھی اور تسخیر کائنات کا اصلی مقصد قطعی طور پر باطل ہو جاتا تھا اس لئے از روئے اسلام قطعی طور پر واضح کر دیا کہ دنیا میں (خدا کے بعد) صرف ایک ہی حقیقت

ہے اور وہ صحیفہ فطرت ہے۔ اس کی ہر شے راہ راست پر چل رہی ہے۔ یہ تمام صحیفۂ فطرت صرف انسان کی بہتری اور ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ اس کی ہر شے کے طرز عمل سے ہدایتیں اور اشارے لے کر اس پر غالب آئے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان ہے اس پر اپنا جسمانی قبضہ کرتا جائے تاکہ بالآخر کروڑ در کروڑ آسمانی کروں پر جو فضائے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اور ویران پڑے ہیں اس کا قبضہ ہوتا جائے اور اشرف الخلق انسان کی فضیلت باقی تمام مخلوق پر عیاں ہوتی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ انسان اپنے ارتقائے اعضا کے باعث اس سے بہتر نوع اسی طرح بنتا جائے جسطرح کہ اس نے ادنیٰ حیوانوں سے لاکھوں برس میں ارتقا کرتے کرتے موجودہ شکل و صورت اختیار کی ہے۔ الغرض پچھلی تمام بحثوں کا لب لباب یہ ہے جو بیان ہوا۔ اور یہی وہ دستور العمل تھا جس پر چل کر مسلمان قرون اولیٰ میں فاتح عالم بن گئے تھے! فتدبر۔

اسلامی فلسفہ عمل

اسلامی فلسفہ عمل کے متعلق مزید ہدایات حسب ذیل آیات قرآنی میں ہیں جو سلسلہ وار یہاں پیش کر دی جاتی ہیں۔

۱۔ انسان کی سعی کس حد تک ہونی ضروری ہے، اس کے متعلق خدا کہتا ہے کہ ہم انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ "طاقت" کا معیار یہ ہے کہ انسان کی جسمانی صحت کو مدنظر رکھ کر اس سے زیادہ عمل کرنے کی گنجائش اس کے اعضا میں نہ ہو:۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (۲:۲۸۶)۔

خدا کسی شخص کو اس کی طاقت کی حد سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اس کو جو اس نے کمایا مل جائے گا اور بری یا اچھی جو اس نے کمائی کی اس کا وہ ذمہ دار ہے۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۶ : ۱۵۲)۔

اور لوگو! پیمانوں کو پورا بھر کر دو اور ترازو کو سیدھا کر کے تولو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝ (۲۳ : ۶۲-۶۳)۔

اور ہم کسی شخص کو اس کی حدِ استطاعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے (اس حدِ استطاعت کا معیار یہ ہے کہ) ہمارے پاس (ہر شخص کی وسعت عمل کے متعلق) ایک تحریر موجود رہتی ہے جو (اس کی انتہائی سعی اور قلبی نیت کا) ٹھیک ٹھیک حال بتاتی رہتی ہے اور (اس اندازہ کے لگانے میں، لوگوں پر) قطعاً کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جاتا۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کے دل (خدا کے ان عظیم المنفعت معمول سے) غفلت میں پڑے رہتے ہیں، اور (اسی غفلت اور بے توجہی کے باعث) ان کے اعمال بھی ان متذکرہ صدر احکام (۲۳ : ۵۳ - ۶۱) کے علاوہ کچھ اور کے اور ہوجاتے ہیں۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا (۶۵ : ۷)۔

اللہ کسی متنفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُس کی جو اس کو دے رکھا ہے۔

۲۔ کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کو نہیں اُٹھائے گا، انسان کو اتنا ہی ملے گا جتنا کہ اُس نے سعی کی، کوشش کی مقدار سے کم کسی کو نہ ملے گا۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (۳۵ : ۱۸)۔

اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کے بوجھ کو نہ اُٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھل شخص کسی دوسرے کو اس کا بوجھ اُٹھانے کے لئے بلائے تو خواہ وہ اس کا عزیز بھی ہو اس کا بوجھ اُٹھایا نہیں جائے گا۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (۶ : ۱۶۵)۔

اور ہر نفس جو کچھ کرتا ہے اس کی ذمہ داری اُسی پر ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کے بوجھ کو نہیں اُٹھائے گا۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ وَاَنَّ سَعْيَهٗ
سَوْفَ يُرٰىۙ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰىۙ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰىۙ

(۵۳: ۳۸-۴۲)

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے بوجھ کو نہ اٹھائے گا اور مسلّم بات یہ ہے کہ انسان کو کچھ نہیں ملے گا سوائے اس کے جس کی اس نے کوشش کی اور صرف اس کی کوشش ہی کو دیکھ کر پوری پوری جزا دے دی جائے گی اور انسان کی انتہا تیرے پروردگار تک ہی ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖۚ وَاِنَّا لَهٗ
كٰتِبُوْنَ (۲۱: ۹۴)

جو شخص ایمان والا ہو کر کوئی صالح عمل کرے گا تو اس کی کوشش رائگاں نہ ہوگی اور ہم اس کی خاطر اس کی کوشش کو لکھ لیتے ہیں۔

مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (۱۷: ۱۹)

اور جس شخص نے آخرت کا ارادہ کر لیا (یعنی انجام بخیر کرنے کا عزم کر لیا) اس حالت میں کہ وہ ایمان رکھتا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش بارور ہوگی۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَاۚ وَلَا
تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۚ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (۱۷: ۱۵)

جس نے ہدایت پکڑی تو وہ صرف اپنے نفس کے فائدے کے لئے پکڑتا ہے اور جو گمراہ ہو گیا وہ نفس اس گمراہی کا ذمہ دار ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے بوجھ کو نہ اٹھائے گا۔

۳۔ اگر کوئی شخص غلط کام کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، نادانی سے برا کام کرے اور پھر درست ہو جائے تو معاف کیا جاتا ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲: ۱۷۳)

تو جو شخص باغی نہ ہو کر نہ مُصر ہو کر کسی گناہ کرنے پر مجبور کر دیا گیا تو اس پر کوئی گناہ عائد نہ ہوگا۔ بے شک خدا بڑا پردہ پوش اور رحیم ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۶: ۱۱۵)

توجو شخص کسی گناہ کے کرنے پر اُس حالت میں کہ وہ نہ باغی ہے نہ مُقصّر مجبور کر دیا گیا تو بے شک خُدا بڑا بخشش کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (۶ : ۱۴۵)۔

توجو شخص نہ باغی ہو اور نہ گناہ پر اصرار کرے اگر وہ کسی گناہ کے کرنے پر مجبور کر دیا گیا ہے تو تیرا پروردگار اس کو بخشنے والا رحیم ہے۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (۱۶ : ۱۱۹)۔

پھر تیرا پروردگار ان لوگوں کا حامی ہے جنہوں نے ناسمجھی میں کوئی برائی کی اور پیچھے تائب ہو گئے اور درست بھی ہو گئے تو اس کے بعد خُدا ضرور ان پر رحم کر کے ان کو بخش دیگا۔

أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (۶ : ۵۴)۔

بے شک تم میں سے جس شخص نے کوئی برائی نادانی سے کی اور اس کے بعد توبہ کر لی اور درست ہو گیا تو پھر بے شک خدا بھی بڑا پردہ پوش اور رحم کرنے والا ہے۔

۴۔ خُدا سے ڈرنے والے کون لوگ ہیں:۔

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ○ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ○ (۳ : ۱۳۴-۱۳۶)۔

اور خدا سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں (۳ : ۱۳۴) جو خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں حتی الوسع ایثار مال کرتے ہیں، اپنے غصے کو تا بحد امکان روکتے، اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرتے رہتے ہیں، اور خُدا بھی ایسے ہی حسن عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ ایسے نیک نیت اور نیک باطن ہیں کہ اگر بہ تقاضائے بشریت مغلوب النفس ہو کر کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں، یا

کوئی اور بیجا بات کر کے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتے ہیں تو معاً خدا کا حس اپنے اندر تازہ کر کے اپنی خطا پوشی کی درخواست کرتے ہیں اور خدا کے سوا خطا پوشی کا سزاوار بھی کون ہے اور پھر جب تک ہوش و حواس قائم ہیں اس قصور کو دُہراتے نہیں ۔ یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ خدا کے ہاں سے مغفرت ہے اور مغفرت کے علاوہ وہ خوشگوار باغوں کی حکومت جن کے میدانوں میں دریا بہ رہے ہونگے وہ ان میں ایک مدت مدید تک رہیں گے اور نیک عمل کرنے والوں کا اجر کیسا ہی اچھا ہے ۔

۵ ۔ توبہ کن لوگوں کی قبول ہوتی ہے :۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولٰٓئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰىٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ (۴ : ۱۷-۱۸) ۔

اے لوگو! خدا توبہ قبول کرنے والا تو بڑا ہے (۴ : ۱۶) مگر انہی لوگوں کی جو محض نادانی سے کوئی بری حرکت کر بیٹھے اور بعد ازاں معاً اپنی غلطی کا اندازہ کر کے اس سے تائب ہو گئے ۔ تو خدا بھی ایسوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور وہ انسان کی دلی نیتوں کو بڑا جاننے والا اور انسانی مصلحتوں کو بڑا سمجھنے والا ہے ۔ اور یہ کوئی توبہ تو ہے نہیں کہ لوگ عمر بھر برے کام کرتے رہے اور اصلاح کی متعلق سعی نہ کی یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوتی تو ایک رسمی طور پر اور خدا کو دھوکا دینے کے لئے کہہ دیا کہ اب میری توبہ ۔ علیٰ ہذا القیاس وہ جو مرتے دم تک احکام خدا سے عملاً منکر رہتے ہیں اور یہ رسمی توبہ بھی نہیں کرتے اسی فہرست میں داخل ہیں ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ (۴۲ : ۲۵) ۔

خدا وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں سے درگذر

کتنا ہے اور جو تم کر رہے ہو اس کو خوب جانتا ہے۔

۶۔ انسان اپنے عمل میں کلیتہً آزاد ہے۔ وہ اگر چاہے صحیح راستہ پکڑ لے یا غلط رستے پر جائے۔ اسی لئے وہ اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (۱۸: ۲۹)

اور اے پیغمبر! تم (بے دھڑک) کہہ دو کہ سچائی (جو تمہارے پاس آئی ہے) تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ تو جو چاہے اس پر ایمان لائے (اور اس کے مطابق عمل کرے) اور جو چاہے اس سے انکار کر دے۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ (۷۸: ۳۹)

تو جو چاہے وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے کا راستہ پکڑ لے۔

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ (۸۰: ۱۱)

خبردار رہو بے شک یہ قرآن عبرت اور نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت پکڑ لے۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ (۷۳: ۱۹، ۷۶: ۲۹)

بے شک یہ قرآن عبرت اور نصیحت (پکڑنے والی کتاب) ہے۔ تو جو چاہے وہ اپنے پروردگار کی طرف (جانے) کا راستہ پکڑ لے۔

۷۔ انسان یہاں تک اپنے افعال میں آزاد ہے کہ خدا بھی وہی چاہتا ہے جو انسان چاہتا ہے: خدا کہتا ہے کہ اگر تو اس بُرے فعل کو کرنا چاہتا ہے تو میری مرضی بھی یہی ہے کہ تو اُس کو کرے کیونکہ اگر یہ نہ کروں تو تو اپنے فعل کا مکمل طور پر ذمہ دار کیسے ہوگا:۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (۷۶: ۳۰)

اور (اے انسانو!) تم اپنے فعل و عمل میں اس قدر (آزاد ہو کہ) تم کوئی چیز چاہتے ہی نہیں مگر یہ کہ وہی شے خدا تمہارے واسطے چاہتا ہے (یعنی اگر اپنا بُرا چاہو تو تمہیں روکتا نہیں کیونکہ پھر تمہیں سزا کیونکر دے) بے شک خدا (اپنے بندوں کے اعمال سے) بڑا باخبر اور (جزا و سزا کے بارے میں) بڑا صاحب حکمت ہے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ

الْعٰلَمِيْنَ ○ (۸۱ : ۲۹)

اُس شخص کے لئے جو تم میں سے چاہے کہ میں سیدھا ہو جاؤں (سیدھی راہ پر آجائے کی پوری آزادی ہے) اور (دراصل حالت تو یہ ہے کہ) تم لوگ کوئی شے (بُری یا بھلی) اپنے لئے چاہتے ہی نہیں مگر یہ کہ دونوں جہاں کا پروردگار بھی تمہارے لئے وہی چاہتا ہے جو تم چاہتے ہو (تاکہ تم اپنے کئے کے ذمہ دار پورے طور پر بن جاؤ)۔

۸۔ لیکن اپنی مشیت میں (یعنی جہاں تک خدا کا اپنا منشا کسی امر کے متعلق ہوتا ہے) خدا انتہائی طور پر باریک بین ہے اور نہایت غور و احتیاط سے کسی بات کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے :۔

اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ (۱۲ : ۱۰۰)

بے شک میرا پروردگار جو چاہتا ہے اس کے متعلق انتہائی طور پر باریک بین ہے کیونکہ وہ بے شک بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے۔ (سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتا ہے)۔

اسی وجہ سے خدا کی مشیت کسی شے کے بارے میں اٹا سٹا نہیں، وہ وہی فیصلہ کرتا ہے جو بہر حال نہایت مناسب اور صحیح ہو :

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (۳۴ : ۳۶)

اے پیغمبر! کہہ دے کہ بے شک میرا پروردگار جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے رزق کی فراخی عطا کر دیتا ہے یا اس کو اندازہ کے مطابق دیتا ہے لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے (کہ یہ قبض و بسط کس قانون کے مطابق ہوتا ہے)۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (۳ : ۲۶)

(اے میرے پروردگار!) تو جس کو مناسب سمجھتا ہے اس کو سلطنت عطا کر دیتا ہے اور جس سے مناسب سمجھتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے اور جس کو تو حق بجانب

سمجھتا ہے عزت اور جس کو حقدار سمجھتا ہے ذلت دے دیتا ہے (دنیا کی)
بھلائی تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے (کیونکہ) بے شک تو ہی ہر بات پر قادر ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(٣ : ٦)

وہ وہ پاک ذات ہے جو ماں کے پیٹ کے اندر جس طرح مناسب سمجھتا ہے تمہاری شکل بنا دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق اطاعت نہیں اور وہ بڑا غالب اور بڑا باحکمت خدا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (١٦ : ٩٣)

اور اگر خدا اپنی مرضی کرتا تو ضرور تم انسانوں کو ایک اُمت بنا دیتا۔ لیکن وہ جس کو مناسب سمجھتا ہے راہِ راست سے بھٹکا دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور تم ضرور (ایک نہ ایک دن) اپنے اعمال کے متعلق پُرسش کیے جاؤ گے۔

وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ (٢ : ٢١٣)

اور خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔

وَتَرْزُقُ مَن تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (٣ : ٢٧)

اور تو جس کو مناسب سمجھتا ہے بے حساب دے دیتا ہے (کیونکہ تو سمجھتا ہے کہ وہ اس کا ناجائز استعمال نہیں کرے گا۔

يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (٢٤ : ٤٥)

خدا جس مخلوق کو مناسب سمجھتا ہے پیدا کر دیتا ہے اور وہ بے شک ہر بات پر قادر ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ۝ (٣٥ : ٢٢)

زندہ قومیں مردہ قوموں کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ بے شک خدا جن لوگوں کو مناسب سمجھتا ہے سننے (اور اطاعت کرنے) کے قابل بنا دیتا ہے۔ اور اے محمدؐ! تو ہرگز ان (عرب کے بدھو لوگوں) کو جو اپنی غفلت کے باعث قبروں میں پڑے ہوئے ہیں کوئی نصیحت سنا نہیں سکے گا۔

منتہائے عبادت خدا اور مفہوم نجات انسانی

لیکن اس تمام آزادی عمل کے باوجود جو دین اسلام نے انسان کو دی اور اس تمام اوقائے قسط و عدل کے ہوتے ہوئے جو خدائے عظیم نے انسانی سزا و جزا کے بارے میں اختیار کر کے انسان کو مطمئن اور متحرک کر دیا، خدا نے انسان کو روزِ قیامت تک اپنا پابند بنا کر سرگرم عمل رکھنے کے لئے واضح کر دیا کہ خدا کا دست قدرت تمام انسانی مساعی پر مکمل طور پر حاوی ہے نرا انسانی عمل انسان کو اپنی **نجات کی آخری منزل** تک نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ خدا کی لطف و رحمت بہرحال اس کے شامل حال نہ ہو۔

أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلْخَٰلِقُونَ ۝ نَحْنُ
قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ ٱلْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ عَلَىٰٓ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَٰلَكُمْ وَ
نُنشِئَكُمْ فِى مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْأُولَىٰ فَلَوْلَا
تَذَكَّرُونَ ۝ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ
ٱلزَّٰرِعُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ
بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ۝ ءَأَنتُمْ
أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا
فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۝ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى تُورُونَ ۝ ءَأَنتُمْ
أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنشِـُٔونَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنَٰهَا تَذْكِرَةً وَ
مَتَٰعًا لِّلْمُقْوِينَ ۝ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ۝ (۵۶ : ۵۸ - ۷۴)

(اے لوگو!) بھلا غور کرو کہ یہ منی کے قطرے جو تم (عشق و ولولے سے اپنی عورتوں کی شرمگاہوں میں) ڈالتے ہو کیا (اس پلید اور بدبودار منی سے ایک پاکیزہ صورت اور احسن الخلق) انسان کا بچہ تم بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔ (اے لوگو!) ہم ہی نے تم لوگوں میں موت پیدا کر رکھی ہے، اور ہم سے کوئی اس بات میں بھی بازی جیت کر نہیں لے جا سکتا کہ ہم تمہاری (جسمانی) شکلوں کو یکسر بدل دیں اور تم کو

(سرتاپا ایک) ایسی (کریہ الخلق) شے بنا دیں جس کا تم کو علم ہی نہیں۔ اور تم نے (پیدائشِ زمین و آسمان کے متعلق) ہماری سعی اوّل کو دیکھ ہی لیا ہے (کہ کسقدر مبہوت کن ہے) تو کیا تم اس سے عبرت پکڑ کر لرز نہیں جاتے (کہ اگر خدا تمہاری ہئیت ہی بدل دے پھر تم کیا کر سکو) (اچھا دیکھو) تم لوگ جو زمین میں ہل جوت کر اس میں دانے سے بکھیر دیتے ہو، کیا ان کو لہلہاتی ہوئی کھیتی بنا دینا تم کر رہے ہو یا ہم کر رہے ہیں۔ ہم چاہیں تو (اسباب پیدا کر کے پکنے سے پہلے) اس کو چورا چور کر دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم تو تاوان میں آ گئے۔ بلکہ ہمارے تو نصیب پھوٹ گئے (تو پھر سوچو کہ تم کہاں کے عامل بنے بیٹھے ہو)۔

(بھلا دیکھو تو) یہ پانی جو تم پیتے ہو کیا بادل سے اس کو تم نے برسایا ہے یا ہم برساتے ہیں۔ ہم چاہیں تو اس کو ایسا کھاری کر دیں کہ زبان پر بھی نہ رکھ سکو تو پھر تم کیوں قدر نہیں کرتے۔

بھلا یہ آگ جو تم سلگاتے ہو (اور اپنے زعم میں سلگانے والے بنے بیٹھے ہو) اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں۔ ہم ہی نے اس کو تمہارے لئے ایک مجسمہ عبرت اور داستانِ وعظ و نصیحت بنا رکھا ہے اور ہم ہی نے غیر آباد راہوں میں اس کو مسافروں کا رہنما بنایا ہے۔ تو (اے محمدؐ! خدا کے اس کمالِ قدرت کو پیشِ نظر رکھ کر) اسی ربِّ عظیم کے نام کی بڑائی کرتے رہا کرو۔ (دہی ہر عمل کا مسبب اعلیٰ ہے۔ انسان کا جزوی اختیار اس کی قدرتِ کاملہ کے بالمقابل ہیچ ہے)

اسی خدا کے دستِ قدرت کو انسان کے دل میں بٹھانے نہیں بلکہ ملاقاتِ خدا کے نصب العین کو محکم طور پر دل نشین کرنے کے لئے خدا کو مالکِ نفع و ضرر بتلا کر غیر خدا کی ملازمت سے برگشتہ ہو جانے کی مدلّل ترغیب دی:

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (۵:۷۶)

اے محمدؐ! لوگوں سے کہو کہ کیا تم خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی غلامی کر رہے ہو جن کے اختیار میں تمہارا نفع و نقصان کچھ بھی نہیں (حتیٰ کہ اس کے سمجھنے

اور جاننے کی صلاحیت ہی نہیں) اور خدا ہی تمہاری آرزوؤں کو بڑا سمجھنے والا
اور خواہشوں کا بڑا علم رکھنے والا ہے۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (۲۱: ٦٦-٦۷)

(ابراہیمؑ نے) جواب دیا کہ کیا تم خدا کو چھوڑ کر اُن بتوں کے بندے بنے ہو جو نہ تمہیں کچھ فائدہ ہی پہنچا سکتے ہیں، نہ تمہارے نقصان پر کچھ اختیار رکھتے ہیں۔ تُف ہے تم پر اور صد حیف ہے تم ذی شعور انسانوں کی عقل پر اور ان چیزوں پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کہ تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۗ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۗ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ۗ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ (٦: ۷۱-۷۳)

اے محمدؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ اے نادانو! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کو اپنی مدد اور کارسازی کے لئے بلائیں جو ہمیں نہ کچھ فائدہ دے سکتی ہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ کیا تم اس بات کے خواہشمند ہو کہ ہدایت حاصل ہونے کے پیچھے ہم پھر اُلٹے پیروں گمراہی کی طرف لوٹ آئیں اور اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کو انسان نما شیطانوں کے کسی گروہ نے غلط پتہ دے کر راہِ راست سے بھٹکا دیا ہو اور وہ چاروں طرف بیابان میں حیران و پریشان پھر رہا ہو۔ اس کے ساتھی اس کو راہِ راست کی طرف پکار پکار کر بُلا بھی رہے ہوں کہ چلے آؤ مگر وہ کسی کی ایک نہ سُنتا ہو۔ انہیں کہہ دو کہ خدا کی دی ہوئی ہدایت اور اُسی کا بتایا ہوا رستہ ہی اصلی رستہ ہے اور ہم کو تو یہی حکم ملا ہے کہ اس رب العٰلمین کے آگے سرِ اطاعت خم کر دیں۔ اور نماز پر قائم رہیں اور اُسی سے ڈریں کیونکہ اُسی کے رُو برُو ہم نے

جوابدہی کے لئے جاتا ہے۔ وہی اس قدر با اختیار ہے کہ اس نے
آسمانوں اور زمین کے اس حیرت انگیز کارخانے کو برحق پیدا کیا اور جس دن
اس کارخانے کو بند کرنا چاہے گا۔ بند کر دے گا۔ یہ اس کا برحق وعدہ ہے۔
جس دن صُور پھونکا جائے گا حکومت اسی کی ہوگی۔ وہ عظیم الشان ذات بینا ئے
نہاں وعیاں ہے۔ بڑا صاحبِ حکمت اور بڑی باخبر ذات ہے۔

(۲:۱۱۷) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

اے لوگو! وہ ربّ قدیر آسمانوں اور زمین کے اس محیر العقول کارخانے کا مُوجد
ہے۔ وہ اس قدر صاحبِ قدرت ہے کہ جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے
تو بس کہہ دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔

اِن تمام قرآنی ہدایات کے بعد انسان کی مالکِ زمین و آسمان سے **دل بستگی کا مدعا** واضح ہو جاتا ہے۔ وہ مُدعا آج کل کے "عبادت" کے مروّجہ معانی (یعنی گوشوں میں بیٹھ کر تسبیحیں پھیرنا) لیکر یا اُداس چہرے بنا کر زاہد اور پارسا بنے رہنا یا خُدا کے مالک نفع و ضرر ہونے کی وجہ سے "فضلِ خُدا" کی دُعائیں کرتے رہنا ہرگز نہیں بلکہ **روزِ قیامت کو مالکِ نفع و ضرر خُدا کی ملاقات کے اہل بن جانے** کے لئے تسخیرِ کائنات کا بے پناہ عمل دن رات کرتے رہنا اور اس سے پہلے بنی نوعِ انسان کو ایک اُمّت بنانے کی شبانہ روز سعی کرتے رہنا ہے۔
جب تک سعی و عمل کا یہ بلند اُفق انسان کے پیشِ نظر نہ ہو دینِ اسلام کی رُو سے **خُدا کی عبادت ہرگز نہیں ہوئی**۔ نہ وہ خُدائے عظیم جس نے اپنے متعلق **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ** ۝ (۵۵:۲۹) کے الفاظ کہے ہیں یعنی "میں ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف ہوں" اور اس لئے انسان سے بھی مسلسل عمل کی توقع رکھتا ہوں، کسی عنوان سے اُن جاہل لوگوں کو اپنا عابد قرار دے سکتا ہے جو
خُدا کے مالکِ نفع و ضرر ہوتے سے ڈر کر سہمے ہوئے گوشوں میں اللہ اللہ کر رہے ہوں!!

خُدائے عظیم نے خُدا کی عبادت کرنے والوں کو حتماً **تمام روئے زمین کا بادشاہ**

حسبِ ذیل الفاظ میں قرار دیا تھا۔ یہ ہرگز کہیں نہ کہا تھا کہ خُدا کے عابدوں میں جو کمبل اوڑھ کر اور سر نیچے کر کے دن رات غُوں غُوں کرتے رہتے ہیں اور تنکا دُہرا نہیں کر سکتے۔ نہیں بلکہ کتبنا کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ قرآنی فیصلہ **قطعی اور آخری** ہے:-

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝
إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ۝
قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ (۲۱: ۱۰۵-۱۰۸)

اور ہم زبُور میں تمام احکام کی ضرُوری شرح و بسط کے بعد یہ بات قطعی طور پر فیصلہ کر چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے صالح العمل بندے اور ملازم ہی ہیں۔ بلاشُبہ اس میں ہماری ملازم قوموں کے لئے ایک اہم پیغام موجُود ہے۔ اور اَے محمدؐ! ہم نے تم کو اسی غرض و مطلب کے لئے بھیجا ہے کہ تمام اقوامِ عالم کو ان کی سلامتی اور بقا کے اصُول سے مطلع کر کے ان کے لئے باعث رحمت بن جاؤ۔ انہیں کہہ دو کہ میری طرف تو یہی بات وحی کی گئی ہے کہ اَے لوگو! تُمہارا حاکمِ اعلیٰ وہی ایک خُدا ہے۔ تو کیا تُم اس کو صحیح معنوں میں خُدا تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو۔

الغرض مالکِ نفع و ضرر خُدا کا بنی نوع انسان کو "اپنے ساتھ لگائے رکھنا" ایک بہت بڑی غرض و غایت سے تھا۔ یہ عظیم الشان غرض کائنات کے اس لاکھوں برس کے چلائے ہُوئے تماشے کو آخری منزل تک پہنچا کر اس کو خوش اسلوبی سے ختم کرنے کی غرض و غایت تھی۔ "آخری منزل یہی صحیفۂ فطرت کو فنا کرنے کے بعد وہی بنی نوع انسان کا خُدا سے مل کر ایک ہو جانا اور وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (۵۵: ۲۷) کا جلال انگیز سماں پیدا کرنا تھا۔ خدائے عظیم نے اسی تخیّل کو سامنے رکھ کر اور بنی نوع انسان کو مکمل طور پر اپنا ملازم بلکہ مجسمۂ سعی و عمل بنانے کے لئے دھمکی دی تھی کہ اگر تم صحیح معنوں میں ملازمِ خُدا نہ بنے تو **تمہاری ساری نسل کو ختم کر کے کسی دوسری نوع کو زمین پر بسا دیا جائے گا**:-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ اِنْ يَّشَاْ
يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ (۳۵: ۱۵-۱۷)

اَے بنی نوعِ انسان! (خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ (تمہاری اس دنیا میں پیدا کئے جانے کی ایک عظیم الشان غرض و غایت ہے اور) تم خدا کے ملازم ہونے کی وجہ سے اپنے آقائے نامدار کے اُسی طرح محتاج ہو جس طرح کہ ایک نوکر اپنے آقا کا گداگر ہوتا ہے اور وہ آقا تم سے کامل طور پر بے نیاز اور کامل طور پر سزاوارِ حمد ہے یاد رکھو کہ اگر تم نے اپنے فرائضِ منصبی میں غفلت کی اور خدا نے مناسب سمجھا تو وہ تمہاری تمام نسل کو سطحِ زمین سے اُچک کر لے جائیگا اور کسی نئی نسل کو لا کر بسا دے گا۔ اور یہ بات خدا کے نزدیک کچھ مشکل نہیں (جیسا کہ تم بزعمِ خود سمجھے بیٹھے ہو)۔

خدائے بے ہمتا کے اسی جاہ و جلال کو انسان کی نگاہوں میں کامل طور پر نمایاں کرنے کے لئے اور بنی نوعِ انسان کے ہزار در ہزار گروہوں کو جو گدہوں کی طرح اپنے رہنماؤں کے پیچھے لگ کر نسلِ انسانی کو جہنم کا مکین بنا رہے ہیں مخاطب کر کے سورۃ الرحمٰن میں کہا تھا کہ اَے گمراہ اماموں اور مقتدیو! آسمانوں اور زمین میں صرف ایک ہی وجود ہے جس کے محتاج سب ہیں، تم سب کے سب اپنے اپنے گروہ چھوڑ کر ایک بن جاؤ اور اُسی ایک کے پیچھے لگو، زمین و آسمان کی حدود کے اندر رہ کر تو تمہارا مسلک یہی ہو سکتا ہے اور کچھ ہرگز نہیں۔

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَىِّ
اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۚ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَىِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (۵۵: ۲۹-۳۴)

جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کو پوچھ رہا ہے، سب اُسی کا دست نگر اور سوالی ہے، سب اُسی کے آگے ہاتھ پھیلا رہا ہے، اُسی کے قانون کا محتاج ہے، (اُسی کے دستِ شفقت کا آرزو مند ہے، اُسی کے لطف و رحمت کا گداگر ہے)۔ وہ بیکار اور معطل خدا نہیں بلکہ ہر وقت ہر لحظہ

کسی اہم کام میں مصروف رہتا ہے (کائنات کی سیاسیاتِ عالیہ کے فیصلے کر رہا ہے، وہ دُنیا کے انتظام سے ایک لمحہ بھی دست بردار نہیں حسب میں حسبِ ضرورت تصرّف کر رہا ہے، حکیمانہ ردّ و بدل کر رہا ہے، منصفانہ دخل دے رہا ہے) تو اے خُدا کے ماننے والو اور نہ ماننے والو! تم اپنے حاکم اعلیٰ کے کون کون سے مراحمِ خسروانہ کے منکر بنے رہو گے۔ (اے شیطان کے گروہو اور خُدا کے گروہو! اے ابلیس کے اتّباع اور اللہ کے حکم برداروں! ہمیں اپنی کامل آزادیٔ عمل کے باعث محض بیکار اور غافل خُدا نہ سمجھے رہو، سزا میں مہلت اور جزا میں تعویق کے باعث کوئی بے توجہ اور بے خبر خُدا نہ سمجھ بیٹھو، ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور پل بھر میں تمہاری خبر لیں گے۔ تم ہم سے بھاگ کر تو نہیں جا سکتے۔ جب تمہاری بداعمالیوں کا پیمانہ لبریز ہو چکے گا جب تمہاری حسن سعی کی انتہا ہو چکی ہو گی تو ہم تم سے نبٹ لیں گے یا تمہارے اعمال کی اُجرت ادا کر دیں گے۔ پھر اس سزا و جزا کے دن تم ہماری کون کون سی نعمتوں اور سختیوں سے مکر دو گے، کن کن کو جھوٹ سمجھو گے کن کن پر بیجان سا یقین کرو گے جب ان آنکھوں سے دیکھ لو گے تو انکار کی کیا گنجائش رہے گی)

اے جنّو اور آدمیو! (اے صاحب غور و فکر انسانو اور عام لوگو! اے علم و ہنر والو اور انسانوں کی بھیڑو! اے بنی نوع انسان کے سرخیلو اور مقلّدو! اے مطاعو اور مطیعو! تمہیں اس روئے زمین پر کامل آزادیٔ عمل حاصل ہے جو چاہو کرتے پھرو لیکن) اگر (اپنی شیطنت کے زور سے یا علم کی شیخی پر) ان آسمانوں اور زمین کی حدود سے نکلنا چاہو، (اگر اس قانون فطرت کی حدبندیوں کو توڑ کر خدا کی ملکوت سے خارج ہونا چاہو) تو نکل دیکھو تم ہرگز کسی (فوق الفطرت طاقت اور) الٰہی سند کے بدون نہیں نکل سکو گے۔ تو پھر تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں سے مکرتے رہو گے (اور کن کن آزادیوں کو جھوٹ سمجھو گے)۔

پس اگر کوئی انسانی گروہ دینِ اسلام کے اس یقین انگیز لائحہ عمل پر چل کر اور لاکھوں برس کے اس حیرت انگیز تماشے کو جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے بخیر و خوبی اختتام تک پہنچا کر منشائے خُدا کو پُورا کرنا اور بنی نوع انسان کو نجات کے درجے تک پہنچانا چاہتا ہے

تو اُس گروہ کا پہلا اور ابتدائی عمل یہ ہے کہ آستینیں چڑھا لے، جان و مال کی پوری قربانی کا مکمل تہیہ کرے، خون کی ہولی کھیلنے کے لئے ہمہ تن مستعد ہو جائے، اور خدا کے سوا کسی مخالف طاقت سے خوفزدہ نہ ہو کر روئے زمین کی نسل انسانی کو **ایک اُمّت** اس لئے بنا دے کہ خدا کے انسان کو پیدا کرنے کی غرض وغایت ہی یہی تھی کہ وُہ ایک اُمت بن کر رہیں:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ (۱۱: ۱۱۸-۱۱۹)

اور اگر خدا اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو بنی نوع انسان کو ضرور ایک اُمت بنا دیتا۔ لیکن یہ انسان کی کج فہمی اور کور تدبیری ہے کہ وُہ اپنی مرضی کے مالک ہو کر آپس میں اختلاف ہی کرتے رہتے ہیں حالانکہ انسان کو پیدا ہی اس غرض کے لئے کیا تھا کہ وہ ایک اُمت بن کر رہیں۔ اگر یہ نہ ہُوا تو خدا کا قول پورا ہو کر رہے گا کہ میں ضرور جن و انس سے جہنم کو بھر دُونگا۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (۱۶: ۹۳)۔

اور اگر خدا اپنی مرضی کرتا تو ضرور تم انسانوں کو ایک امت واحدہ بنا دیتا لیکن وہ جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور لوگو! تم ضرور اپنے اس اختلاف کے متعلق دردناک طور پر سزا دئیے جاؤ گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ قرون اُولیٰ کے مسلمان خلافت راشدہ کے وقت سے ہی اس نصب العین کے پیچھے لگ گئے اور ان کا دنیا میں اخلاق اس قدر بلند، ہمتیں اس قدر کوہ پاش، آپس میں اُخوت اس قدر ارمان انگیز، اور مکمل مخالف سے سلوک اس قدر منصفانہ، دوست سے تعامل اس قدر رحیمانہ، تھا کہ قوموں کی قومیں اُن کے بے مثال عمل کو دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتی گئیں۔ صرف حضرت عمرؓ کی مختصر خلافت کے دوران میں مسلمانوں نے بائیس لاکھ مربع میل

کی زمین پر قبضہ کر لیا چھتیس ہزار شہر اور قلعے فتح کر لئے۔ ایک سو برس کے اندر اندر مسلمان تمام شمالی افریقہ کی چار ہزار میل دور زمینوں کو طے کر کے ہسپانیہ اور جنوبی فرانس کی سرزمینوں پر جا دھمکے اور روئے زمین کے ایک بہت بڑے حصّے کو کشت زار صلح و اتحاد بنا دیا۔ یہ کرشمہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (۴۸: ۲۹)۔ یعنی مسلمان کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں" اور يَآيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (۹: ۷۳، ۶۶: ۹) یعنی "اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد بالسیف کرو اور اُن پر سخت ہو جاؤ" اور وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً (۹: ۱۲۳) یعنی "اور چاہیئے کہ کفار تم میں سختی دیکھیں" کے قرآنی احکام کا کرشمہ تھا۔ بنی نوع انسان کو ایک اُمّت بنانے کے عزم و ارادے میں اس سختی کے باوجود مسلمانوں کی آپس میں رحمدلی، اتحاد اور اخوت میں وہ مبہوت کن جادو اور وہ ہوشربا طلسم تھا کہ دین اسلام کے بڑے سے بڑے جانی دشمن کافر اور پشتوں سے اُس کے اَٹل منکر بالآخر ہتیار ڈال دیتے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اگر مسلمانوں کا یہی انداز عمل دو چار سو سال تک اور رہتا تو روئے زمین پر انسان کو ایک اُمّت بنا دینا کچھ مشکل نہ تھا لیکن مسلمان بے عمل ہو کر محرّف قرآن بن گئے اور یہ سلسلہ یکسر ختم ہو گیا۔ اب روس اور امریکہ سے جو مسلمانوں کے بعد دوسری دفعہ عالمی قبضے کے نصب العین کو لے کر اُٹھے ہیں، یہ اُمید کرنا کہ وہ اپنی لذّت انگیز مادیت اور قومی تعصّب اور تجرّد سے نری تلوار کے ذریعے سے تمام نوع انسانی کو ایک کر دیں گے، میرے نزدیک اس کا تصوّر بھی محال ہے!

اس میں شک نہیں کہ روس اور ایک حد تک امریکہ بھی تسخیر کائنات کے مسئلے کو میرے ۱۹۵۱ء کے اعلان کے بعد جو میں نے تذکرہ کی بقیہ جلدوں میں سے لے کر سائنسدانوں کے ایک خط کے ذریعے سے کیا تھا، اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور کچھ نہ کچھ توقعات ہوتی جا رہی

ہیں کہ اگر ان دونوں قوموں میں آپس میں تصادم نہ ہوا اور وہ کسی ایک مسلک پر متحد ہوگئیں تو تسخیر کائنات فی الحقیقت شروع ہوجائے گی، اور خدائے عظیم چونکہ بے نیاز خدا ہے کچھ عجب نہیں کہ چند ہزار برس کے اندر اندر ہی بندے کی اپنے ربّ سے ملاقات کی کوئی صورت انہی عنوانوں سے پیدا ہوجائے جو علمی دنیا اب قائم کر رہی ہے۔ ایسے نازک وقت میں اگر مسلمانوں کے حساس اور غیرت مند گروہ نے قرآن حکیم کی ان لازوال حقیقتوں کو جو چودہ سو برس پہلے وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (۶۸: ۵۲) یعنی "بے شک قرآن تمام دنیا کے لئے ایک نصیحت اور عبرت ہے" کے وصف کے حامل قرآن عظیم نے پیش کی تھیں، یورپ اور امریکہ کے سامنے پیش کر کے قرآن کے برحق ہونے کا لوہا بزورِ شمشیر نہ منوایا اور اپنے سعی و عمل کے زور سے روس اور امریکہ پر غالب آ کر ان کو دائرہ اسلام میں داخل نہ کیا تو یہ مسلمانوں کی انتہائی بدقسمتی، انتہائی دوں ہمتی بلکہ خدا کے کلام کی اشد شدید ناشکری ہوگی جس کی وجہ سے دنیا مسلمانوں پر ابدالاباد تک لعنتیں بھیجتی رہے گی!! مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے آڑے وقت میں غلبے کے لازمات پھر پیدا کریں ورنہ اس ساٹھ کروڑ بے معنی اور لایعنی جماعت کا حرفِ غلط کی طرح مٹ جانا یقینی ہے!

بنی نوع انسان کو محمدؐ عربی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وساطت سے بھیجے ہوئے دین اسلام کا لائحہ عمل یہ تھا جو اوپر بیان ہوا اس لائحہ عمل کے ایک بڑے حصے پر کماحقہٗ عمل کرنا اہل عرب و عجم نے قرونِ اولیٰ میں ہی شروع کر دیا تھا۔ چند قرنوں کے اندر اندر قوموں کی قومیں دائرہ اسلام میں اس نفع مند عمل کو دیکھ کر شامل ہوتی گئیں۔ خدا کی عبادت کا صحیح مفہوم مسلمانوں کو فضیلت کے بلند درجوں تک اس لئے پہنچاتا گیا کہ خدا کے احکام پر عمل کے متعلق مسلمانوں کی نیتیں درست رہتیں، وہ عبادت رب کے متعلق ہر حکم اور اس کی اس دنیا میں جزا و سزا کو منطقی طور پر صحیح سمجھ کر پورے یقین کے ساتھ

اس پر عامل ہو گئے اور مسلسل انعام پاتے رہے۔ اُن کو قرآنی آیتیں خدائی قانون کی وہ اٹل اور مدلل دفعات نظر آتی تھیں جن کے ساتھ کسی قسم کا مکر و فریب کر کے ان کو ٹال دینا ممکن نظر نہ آتا تھا۔ قرآن نے واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا تھا کہ اے دنیا جہان کے لوگو! یقین رکھو کہ یہ قرآن تمہارے پاس کوئی اٹکل پچو بات کرانے یا بے معنی اور بے نتیجہ زبان کے منتر سکھانے یا ہاتھ پاؤں کی رسمی حرکتیں کرانے کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ تمہارے سامنے مجسم دلیل اور زندہ ثبوت بن کر آیا ہے تاکہ تم ان آنکھوں سے اس کے بتائے ہوئے حکموں پر عمل کرنے کے فوری نتیجے اسی دنیا میں دیکھ سکو اور صاف دیکھ لو کہ یہ ایک روشن نور ہے جو تمہیں قوت اور عزت، غلبے اور روئے زمین پر حکومت کے صراط مستقیم کی طرف لے جا رہا ہے:۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝ (۴:۱۷۴)

اے بنی نوع انسان! قرآن تمہارے پاس کیا آیا یہ ترقی الحقیقت تمہارے پروردگار کی طرف سے قطعی دلیل اور روشن ثبوت بنکر آیا ہے تاکہ تم کو اس کے دعوؤں سے انکار کرنے کی گنجائش ہی نہ رہے اور تمہیں اس پر عمل کرنے کے سوا بن ہی نہ پڑے۔ بلکہ ہم نے تمہارے آگے مشعل روشن کر دی ہے تاکہ صاف دیکھ سکو کہ کدھر جانے میں تمہاری سلامتی ہے۔

الغرض قرون اولیٰ میں قرآنی احکام ہر مسلمان کے سامنے ایک برہان اور روشن حقیقت کے طور پر تھے جن پر عمل مسلمان اُن حکموں کو روشن اور مدلل سمجھ کر کرتا تھا۔ نماز کے لئے صف میں کھڑا ہوتا تھا تو یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ ایک آنکھ سے اوجھل اور فرضی شخصیت کی لفظی پوجا کر کے اس کو خوش کرنے کی بے نتیجہ اور بے معنی کوشش کر رہا ہے بلکہ یہ کہ اس صف میں کھڑے ہو کر یکساں اور چست حرکتیں ادا کرنے سے اس کی جماعت میں ایک جلال پیدا ہوگا جو مخالفوں کے حوصلے پست کر دے۔ اس نماز کے ہر جگہ بروقت ادا ہونے

سے دشمن کے دلوں پر ایک ہیبت طاری ہوگی جو بکھرے ہوئے اور انتشار زدہ منکرینِ خدا کو پریشان کر دے گی۔ ایک صف میں نماز پڑھنے والوں کی باہمی اخوت اور امیر اور غریب کی مساوات کا زندہ کر دینے والا تخیل کافروں پر خوف وہراس طاری کر دے گا وغیرہ وغیرہ۔ وہ زکوٰۃ اور صدقات دیتا تھا تو "خدا کو خوش کرنے" کے لئے نہیں بلکہ اس بُرہان کو سامنے رکھ کر کہ مالی مدد جماعت کو قوی کرنے کا باعث ہوگی۔ وہ جہاد بالسّیف کے لئے دُور دراز میدانوں تک پیدل سفر اور انتہائی گرمی کے دنوں میں خوش بخوشی گھر سے سینکڑوں میل دور بھاگ دوڑ اس لئے کرتا تھا کہ نئی زمینوں پر قبضہ دینِ اسلام کے غلبے کا قطعی باعث ہوگا۔ ایک خدا اور ایک حاکم کی ملازمت اختیار کرنے کی غلق اُس کے سامنے اُس کی اپنی بہتری اور بہبودی کا وہ روشن ثبوت اور بُرہان پیش کرتی تھی جو متفرق اور منتشر خداؤں کے ماننے والوں کو ہرگز نصیب نہ تھی۔ قرآن نے اعلان کر دیا کہ کافر دربدر بھٹک رہے ہیں اور ہر جگہ شکست اس لئے کھائیں گے کہ ان کے سامنے کوئی بُرہان نہیں رہی!

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (۲۳: ۱۱۷)۔

اور جو شخص خدا کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی ملازمت اختیار کرتا ہے اس کے سامنے اس عبادت سے اپنی بہتری کی کوئی بُرہان موجود نہیں۔ تو ایسے شخص کا حساب کتاب خدا ہی کے پاس ہے اور خدا بے شک وہ ہے کہ کافر (اس کی اداوت ہیں) کامیابی کی کسی منزل تک نہیں پہنچتے۔

خدا کا مقصد مسلمانوں کے دلوں میں یہ ذہن نشین کرنا تھا کہ ایک خدا کی ملازمت کے ساتھ ساتھ دوسرے خداؤں کی ملازمت وہ جماعت کی کمزوری اور انتشار عمل پیدا کرتی ہے جس کی وجہ سے قوت اور غلبہ حاصل کرنے کا روشن ثبوت انسان کے سامنے ناپید ہو جاتا ہے اور اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی ضیاعِ عمل کو پیشِ نظر رکھ کر کہا:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ؕ (۱۹ : ۵۹)۔

پھر باعمل اور غالب مسلمانوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوگئے جنہوں نے الصلاۃ (کے مقصد) کو ضائع کر دیا (جنہوں نے الصلوٰۃ کو بے نتیجہ شئے بنا دیا اور بیکار کر دیا بلکہ شہوات نفسانی (یعنی مال و اولاد، جاہ و منصب، زن و مے) کے پرستار ہوگئے۔ تو عنقریب یہ لوگ اجتماعی ہلاکت سے دوچار ہوں گے (کیونکہ الصلوٰۃ کا الٰہی مقصد غلبہ جماعت پیدا کرنا تھا)۔

خدا کی ملازمت کے ہمت افزا فعل سے ایک لمحے کے لئے صرف نظر کر کے، پھر اگر صحیفۂ فطرت کے برحق ہونے اور خدا کے صحیفۂ فطرت کو صرف انسان کی خاطر پیدا کرنے کی حیران کن عزت افزائی کی طرف توجہ کی جائے تو معلوم ہوگا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے صحیفۂ فطرت سے شغف بھی اُسی ولولے سے قرآن حکیم کی اسی بُرہان کو دیکھ کر اختیار کیا تھا جس ولولے سے اُنہوں نے خدا کی عبادت کو اپنی دُنیاوی فلاح کا ذریعہ سمجھا تھا۔ ایک اقل قلیل مدت میں اُنہوں نے صحیفۂ فطرت کا مطالعہ کر کے کئی یقینی علم ایجاد کئے، اشیائے فطرت کی تسخیر کر کے ان کو انسان کی بہتری کے لئے استعمال کیا اور تسخیر کائنات کے ابتدائی مراحل جلد جلد طے کئے تا کہ ملاقات خدا کے انتہائی نصب العین تک پہنچ سکیں اور روزِ قیامت کے برحق ہونے کا یقین دلوں میں پختہ کر کے وہ خدائے واحد کے بہترین ملازم اور سچے پرستار بن جائیں۔ لیکن اس تمام اثنا میں کہ قرنوں تک مسلمان خدا کے سچے وفادار بنے رہے اور انہوں نے دین خدا کو غالب کرنے کی اکثر منزلیں طے کر لیں، اس اثنا میں کہ مدتوں تک قرآن عظیم اُن کے سامنے بُرہان قاطع اور قطعی دلیل بنا رہا اور قرنوں تک وہ اس کے مقاصد کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے اور سُنتے رہے :

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (۱۷ : ۱۰۶)

اور اس قرآن کو ہم نے علیحدہ علیحدہ حصوں میں اس لئے بھیجا کہ اے محمدؐ! تو اس کو

لوگوں کو مہلت دے دے کر سنائے (اور وہ غور کر کے اس کی تہ تک پہنچیں)
اور (اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر) ہم نے اس کو جستہ جستہ نازل کیا۔

کافی مدت تک وہ وحی کے نازل شدہ ایک ایک ٹکڑے پر غور کر کے اس کی سچائی سے اپنے دلوں کو مضبوط کرتے رہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا (۲۵: ۳۲)۔

اور کافر لوگ تو طعنہ دیتے ہیں کہ کیوں قرآن محمدؐ پر سارا کا سارا ایک دفعہ نہیں اُترا (تاکہ مسلمان اُس لمبی چوڑی وحی سے گھبرا کر اس کے مطالب کو اس غور و خوض سے نہ دیکھ سکتے جس سے وہ اب دیکھ کر اس پر عمل کر رہے ہیں اور ہم کو مصیبت میں ڈال رہے ہیں بلکہ ہم کو شکستوں پر شکستیں دے رہے ہیں)۔ (ان کو کہہ دو کہ ہاں قرآن) اسی طرح (ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل) ہونا تھا تاکہ ہم (اس ٹکڑے پر غور و خوض کے ذریعے سے) سب سے پہلے تیرے دل کو عمل کے لئے مضبوط کر دیں (اور پھر تمہیں دیکھ کر مسلمانوں کے دل مضبوط ہو جائیں) اور اسی غرض کو مد نظر رکھ کر ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر اتارا۔

کافی مدت تک وہ سب سے پہلے اُس کے آسان حصوں کا بغور مطالعہ کرتے رہے اور مشکل حصوں کو بعد کے لئے ملتوی کر دیا:

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ (۷۳: ۲۰) فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ (۷۳: ۲۰)

تو (اس لحاظ سے کہ تم لوگ بجائے اس کے کہ قرآن پر غور کر کے اس پر عمل شروع کر دو تم ناحق رات کے وقت خدا کے حضور میں مدت تک کھڑے رہ رہ کر دعائیں مانگتے رہتے ہو اور وہ باتیں کرتے ہو جن کو تم نباہ نہ سکو گے☆) تم کو چاہیئے کہ (اگر قرآن کے مشکل سے سمجھ میں آنے والے حصوں کو پورے طور پر سمجھ نہیں سکتے تو) اس کے اُن حصوں کا بغور مطالعہ کرو جو آسان ہیں (تاکہ کسی طرح کوئی راہ عمل پیدا ہو)۔

ہاں! باوجود اُن تمام تنبیہوں کے جو خدا نے مسلمانوں کو قرآن عظیم کے مقاصد سمجھ کر با عمل رکھنے کے لئے دیں، مسلمان آہستہ آہستہ نفسانی لذتوں میں پھنس کر حیلہ جُو اور بہانہ تراش بنتے گئے، قرآن کی تمام

☆ یہ ان آیات کا ملخص ہے جو اس سے پہلے سورہ مزمل میں آئیں۔

وحی کو ایک باضابطہ ضخیم کتاب کی صورت میں دیکھ کر محض مکر و فریب سے قرآنی احکام کے مقاصد کو بدلنے کے لئے دینِ اسلام کو آسان بنانا چاہا، اس کو تن آسانی اور فریب کاری کا رنگ دے کر دین کی اصلی صورت مسخ کر دی یا خُدا کی ملازمت اور چاکری کی تکلیف دہ صورت کو خیر باد کہہ کر اُس کو "خُدا کے پُوجنے" اور اس کی "بندگی کرنے" کا رنگ دے دیا۔ اُسی سورۃ المزمل کو پیشِ نظر رکھ کر جس میں خُدا نے رسُول کو ساری رات اس کے حضُور میں کھڑا رہنے سے منع فرمایا تھا جس میں اُس نے کافی مضبُوطی سے کہا تھا کہ تم ان "عبادتوں" کو نباہ نہ سکو گے عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡہُ (۷۳:۲۰) تم کمبل اوڑھ کر لوگوں کو گوشہ نشین اور بیکار کر دو گے ہم تم پر عنقریب ایک بڑی بھاری ذمہ داری ڈالنے والے ہیں اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ۝ (۷۳:۵)، اسی سورۃ المزمل کو پیشِ نظر رکھ کر مسلمان خُدا کے نام کو تسبیحوں کے منکوں پر گن گن کر "عابدِ خُدا" بنتے گئے اور جب اس نابکار عبادت سے قرنوں تک کچھ حاصل نہ ہوا تو ذلّت اور ہلاکت کے قعرِ عمیق میں گر گئے۔ آج مسلمانوں کی بعینہٖ وہ صورت ہے جو ربّ عظیم نے سورۃ طٰہٰ (۲۰) میں شیطان کے انسان کو ورغلانے کے متعلق بیان کی تھی:

قَالَ اہۡبِطَا مِنۡہَا جَمِیۡعًۢا بَعۡضُکُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ ہُدًی ۬ۙ
فَمَنِ اتَّبَعَ ہُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشۡقٰی ۝ وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ
مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِیۡۤ
اَعۡمٰی وَ قَدۡ کُنۡتُ بَصِیۡرًا ۝ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتۡکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیۡتَہَا ۚ وَ کَذٰلِکَ
الۡیَوۡمَ تُنۡسٰی ۝ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِیۡ مَنۡ اَسۡرَفَ وَ لَمۡ یُؤۡمِنۡۢ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ ؕ
وَ لَعَذَابُ الۡاٰخِرَۃِ اَشَدُّ وَ اَبۡقٰی ۝ اَفَلَمۡ یَہۡدِ لَہُمۡ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا قَبۡلَہُمۡ
مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰکِنِہِمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّہٰی ۝ (۲۰:۱۲۳-۱۲۸)

توخدائے عظیم نے شیطان اور انسان دونوں کو کہا کہ سب کے سب جنّت سے نکل جاؤ کیونکہ تُم میں سے ہر ایک دُوسرے کا دشمن ہے۔ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی کما حقہٗ پیروی کی تو وہ تو ہرگز گمراہ نہ ہوگا اور نہ (اجتماعی طور پر) ہلاک ہوگا۔ اور لوگو! یاد رکھو کہ جس قوم نے میرے کھلے (ذکر)

سے روگردانی کرکے میرے حکموں پر عمل کرنے میں غفلت کی (مروجہ معانی: جس شخص نے مجھے تسبیحوں پر یاد نہ کیا) تو اُس کا اس دُنیا میں گزارہ نہایت تنگی سے ہوگا (اس قوم پر ذلت اور مسکنت نہیں دی جائے گی)، اور قیامت کے دن بھی وہ اندھا اٹھایا جائیگا (اصلی معانی: اور روزِ آخرت کو بھی اس قوم کو کوئی راہِ نجات نہ مل سکے گی)۔ وہ شخص خُدا کو کہے گا کہ اے میرے پروردگار! تُونے مجھے کیوں اندھا اُٹھایا حالانکہ میں تو تیری آیتوں پر بڑا غور و فکر کرکے تجھے تسبیحوں کے منکوں پر یاد کرتا رہا تھا تو خُدا جواب دے گا کہ تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں لیکن تو اُن کے صحیح معانی بھُول گیا (اور مکر و فریب سے دوسرے معانی تُونے خود بنا لئے) تو اسی لئے آج تُو بھی اسی طرح بھُلا دیا جائے گا۔ اور لوگو ہم اسی طرح ان قوموں کو سزا دیتے ہیں جو حد سے گزر گئیں اور جنھوں نے ہماری آیتوں پر صحیح ایمان نہ رکھا (اور اپنے حسبِ مطلب معنی بنا کر ہم کو دھوکہ دینا چاہا) اور ضرور ہے کہ آخرت کا عذاب ہلاکت کے اس دُنیاوی عذاب سے زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہوگا۔ ان معنوں کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے جو آگے آرہی ہے یعنی کیا اقوامِ عالم کو اس امر سے ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کے برباد شدہ گھروں پر یہ لوگ آج چل پھر رہے ہیں۔ بے شک ان عبرت انگیز واقعوں میں عقلمند لوگوں کے لئے بے حد اشارات و کنایات موجود ہیں (جن سے وہ نصیحت پکڑ سکتے ہیں)۔

اس تمام بحث و تمحیص سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آیاتِ خُدا کے صحیح معانی وہ تھے جن کو قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں نے لیکر دنیا کی قوموں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی قرنوں اور صدیوں تک جدوجہد کی۔ جو مکر و فریب بعد کے مسلمانوں نے اسلام اور خُدا کے ساتھ کیا وہ سب کا سب صریح گمراہی ہے جس کے باعث وہ ہلاکت کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ دُنیا کا حقیر سے حقیر آقا اس امر کو قطعی طور پر پسند نہیں کرتا کہ ملازم تمام دن اس کا نام لے کر اس کو یاد کرتا رہے۔ وہ ملازم سے صرف یہ اُمید رکھتا ہے کہ دن رات اس کے حکموں پر عمل کرتا جائے۔ پھر مالکِ زمین و آسمان سے کہاں توقع ہو سکتی ہے کہ ایسے نابکار ملازم کو اسی زبانی خدمت کا کوئی اجر دے۔ دس لاکھ یا دس کروڑ

مسلمان بھی اگر سب کے سب گڑگڑا گڑگڑا کر برسوں اور قرنوں تک نرے سجدے ہی کرتے رہیں، نماز کو محض خدا کی پوجا پاٹ سمجھ کر اُس پر احسان دھرتے رہیں لیکن جو اسی مقصد اقامت الصلوٰۃ سے تھا اُس کے لئے اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت نہ دیں تو ایسی نمازیں قوم کو ہلاکت اور ذلّت و مسکنت کے سوا کچھ نہیں دے سکتیں۔ ان سے قوم کی بگڑی کچھ نہیں بن سکتی۔ مسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے نجات اور قومی عروج کی ایک ہی راہ ہے وہ یہ کہ قرآنی آیتوں پر ہاتھ پاؤں کا عمل پیدا کرے، خدا کی راہ پر چلنے کے لئے اپنا پورا مال اور اپنی پوری جان ہر وقت دیتا رہے کسی عنوان سے ان کی کماحقہٗ تعمیل میں غفلت نہ کرے اور سب سے اوّل اور آخر یہ کہ بنی نوع انسان کو ایک اُمّت بنا کر صحیفۂ فطرت کی مکمل تسخیر کرے اور اس کے نتیجہ کے طور پر روزِ قیامت کو مالک زمین و آسمان سے دُو بدُو ملاقات کا متمنی ہو کر بنی نوع انسان کی نجات کا وسیلہ بن جائے۔

*

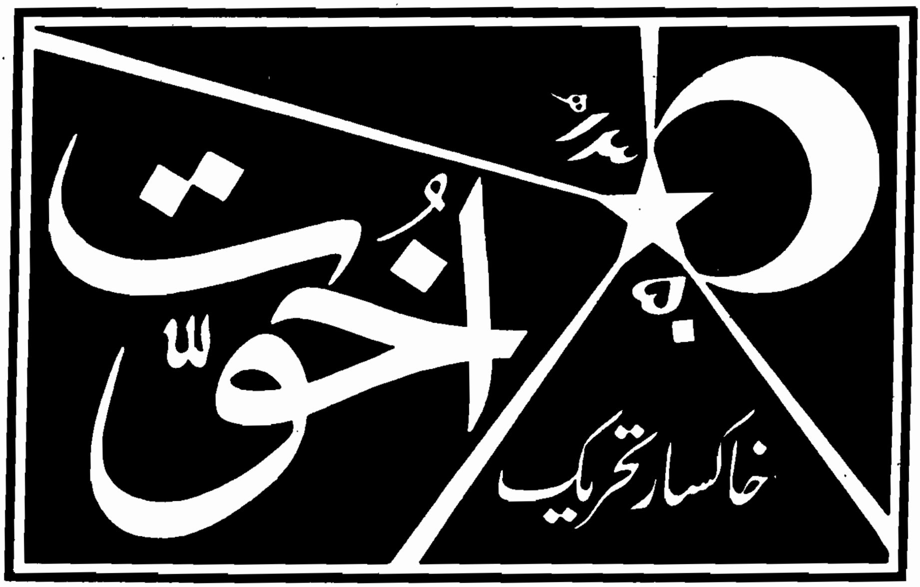

مد و جزر اقوام

پچھلے کئی قرنوں کے بے ہمت اور مکار مسلمانوں نے دین اسلام میں تحریف پیدا کر کے اُمت کے اشغال و افعال میں یہ ہولناک انقلاب اور حیرت انگیز تعطل پیدا کر دیا ہے کہ انسان کی تمام تاریخ وہم و خیال میں آج تک کسی بدترین وہم پرست قوم کے اباطیل یا ناکارہ سے ناکارہ جماعت کے اکاذیب بھی اسقدر منظم اور مصدق شرارت پیدا نہیں کر سکے۔ مسلمانانِ عالم کے ذہن پر آج عزلِ و عافیت کی راحت اور سعی و عمل سے اجتناب اسقدر حاوی ہو گئے ہیں کہ ہر شیطان مجسّم اور سیہ پیشہ انسان کا بڑے سے بڑا اور حیا سوز عمل بھی خُدا کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ[1] (۳: ۱۸۲، ۸: ۵۱) اس نامراد تخیل کی ذہنی نشست بھی بجائے خود یہ ہلاکت انگیز شے بن گئی ہے کہ منطقی اور بلند استدلال سے قطع نظر، مسلم کا حسِ مشترک بھی اس کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا۔ ہر مسلمان ہر لحظہ دوسری اقوام کو اپنی ہمت اور زورِ بازو سے ترقی کے بامِ بلند پر چڑھتا دیکھ رہا ہے، بیدار اُمتوں کا لائحہ عمل، ان کا جذبۂ ملک و وطن، ان کا استقلال و اتحاد، ان کا جارحانہ عمل اور مصالحانہ دخل، ان کی حفاظتِ نفس اور ہوسِ اقتدار، ہر دم ان کے پیشِ نظر ہے مگر پھر بھی وہ اس واقع الامر کا قائل نہیں ہوتا کہ خُدا لامحالہ اسی قوم کی مدد کرتا ہے جو اس دُنیائے کسب و اجر میں اپنی مدد آپ کرے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۚ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ

---

[1] یہ وہ متاع ہے جو تمہارے دونوں ہاتھوں نے کما کر اپنی فلاح کیلئے آگے بھیجی ہے۔ (تو اب اسی متاع کو دیکھ کر تمہارے متعلق فیصلہ کر دیا جائے گا کہ تم کس شے کے مستحق ہو) اور یہ تو قطعی طور پر درست ہے کہ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (۱۳ : ۱۱) وہ گاہے گاہے اپنی اُس گذشتہ تاریخ اور دیرینہ عظمت کا مطالعہ کرتا ہے جس کی داستان بعث وحشر احیائے اموات اور قلب ماہیات کا ایک نظر فریب افسانہ معلوم دیتا ہے مگر پھر اس یقین سے باز نہیں آتا کہ مسلمان کا عروج مشیت ایزدی کا ایک بے سبب ظہور، یا قسمت کا ایک خوشگوار منظر تھا جس کا سعی و عمل محنت اور استقلال سے کچھ تعلق نہ تھا۔ وہ اپنے جاہ وحشم کو روز بروز ان آنکھوں کے سامنے مٹتا دیکھ کر، خدائے بے نیاز کی سخت گیری اور استبداد پر کھسیانا اور ششدر رہے مگر اس واقع الامر تک نہیں پہنچتا کہ خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت آپ نہ بدلے۔ وہ اسی کو ذلیل کرتا ہے جو اپنے آپ کو خود ذلیل کرے: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۸ : ۵۳)۔ نہیں وہ دانتوں میں تنکا لے کر اللہ کے جود و کرم کا تماشا آج اُن اغیار و اعدا کے گھروں میں کر رہا ہے جنہوں نے اپنی مُدّۃ العمر میں ایک مرتبہ بھی اُس کے خدا ہونے کا رسمی یا شرعی اقرار نہیں کیا، وہ خدائے غنی کی عطا و بخشش کا دامن آج انہیں کے لئے دراز دیکھتا ہے جو اس کی یک طرفہ، اور ایک بہت بڑی حد تک خود ساختہ لغت میں 'مشرک' اور 'کافر' ہیں، 'فاسق' اور 'فاجر' ہیں، 'قرآن کے جھٹلانے والے'، اور خدا کی شریعت سے باغی ہیں ۔ وہ اپنے کلبۂ احزان کے اندر سہمے ہوئے یہ بھی ضرور سمجھتا ہے کہ کسی شخص کو ایک لقمہ بھی میسّر نہیں جب تک اُس کے لئے كَمَا يَنْبَغِىْ سعی اور دربدر تلاش نہ ہو، مگر بایں ہمہ اس کا بد شناس اور کج بین ذہن اس

۱۔ بے شک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اس شے کو نہ بدلیں جو ان کے اپنے اندر ہے اور جب خدا کسی قوم سے برائی کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے (تو وہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ قوم فی الحقیقت اشد بری ہو جائے پھر اس حالت میں) کوئی طاقت اس ارادہ کو روک نہیں سکتی اور پھر اس قوم کیلئے سوائے خدا کے کوئی دوست بھی نہیں ہوتا جو اس کو بچالے۔

۲۔ یہ اس لئے کہ خدا فی الحقیقت ان نعمتوں کو جو کسی قوم کو دی ہیں بدلنے والا نہیں ہوتا جب تک کہ وہ قوم اپنے اندر کی خاصیتوں کو بدل کر نااہل ثابت نہ ہو جائے اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ خدا بڑا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے والا ہے اور بڑا باخبر ہے۔

یقین پر آمادہ نہیں ہوتا کہ خدا سعی و عمل کا خواہاں ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝[1] (۸۸: ۸-۹)۔ اس کا قانون اٹل ہے، اس کی بخشش کے اصول نپے تُلے ہیں، اُس کے عذاب کے قواعد مقرر ہیں، وہ کسی ایک اُمّت کا دوست نہیں، وہ کسی خاص قوم کا دشمن نہیں: وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ۝[2] (۶: ۱۳۴)۔ وہ اُنہی کو پیار کرتا ہے جو اس کے قواعد کا احترام کرتے ہیں، اُس کے قانون پر ایمانداری اور تندہی سے عمل کرتے ہیں۔ وہ اُنہی سے ناخوش ہے جنہوں نے اس کے حکموں کی تعمیل نہیں کی، جدّ و جہد کر کے صلاحیت پیدا نہ کی، اپنی جماعت کی قوّت کو برقرار نہ رکھا، مشتِ خاک کی طرح اپنے آپ کو بکھیر دیا، طاقتِ عمل کو منتشر اور عملی قویٰ کو سست کر دیا:-

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ
عَاصِفٍ ۖ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ
بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝ (۱۴: ۱۸-۲۰)

جو لوگ اپنے پروردگار سے منکر ہو گئے (یعنی جنہوں نے اس کے احکام کی تعمیل کما حقہٗ نہ کی)، ان کے عملوں کی مثال راکھ کے ڈھیر کی ہے (جس میں کوئی مضبوطی یا اتصال نہیں ہوتا)۔ آندھی کے دن ہوا اس راکھ کو لے اُڑی (اور فضائے آسمانی میں بکھیر کر اُن کے عملوں کو بے نتیجہ کر دیا۔ وہ جو کچھ کرتے رہتے ہیں اس سے نتیجہ خیز بات پیدا کرنے پر قادر نہیں ہوتے۔ پرلے درجے کی گمراہی اسی کو کہتے ہیں۔ لوگو! کیا تم اسباب پر غور نہیں کرتے کہ خدا نے آسمانوں کو زمین (کے اس حیرت انگیز کارخانے) کو دل لگی یا مخول کے طور پر نہیں بنایا، بلکہ اس کی ہر بات ایک مستقل حقیقت ہے اور راہ راست پر چل رہی

۱۔ اس دن بعض چہرے نعمتوں کے حصول کے باعث ممتاز ہوں گے اس لئے کہ وہ اپنی کوششوں پر خوش بخوش ہوں گے۔
۲۔ اور تیرا پروردگار بے نیاز ہے اور رحمت کا مالک ہے۔ وہ اگر مناسب سمجھے گا تو تمہاری نااہلی کو دیکھ کر تم بنی نوع انسان کو اچک لے جائے گا اور تمہاری جگہ اسی طرح دوسری جس نوع کو مناسب سمجھے گا لا بٹھائے گا جس طرح کہ اس نے ایک دوسرے گروہ کی اولاد بنا کر تم کو پیدا کیا تھا اور تم کو جانشین بنا دیا تھا۔

ہے۔ تو تم اس زمین و آسمان سے کیوں سبق حاصل نہیں کرتے)۔ (وہ خدا اس قدر پابندِ اصول اور سعی طلب خدا ہے کہ اگر وہ تمہاری گمراہی کو دیکھ کر اسباب کا فیصلہ کرے تو روئے زمین پر سے تم سب کو یکسر اُچک لے جائے اور کسی نئی مخلوق کو لا بسائے۔ اور جانے رہو کہ یہ بات خُدا کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

مشرک اور کافر

خدائے زمین و آسمان کی نظروں میں بڑا مشرک وہ ہے جس نے جماعت میں تفرقہ ڈالا، جس نے خطرے کے وقت جماعت کی مدد سے پہلو تہی کی، جو خدمتِ قوم کے موقع پر لذات میں پھنس رہا، جو مال و اولاد کی محبت میں بہکا پھرا۔ خُدا کی سزا سے نڈر ہو کر، جماعت کی بہتری کی خاطر مال صرف نہیں کیا: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ[1] (۴۱: ۶-۷) جس نے غلبۂ قوم کی خاطر جان پیش نہ کی، جس نے مخالف اور حریف قوم کی معاندانہ اور مضرِ جماعت خواہشات کا تتبع کیا: وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ[2] (۶: ۱۲۱)۔ اس کے نزدیک بڑی کافر وہ قوم ہے جس نے احکام خُدا کے متعلق ضد اور ہٹ دھرمی سے آپس میں اختلاف قائم کیا: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

۱۔ اے پیغمبرؐ تم (ان منکروں کو بے خوف و خطر) کہہ دو کہ میں تو صرف تمہاری طرح کا ہی ایک انسان ہوں' (البتہ) مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ اے انسانو تمہارا حقیقی آقا صرف ایک ہی آقا ہے جو اللہ ہے۔ پس تم اس کی طرف مضبوطی سے لگ جاؤ اور اسی سے اپنے قصوروں پر پردہ پوشی کی درخواست کرو اور حیف ہے ان مشرکوں پر جو (رسولؐ کو) اپنے مال کا ایک معتدبہ حصہ بطور زکواۃ نہیں دیتے اور اس گناہ عظیم کی وجہ سے امت کے بدانجام سے منکر ہیں۔

۲۔ اور بے شک کافروں میں ایک شرانگیز شیطانی گروہ اپنے ساتھیوں کو ترغیب دیتا رہتا ہے کہ وہ تم سے قتال بالسیف کرکے تمہاری طاقت کو نیست و نابود کردیں اور اگر تم نے ان سے دب کر اطاعت اختیار کرلی تو تم بھی یقیناً "مشرک" بن جاؤ گے۔

سَرِیْعُ الْحِسَابِ۝ (۳: ۱۹)، بڑا کافر وہ ہے جو بہبودیٔ قوم کی خاطر، مال دینے میں بخل کرتا رہا: اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝ (۴: ۳۷)، جس نے منگتوں کو سوال کی لت لگا کر، اُمت کو کمزور کر دیا: وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا۝ وَمَاذَا عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا (۴: ۳۸-۳۹)، جو خطرے کے وقت اپنے بھائی بندوں کو قتال سے ورغلاتا رہا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۝ (۳: ۱۵۵)، جس نے اطاعتِ امیر سے پہلو تہی کی: قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ۝ (   )، جس نے نفیرِ عام کے موقع پر منافقانہ روش اختیار کی: وَمَآ اَصَابَكُمْ

۱۔ خدا کے نزدیک تو درحقیقت ایک ہی طرزِ عمل (دین) قابلِ قبول ہے اور وہ دین اسلام ہے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے الکتب دی گئی تھی ان میں آپس میں اختلاف پیدا ہی نہیں ہوا مگر اس وقت کہ علم (یعنی حقیقت) کے آنے کے بعد (جو سب کو متحد کرتا ہے) انہوں نے آپس میں بغاوت کر کے اختلاف پیدا کر لیا۔ تو لوگو جس نے خدا کی روشن حقیقتوں سے انکار کیا وہ آپ سزا کھائیں گے اور درحقیقت اللہ بھی جلد جلد حساب چکانے والا ہے۔

۲۔ بے شک وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو قومی بہتری کی خاطر مال نہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو کچھ خدا نے ان کو آسائش دے رکھی ہے اس کو اس لئے چھپاتے ہیں۔ کہ مال نہ دینا پڑے (ایسے لوگ قوم کے بدترین دشمن ہیں اور سخت ترین سزا کے مستحق) تو ہم نے بھی ایسے کافروں کیلئے رسوا کرنے والا عذاب رکھا ہے۔

۳۔ اور وہ لوگ جو صرف دکھلاوے کے لئے اپنا مال (چند بھک منگوں کو) دیکر اپنی نیک نامی چاہتے ہیں اور خدا اور روزِ آخرت پر ایمان نہ رکھ کر باضابطہ انفاقِ مال سے امت کو کسی غلبے کے مقام تک نہیں پہنچاتے (وہ دردناک سزا کے مستحق ہیں) اور جس کا دوست شیطان ہو تو وہ بہت ہی برا ساتھی ہے اور ان کو کونسی تباہی آجاتی اگر وہ اللہ اور عمدہ انجام کے دن کو سامنے رکھ کر جو کچھ مال خدا نے ان کو دیا بے دریغ خرچ کرتے اور اللہ تو انکی بدنیتی سے پورے طور پر واقف ہیں۔

۴۔ اے ایمان والو! ان بدبخت کافروں کی طرح نہ بن جاؤ جو اپنے بھائیوں کو جو جہاد بالسیف کی غرض سے دور دور کے سفر کرتے ہیں افسوس دلا دلا کر کہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے ساتھ یہیں رہتے تو ہرگز نہ مرتے نہ قتل کئے جاتے۔ ضرور ہے کہ اللہ ایک نہ ایک دن اس جہاد بالسیف کو فتحِ عظیم کا پیش خیمہ اور بیشمار مالِ غنیمت کا وسیلہ بنا کر ان کے دلوں میں حسرت انگیز پچھتاوا پیدا کر دے گا اور قتال کا تخیل جو اس وقت ان میں مردنی پیدا کر رہا ہے [illegible] سرے سے زندگی پیدا کر دے گا اور دراصل خدا ہی ہے جو قوموں کو زندہ کرتا ہے یا ان کو بے حس کر دیتا ہے اور وہی خدا ہے جو نہایت غور سے تمہارے عمل کو دیکھ رہا ہے۔

۵۔ اے محمدؐ کہہ دو کہ اللہ کے احکام کی اطاعت کرو اور میرے بالمشافہ حکموں کو جو وقتاً فوقتاً دیتا رہتا ہوں بلاعذر مانو۔ پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ خدا کافروں کو پسند نہیں کرتا (وہ تمہارے بیخ و بنیاد اکھیڑ دے گا)۔

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝[1] (۳: ۱۶۵-۱۶۶) جس نے کافروں کی آسودہ حالی دیکھ کر خدا سے برگشتگی اختیار کی: وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝[2] (۹: ۵۵)، جس نے انحطاطِ جماعت اور زوالِ اُمت سے بے حس ہو کر حیاتِ دُنیا کو آخرت پر ترجیح دی :
اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝[3] (۱۴: ۲-۳) جس نے اعدائے قوم کو مالی مدد دی : اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝[4] (۸: ۳۶)

۱۔ اور جو مصیبت تمہیں اس دن پہنچی جب کہ دونوں مختلف فریق میدان جنگ میں آمنے سامنے ہو گئے تھے تو وہ خدا کے حکم سے تھی اور یہ اس لئے تھی کہ خدا پورے طور پر امتحان کر لے کہ کون سچے ایمان والے ہیں اور کون منافق ہیں۔ اس دن ان کو کہا گیا تھا کہ آؤ خدا کی راہ میں قتل کرو یا سرے سے چلے جاؤ اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم کو قتل کے عمدہ نتیجہ کا علم ہوتا تو ہم ضرور تمہاری متابعت کرتے۔ یہ وہ دو دلے اور غدار لوگ ہیں جو صرف ذاتی نفع کے پیچھے لگے ہیں اور قومی تقویت کی ان کو کوئی پرواہ نہیں تو ایسے لوگ اس دن ایمان سے زیادہ کفر کے قریب ہو گئے تھے اور وہ مومنوں سے وہ باتیں کرتے تھے جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ خوب جانتا تھا کہ یہ دلوں کے اندر کیا چھپا رہے ہیں۔

۲۔ اور اے محمدؐ ان کافروں کی ظاہری طور پر عمدہ مالی حیثیت اور ان کا کثرت سے صاحب اولاد ہونا تمہیں تعجب میں نہ ڈال دے خدا تو صرف یہ چاہتا ہے کہ اسی مال و اولاد کے ذریعے سے ہی ان کو اسی دنیا میں عذاب دے اور ان کے نفس اس حالت میں کہ وہ کافر ہیں۔

۳۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ تو اللہ ہی کا ہے لیکن جو بدترین عذاب کافروں پر ان کے کفر کی وجہ سے آنے والا ہے وہ باعث صد حیف ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دنیاوی زندگی کی فوری لذتوں کو آخرت کے دیرپا فائدوں پر ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے رہتے ہیں اور اس کے ٹیڑھا ہو جانے کے درپے رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔

۴۔ جو لوگ کافر ہو گئے وہ اپنے مال لوگوں کو راہ خدا میں قتل بالسیف کرنے سے روکنے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں تو یہ لوگ عنقریب خرچ تو کر دیں گے پھر جب وہ مغلوب ہو جائیں گے اور ان کی جماعت شکست کھا جائے گی تو ان کو اس بے جا مال خرچنے کا بڑا پچھتاوا ہو گا اور جو لوگ کافر ہو گئے ان سب کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

قرآن کو جھٹلانے والی، اور اس کے احکام کو کوڑیوں کے مول بیچنے والی درحقیقت وہی قوم ہے جس نے قانونِ فطرت کے ان ناقابل بدل قاعدوں کو جھٹلایا، جس نے قدرت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی جس نے انسانی معاشرت کے نظم و نسق کو نہ پایا، جس نے اتحاد و اتفاق کی برکات کو نہ سمجھا، جس نے الصّلوٰۃ کے حقیقی مدّعا کو نہ جانا، جس نے الزّکوٰۃ کے اصلی مقصد کو نہ پہچانا، جو اطاعتِ امیر کی اہمیت سے بے خبر رہی، جو ایک امیر جماعت کی ضرورت سے غافل رہی، جو عالمگیر اخوّت اور وحدت امّت کی تہ تک نہ پہنچی، جو حج کی مرکزی جذب و کشش سے ناآشنا رہی:

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ۚ وَمَا یَكْفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ (۲:۹۹)

اور اے پیغمبر! ہم نے بالتحقیق تم پر نہایت روشن احکام اور غیر مشکوک آیتیں نازل کیں اور اس میں شک نہیں کہ ان کی تعمیل سے وہی قومیں انکار کرتی ہیں جو فی الحقیقت بدکار ہیں۔

خدائے رب العالمین کی نگاہِ مساوات و عدل میں آج بھی وہی قوم اجرِ تحسین و آفرین اور فراخورِ لطف و کرم ہے جس نے معشیت کی اس شبانہ روز کشمکش میں حفظِ نفس کے عظیم الشان اصول پر عمل کیا، جس نے ہجرت کے سرفروشانہ عمل کو خطرے کے ہر موقع پر لازم سمجھا، جو اطاعت اولوالامر پر بلاحیل و حجت قائم رہی، جس نے باہمی فساد آرائی سے اپنے آپ کو تباہ نہ کیا، جس نے مصیبت کے وقت دردناک تکلیفیں اٹھائیں، جس کے ہر فرد میں ہر وقت اضطرابِ عمل قائم رہا، جس نے اپنے زورِ استقامت اور جذبۂ استقلال سے، بروقت تیاری اور اقدامِ عمل سے، فردا کے احساسِ زیاں اور آج کے نقد نفع کے شوق سے، پیش بینی، جزا اور بروقت انتظام سے اپنی ہوا اکھڑنے نے

سندی:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ
وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (۸ : ۴۶)

اے ایمان والو! خدا کے احکام کی کامل متابعت کرو، اپنے امیر جماعت (رسولِ خدا) کے بالمشافہ حکموں کی بے چون وچرا اطاعت کرو۔ اپنی جماعت کے افراد کے مابین کوئی نزاع قائم نہ کرو ورنہ نامرد ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ (اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ) جہاد کی تکلیفوں کے بالمقابل استقلال سے جمے رہو، (سب مصائب کا مضبوطی سے مقابلہ کرو) کیونکہ خدا بے شک اُنہی کا ساتھ دیتا ہے جو صبر کرتے ہیں:

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ
وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ
وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي
الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ
مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ

(۱۶: ۱۰۶ - ۱۱۰)

جو شخص (خدا کے مستعد رکھنے والے احکام کی صداقت اور نافعیت پر) ایمان لانے کے بعد اُن کی تعمیل سے غافل ہو گیا (۱۶: ۱۰۵) الّا یہ کہ وہ ایک مجبورِ محض ہو گیا ہو لیکن اس کا دل مطمئن ہو تو ایسے کا معاملہ الگ ہے لیکن وہ ناہنجار نابکار (جو اپنے دلی انکار کے باعث نافرمان بننے کا تہیہ کر چکا ہو) اور جس نے کفر و انکار کے لئے اپنا سینہ کھول دیا ہو، ایسی قوم پر (علیھم) قہرِ خدا کا نازل ہونا ایک طے شدہ اور اٹل امر ہے، اور ہلاکت کا عذابِ عظیم بھی الٰہی کا حصہ ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اس غفلت زدہ قوم نے دنیا کی نفسانی لذتوں کو آخرت کی دائمی خوشحالیوں پر ترجیح دی، (اعمال عاجلہ کی نقد اُجرت کو اعمالِ آخرت کی فوری تکلیف اور

اُخروی راحت کے بالمقابل پسند کیا)، (نفسِ امّارہ کی اطاعت کے فوری فوائد پیشِ نظر رکھ کر جماعت کی آخرت سے بے حِس ہو گئے) اور اس میں شک نہیں کہ خدا ایسی کفر کیش قوموں کو کوئی مستقل راہِ عمل نہیں دکھاتا۔

یہی وہ قومیں ہیں جن (کی مسلسل اور غیر متناہی بداعمالیوں کے باعث) خدا نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے، (ان کے جذبات کچل دیئے ہیں) اُن کے کانوں اور آنکھوں پر غفلت کے پردے ڈال دیتے ہیں، (اب وہ اپنے جمود کا کچھ اندازہ نہیں کر سکتے، اپنی گری ہوئی حالت کو کچھ نہیں دیکھتے، قانونِ خدا کو قطعاً نہیں سمجھتے) اور یہی لوگ صحیح معنوں میں "غافل" ہیں۔ اور لامحالہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو بالآخر اس دُنیا میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے اور جن کی عاقبت بھی خراب ہے،

تو اے محمدؐ! قانونِ خدا کی اس شرح و بسط کے بعد تمہارا پروردگار بھی بے شک انہی لوگوں کی حمایت کرے گا جو دُشمن کی مُدّة العُمر ایذا اور تکلیف دہی کے بعد بالآخر اپنے وطن سے ہجرت کر گئے: پھر غریب الوطن ہو کر کمال عزم و استقلال سے اُن سے سیف آزما ہوئے اور (ان سب بلیاتِ عظیمہ کے وارد ہو چکنے کے بعد) ضرور ہے کہ تمہارا پروردگار ان کی گذشتہ بداعمالیوں پر پردہ ڈال دے اور اُن کے حق میں بارانِ رحمت ثابت ہو۔

آہ! کارخانۂ طبیعت کے اس صناعِ عظیم، اور انسانی کردار کے اس واقفِ حال خدا کے نزدیک آج بھی وہی اُمّت اس دُنیا میں قائم رہنے کے لائق ہے جس نے اپنے حفظ و بقا کی خاطر کوئی عملی کوتاہی نہیں کی جس نے حیات و ممات کی اس صبر آزما کشمکش میں، دشمن کا مقابلہ جان توڑ کر کیا جس نے بہبودیٔ آخرت اور حسنِ مآل کو پیشِ نظر رکھ کر آسائشِ نفس اور تن آسانی کو بالائے طاق رکھا جس کے ہر متنفّس نے فوری آرام کو چھوڑ کر انجام کو دیکھا، جو عذابِ الٰہی اور غیر قوم کی محکومیت سے ہر وقت ڈرتی رہی اور ذلّت آمیز دنیاوی زندگی پر کبھی مطمئن نہ ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ ... قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (۹: ۳۸ - ۳۹)۔

اے وہ لوگو جو قانون خدا کے نفع مند ہونے پر ایمان لے آئے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب جب تم سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں لڑنے کے لئے نکلو تو بجائے اس کے کہ حکم سنتے ہی سربکف میدان میں نکل پڑو تم زمین پر ڈھیر ہوئے جاتے ہو کیا لذات دنیوی کی فوری اور ناپائدار راحتوں کو تم نے اعمال آخرت کی جز وقتی تکلیف اور انجام کے قائم تر آرام کے بالمقابل پسند کر لیا ہے، کیا ایک قریب تر نفع کی فوری لذت (الدنیا) کو تم نے انجام (الاخرۃ) کے مستقل فائدوں پر ترجیح دی ہے، کیا آج کا فائدہ (الدنیا) حاصل کرنے کی غرض سے تم نے کل (الاخرۃ) کے نقصان کو منظور کر لیا ہے؟ اگر تمہارا یہ حال ہے تو گوش ہوش سن رکھو کہ ان نفسانی محبتوں اور شیطانی خواہشوں (متاع الحیوۃ الدنیا) کا انجام بالآخر نہایت بے حقیقت ہے۔ (یہ تمہارے مزے صرف چند روزہ ہیں کیونکہ ہلاکت تمہیں گھور گھور کر دیکھ رہی ہے) اگر تم آج راہ خدا میں قتال بالسیف کے لئے نہ نکلو گے تو خدا تم کو بڑی دردناک مار دے گا۔ تم کو صفحہ زمین سے یکسر محو کر کے ایک دوسری قوم کو اس زمین میں تمہارا حاکم مقرر کر دے گا، تم محکوم و ذلیل ہو کر ان کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھرو گے، عمر بھر ان کے آگے ماتھا رگڑتے اور پیٹ کے بل رینگتے رہو گے پھر اگر ان کو اس سرزمین سے نکالنا چاہو گے تو تم اس قدر کمزور رہ گئے کہ ان کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکو گے ان کو کچھ بھی تکلیف نہ پہنچا سکو گے (لا تضروہ شیئا) اور جانے رہو کہ خدا ہے عظیم ہربات کے کرنے پر قادر ہے۔

قرآن حکیم کی حیرت انگیز حکمت جامعہ اور مطلق اصل ہدایت کے مطابق آج بھی وہی قوم اس دنیا میں بے خوف و خطر ہے جس نے بلند اخلاق کی پیدا کی ہوئی طاقت کے علاوہ اپنے آپ کو مادی طاقت کے ہر ممکن ساز و سامان سے لیس رکھا، جس نے دشمن کے بالمقابل کامل جنگی تیاری کی، جس نے ہر ناگہاں مصیبت کو پیش نظر رکھ کر حزم و احتیاط سے کام لیا، جو ہر ممکن مدمقابل کی چالبازیوں سے باخبر رہی، جس نے جدال و قتال کو خوش اسلوبی سے سرانجام

دینے کے لئے اپنی مملکت کے خزانے معمور رکھے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ (۸: ۶۰-۶۲)

اور ایمان والو! اپنے دشمن (کا زور توڑنے) کے لئے جہاں تک تمہاری انتہائی طاقت ہے سپاہیانہ قوت کے مظاہروں سے اور جنگی گھوڑوں کی چھاؤنیاں پھیلا پھیلا کر اپنے آپ کو سازوسامان سے لیس رکھو۔ ایسا کرو گے تو خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے اور نہ صرف ان پر ہی بلکہ اُس پاس کے اُن دوست نما ہمسایہ سلطنتوں پر بھی تمہارا رعب و وقار قائم رہے گا جن (کے دلی ارادوں) کی تم کو کچھ خبر نہیں اور جن (کی تمہارے برخلاف خفیہ تیاریوں) کو خدا جانتا ہے، اور جو کچھ مال اپنا ربھی تم لوگ حفظ نفس اور حفاظتِ دین، اعلائے خدا اور استیلائے جماعت (فی سبیل اللہ) کے لئے کرو گے اُس کا اجر تم کو پورا پورا ادا کر دیا جائیگا اور تمہاری کچھ حق تلفی نہ کی جائے گی۔

اور اے محمدؐ! اگر دشمن صلح کرنے پر مائل ہوں اور اپنا ارادہ بالصراحت ظاہر کریں تو پھر تم بھی صلح ہی کی طرف جھکو اور نتائج کے متعلق خدا پر کامل اعتماد رکھو کیونکہ لامحالہ وہ طرفین کی نیتوں کو بڑا سمجھنے والا اور اُن کی قدر و قیمت اور اہمیت کو بڑا جانچنے والا ہے۔ پھر اگر تمہارے صلح کر لینے کے بعد ان کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا بھی ہو تو خدا دورخ کو کبھی فروغ نہیں دیتا۔ اس کی حمایت تمہارے لئے کافی ہے تم پھر اُن سے لڑو اور ان پر یکدم پل پڑو کیونکہ اس کجروی سے صلح پسند ایمان والوں اور راستبازوں کے حوصلے اور بھی بلند ہو جائیں گے، اور تم بالآخر فتحمند ہو گے وہی کارساز تو ہے جس نے اپنی حمایت اور مسلمانوں کی روزافزوں قوتِ ایمان سے تم کو بارہا مدد دی ہے۔

خدائے بے نیاز، اور پروردگار عالم کے اٹل قانون کے مطابق وہی اُمتیں آج تمکنت،
جاہ وجلال، اور اُبہت کی پراُمن راہوں پر گامزن ہیں جنہوں نے گروہ در گروہ دشمن، اور
فوج در فوج مخالفوں کے بالمقابل اپنی پیٹھ نہ پھیری، جنہوں نے اپنے زور ایمان اور روح عمل
سے اپنی طاقت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا دیا، جو اپنے نصب العین کی حفاظت کی خاطر
مدۃ العمر لڑتی رہیں؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝
وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ
بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ (۸: ۱۵-۱۶)

اے وہ ایمان والو جو قانون خدا پر یقین رکھتے ہو جب جب تمہارے لشکر کی
ان دشمنان خدا سے مُٹھ بھیڑ ہو جو اس کے قانون پر عمل نہیں کرتے تو ہرگز ان کو پیٹھ
نہ دکھانا اور یاد رکھو کہ جو شخص ایسے نازک موقع پر دشمنوں کو اپنی پیٹھ دکھاتے گا اِلّا
یہ کہ وہ لڑائی کے لئے کنی کاٹتا ہوا ایک طرف سے دوسری طرف مڑ رہا ہو یا اپنے ہی
لوگوں میں دوبارہ شامل ہونے کے لئے ان کے سامنے سے ٹل رہا ہو تو سمجھ لو کہ وہ
خدا کے قہر میں آگیا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔

وہی قومیں غضب الٰہی سے محفوظ، اور ارضی جہنم کی ہولناک تباہیوں سے بچی ہیں جنہوں نے
دانستہ یا نادانستہ احکام فطرت کی قطعی اور غیر مشروط متابعت کی، جنہوں نے خدا کے
برگزیدہ بندوں، قوم کے جلیل القدر رہنماؤں، یا وحی کے علم برداروں کے ذریعے مشیت
الٰہی اور فطرت کے لازوال قوانین کی اطلاع پاکر ان پر عمل کیا، جنہوں نے اپنی شہوات سفلی پر جبر
کرکے اپنے افراد کے درمیان اتحاد عمل پیدا کیا، جنہوں نے اپنے سامنے ایک صحیح
نصب العین قائم کرکے شیرازۂ ائتلاف واتفاق کو مضبوط کر دیا؛

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا
يَسْتَقْدِمُونَ ۝ يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ

اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○
وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا
خٰلِدُوْنَ ○ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ
اُولٰٓئِكَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا
یَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا
عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ○ (۷: ۳۴-۳۷)

اور اے ساکنانِ زمین! ہر اُمّت کے لئے (اس کے معیارِ عمل کے مطابق) اُس کے زمین پر قائم رہنے کی ایک مدت ہے پھر جب وہ مُدّت ختم ہوجاتی ہے تو نہ ایک پل پہلے فنا ہو سکتے نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں۔ اے اولادِ آدم! کیا تم اس کارخانہ زمین و آسمان کو دیکھ کر) اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ جب کبھی تمہاری رہنمائی کے لئے تم ہی میں سے ہمارے پیغامبر پہنچیں گے جو ہمارے احکام تم پر واضح کریں گے تو تم (ہلاکت سے بچنے کے لئے) ہمہ تن اُن کی متابعت کرنا۔ پھر جس قوم نے (قانون خدا پر عمل کر کے اپنے آپ کو بچا لیا یعنی) مقام خدا کا صحیح تقویٰ کیا اور اپنی حالت کی اصلاح کر لی تو اُس قوم کو اس دُنیا میں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا نہ حزن و ملال ان کو غمزدہ کرے گا۔

لیکن جس قوم نے عملاً ہمارے احکام کی تکذیب کی، جس نے کما حقہٗ سعی و عمل نہ کر کے ان کو جھٹلایا، (اُن کے مفید عام ہونے کے متعلق بے یقینی سے رہے) (كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا) اور اُن سے سرکشی اختیار کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو شکست و ریخت کی آگ میں پڑے جلتے رہیں گے اور وہ اس میں ایک مدت مدید تک رہیں گے۔

تو اے لوگو! اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھ کر اور خدائی احکام اپنی طرف سے گھڑ کر خدا پر بہتان باندھا ہو۔ یا یقین ہوتے ہوئے بھی خدائی احکام کو جھٹلایا ہو، یہ تو وہ بدنصیب قوم ہے جس کو قانونِ خدا (الکتٰب) کے محکمہ جزا و سزا سے اس کے کئے کا بدلہ (نصیبهم) ملے گا۔ یہاں تک کہ جب ہماری لاہوتی طاقتوں کے علمبردار جلاد ان کی روحیں قبض کرنے کے لئے ان کے سامنے آموجود ہوں گے تو بزبانِ حال اُن سے پوچھیں گے

کہ اے غفلت زدو! آج وہ تمہارے معبود کدھر ہیں جن کو تم خدا کو چھوڑ کر اپنی مدد کے لئے بلایا کرتے تھے جن کے تم محکوم بنے تھے (آج اس ہیئت کذائی اور غربت وافلاس کی حالت میں شیطان تمہاری مدد کیوں نہیں کرتا، اولاد کیوں فائدہ نہیں دیتی، نفسانی حُبّ تمہاری پہلی شوکت اور طاقت کیوں بحال نہیں کرتے، محکومیت اور فقر، خوف اور حزن کیوں دُور نہیں کرتے) ۔ تو وہ لوگ (آہیں بھر بھر کر) کہیں گے کہ آہ! وہ ہمارے معبود آج سب دُم دبا کر بھاگ گئے اور پھر نزع کی اس دردناک بیکسی اور ذل و مسکنت کی اس حقیقت کشا حالت میں اُن کی آنکھیں کُھلیں گی اور وہ خود اپنے برخلاف گواہی دیں گے کہ بے شک وہ خدا کے منکر اور صحیح معنوں میں کافر تھے (کیونکہ صرف منہ سے خدا کو مان لینا اور غیر اللہ کی غلامی کرنا ان کے لئے وبالِ جان ثابت ہوا) ۔

پس اگر اس دنیائے کسب و عمل میں انسانی قومیں عروج کے بام بلند پر چڑھ رہی ہیں تو اس لئے کہ خدا کے احکام پر ہاتھ پاؤں کا عمل کر رہی ہیں، صرف منہ سے خدا کو خدا کہنے اور اس کے احکام پر عمل نہ کر کے اُن کو جھٹلانے سے قومیں عروج کی کسی منزل تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اُنہیں آج اگر اس سطح زمین پر امن حاصل ہے تو اُن کے پیہم عمدہ اعمال کے بدلے میں : وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ [۱] ۲:۶ ان کی ملکوتی فضیلتوں کے عوض میں، ان کے علم و ہنر، محنت و مشقت کے صلے میں۔ وُہ آج اگر روئے زمین پر اپنی زندگی کے دن بے خوف و خطر گزار رہی ہیں تو اس وجہ سے کہ اُن میں اُن کے اپنے علم و اطلاع کے مطابق ایمان موجود ہے، اپنے آپ پر اعتماد اور آئینِ قدرت پر بھروسہ ہے، ان میں عذابِ الٰہی کا حس اور حفظِ نفس کی صحیح روح ہے، ان میں اعتدال اور دُنیاوی نعمتوں کے صحیح استعمال کی صلاحیت موجود ہے، ان میں اجماع و اتحاد کا تقویٰ ہے، ان میں

---

[۱] اور سب قوموں کیلئے جس قدر وہ عمل کرتی ہیں ان کے عمل کے مطابق درجہ بدرجہ فضیلتیں ہماری طرف سے میسر ہوں گی اور خدا جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس سے غافل ہرگز نہیں۔

تقویتِ نفس اور تمرکزِ عمل کی اِستعداد ہے، ان میں قربانیٔ جان و مال کی خیرات، اور اطاعتِ امیر کی حَسَنات ہیں، ان میں تحمّل مصائب اور صبر ہے، ان میں سعی ہے، اور سعی کے بعد توکل بھی ضرور بالضرور ہے!

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (۶: ۴۷-۴۸)

اے محمدؐ! تم عذابِ خدا کے متعلق ان کٹ حجتی لوگوں کو کہہ دو کہ اے قانونِ خدا سے بے خبر انسانو! کیا تم نے اسباب پر غور کیا ہے کہ اگر عذابِ خدا آج یکدم یا آشکارا طور پر اس سطحِ زمین پر رونما ہو جائے تو کیا یہ ممکن ہے سوائے ظالم قوم کے کوئی اور قوم بھی ہلاک ہو سکے گی اور قاصدوں کو تو ہم اسی لئے بھیجتے ہیں کہ بنی نوعِ انسان کے آگے خوشحالی اور عذاب کی دونوں صورتیں پیش کر دیں پھر اس کے بعد جو قوم قانونِ خدا پر ایمان لے آئی اور جس نے ایک اقل قلیل مدت میں اپنی حالت کی اصلاح کر لی تو اس روئے زمین پر اس کی زندگی بے خوف و خطر ہے۔

لَيْسُوْا سَوَاۗءً مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ (۳: ۱۱۳-۱۱۶)

اور اے محمدؐ کے اُمتیو! باوجود ان تمام باتوں کے جن کا ذکر اوپر ہوا سب اہلِ کتاب یکساں نہیں۔ ان میں بھی بلاشبہ ایک استقامت پسند اور صاحبِ استقلال گروہ موجود ہے جو رات کی خاموشیوں میں احکامِ خدا پر کماحقہٗ غور و خوض کرتے ہیں (یتلون) اور پھر جب ان کی حقیقت ان پر عیاں ہو جاتی ہے تو بہ تن تعمیل کے لئے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں (یسجدون)، یہ وہ لوگ ہیں جو خدا اور روزِ آخرت پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں (اور اسی ایمان کے زور اثر پر اُخروی اعمال کر کے اپنی اپنی جماعتوں کو فائدہ پہنچا رہے

ہیں)، وہ اپنی جماعت کو اتحاد (المعروف) کی دعوت دیتے اور فرقہ بندی
(المنکر) سے منع کرتے رہتے ہیں (۳: ۱۰۱-۱۰۴) (۳: ۱۰۹)، نیک اور مفید قوم کاموں
کی طرف لپک لپک کر پہنچتے ہیں اور یہی صحیح معنوں میں 'صالح' اور نکوکار لوگ ہیں۔

اور مسلمانو! جو کچھ اچھے کام یہ لوگ کریں گے ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ان کی اس نیکی
کی کماحقہٗ قدر نہ کی جائے، ان کو خدا کی جناب سے پورا اجر ملے گا اور خدا تو
دراصل اپنے سے سچے طور پر ڈر کر احکام پر عمل کرنے والوں کو خوب جانتا ہے، ان کے
اعمال کی بلالحاظ قومیت قدر کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ قانونِ خدا سے منکر ہیں، جو اپنی جماعت
کی بہتری کی خاطر ایثارِ مال نہیں کرتے اور اولاد کی محبت میں غفلت زدہ رہتے ہیں، ان کے
مال اور ان کی اولاد خدا کے اس اجتماعی سزا کے وقت کچھ کام نہ آسکیں گے اور یہی لوگ
آخرت میں دوزخی ہیں اور یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا
رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ
الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ (۱۶: ۱۱۲-۱۱۳)

اور لوگو! تمہاری ہدایت کے لئے خدائے عظیم ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو
کسی زمانے میں نہایت پُرامن تھی، اس کے رہنے والے اس میں کامل اطمینان سے بس
رہے تھے، رزق اور دولت ہر طرف سے بافراغت اُن کے پاس چلے آرہے
تھے، پھر انہوں نے احکامِ خدا کی تعمیل سے انکار کر کے ان نعمائے الٰہی کا کفران
کیا۔ پھر خدائے عظیم نے بھی ایک اقل قلیل مدت میں اُن کی عبادتِ طاغوت اور اعمالِ
عاجلہ کی پاداش میں غربت اور افلاس (الجوع)، محکومیت اور ہراس (الخوف)
کو ان کے زیبِ تن کر کے کفر کا مزا چکھا دیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر ان کے پاس ان
ہی میں کا ایک رسول بھی آیا تھا جس کے باعث وہ ترقی کے فلک الافلاک تک
پہنچ چکے تھے، پھر انہوں نے اس کے احکام کو جھٹلایا، ان کو بالائے طاق رکھ دیا۔
پھر لامحالہ ہمارے عذاب نے ان کو دھر پکڑا اور آنحالیکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے
تھے۔

اقوام کے عروج و زوال، اور سلطنتوں کے مدّ و جزر کے یہ اسرار ہیں؛ یہی قدرت کا وہ لازوال طریقہ ہے جو ہر شخص کے روبرو ہو رہا ہے؛ یہی وہ مواعظ و حکم ہیں جو قرآنِ کریم میں منقول ہیں: انہیں پر عمل کرنا گویا سنتِ خدا پر عمل کرنا ہے۔ غیر مسلم اقوام کے ارتقا و انحطاط کا بھی وہی قانون ہے جو کسی رسمی طور پر قرآن کو کتابِ خدا ماننے والوں کا ہے، اس کے مقدمات، نتائج اور طریقِ اجرا میں کوئی فرق نہیں:

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۝
سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۝
وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ
اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۝ (۴۸: ۲۲-۲۴)

اور اے قانونِ خدا کو تسلیم کرنے والے مسلمانو! اگر یہ منکرینِ خدا کے لشکر (الذین کفروا) تم سے لڑیں گے تو احکامِ خدا پر عمل کرنے کے باعث ان کے بالمقابل تمہاری قوتِ ایمانی تمہارا نظم و نسق، تمہارا ضبط و تربیت اس قدر زبردست ہے کہ ان کو لامحالہ پیٹھ پھیر کر بھاگنا ہی پڑے گا اور بعد ازاں (انتہائی زبوں حالی کے باعث) ان کو کوئی حامی ہی ملے گا نہ مددگار۔ یہ منکرینِ خدا کی شکست اور ایمان والوں کی فتح و نصرت ہی خدا کا وہ قانونِ جاریہ ہے جو روزِ اوّل سے چلا آیا ہے اور اے محمدؐ! تم خدا کے قانون میں کوئی ردّ و بدل ہرگز نہ پاؤ گے۔ اے ایمان والو! یہ خدا کی متابعت کا ہی پھل تھا جس نے عین وسطِ مکہ اور خانۂ خدا میں دشمن کو تم پر ہاتھ ڈالنے سے روکے رکھا اور یہی وہ ذات تھا جس نے فتح دے دینے کے پیچھے تم کو اپنے ذلیل اور شکست خوردہ دشمنوں سے دیرینہ انتقام لینے پر آمادہ نہ کیا اور اس میں شک نہیں کہ خدا تمہارے اعمال کو بنظرِ تمام دیکھ رہا تھا۔

لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي
الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ
اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (۳۳: ۶۰-۶۲)

اَے مسلمانو! اگر تمہاری جماعت کے وہ کافر نما مسلمان جو اپنی شبانہ روز بداعمالیوں سے اعضائے اُمّت میں تفریق و انتشار پیدا کرتے رہتے ہیں: (المنفقون)، اور وہ برائے نام مسلمان جن کے دلوں میں احکام اسلام کے متعلق تذبذب اور شک کا مرض لگا ہوا ہے: (الّذین فی قلوبھم مرضٌ)، اور وہ ناعاقبت اندیش جاہل جو اسلام کے فوجی اور سیاسی، اجتماعی اور ذاتی معاملات کے متعلق شہر میں افواہیں پھیلاتے رہتے ہیں (بے سند اور رنگ آمیز باتیں بنا بنا کر عوام الناس میں بزدلی اور مایوسی کے جذبات پیدا کرتے ہیں): (المرجفون فی المدینۃ)، اگر یہ لوگ اپنی ناپاک کارروائیوں سے باز نہ آئے تو ہم ضرور ایک نہ ایک دن تم ہی کو ان پر دے کرنے کے لئے اُکسائیں گے پھر وہ مدینہ میں کچھ زیادہ مدّت ٹھہرنے بھی نہ پائیں گے ہر طرف سے پھٹکار اُن کے مُونہوں پر پڑ رہی ہوگی، جہاں جہاں دھتکارے گئے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ جماعت میں نفاق ڈالنے اور اس کی طاقت کو کمزور کرنے والی قوم کا بالآخر یہی حشر ہوتا ہے۔ یہ خدا کا قانون ہے جو ہر جماعت میں روزِ اوّل سے چلا آیا ہے اور اَے پیغمبر! تو عادتِ الٰہی اور دستورِ فطرت میں ہرگز کوئی رد و بدل نہ دیکھیگا۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ۝ (۴۰: ۸۵)

آہ! لیکن ان بدبخت لوگوں کو ہمارے عذاب کو سر پر سوار دیکھ کر اخیر وقت پر ایمان لانا اور اپنی بہتری کی کوشش کرنا کچھ نفع مند ثابت نہ ہوا۔ یہ خدا کا دستور ہے جو روزِ اوّل سے اس کے بندوں میں نافذ ہوتا چلا آیا ہے اور قانونِ خدا سے عملاً انکار کرنے والے بندے اسی وجہ سے گھاٹے میں پڑے رہتے ہیں۔ (ہلاکت سے بچنے کے لئے ایک طول و طویل سعی کی ضرورت ہے۔ عین سزا کے وقت چند لمحوں کے لئے توبہ کر لینا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ نہ اس کی وساطت سے عذاب ٹل سکتا ہے نہ حیات از سرِ نو آ سکتی ہے)۔

پروردگارِ عالم کا قانون ہر قوم اور زمانے پر اسے مطلق العمل اور مستقل الاثر رہا ہے کہ اس کا مقام یا وقت یا معمول علیہ بدل جانے سے نفسِ قانون بدل نہیں سکتا، پس خدائے رب العلمین کے نزدیک ہر قوم کے ایمان اور تقویٰ، صبر اور توکل، سعی اور نیت، اصلاح اور احسان کی بھی

اس کے عیارِ عمل کے مطابق قیمت ہے، اور جزا و سزا کے بھی وہی ڈھنگ ہیں جو کسی دوسری اُمت کے لئے ہو سکتے ہیں۔ قومیں، بلا امتیاز احدے، اسی وقت تک زندہ رہتی ہیں جب تک کہ اُن کے مجموعی اعمال و افعال ان کے زندہ رہنے کی قطعی وکالت کرتے رہیں، وہ اسی وقت تباہ ہوتی ہیں جب ان کے برخلاف ان کی بداعمالی کی شہادت روشن اور مکمل ہو جائے: لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ[1] (۸: ۴۲)۔

قوموں کے فنا و بقا میں بھی افراد کی جزا و سزا کی مانند قطعاً کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ سب جو کچھ ہو رہا ہے کسی آئین و اصول کے ماتحت ہو رہا ہے، احکام خدا کی نافرمانی کے بعد ہو رہا ہے:

لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ (۳: ۱۱۱-۱۱۲)

اے قرنِ اوّل کے ایمان والو! یہ کافرِ عرب اور گرد و نواح کے بے نظم اور کمزور یہود و نصاریٰ معمولی ایذا دہی کے سوا تم کو ہرگز کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، تمہاری اجتماعی طاقت کے بالمقابل ان کی خستہ حالی ان کو بے حقیقت کر دیتی ہے۔ اور اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ تلوار کے زور سے فیصلہ کرنا چاہیں گے تو لامحالہ اُن کو دُم دبا کر بھاگتے ہی بن پڑے گی پھر ان کو کہیں سے مدد بھی نہ مل سکے گی۔ جہاں پر ان لوگوں کو دیکھا گیا ہے ذلت اور محکومیت اُن پر پیس دی گئی ہے۔ باستثنا ان حالات کے جن کے باعث یہ لوگ خدا کے حبلِ متین یا انسانوں کے حبلِ متین کے رشتے میں منسلک ہو گئے ہیں (الا بحبل من الله وحبل من الناس) وہ ہر جگہ خدا کے قہر میں گرفتار ہیں غربت اور محتاجی اُن پر جما دی گئی ہے۔ یہ سب اس لئے کہ یہ کم بخت خدا کے مستعد رکھنے والے احکام سے

---

[1] یہ اس لئے کہ خدا کا منشا یہ ہے کہ جو قوم ہلاک ہو وہ روشن شہادت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ مکمل ثبوت کے بعد زندہ رہے بے شک خدا معاملات کو بڑا سمجھنے والا (السمیع) اور بڑا باخبر خدا ہے۔

عملاً انکار کیا کرتے تھے۔ خدا کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے، اطاعت خدا و رسُول سے غافل اور حکم امیر کی نافرمانی کرتے تھے اور خدا کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے تھے۔

الغرض جو سزا اقوامِ عالم کو مل رہی ہے آیات بیّنات کے عملی انکار کے بعد مل رہی ہے:

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ○ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○ (۴۰: ۲۱-۲۲)

کیا لوگوں نے اس زمین کے اندر چل پھر کر نہیں دیکھا کہ وہ قومیں جو ان سے پہلے ہو گزری ہیں ان کا کیا دردناک حشر ہوا۔ وہ لوگ اپنی قوت کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے، اپنی نشانیوں کے اعتبار سے جو وہ چھوڑ گئے بے مثال تھے، پھر (جب وہ احکام خدا سے عملاً غافل ہو کر اپنی آبائی عظمت کو سنبھال نہ سکے تو رفتہ رفتہ) خدا نے ان کو (ان کی دردناک واماندگیوں کی پاداش میں) پکڑا اور کوئی حیلہ بھی اُن کو خدا کی پکڑ سے بچانے کے لئے کارگر نہ ہوا۔ یہ سب اس لئے کہ (اس سے پیشتر بارہا) خدا کے بھیجے ہوئے رسُول اُن کے پاس (حفظ و بقا کے متعلق) کُھلے کُھلے اور روشن احکام لے کر آئے لیکن ان ناخلف جانشینوں نے اُن سے عملاً انکار کیا۔ پھر خدا نے اُن کو دھر پکڑا۔ خدا بے شک بڑا صاحب قوت اور بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

جو عذاب آ رہا ہے دستورِ فطرت کی تکذیب، اور آئین کائنات کی تضحیک کے بعد ہو رہا ہے:

سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ○ (۱۷۷:۷)

اس کم نصیب قوم کی مثال کیا ہی بُری مثال ہے جس نے ہمارے مستند رکھنے والے احکام کی عملاً تکذیب کی اور وہ اپنی جانوں پر آپ ظلم کر رہے تھے۔

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (۳: ۱۳۷-۱۳۸)

لوگو! تم سے پہلے خدا کی سُنّت سے باغی قوموں کا بُرا انجام گذر چکا ہے، تو زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ خدا کے حکموں کو جھوٹا سمجھنے والی قوموں کا کیا حشر ہوا۔ یہ قرآن تو بنی نوع انسان کے لئے ایک روشن دستور العمل ہے (بیانٌ) اور خدا سے ڈرنے والی قوموں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ (۶: ۴۹)

اور اے لوگو! جس قوم نے ہمارے احکام کو جھوٹ سمجھ کر ان کی تعمیل سے انکار کیا ان کو لامحالہ ان کی نافرمانیوں کے عوض میں عذاب پہنچ کر رہے گا۔

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (۳۰: ۱۰)

پھر جن لوگوں نے بُرا کیا تھا ان کا انجام بھی بُرا ہوا کیونکہ انھوں نے خُدا کے اٹل احکام کو جھوٹ سمجھا (تن آسانی اور نفس پروری میں پڑ کر ان پر عامل نہ رہے) (مال و اولاد کے احکام کو خدائی احکام میں شریک کرتے رہے، اور ذاتی زر و دولت کے زعم میں) ان کو مخول سمجھتے رہے۔

جو سزا مل رہی ہے اُس لفظی اور نمائشی "خدا پرستاری" اور باطنی بت آرائی کے باعث مل رہی ہے جس کا قطعی اور طبعی نتیجہ موت ہے، ہلاکتِ اقوام ہے، تخریبِ دیار ہے، اضمحلال و شکست ہے:

وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ○ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ○ (۶: ۳-۶)

اے لوگو! وہ خدائے عظیم آسمانوں کی ناپید اکنار دُوریوں تک کا بادشاہ ہے اور وہی

زمین پر حکومت کر رہا ہے کوئی شے اس کے حیطۂ علم سے خارج نہیں، وہ تمہارے دلوں کے اندرونی بھیدوں اور زبانی اقراروں کو پورے طور پر جانتا ہے، اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔ اور لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب جب ان کے پاس قانونِ خدا میں سے کوئی حکم تعمیل کے لئے پہنچتا ہے تو وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ آج ان اہل عرب نے اس قانون برحق کی تعمیل سے انکار کر کے اس کو یقیناً جھٹلایا ہے تو جس آئین جلیل کو یہ لوگ آج تمسخر میں اُڑا رہے ہیں اس کی حقیقت ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گی۔ کیا ان اہل زدوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے اس روئے زمین کی کتنی امتوں کو ہلاک کر مارا جن کو ہم نے انکی ترقی کے ابتدائی ایام میں) اس زمین پر وہ استحکام عطا کیا تھا جو تم کو بھی نہ کیا تھا اور ہمارے لطف و کرم کی بارش (کسی زمانے میں) ان پر موسلا دھار برسا کرتی تھی بلکہ ہم نے ان کے میدانوں میں جن پر وہ حکومت کرتے تھے دریا بہا دئے تھے پھر آخر کار ان کے ناخلف جانشینوں کو ان کی غفلتوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں ہم نے ہلاک کر مارا اور ان کے بعد دوسری مستعد اور صالح العمل قوموں کی ابتدا کر دی۔

الغرض سطح زمین پر قوموں کا بدل جانا کوئی مُستبدانہ ردّ و بدل، یا روایتی مداوات ایام نہیں جس کی وجہ سے اچھے دن خود بخود بُرے، یا بُرے دن بلا استحقاق پھر جاتے ہیں۔ یہ چرخ دوّار کی مشق ستمگاری، یا گردشِ ایام کی ابلق نمائی نہیں جس کے باعث زمانے کے رنگ خود بخود اور بلا وجہ بدلتے رہتے ہیں بلکہ قوموں کا عروج اُن کی اپنی پیدا کی ہوئی قوت کے کرشمے ہیں اپنے ہاتھوں سے پیدا کئے ہوئے اتحادِ عمل کے شعبدے ہیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے ہیں، خدا کی اس عجائب نمائی اور ردّ و بدل میں وہ صورت عدل و انصاف ہے جس کے خلاف معترض کو دَم مارنے کی مجال نہیں ؛

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ (۱۰:۱۳،۱۴)

لوگو! تم سے پہلے کتنی اُمتیں ہو گذریں جن کو جب انہوں نے خدا کو چھوڑ دینے کا ظلم عظیم کیا (۱۰: ۱۴)، خدائی احکام سے غافل ہو گئے اور دُنیاوی لذات میں مگن رہ کر خدا کے شریک بناتے رہے؛ (لما ظلموا) تو ہم نے اُن کو ہلاک کر مارا حالانکہ اُس سے پیشتر ہمارے پیغامبران کے پاس روشن احکام لے کر آئے تھے لیکن ان پر عمل کرنا انہیں نصیب نہ ہوا۔ مجرم قوموں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ اب اُن کے بعد اے لوگو! ہم نے تمہیں اس زمین میں جانشین مقرر کیا ہے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ تم کیا کرتے ہو؛

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝ (۱۱: ۱۱۶-۱۱۷)

تو لوگو! حیران کن بات یہ ہے کہ جو اُمتیں تم سے پہلے ہو گذریں اُن میں خلق خدا کی خیر خواہی کرنے والے رہنما اور سمجھدار لوگ کافی تعداد میں کیوں نہ نکلے جو لوگوں کو قانون خدا سے سرکشی اور اس پُرامن زمین پر فساد برپا کرنے سے منع کرتے رہتے اگر کچھ ہوئے تو وہ چند ایک جن کو ہم نے ان کے حسن عمل کے باعث نجات دی اور باقی ظالم تو دُنیاوی لذتوں کے پیچھے پڑے رہے جو ان کو دی گئی تھیں اور اس وجہ سے مجرم قرار پائے۔ اور اے محمدؐ تمہارا پروردگار ظالم نہیں کہ بستیوں کو ناحق ہلاک کر ڈالے حالانکہ اُس کے باشندے اصلاح پر آمادہ ہو گئے ہوں۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۝ ذَٰلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ ۝ (۶: ۱۳۰-۱۳۱)

پھر سزا و جزا کے بعد قیامت کو خدا بزبان حال ہلاک شدہ اُمتوں کو فرمائے گا کہ اے انسانی گروہوں کے رہنماؤ (الجن) اور اے عوام الناس لوگو! (الانس) کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس اور تم ہی میں کے (منکم) ہمارے بھیجے ہوئے پیغامبر نہیں آئے تھے جو تم کو ہمارے احکام کھول کھول کر بیان کرتے تھے اور اس روز بد کے

آجانے سے تم کو ڈراتے تھے۔ تو وہ بول اُٹھیں گے کہ بیشک ہم اسبات کی اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ آئے تھے۔ اور لوگو! حقیقت میں دُنیاوی لذات نے اُن لوگوں کو گمراہ کر رکھا تھا اور اب جب حقیقت کھل گئی تو ان کا یہ حال ہے کہ خود اپنے خلاف گواہی دے رہے ہیں کہ وہ فی الحقیقت کافر تھے۔ اور اے پیغمبر! پیغمبروں کو بھیج بھیج کر اتمام حجت کرنا اس لئے ہے کہ تمہارا پروردگار بستیوں کو ناحق تباہ نہیں کیا کرتا درآنحالیکہ لوگ اس کے احکام سے بے خبر ہوں۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○ (۲۸: ۵۹)

اور اے پیغمبر! یہ تیرے پروردگار کا دستور نہیں کہ وہ کسی بستی کو ہلاک کرے جب تک کہ اس کے اہم اور مرجع خلق حصے میں اپنا پیغامبر نہ بھیج لے جو صاف طور پر اس کے احکام لوگوں پر واضح کر دے (یتلوا) اور اس پر بھی ہم کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتے جب تک وہ ہماری اصطلاح میں صحیح معنوں میں ظالم نہ ٹھہریں۔

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ○ (۱۸: ۵۹)

اور اے مخاطب! یہ ہیں عاد و ثمود کی وہ ویران بستیاں جن کے باشندوں کو ہم نے اس وقت ہلاک کر دیا جب وہ ہمارے معیار کے مطابق صحیح معنوں میں 'ظالم' ہو چکے تھے اور ہم نے ان کے مخصوص حالات کو مدِنظر رکھ کر ان کے مستحقِ عذاب ہونے کا ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ○ (۶: ۱۵۷)

یا تم یہ عذر پیش کرو گے کہ اگر ہم پر بھی الکتاب نازل ہوتی تو ہم ضرور اُن سے زیادہ راہِ راست پر ہوتے۔ یہ عذر تو قابلِ قبول نہیں کیونکہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل یقیناً آ چکی ہے بلکہ جو احکام آئے تھے وہ مجسم ہدایت اور رحمت تھے تو لوگو! اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جس نے خدا کے مستند لکھے

والے احکام کی عملاً تکذیب کی، اور اُن سے کنارہ کشی اختیار کی۔ بگوشِ ہوش سُن
رکھو کہ جو تو میں ہمارے احکام سے کنارہ کشی اختیار کرتی ہیں کوئی دن گزرتا ہے کہ ہم
اُن کی کنارہ کشی کے عوض میں اُن کو دردناک عذاب دیں گے۔

پس انسانی اعمال واشغال کے نتائج پیدا کرنے کے بارے میں حوادثِ دہر کے واقع ہونے اور نتائجِ احوال کے ظہور میں، یا اقوامِ عالم کے عروج وزوال میں خُدائے رحیم کی طرف سے قطعاً کوئی ظلم نہیں ہوتا، وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۟ (۴۰: ۲۰)[1] قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق ہر شخص کے نیک وبد عمل میں اس کی اپنی ہی بہتری یا بُرائی ہے، خدا کی ذات پر اس کا مطلق اثر نہیں۔ اگر اعمال نیک ہیں تو اس کا نیک نتیجہ اُس متنفس کی ذات کو ملتا ہے، اس کی جماعت کو پہنچے تو بالواسطہ پھر اُسی کو پہنچ رہتا ہے، اور اگر اس دنیا میں نہیں ملا تو روزِ جزا کو مل رہے گا: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۟ (۴۱: ۴۶)[2]۔ اگر کسی شخص کو اپنی سعی اور زورِ بازو سے راہِ راست مل گیا ہے، یا غفلت اور کج بینی کے باعث غلط رستے پر چل رہا ہے تو یہ اس کا اپنا معاملہ ہے، خدا کا اس میں کچھ دخل نہیں، وہ آپ اس کو بھگتے گا، کوئی دوسرا اس کے اس بوجھ کو ہلکا نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص یا قوم خدا کی عطا کی ہوئی چیزوں کی قدر کرتی ہے تو اپنے لئے، اور اگر ان کا ناجائز اور نامناسب استعمال کر کے کفرانِ نعمت کر رہی ہے تو اپنی ذمہ داری پر، وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۟ (۳۱: ۱۲)[3]۔ اگر آدمی کوشش کر رہا ہے تو صرف اپنی بہتری کی خاطر، خدا کی اس

۱۔ اور خدا ہر امر کا فیصلہ پوری سچائی سے کرتا ہے اور جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے لگے ہیں ان کے فیصلے کسی اصول کے ماتحت نہیں ہوتے۔ یہ اس لئے کہ در حقیقت خدا سب سے زیادہ معاملہ فہم اور سب سے زیادہ باخبر خدا ہے۔

۲۔ جس نے کوئی صالح عمل کیا تو وہ اپنی ذات کے فائدے کیلئے کیا اور جس نے برا کیا تو اس کی ذمہ داری اس پر ہے اور تیرا پروردگار بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔

۳۔ اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی اور سب سے پہلی حکمت یہ تھی کہ اے لقمان! تو خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی بھی قدر ان کا صحیح استعمال کر کے کر۔ جو قدر اس طرح پر کرے گا تو وہ صرف اپنے ہی فائدے کیلئے کریگا اور جس نے کفران نعمت کیا تو بے شک خدا بے نیاز اور سزاوار حمد ہے وہ آپ دکھ اٹھائیگا۔

میں کوئی پوشیدہ غرض نہیں: وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ[1] (۲۹:۶)
اگر بصیرت حاصل کرتا ہے تو اپنے فائدے اور نفع کی خاطر، خدا اسباب کا ضامن نہیں
کہ ہدایت پہنچنے کے بعد، لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کرے: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ
الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ[2]
(۱۰:۱۰۸، نیز ۳۹:۴۱) قَدْ جَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم
بِحَفِيظٍ[3] (۶:۱۰۴)؛ اگر خدائے بے نیاز کے ہاں سے حسن عمل کی تلقین کی جا رہی ہے تو محض اس
کے اپنے فائدے کے لئے، إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا[4] (۱۷:۷)،
اور اگر باایں ہمہ وہ اس کو رد کرتا ہے تو اپنی ذمہ داری پر، کیونکہ جزا کی مانند سزا کا ملنا بھی یقینی ہے
پس اگر کچھ جبر ہو سکتا ہے تو اسی تخویفِ سزا یا تشویقِ اجر میں، ورنہ انسان عملی طور پر بالطبع
آزاد ہے۔ خدا کی کوئی غرض اس کے نیک و بد اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں!

وَمَن تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ
وَالْبَصِيرُ ۝ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۝ وَمَا
يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ
بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ۝ إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا
وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ
الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝
ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ (۳۵:۱۸-۲۶)

۱۔ اور جس نے سعی و عمل کیا تو وہ صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کیلئے کر رہا ہے کیونکہ خدا بیشک تمام دنیا جہاں سے بے نیاز ہے۔

۲۔ اے محمد کہہ دے کہ اے لوگو تم پر اپنے پروردگار کی طرف سے سچائی آچکی ہے تو جو ہدایت پکڑ گیا وہ اپنے ہی فائدے کیلئے پکڑ گیا اور جو گمراہ ہو گیا تو اپنی ذمہ داری سے گمراہ ہوا اور میں تم پر کوئی وکیل تو نہیں کہ تمہیں گمراہی سے روکوں۔

۳۔ بے شک تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے غور کرنے کی باتیں نازل ہو چکیں تو جس نے آنکھ کھول کر ان کے فائدوں کو دیکھ لیا تو یہ اس کے اپنے فائدے کی بات ہے اور جو اندھا ہو گیا تو اس کی ذمہ داری اس پر ہے اور میں کوئی تم پر چوکیدار تو مقرر نہیں کہ تم کو روکتا رہوں۔

۴۔ اگر تم نے حسن عمل سے اپنی اجتماعی حالت درست کر لی (ان احسنتم) تو اس کا فائدہ تمہیں کو پہنچا (احسنتم لانفسکم) اور اگر اس سے پیشتر تم نے برے عمل کر کے اپنے آپکو غیر کا محکوم بنا لیا تھا (ان اساتم) تو اس کا نقصان بھی تم کو ہی پہنچا (فلہا)۔

اور اے پیغمبر! جو شخص اس دنیا میں اصلاح پذیر ہوگیا تو اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے، اپنی ہی دنیاوی بہتری ہے اجتماعی اور ذاتی بہبودی ہے اور بالآخر تو فیہ جزا و سزا کے لئے تو سب نے خدا ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اور کیا وہ شخص جو اس نظام عالم اور اس کے دستورِ جزا و سزا کو بغور ملاحظہ کر رہا ہے اس اندھے کے برابر ہو سکتا ہے جس کو قانونِ طبیعت کی کچھ خبر نہیں۔ کیا اندھیرا اور اُجالا یکساں ہو سکتے ہیں، اور چھاؤں اور دھوپ ایک نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں، اور مردہ اور بے حس لوگ بھی بھلا کہیں زندہ اور بیدار قوموں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ خدا ہی جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے، اس دنیا کے نظام کو سمجھنے کی استعداد عطا کرتا ہے اور اے محمدؐ! تم کیونکر ان لوگوں کو جو قبروں میں پڑے سو رہے ہیں کچھ سمجھا سکو گے۔ تم تو عذابِ خدا سے ڈرانے والے ہو اور بس، ڈرنا یا نہ ڈرنا ان کے اپنے اختیار میں ہے اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے تم کو اس آئینِ جلیل (قرآن) کی معیت میں بشیر و نذیر بنا کر ہی بھیجا ہے اور کوئی اُمت ایسی ہوئی بھی نہیں جس میں ہماری طرف سے کوئی نہ کوئی ڈرانے والا نہ ہو گزرا ہو، اور اگر ان اہلِ عرب نے آج تم کو جھٹلانے کی ٹھان لی ہے تو کچھ پروا نہیں جو کم بخت لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ بھی اپنے اپنے وقتوں میں ہمارے قاصدوں کو جھٹلا چکے ہیں حالانکہ وہ ان کے پاس اس صحیفہ کائنات کے روشن اور کھلے کھلے دلائل (البینٰت)، اور قانونِ خدا کے ناقابلِ انکار صحیفے (الزبر) بلکہ جدید فطرت کی اس روشن کتاب کا صحیح علم (الکتاب المنیر) لے کر آئے تھے۔ پھر جب لوگوں نے ان کے کہے پر کچھ توجہ نہ کی تو ہم نے بھی منکروں کو دھر پکڑا اور تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ ہماری ناخوشی ان کے حق میں کیسی وبالِ ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (۴:۱۷۰)

اے ساکنانِ زمین! خدائے عظیم کا خاص الخاص پیغامبر (الرسول) تمہارے پروردگار کے عالم آرا اور حقیقت کشا قانون کو لیکر تمہارے پاس پہنچ چکا ہے اب اگر تم اس قانون کو صحیح مان کر اس پر عمل شروع کر دو گے تو تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم نے انکار کیا (۹۹:۲) تو یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی ملکیت ہے وہ جو چاہے تم سے سلوک کرے، زمین و آسمان کی سب حکمرانیاں تو تمہیں اسی کے تحت ہیں اور خدا تو بڑا صاحبِ علم اور بڑا صاحبِ حکمت ہے۔

☆ اسی سلسلے میں حسب ذیل آیت بھی ہے ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین (۳:۹۷) اور جس قوم نے قانونِ خدا سے انکار کیا تو اس کفر کا وبال اس کے اپنے سر پر ہے کیونکہ خدا لامحالہ تمام عالم سے بے نیاز ہے۔

مسخِ حقیقت

آہ! وہ دین جس کا عالم آرا فلسفۂ عمل پر مضبوط تھا، جس نے بشری اعمال کی یہ حیرت انگیز فطری تقسیم کی تھی، جس کا آئین ادارت، انسانی قانون کے بالمقابل یہ مکمل تھا، وہ مذہب جس نے دین کو دُنیا کا سرتاسر معاون، اور دُنیا کو دین پر کامل تکیہ زن کر دیا تھا، جس کو طاقت سے اس قدر پیار، کاہلی سے اسقدر نفرت، اور دُنیا میں مضبوط اور تنومند بن کر رہنا اس قدر بھلا معلوم دیتا تھا، جس کی توحید یہ کارکن عقیدت، اور ایمان یہ راہ نما قوت تھی، جس کے ہر فرد کی سعی اس قدر محفوظ، جس کا بندوں سے لین دین اس قدر کھرا، جس کا خدا یہ خوش معاملت، سزا و جزا اس قدر مدلل، اور قانون اس قدر مطلق الاثر تھا، جس کا انسان یہ طور آزاد، معبود اس قدر منعم، اور عبادت اسقدر ہمت افزا تھی، وہ جماعت جس کا دینی اور دنیاوی نظامِ عمل تمام تر سعی و حرکت، محنت و مشقت پر تھا، جس کی کتابِ ہدایت صدیوں کے غفلت زدہ دل اور لحد کے مُردوں کو عُزلت و عافیت سے نکال کر سبک گامِ عمل کر دیتی تھی آہ! وہ دینِ اسلام، وہ حزبِ خدا، وہ اُمتِ رسُول آج اپنی ہدایت کی سطحیت، غور و فکر کے فساد، اور تباہ رائی کے باعث ذہنی اور اعضائی تعطل کے قعرِ عمیق تک پہنچ چکی ہے۔ تفریق و اشتات کا المناک عجز، سعی کو ہمہ تن کالعدم اور نتائج کو کلیتہً صفر کر رہا ہے۔ "قسمت" کے روح کش تخیل اور "جبر و قدر" کے حوصلہ کاہ یقین نے آرزو کے ہر دستِ رسا، اور مقصود کے ہر پائے گُرا کو شل کر کے نامراد مسلم کو ہمہ تن یاس و انتظار کر دیا ہے۔ اُمت کے سب نشانِ فضیلت سقوطِ عمل کے باعث مٹ چکے ہیں۔ نمازیں، آہ! وہی مہیّج قلوب اور محرّکِ خدا نمازیں،

ایک رسمی اور بے اثر فصل بن کر ضائع ہو رہی ہیں۔ زکوٰۃ قوت کے بام بلند کی کمند بننے کی بجائے فقر مسکنت کی بار اندازہ رسن بن گئی ہے؛ مسلمان کی اجتماعی حیات کا منتہائے غرض محو ہو گیا ہے؛ حسنات گوشۂ فقر و تجرید میں چھپ کر بے اثر، اور بدیاں میدان عمل میں آکر سنگِ راہ بن گئی ہیں۔ قرآن کریم کے اوامر و نواہی کی مجموعی طاقت اثر بدلِ تخیل کے باعث معاشری اور اجتماعی شکست کی صدا بن گئی ہے۔ وہی مسلمان جن کی حیرت انگیز بالشِ عمل ان کو خدا کی اس زمین پر کسی وقت بھی چین نہ لینے دیتی تھی، آج مطمئن ہو کر موت و آرام کی چاہ کر رہے ہیں۔ وہی دل اور جگر جن کی آتشِ شوق و عمل کبھی عالم افروز رہا کرتی تھی اب کچھ نہیں مانگتے؛ اُن کے جی بھر چکے ہیں؛ اُن کے سب ارمان نکل چکے ہیں۔ وہ کتابِ خدا، جو کبھی عرب جیسی بے چشم، جنگلی اور گنوار قوم میں بھی تخت و سلطنت کے عالم آشوب ولولے پیدا کر دیتی تھی، اب کچھ کہتی نظر نہیں آتی! اس کی تلقین کا نتیجۂ اثر جمود ہے، غفلت اور سکون ہے، تبدیلِ احوال پر اطمینان، اور تحویلِ ایام پر رضا ہے! اس کی ہدایت اور شفا، علم و نور، ایمان و اسلام، تقویٰ اور عبادت آج اس میں ہے کہ ذلت و مسکنت کی آرام دہ زندگی پر قناعت ہو؛ قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (۲۸: ۴۹)۔ اس سے لے دے کر اگر کچھ اخذ ہوتا ہے تو یہ کہ اسلام بھی چند ایک رسوم کا مجموعہ ہے؛ اس میں ایمان تازہ رکھنے کے چند کلماتِ 'شہادت' ہیں؛ اشنان کے بالمقابل طہارتِ بدن اور وضو ہے؛ متھرا اور بنارس کے مدِ مقابل مکہ اور مدینہ ہیں؛ پھو تم کے قواعد، رکعتوں کی یاد داشت، یا شیطان کو بھگانے کے لاحول و اعوذ ہیں؛ لمبی ڈاڑھیاں، اور ٹخنوں تک کے پاجامے ہیں، توبہ و استغفار کی آیات، اور طہارت و استنجا کے مسئلے ہیں؛ یا حد سے حد تسبیح و مرقع، اور کتاب الٰہی کی روان تلاوت ہے؛

ا اے پیغمبرؐ کہہ دو کہ (اچھا اگر تم اپنی بات ہی منوانا چاہتے ہو تو) اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی کوئی دوسری کتاب لے آؤ جو تورات اور انجیل سے زیادہ ہدایت دینے والی ہو تاکہ میں اس کے حکموں پر عمل کروں اگر تم سچے ہو۔

صوم، زکوٰۃ حفظِ قرآن، مجالسِ میلاد بھی ہیں۔ یہ جو کچھ ہے اصل اصول، باقی سب باتیں ان پر متفرع ہیں۔ خدا کے عمل اور احتسابی احکام سے تجاہلانہ غفلت ہی درست، بلکہ مقصود ہے کیونکہ خدائے غفور ورحیم نے دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ یہی امن و اطمینان، بے دھڑک توکل اور علی التوکل جمود و سکون، مرنجان و مرنج اور نامراد رہنا، اور قناعت وجمود کی چند روزہ زندگی میں خاتمہ بالخیر ہونے کی امید رکھنا اسلام ہے۔ اور جس متنفس میں یہ باتیں ہوں اُس کو مسلمان نہ سمجھنا گناہ عظیم ہے!

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○ (۱۰: ۷-۸)

لوگو! بگوشِ ہوش سُن رکھو کہ وہ لوگ جن کو قیامت کے دن ہماری مُلاقات اور پرسشِ اعمال کا سچا احساس نہیں رہا، جو اس دُنیا کی زندگی میں مگن ہیں اور لذاتِ دنیوی میں مستغرق رہ کر دنیا و مافیہا سے مطمئن ہو گئے ہیں، جو سعی و عمل سے متنفر ہیں اور ہمارے مستعد رکھنے والے احکام کی اہمیت اور تعمیل سے غافل ہو گئے ہیں، ان کا ٹھکانا ان کی بداعمالی کی پاداش میں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ○ (۶: ۷۰)

اور اے محمدؐ! جن مسلمان نما لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے، جنہوں نے اس کو چند ایک رسُوم کا مجموعہ اور ظاہرداری سمجھ کر اپنے نفس کو فریب دیا ہے، چند مرسُومات ادا کر کے جنت کے حقدار بنے بیٹھے ہیں، اور دنیا کی خراب اور لذتوں کی محبت نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے، اُن سے قطعاً الگ ہو جاؤ، اُن سے کچھ معاشرتی تعلق نہ رکھو اور اس قرآنِ عظیم کے ذریعے سے باقی مسلمانوں کے کان بھی اچھی طرح کھول دو کہ بہت ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی شخص روزِ قیامت کو پاس

دُنیا میں اپنے بُرے اعمال یا غفلت کی سزا میں مبتلائے عذاب ہو جائے پھر اُس وقت خدا کے سوا تمہارا کوئی حامی ہو سکتا ہے نہ شفیع۔ اور یہ وہ ہاتھ سے کھویا ہوا وقت ہو گا کہ اگر وہ اس عذاب سے چھٹنے کے لئے دنیا کے تمام معاوضے بھی دے تاہم اس کی یہ عرضداشت ہرگز منظور نہ ہو گی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے بُرے اعمال کے باعث ہلاکت میں مبتلا ہوئے ان کو پینے کے لئے جہنم کا کھولتا ہوا پانی ملے گا اور ان کے باطنی کفر اور ظاہری مسلمانی کی پاداش میں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

اسلام کے جسم سے اس تمام زوالِ روح کا بڑا باعث، طبعی اور خارجی اثرات سے قطع نظر، وہ تدریجی اور ارتقائی جہل ہے جو موجب وہ علم کلام کی مذہب آرائی اور مختلف نوازی کے تفریق و انتشار نے کتاب الٰہی کے حقیقی مقاصد و مطالب میں پیدا کر دیا ہے۔ مسلمان اب بھی قرآن کا احترام کرتے ہیں، اس کو کھول کر کبھی کبھی پڑھتے ہیں، اس کو سر آنکھوں پر رکھ کر آبائی رسم کے مطابق "خدا کی بھیجی ہوئی کتاب" مانتے ہیں، اس کی آیات کو پڑھ کر سُبحان اللہ بھی کہتے ہیں، اس کے صیغۂ متکلم کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے لرز بھی جاتے ہیں، اُس کی فصاحت و بلاغت پر شنیدہ اعتقاد رکھ کر تحسینِ ناشناس بھی کر دیتے ہیں، معلّات و مثانی کو سُن کر عش عش بھی کر اُٹھتے ہیں مگر اس رسمی اور شرعی مطالعے کے بعد اس میں وہ جاذب و عامل قوّت نہیں پاتے جو قرنِ اوّل یا قرونِ اُولیٰ کے اسلامیوں کا طغرائے امتیاز تھی، وہ ہمتِ عمل نہیں پاتے جس کے باعث ہزاروں میل کا پیدل سفر بھی آسان نظر آتا تھا، وہ نور نہیں دیکھتے جس کے باعث آسمان و زمین کے حجاب کُھل گئے تھے، وہ علم و حکمت نہیں دیکھتے جس کی وجہ سے قومیں اُبھر گئی تھیں، وہ برکت اور بشارت نہیں پاتے جس کا وعدہ کئی سو برس تک پورا ہوتا رہا، وہ ربط اور تسلسل نہیں دیکھتے جس کے باعث ذہنوں میں جزا کے ملنے کا منطقی یقین پیدا ہو گیا تھا۔ ان کو آج اس کتاب کے درس و وعظ سے جماعت کی کسی بیماری کی دوا نہیں ملتی، کوئی مستقل طریقِ عمل نظر نہیں آتا، کچھ صحیح اسلوبِ کار

ذہن میں نہیں بیٹھتا۔ وہ رسم ورواج کے مطابق کلمہ ہائے شہادت پڑھتے ہیں، توبہ واستغفار کرلیتے ہیں، خیرات گزار اور پابند صوم وصلوٰۃ بھی ہوجاتے ہیں، کسی کلمۂ شرک وکفر کو زبان پر نہ لانے کا آسان عمل بھی کر دیتے ہیں لیکن خدائے قاہر کو کسی عنوان سے راضی نہیں کرسکتے۔ وہ توحید کے مناقب ومحاسن، اس کا طاقت افزا اثر، اس کی غلبہ انگیز قوّت قرآن عظیم کے ہر ورق پر دیکھتے ہیں لیکن پھر اپنی ہیئت کذائی کو دیکھ کر دم بخود ہوجاتے ہیں۔ وہ نماز وزکوٰۃ کی حیرت انگیز کرامتیں اور قوّت آفریں خوبیاں قرآن میں نہایت تاکید واصرار سے مطالعہ کرتے ہیں مگر اپنی عبادت کے بعد کچھ حاصل ہوا ہوا نہیں دیکھتے!

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝ (۵:۱۲)

اور اے مسلمانو! خدا تم سے پہلے بھی بنی اسرائیل سے عہدِ اطاعت لے چکا ہے اور ہم نے اُن ہی میں کے بارہ سردار اُن پر مامور فرمائے تھے اور خُدا نے فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور ہمارے پیغمبروں پر ایمان لاتے اور ان کی مدد کرتے رہے بلکہ جب جب ضرورت پڑے خوش دلی سے خدا کو اپنے مال اور اپنی جان کا بہترین حصہ قرض دیتے رہے تو ہم ضرور، بالضرور، تمہاری بدحالیوں کو تم پر سے دور کردیں گے اور تم کو ایسے باغوں میں لے جا داخل کریں گے جن کے نیچے دریا پڑے بہہ رہے ہوں گے! اس قول و قرار کے بعد بھی جو شخص تم میں سے ایمان نہ لایا اور کافر بنا رہا تو تحقیق وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ (۳۵: ۲۹-۳۰)

جو لوگ کلامِ الٰہی کا مطالعہ جیسا کہ اس کا حق ہے کرتے رہے اور جنہوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اس میں سے چھپا کر یا کھلے طور پر راہِ خدا میں خرچ کرتے رہے، بے شک وہ ایسے بیوپار کی آس لگائے بیٹھے ہیں جس میں کبھی گھاٹا ہو نہیں سکتا۔ خدا ان کو ان کی اجرتیں پوری پوری بھر دے گا اور اپنا فضل ان پر زیادہ کرتا جائے گا کیونکہ وہ بڑا گناہوں پر پردہ ڈالنے والا اور حکم ماننے والوں کا بڑا قدرداں ہے۔

ان کو ان آیات کے آج کل کے مروجہ اور آسان مطالب کی ظلمت اور دین کے موضوعہ ملاقی مسائل کی قیامت میں کلامِ الٰہی کی وعدہ کی ہوئی جزاؤں میں سچائی کم نظر آتی ہے۔ وہ قرآن کے وعدوں میں واقع الامر کی قطعیت، فطری حقیقت کی لازوال منطق اور کسب و عمل کے لازمی نتائج محسوس نہیں کرتے۔ ان کا اسلوبِ خیال اکثر یہ ہے کہ اگر "جبر و قدر" درست ہے تو پھر جزا و سزا کیوں؟، اگر "قسمت" درحقیقت کوئی شے ہے تو پھر سعی و عمل کا کیا مطلب؟ "كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝ (۵۲: ۲۱)۔ اگر انسان کو رزق پہنچانا بہرحال خدا ہی کے ذمے ہے تو پھر گھر بیٹھے کیوں نہیں پہنچتا، اگر نیک و بد جو کچھ بھی ہم کر رہے ہیں خدا کرا رہا ہے تو پھر ہماری ذمہ داری کیسی وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا[1] (۶: ۱۶۴)۔ اگر خدا فی الحقیقت "غنی عن العلمین" ہے تو پھر اپنی "عبادت" کی کیوں تاکید کی۔ اگر ایمان درحقیقت یہی شے ہے جو پیش امام کہہ رہا ہے تو پھر آج ہم اعلون کیوں نہیں؟ "وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ[2] ۝ (۳: ۱۳۹)، اگر "عبادت" یہی بے اثر سجدے، اور "صلاح" کا راس تسبیح و سجادے میں ہے تو آج لاانتہا مساجد

۱۔ اور جو کچھ کوئی انسان کر رہا ہے اسکی ذمہ داری تمام تر اس پر ہے۔
۲۔ اور اگر تم فی الحقیقت ایمان والے ہو تو بالآخر تم ہی غالب آکر رہو گے۔

کے باوجود وراثتِ زمین کیوں نہیں ملتی، وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُونَ ○ إِنَّ فِي هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِينَ ○[1] (۲۱: ۱۰۵-۱۰۶) نہیں، اگر کفر کا مفہوم بالذات وہی ہے جو تراجم و حواشی سے عیاں ہو رہا ہے تو مسیح کے کافر پیروؤں کا عذاب شدید آج کدھر ہے؟:

فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّن نّٰصِرِينَ ○ (۳: ۵۶)

تو جو لوگ کافر ہوئے ان کو میں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دوں گا اور ان کا کوئی حامی یا مددگار نہ ہوگا

اگر شرک، اس رسمی بُت پرستی کے سوا اور کچھ نہیں تو پاپائے رُوم کے مریم پرست مسیحی اور جاپان کے گوتم پرست مشرک آج کیوں امن میں ہیں؟:

أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَم بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ وَمَن يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ○ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُم مِّنَ اللّٰهِ مِن وَّاقٍ ○ (۱۳: ۳۳-۳۴)

تو کیا جو خدا اس پر قائم ہے کہ ہر متنفس کو اس کے کئے کا اجر ملے گا (بے عملوں اور بدکرداروں کو یونہی سزا دیے بغیر چھوڑ سکتا ہے) اور یہ لوگ تو اللہ کے کئی دُوسرے شریک بنا لیتے ہیں۔ اے پیغمبر ان سے کہو کہ تم ان شریکوں کے نام تو لو یا کیا تم لوگ خدا کو ایسے شریکوں کے ہونے کی خبر دیتے ہو جن کو وہ جانتا تک نہیں یا کیا تم اپنے قولی استدلالوں سے خدا کو مطلئن کرنا چاہتے ہو۔ بات یہ ہے کہ کفار کو اپنی چالاکیاں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ راہِ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ تو جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔ ان لوگوں کے لئے اس دُنیاکی زندگی میں بھی

---

[1] اور درحقیقت اور بالضرور ہم نے مناسب یاددہانی کے بعد زبور میں ہی فیصلہ کر دیا تھا کہ زمین کے وارث ہمارے صالح بندے ہی ہیں۔ بے شک اس اعلان میں عابد قوم کیلئے ایک اہم پیغام ہے۔

عذاب ہے اور آخرت میں بھی اور آخرت کا عذاب دُنیا کے عذاب سے بہت زیادہ سخت ہے بلکہ خدا کے غضب سے کوئی اُن کو بچانے والا نہ ہوگا۔

اگر "اولیا اللہ" سے مراد درحقیقت وہی راہب منش اور گوشہ درز بیزارِ خلق اور نفس کُش سجادہ نشین ہیں جو خدا کی بنائی ہوئی دنیا کو عمل سے بھاگنے کے لئے کوستے رہتے ہیں، جو سعی و محنت سے متنفر اور دوسروں کی کمائی سے پیٹ پالتے ہیں، جو اُمّت کی مشکلات سے غافل، جہاد و قتال سے خائف، اور نامردوں اور بزدلوں کی موت مرنے والے ہیں، تو قرآن اولیا اللہ کے واسطے تمنائے موت کی شرط کیوں قرار دیتا ہے؟ :

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (۶۲: ۶-۸)

اے پیغمبر! کہہ دو کہ اے وہ لوگو جو اپنے آپ کو یہودی کہتے ہو اگر تم اس گمان میں ہو کہ ہم ہی تمام دُنیا کو چھوڑ کر اللہ کے اولیاء (دوست) ہیں تو اگر تم سچے ہو تو (خدا سے جلد از جلد ملنے کے لئے) موت کی آرزو کرو۔ تو یہ لوگ ہرگز ہرگز کبھی تمنائے موت اپنی کرتوتوں کے باعث نہ کریں گے اور اللہ تو ظلم کار لوگوں سے پُورے طور پر واقف ہے۔ اے پیغمبر! کہہ دو کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تو یقیناً تمہیں ملنے والی ہے پھر اُسی دن تم لوگ دانائے نہان و عیاں خدا کی طرف لوٹا دئے جاؤ گے اور وہ اُس دن تم کو جو کچھ تم کر رہے تھے اس سے پورے طور پر باخبر کر دے گا۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ (۲: ۹۴-۹۶)

اے پیغمبر! کہہ دو کہ اگر اللہ کے پاس تمام دنیا جہان چھوڑ کر آخرت کا گھر تمہارے ہی لئے مخصوص ہو چکا ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو اور یہ لوگ ہرگز ہرگز موت کی تمنا اپنے کرتوتوں کے باعث حتماً اور ابداً نہ کر سکیں گے اور اللہ تو ظلم کار لوگوں کے اعمال سے پورے طور پر واقف ہے۔ اور اے پیغمبر! تم ضرور ان لوگوں کو زندہ رہنے کے متعلق سب سے زیادہ حریص پاؤ گے بلکہ مشرکوں سے بھی زیادہ یہ لوگ چاہیں گے کہ ہم ہمیشہ زندہ رہیں (تاکہ آخرت کے عذاب سے بچے رہیں)۔ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ ہزار برس زندہ رہے اور وہ ہرگز عذابِ الٰہی سے عمر زیادہ ہونے کے باعث بچ نہیں سکتا اور اللہ غور سے دیکھ رہا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

یا اس کی مراد اُن جہلا کے مخدوم، قرآن فروش، ریاکار اور مضلِ خلق، مزار پوش اور دکان آرا مجاوروں اور پیروں سے ہے جو آج حشرات الارض کی طرح اسلامی آبادیوں میں ملتے ہیں تو آج انہیں اپنے صدق ایمان اور تقویٰ کے بدلے میں کیوں امن حاصل نہیں:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۶:۸۲)

جو لوگ ایمان لے آئے (یعنی مسلمان ہو گئے) اور انہوں نے اپنے ایمان میں بے انصافی (یعنی شرک اور بت پرستی) کی آمیزش نہیں کی یہی لوگ ہیں جو امن کے مستحق ہیں اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں۔

وہ کیوں آج سب اُمت سمیت خوف و حزن میں گھرے ہوئے ہیں؟ انہیں کیوں اس حیات دُنیا میں امن کی بشارت نہیں ملتی؟ وہ کیا فوزِ عظیم ہے جس کا ایک حصہ ان کو اس دنیا میں مل چکا ہے اور بہتر اور قائم تر حظ جنت کے خوشگوار پائیں باغوں میں ملے گا؟:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (۱۰: ۶۲-۶۴)

اے لوگو! یاد رکھو کہ اولیاء اللہ اور خاصانِ خدا پر نہ اس دنیا میں نہ آگے چل کر کسی قسم کا خوف طاری ہو گا اور وہ کسی طرح پر آزردہ خاطر ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے (یعنی مسلمان ہوئے) اور خدا کے قانون سے خوف زدہ رہے۔ ان کے لئے اس

دنیا کے اندر بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ خدا کی باتوں میں ذرہ بھی فرق نہیں آتا۔ اور یہی دنیا میں خوش کام رہنا اور آخرت میں نجات پانا بڑی کامیابی ہے۔

اگر خدائے عظیم کے ناقابلِ بدل قول کے مطابق، اسلام کا صحیح مقصود اُن سُنن و مبائی شرعیہ کا التزام، اُس رسم و رواج کا اتباع، اُن رسمی پابندیوں، فقہی بندشوں، اور سطحی مراسم کا لزوم و وجوب ہی ہے جو رہنمایانِ دین آج اس سرگرمی کے ساتھ کسی شخص کو مسلمان کرتے وقت ضروری سمجھتے ہیں، اگر ایمان کا صحیح مصداق اُن بناوٹی قواعد اور اُس مصنوعی وجاہت کی متابعت میں ہے جس کے باعث ہر مسلمان اپنے مخصوص انداز کلام اور مسئلہ فہمی، کلمہ گوئی اور قرآن خوانی، نشست و برخاست، خد و خال اور بشرے میں ہر دوسرے شخص سے ممیز ہوتا ہے، اگر سبیل اللہ پر چلنے کا مطلب بھی یہی رسمی اور اعتقادی طور پر کلمہ شہادت صحیح پڑھ لینا، اور شرعی اور عرفِ عام مسلمانیت کو نباہتے رہنا ہے تو آج یہی کافر اور ظالم بے ایمان اور نامسلم مسیحی، یہی دشمنانِ سبیل خدا اور منحرفانِ اُمّتِ رسُول کیوں اپنے بے مثال تسلطّ اور تمکن فی الارض سے تمام دنیائے اسلام کو عاجز کر رہے ہیں؟ آج کیوں اُن کو اس دنیا میں قوّت اور زور سے رہنے کے ہزاروں طلسم خودبخود مل رہے ہیں؟ آج کیوں ذلت کا ابرِ سیاہ اُن کے سر پر سے کھل کر مسلمانوں پر برس رہا ہے؟ آج کیوں مسکنت کی کالی گھٹائیں مومنوں پر چھا رہی ہیں اور کیوں خدا کے ان نام لیواؤں پر معیشت تنگ ہو رہی ہے اور قیامت تو خیر یہاں پر نہیں سوجھتا کہ کیا کریں اور کدھر جائیں!

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا۞

☆ ان سب آیتوں میں جہاں "سبیل اللہ' کفر' شرک' ظلم' ذکر" وغیرہ کے بگڑے ہوئے معانی مسلمان کے ذہن میں پختہ ہو چکے ہیں رسمی مسلمان کو گمان تک نہیں ہوتا کہ ان گناہوں کا مجرم وہ خود ہے اور اسی لئے عذاب الٰہی ان پر آ رہا ہے زندہ قومیں خدا کی راہ پر چل کر خدا سے انعام حاصل کر رہی ہیں۔ اس بناء پر قرآن کا کوئی لفظ نہیں اسکی اپنی سمجھ میں کسر ہے۔۔۔۔ تدبر

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ (۴: ۱۶۷-۱۶۹)

بے شک جن لوگوں نے دین اسلام سے انکار کیا اور راہ خدا سے دوسروں کو بھی روکا وہ راہ راست سے بڑی دور بھٹک گئے۔ جو لوگ کفر کرتے رہے اور کفر کے ساتھ بُت پرستی کا ظلم بھی کرتے رہے۔ ان کو خدا نہ تو بخشے ہی گا اور نہ اُن کو کوئی رستہ دکھائے گا سوائے جہنم کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کے نزدیک یہ بات بیحد آسان ہے۔

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝

(۱۱: ۱۹-۲۲)

جو لوگ اس دنیا میں اور لوگوں کو "خدا کے رستے" (یعنی مروجہ معنوں میں دین اسلام) سے روکتے ہیں اور اس میں کجی پیدا کرنی چاہتے ہیں اور جو آخرت سے بھی منکر ہیں اُن کے اس زمین پر مسلمانوں کو عاجز کرنے کا قطعاً امکان نہیں اور خدا کے بالمقابل ان کا کوئی دوست نہیں ہوگا جو ان کی حالت درست کر سکے۔ اُن کے واسطے عذاب دوہرا کر دیا جائے گا اس لئے کہ مارے حسد کے نہ حق بات سن سکتے تھے اور نہ سید ھا رستہ اُن کو سوجھتا تھا، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے آپ اپنا نقصان کر لیا اور جو افترا پردازیاں وہ دنیا میں کرتے تھے وہ سب بیکار ہو گئیں۔ تو ضرور یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اُٹھائیں گے۔ ☆

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَاۗءَتْهُمْ

☆ گویا یہ بگڑے ہوئے معانی پڑھ کر مسلمان کو تسلی ہو جاتی ہے کہ ہمیں کوئی قوم ہرا نہیں سکتی۔ حالانکہ اگر غور سے خدا کے ان لفظوں کا مطالعہ کیا جائے تو خود مسلمان جو آج "جہاد فی سبیل اللہ" چھوڑ کر تسبیح خوان بنا ہوا ہے ان گناہوں کا مجرم ہے اور انہی کو عذاب مل رہا ہے۔

كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (۱۰:۹۶-۹۹)

اے پیغمبرؐ رسمی مشرک اور کافر جو تمہارے پروردگار کے حکم سے عذاب کے مستوجب ٹھہر چکے ہیں وہ تو جب تک دردناک عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے کسی طرح ایمان نہیں لائیں گے☆ خواہ دنیا جہان کی تمام نشانیاں اُن کے سامنے کیوں نہ آموجود ہوں تو قومِ یونس کی بستی کے سوا اور کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ نزولِ عذاب سے پہلے ایمان لے آتی اور اُن کو ایمان لانا فائدہ دیتا۔ کیونکہ وہ لوگ جب عذاب آتا ہوا دیکھ کر جھٹ سے مسلمان ہو گئے تو ہم نے معاً اس دنیا کی زندگی میں ان کی ذلت اور افلاس کو دور کر دیا اور ایک دراز مدت تک رسایا بسایا۔ اور اے پیغمبرؐ تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے آدمی روئے زمین پر ہیں اسلام میں داخل ہو جاتے تو کیا خدا کی مرضی کے خلاف تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو کہ وہ سب کے سب ایمان لے آئیں۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ☆☆ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ (۲۰:۱۲۴)

اور لوگو: جو شخص اس دُنیا میں ہماری یاد سے غافل رہا اور جس نے شریعت کے مطابق دنیاداری زندگی بسر نہ کی تو اس دنیا میں تنگی سے گزارہ کرنا اسی کا حصہ ہے اور روزِ قیامت کو بھی ہم اس کو اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔

اگر تقویٰ، ایمان، حسنِ عمل، صبر کا مفہوم وہی ہے جو مبلغینِ وقت کی یک طرفہ اور ناقص شرح و بسط کے بعد افواہ عام پر چڑھ چکا ہے تو آج دنیاوی مرفہ الحالی کا وہ خدائی وعدہ کدھر ہے جو رسُول کریمؐ کی وساطت سے کیا گیا تھا:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

☆ ان سزاؤں کے مصداق بھی آجکل کے رسمی مسلمان ہیں جو عذاب سامنے دیکھ کر بھی قرنِ اول کے اسلام پر نہیں آتے اور خدا سے مکر کر رہے ہیں۔

☆☆ یہاں بھی مسلمان سمجھتا ہے کہ ہم کو روٹی کم مل رہی ہے کیونکہ ہم تسبیحوں پر ذکرِ خدا کم کر رہے ہیں۔ حالانکہ زندہ قومیں چوبیس گھنٹے خدا کے قانون کو یاد رکھتی ہیں اور اسی لئے ان کو فراخی رزق ہے۔

حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۹ : ۱۰)

اے پیغمبر ایمان والوں کو کہہ دو کہ اے میرے مسلمان بندو خدا کے قانون سے صحیح معنوں میں ڈرتے رہو جو لوگ حسن عمل کرتے ہیں اُن کے لئے اس دنیا میں عمدہ اجر ہے اور خدا کی زمین بڑی ہی فراخ ہے (اس لئے جاؤ اس پر پورا قبضہ کرو کیونکہ تمہارے خدا کی ہے) وہ صابر لوگ ہی ہیں جن کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا (۲۰ : ۱۱۲)

اور جو قوم اس حالت میں کہ وہ خدا کے احکم الحاکمین ہونے پر صدق دل سے یقین کرکے مناسب اعمال اور ممکن جدوجہد کرتی ہے اس کو کسی ظلم کا ڈر نہیں اور نہ اس کی حق تلفی ممکن ہے۔

آج اسکی 'متقی' اور 'صالح العمل' اس 'کلمہ گو' اور 'ایماندار' اُمت پر خدا کی زمین کیوں تنگ ہے، ان کی بادشاہت کدھر گئی، اس زمین کے وارث کیوں نامتقی بن گئے۔ اس سے دنیا کیوں خفا پھر رہی ہے، اس کو وہی قسمت اور تقدیر والے منجمد صبر کا بے حساب اجر تو درکنار، عُشر عشیر بھی کیوں نہیں ملتا۔ اُن میں بارونی اور ہامونی امن و حرّیت کیوں نہیں رہی، ان میں عُمری رضؓ اور ابوبکری رضؓ عمران و اُبهت کدھر چلی گئی؟

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (۱۶ : ۳۰)

اور جو لوگ تقویٰ کرتے رہیں اُن سے جب جب پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا فضل نازل کیا تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا۔ جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھلا ہی ہے اور ان کا آخری ٹھکانا تو اس سے کہیں بہتر ہے اور متقیوں کا آخرت کا گھر کیا عمدہ ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (۴۰ : ۵۱)

اے لوگو! بے شک ہم اپنے پیغمبروں کو اور مسلمانوں کو اس دنیا میں بھی مدد دیتے رہیں

گے اور اس دن بھی مدد کریں گے جب پیغمبر اور فرشتے منکروں اور کافروں کے مقابلے میں گواہی دینے کھڑے ہوں گے

اُن کے واسطے بہشت میں کیا رکھا ہوگا جب یہاں پر کچھ نہیں ملا!

وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (۱۷ : ۷۲)

اور جس شخص کو اس دنیا کے اندر اپنے حفظ و امن کی کوئی راہ نہیں ملی، وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور راہ فلاح سے بہت دور بھٹکا ہوا ہوگا۔

آج مُلّائی کلمہ استغفار، یا توبہ و نماز کی طرزِ ادا میں کیا کسر رہ گئی ہے کہ ان کے عوض میں قوت اور دولت کا موسلا دھار مینہ نہیں برستا، مال و اولاد کی ایزدی مدد نہیں پہنچتی، دنیا کے جنّات اور نہروں کی بادشاہت نہیں ملتی؟

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (۷۱ : ۱۰-۱۲)

پھر نوح علیہ السلام نے خدا سے عرض کی کہ میں نے اپنی قوم کو کہا کہ اے بھائیو اپنے پروردگار سے گناہوں کی مغفرت☆ طلب کرو کیونکہ وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے ایسا کروگے تو وہ تم پر فضل و کرم کا موسلا دھار مینہ برسائے گا۔ مال و اولاد سے تمہاری مدد کرے گا۔ تم کو باغوں کا مالک کرے گا اور تمہارے لئے نہریں رواں کرے گا۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (۱۱ : ۵۲)

اور اے قوم اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی طلب☆ کرو پھر اس کی درگاہ میں گڑگڑا کر توبہ کرو ایسا کروگے تو وہ فضل و کرم کا موسلا دھار مینہ تم پر برسائے گا اور تمہاری قوت میں برکت دیکر اس کو اور بڑھائے گا اور سرکشی کرکے اُس سے انحراف نہ کرو۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا

☆ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے نزدیک خدا کے اٹل قانون پر پھر عمل شروع کردینا ہی "مغفرت طلب" کرنا تھا آج استغفار کے چند کلمے دہرا کر پھر گناہوں کی طرف لگ جانا "طلب مغفرت" ہے

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (۷ : ۱۲۸)

اور موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو! اللہ سے مدد مانگو اور پورے استقلال سے غلبۂ اسلام کے نصب العین پر جمے رہو، زمین تو اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو مناسب سمجھتا ہے اس کا وارث کر دیتا ہے اور انجام بخیر تو خدا کے قانون پر ڈٹ کر عمل کرنے والوں ہی کا ہے۔ ☆

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (۴۶ : ۱۳)

بے شک جن لوگوں نے خدا کو اپنا آقا مان لیا اور پھر اس پر تندہی اور استقلال سے جمے رہے، اُن کو اس دنیا میں کسی قسم کا خوف و خطر لاحق نہیں ہوگا۔

تلاوت قرآن

الغرض کلام الٰہی کے مطالب و مقاصد میں حیرت انگیز انقلاب نے اکثر قرآنی آیات کو یقین و عمل، قطعیت اور واقعیت کے بلند مقام سے گرا کر اعتقاد اور تخیل، فرض اور ظن، وہم اور تخمین کی ادنیٰ سطح پر لا کر رکھ دیا ہے۔ صحبت رسولؐ اور نبوی علم و عمل کی کڑیاں گم ہو جانے کے باعث، اس کی ہر آیت کی معنوی منطق اسقدر ناقص، سلسلہ استدلال اسقدر بے معنی اور ایک بات دوسرے کی متضاد اس قدر معلوم دیتی ہے کہ آج قرآن سے مروجہ مطالب کے ہوتے ہوئے کسی مفید قوم اور حکمی دستور العمل کا ملنا محال ہو گیا ہے۔ معانی کی نئی بناوٹ، مطالب کی جدت، اور ہر مشکل عمل کو سہل بنا دینے

☆ آج کل معنی یہ ہیں کہ عاقبت اسی کی اچھی ہے جو "پرہیزگار" بنا رہا۔ یعنی ڈاڑھی وغیرہ رکھ کر شرعی مسلمان بنا رہا۔

کے باعث کلامِ الٰہی کا علم، اس کی حکمت اور بشارت، اس کی ہدایت اور برکت، اُس کا نور اور شفا، اس کی رحمت اور خوف، سب بطورِ اعتقاد بن گیا ہے جس کو ذہن سے کچھ واسطہ نہیں رہا بلکہ ان کا دائرہ اثر بھی متنفس کی ذات اور کیفیتِ قلب تک محدود رہ گیا ہے، جماعت سے اس کا کچھ سروکار نظر نہیں آتا۔ انسان کا دلیل طلب اور منطق پسند ذہن علم ویقین کے اس دور میں کلامِ الٰہی کے ان مُعمّائی دعاوی کو پرکھتا ہے مگر رائج الوقت مطالب کے حجاب در حجاب اس کو اصلیت تک پہنچنے نہیں دیتے۔ بالآخر جب دلیل سے کچھ ہاتھ نہیں لگتا تو طوعاً وکرہاً دل کو آمادۂ قبول کرنے لگتا ہے۔ آہ! مگر جس شے کو ذہن سا عضوِ رئیس رد کر دے، اس کا دل تک اتر جانا محال ہے جب سمجھنے اور یقین کرنے کا حق ادا نہیں ہوا تو اس پر ایمان کی اُمید رکھنا فضول ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (۲:۱۲۱)

جن لوگوں کو فی الحقیقت ہم نے اپنا یہ قانونِ جلیل (قرآن کریم) عطا فرمایا ہے اُن کے دلوں میں اس کی اہمیت اس قدر ہے کہ وہ نہایت غور و انہماک سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں (اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ اس عظیم المرتبت کتاب کے مطالعے کا حق ہے، وہ اس کے سب ظاہر و باطن پر غور کرتے ہیں، اس کے سطحی اختلافات کو رفع کرنے کی سعی کرتے ہیں، کسی ایک آیت کا صحیح مطلب دریافت کرنے کے لئے تمام قرآن کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، کوئی بے سند یا غیر کلامِ خدا کو ظن و وہم کی آلائش سے بری یقین کرتے ہیں، اس کو مصدرِ علم و عمل ثابت کرتے ہیں، پھر مستقل اور ناقابلِ انکار نتائج پر پہنچ کر اس پر عمل کرتے ہیں) اور یہی وہ حقیقت شناس لوگ ہیں جو اس پر صحیح معنوں میں ایمان بھی لاتے ہیں۔ لیکن جس اُمت کے دل میں کلامِ خدا کے متعلق باطنی انکار کا پہلو رہا، احکام کی صحت یا قطعیت کے بارے میں شائبہ شک و گمان رہ گیا تو وہی گھاٹے میں ہیں (کیونکہ عمل ان میں کالعدم ہو جاتا ہے)۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا

مُّبِيْنًا ○ (۴: ۱۷۴)

اے ساکنانِ زمین! یہ قرآن حکیم تمہارے پاس کیا آیا ہے فی الحقیقت تمہارے پروردگار اور مالکِ زمین و آسمان کی جناب سے ایک مجسم دلیل آئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نہیں بلکہ ایک حقیقت کشا نور اتارا ہے جس کے ذریعے سے پہنائے زمین و آسمان کے قانونِ جاری کا راز کھولنا کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ تم اس کی تہ کو پہنچ سکو، اس کا حق تلاوت ادا کر سکو۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (۱۱: ۱۷)

تو کیا وہ شخص جس کو اپنے پروردگار کے ہاں سے اس کارخانہ عالم کی حقیقت کھل چکی ہو جس کو انسان کے متعلق منشائے خدا اور اس دنیا میں رہنے کا صراطِ مستقیم اظہر من الشمس ہو چکا ہو (عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ) اور پھر خود اس شخص کا قلب سلیم بطور شاہد کے اس قرآن عظیم کا مطالعہ کرے اور اس کے پیش نظر موسیٰ کی وہ عظیم الشان کتاب بھی ہو جو ایک عالم کے لئے رہنما اور باعثِ رحمت تھی (۲۸: ۴۹) (جس نے بنی اسرائیل جیسی مُردہ قوم کو چشم زدن میں زندہ کر کے موردِ الطافِ خدا کر دیا تھا) کیا ایسا شخص اس کتاب حکیم سے بے بہرہ رہ سکتا ہے اس کو افترا یقین کر سکتا ہے۔ (۱۱: ۱۳)

نہیں بلکہ یہی لوگ ہیں جو اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ کفر و انکار کا باطنی پہلو دل میں رکھ کر اس کی تعلیم کے بارے میں مشکک اور مختلف ہو جاتے ہیں ان کا ٹھکانا آگ ہے، ذلت اور افلاس کا جہنم ہے۔ تو اے محمدؐ! تم کہیں اس کتاب جلیل کی تعلیم اور اس کے نفع مند ہونے کے متعلق شک میں نہ پڑنا۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے یہ نری صداقت اور یہی حقیقت ہے لیکن اکثر لوگ اس کے حقیقت کشا اور عالم آرا ہونے پر ایمان نہیں لاتے۔

نہیں، کیا ایک سلیم القلب شخص، کفر و شرک، تقویٰ اور عبادت، ایمان اور اعمال صالحہ توبہ و استغفار کے ان عرفِ عالم مطالب کو تسلیم کر کے ایک لمحہ کے لئے بھی ان آیات کریمہ

کا دل سے قائل ہو سکتا ہے؟ کیا ان کے موجودہ مفہوموں کو پیشِ نظر رکھ کر کسی موافق یا مخالف بشر کو قرآن کریم سے کوئی مستقل ہدایت مل سکتی ہے؟ کیا اُن کی درس و تدریس کے وقت حالاتِ حاضرہ کو مدِّ نظر رکھ کر ذہن باغی اور دل متزلزل نہیں ہوتا؟ کیا پھر ذہن کو منانے بغیر قرآن ماننے کا دعویٰ کرنا اور یقین کیے ہوتے ہوئے لیک ناکار بر آراو بے ہمت ایمان کا بہانہ کرنا وہ معنوی کفر نہیں جس کا خسرانِ مبین آج مسلمان بھگت رہے ہیں (وَمَنْ يَكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ):

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ (۵:۴۱)

اَے پیغمبر! تم ان لوگوں کی غفلت شعاری اور ناحقیقت شناسی کے باعث اپنے دل کو رنج میں مت ڈالو جو کفر کی طرف لپک لپک کر پہنچتے ہیں اور یہ لامحالہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مُنہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم احکامِ خدا پر ایمان لے آئے لیکن ان کے دل قطعاً نہیں مانتے اور وہ اُن کی اہمیت سے انکار کرتے ہیں، اسی لئے ان کے اعمال میں احکامِ خدا سے انکار کا پہلو نکلتا ہے۔

کیا مُلّائی لکیر کا فقیر بن کر، قرآن کریم کی ان آیاتِ محکمات پر ایک بیجان عقیدہ رکھنا، اور عجیب و غریب تاویلیں کر کے احوالِ حاضرہ کو منطبق کرنے کی سعی رائگاں کرنا، دن کو رات کہنے یا آگ کو سرد ماننے کے برابر نہیں:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝ (۵۰:۳۷)

اَے لوگو! قرآنِ عظیم کی عبرت انگیز تعلیم میں انہی لوگوں کے لئے مستقل نصیحت اور بہتی راہِ عمل موجود ہے جن کے پاس قلبِ سلیم ہے یا اس شخص کے لئے جو ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کو سمجھتا ہے گویا کہ وہ اس کے ظاہر و باطن کو بچشمِ خود دیکھ رہا ہے۔

کیا پھر اس جبری اور دھینگا مشتی کے اعتقاد کی وجہ سے، قرآن کو پڑھ کر دل کانپ سکتے ہیں؟ سراور ہی ماوائے ذہن اور مقامِ عقل و فکر سر خود بخود زمین پر سجدہ کر سکتے ہیں:

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (۳۲:۱۵)

اَے سعی و عمل کے منکرو! ہمارے احکام پر تو بس وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جو اس قدر

> سلیم القلب اور صحیح العقل ہیں کہ جب جب ان کو احکام خدا کی یاد آجاتی ہے تو فوراً اُن کی تعمیل میں سر تسلیم خم کر لیتے ہیں، سر بسجود ہو کر اپنے پروردگار کا شکرانہ بجا لاتے ہیں کہ اُس نے انسان کی بہتری کے لئے ایسے ایسے مفید احکام اُتارے اور پھر ایک لمحے کے لئے ان احکام کے متعلق سرکشی کا پہلو اختیار نہیں کرتے۔

کیا ان حالات میں قرآن کی خاطر کوئی موت کے لئے تیار ہو سکتا ہے؟ اس کی سچائی اور خوبی کو پا کر خدا پر سچا یقین کر سکتا ہے؟ اس کے علم و حکمت کی حمایت میں جان و مال قربان کر سکتا ہے؟ کیا ایسی ناکارہ اور گمراہ، خر دماغ اور کند ذہن قوم کی مثال اُس گدھے کی نہیں جس کی پیٹھ پر علم و حکمت کی عالم افروز کتابوں کا عظیم الشان بوجھ لدا ہو؛ وہ اس کو ڈانواں ڈول منہ اُٹھائے ہوئے، لئے جا رہا ہو! اُسے کیا خبر کہ پیٹھ پر پتھر کی سلیں ہیں یا کیا بلا دھری ہے! ایسی غبی اور ناشناس اُمت اس بوجھ کی کیا قدر کرے گی، وہ اس کی حقیقت کو کیا جانے گی، اس کی غلبہ اندوز اور لشکر انگیز طاقت کو کیا سمجھے گی، اُس کی متقلب القلوب کیفیت کو کیا پائے گی، اس کی خدا سے کیا محبت و ارادت ہو گی، وہ اس حکیم و علیم ذات کی دوستی کا کیا دم بھرے گی، اس کی عظمت اور حکمتوں کی کیا قائل ہو گی، وہ توحید کے یقین میں دائمی حیات اور بے پناہ قوت کا لطف کیا دیکھے گی، وہ دوست کے اشاروں پر کیا جان دے سکے گی! ایسی قوم ظالم ہے! اس کا انجام اہلِ یہود کا سا ہے کیونکہ کتاب رب العرش کی اہم ذمہ داری اُس کے سپرد کی گئی تھی مگر وہ گدھوں کی طرح اس کو اُٹھاتی پھری؛ نمازوں میں بے مقصد سجدے کر کر کے ان کی طاقت کو بے اثر کر دیا، یا زکوٰۃ کا چھدا سا اُتار کر فارغ ہو گئے؛ روزوں کے فاقے بنا لئے، یا توبہ و استغفار کے کلمات ازبر کر لئے؛ جبر و قدر کا شیطانی ڈھکوسلا ایجاد کر کے، اُمت کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ نہ توحید کے اصلی راز کو پیش نظر رکھا، نہ عبادتِ خدا کی لِم اور اس کے لازمی اور فوری نتائج کو سمجھا، نہ ایمان کی تہ تک گئے، نہ خوف خدا کی حقیقت

کو سمجھا، نہ شرک پہچانا، نہ کفر سمجھا۔ خود رائی اور فرقہ آرائی میں پڑ کر جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، کتابِ خدا کو نامکمل سمجھ کر ماسوی اللہ پر اعتقاد قائم کیا۔ اسے شعر و سخن کی کتاب خیال کر کے اس کی بلاغت فصاحت کے چٹخارے لے لئے۔ تبرک کے طور پر قرآن حفظ کر لیا یا طبّی نسخہ سمجھ کر گلے میں باندھ لیا اور جب کچھ سمجھ نہ آیا تو امنا وصدقنا کا کر بول کر چپ ہو رہے

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَ
آخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ذَٰلِكَ فَضْلُ
اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا
التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ
كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ
إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَ
اللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ
ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (۶۲: ۲-۸)

اے لوگو! وہ خدا ہی تو ہے جس نے عرب کے اُمّی لوگوں کی ہدایت کے لئے جو پہلے آسمانی صحیفوں سے نا آشنا تھے ان ہی میں کا ایک شخص اپنا قاصد بنا کر بھیجا۔ وہ شخص آج فرستادۂ خدا ہونے کے باعث ہی اسقدر صاحبِ علم ہو گیا ہے کہ اہلِ عرب پر خدائے عظیم کے عالم آرا احکام واضح کر رہا ہے (یتلوا علیھم ایتہ)، اُن کے دلوں کو اپنی زندگی کے پاکیزہ نمونے اور زہد و عمل سے آلائش عصیان و تغافل سے پاک کر رہا ہے (ویزکیھم) ان کو قانونِ الٰہی کا علم دے رہا ہے (یعلمھم الکتب)، خدائے حکیم کی حکمت سکھلا رہا ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہ جاہل لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ اور یہ اہلِ عرب ہی نہیں بلکہ اُن کے سوا دوسرے لوگ بھی (آخرین منھم) جو ابھی تک اُن کے ساتھ شامل نہیں ہوئے اسی اُمّی پیغمبر کے لائے ہوئے قانون کی عملی اطاعت کریں گے اور اے لوگو! وہ خدا بڑا ہی زبردست اور صاحبِ حکمت ہے جو

اپنی مشیت کی تکمیل کے لئے یہ حیرت انگیز سامان پیدا کرتا ہے۔ اے لوگو! یہ پیغمبری بھی فضلِ خدا سے ہی عطا ہوتی ہے وہ جس کو بہمہ وجوہ اہل سمجھتا ہے عنایت کرتا ہے (من یشآء) اور خدا بڑے بڑے افضال واکرام کا مالک ہے۔

اے لوگو! اس قوم کی مثال جن کی گردنوں پر خدا کے نمائندوں کی طرف سے تورات جیسی عدیم المثال کتاب پر عمل کرنے کا بوجھ لادا گیا تھا اور وہ پھر اس کو کما حقہ' اٹھا نہ سکی، (اس کی ظاہری اور نا روا تعظیم میں پڑی رہی، عمل کی تکلیف سے بچنے کے لئے حکموں کو چوم کر خدا کو دھوکا دینے کا گمان کر لیا مقاصد اور مطالب کو چھوڑ کر الفاظ میں مشغول رہی، اس کی حکمت اور علم کی تہ کو نہ پہنچ سکی، اس کے احکام کی صحیح روح اپنے اندر جذب نہ کر سکی اور پھر رفتہ رفتہ راہبوں اور قسیسوں (یعنی علما اور مشائخ) کی وقد از کار باتوں میں پڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی) گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہوں، وہ اُسے جس طرف کوئی ہانک دیتا ہے اُٹھائے پھر رہا ہے مگر اُس کو کچھ خبر نہیں کہ اُن کے اندر کیا لکھا ہے۔ اے لوگو! جس قوم نے احکامِ خدا کو یوں جھٹلایا، جس نے اس کی جلیل القدر اور عظیم المقاصد آیات کی یوں بیقدری کی اُس کی بھی کیا ہی بُری مثال ہے اور خدا تو تفرقہ انگیز (الظّٰلِمِیْنَ) اور اپنی جانوں پر آپ ظلم کرنے والی قوم کو کوئی مستقل راہ ہدایت نہیں دکھلاتا۔

اے محمدؐ! تم ان خوش اعتقاد اہل کتاب اور تورات کے غلط مترجموں کو کہو کہ اے یہود! اگر تمہیں اس بات کا گھمنڈ ہے کہ تم ہی دُنیا جہان کے اور لوگوں کو چھوڑ کر خدا کے محبوب صمیم ہو تو اچھا اس عزیز القدر دوست کی پناہ میں اصفیا جہان کے عاشقوں کی طرح تم بھی موت کی تمنا کرو، تم بھی اس کی راہ میں ہماری طرح جانیں لڑا دو اگر تم اپنی دوستی کو فی الواقع سچ کر دکھانے والے ہو مگر اے پیغمبر! تم دیکھو گے کہ یہ لوگ ان بداعمالیوں کے باعث جو انہوں نے کی ہیں موت کی تمنا کرنے والے ہی نہیں، یہ اُس خدا کی خاطر جان دینے والے ہی نہیں یہ دوستی کے دعوے تو محض زبانی ہیں۔ اور ان کی غفلت شعاریاں ہی اس بات کی گواہی دے رہی ہیں اور خدا ان تفرقہ آرا ظالموں کو خوب ہی جانتا ہے۔ انہیں کہہ دو کہ موت جس سے تم اسقدر بھاگ رہے ہو وہ تو ضرور ایک نہ ایک دن آ کر رہے گی پھر تم اس دانائے نہاں وعیاں کے اس

دلوں کے بھید جاننے والے اور تمہارے زبانی دعووں کی قدر و قیمت پرکھنے والے خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اس وقت وہ تمہارے سب اعمال تُم کو بتلا دے گا۔

پس یہ کیا فرض شناسی ہے، یہ کیسی قرآن برداری، اور کیا بوجھ اُٹھانا ہے؟ جب اُمت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، جب جماعت کی سعی متحد نہ ہوئی، جب قوم ہی یک جان و یک رائے نہ رہی، جب دلوں کے عامل اور کشور کشا جذبات محو ہو گئے، جب نصب العین بھی پیش نظر نہ رہا اور خدا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، جب اس کی دوستی میں تمنائے موت نہ رہی، جب اس کے مفید اور نتیجہ خیز احکام سے پہلو تہی ہوتی گئی جب اس کی آیات کی عملی اور ذہنی تکذیب ہونے لگی تو پھر الصلوٰۃ مسلمانوں کو کیا بلندی عطا کرے☆، یہ متفرق، خانہ برانداز اور بے اصول زکوٰۃ کیوں امن دے، ریا کی عبادت کیا بادشاہت دے، بے دل کی توبہ کیا قوت پیدا کرے یہ ولا بنو خدا ہی کیا ہے جو فوز عظیم حاصل ہو؛ جب بھائی بھائی کا دشمن ہو رہا ہے، جب راؤں میں یہ فساد ہے، اُمت کی مشکلات کو حل کرنے میں یہ عام بخل، اور اس کی مصائب کے انسداد میں یہ غنا و سکوت ہے، جب ہر گھر کے اندر نفسانیت، تن آسانی اور غرض کا نیا بُت پُج رہا ہو جب دولت، اولاد، زن، زمین، جاہ وحشم، سب عملی طور پر خدا بن چکے ہوں، جب اللہ کے شریکوں کی یہ کثرت، اور اس کی پرستش بزعم خود "ہشیار" انسان کی خدا کو دھوکا دہی یا نافہم کی سمجھ میں کُسر کے باعث درست کاری بن کر محض وہم وخیال میں رہ گئی ہو تو کفر کا عذاب شدید کیوں نہ آئے، شرک کی بے پناہ عقوبت کیوں شریک حال نہ ہو! عبادت بھی اسی وقت تک عبادت تھی جب کہ اُس کا نتیجہ اتحادِ قلوب تھا، جب یہ نہ رہا تو توحید کے کسی رسمی عقیدے، یا مُنہ سے خدا بڑ بڑا لینے سے بہتری کی کیا آس ہو سکتی ہے!

☆ حدیث شریف میں ہے "اصلوٰۃ معراج المومنین" یعنی نماز ایمان والوں کے لئے بلندی پر چڑھنے کی سیڑھی ہے گویا نماز کو باقاعدہ فوجی طور پر ادا کرنے کی وجہ سے ہی قرون اولیٰ کے مسلمان غلبہ کی بلند منزلوں تک پہنچ گئے تھے۔ تدبرا

خدائے بے نیاز نے عمل کی اس باریک حکمت کو پیشِ نظر رکھ کر، توحید کی کامیابی اور قوّت اندوزی کا سرِ عظیم اتفاقِ عمل، اور وحدتِ اُمّت میں رکھا تھا، اور لیل و نہار اور کارخانۂ طبیعت کی تمام مخلوقات کا واسطہ دے کر، بلکہ ان کی قسم کھاکر، کہا تھا کہ اقوام کی ہلاکت کا یقینی باعث تفریق و تشتّتِ عمل کے سوا کچھ نہیں:

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝
إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ ۝
فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝ وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝
فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ۝
إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا
تَلَظَّىٰ ۝ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَ
سَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ
عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۝
وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝ (۹۲: ۱-۲۱)

اے ساکنانِ زمین اور اے رحمِ خُدا کے طلبگارو! اے کون و مکان کے حیرت زدہ اور قانونِ خُدا کے متلاشیو! اس کائناتِ طبیعت اور تغیر زارِ عالم کی ہر پردہ پوش رات اس بات کی شاہد ہے (واللیل اذا یغشی) اور ہر جلوہ آرا دن اس امر کا گواہ ہے، (والنھار اذا تجلی) اور وہ خلاقِ عظیم کی مخلوق بھی جس نے اس امتحان سرائے دنیا میں تم سب مرد و زن کو پیدا کیا (وما خلق الذکر والانثی) اپنے سب اعمال کی وساطت سے اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اے غافلو! تمہاری کوششیں متفرق ہیں، تمہارے اعمال بکھر گئے ہیں، تمہارا نصب العین ایک نہیں رہا، تمہارا مرکز کوئی نہیں، جمعیت کچھ نہیں، اتحادِ عمل قطعاً نہیں (ان سعیکم لشتی)۔

اس دنیا کے لیل و نہار زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اپنی مساعی کو مجتمع کرو، ایک مرکز پر آجاؤ، ایک قانون کی متابعت کرو، ایک قائدِ اعظم اور ایک خُدا کے کہے کو مانو۔ یہی اس خدائے عظیم کا عالم آرا قانون ہے، اس کی تصدیق تمام

کر رہا ہے، اسی پر چل کر امن ہے، اسی سے ہٹ کر موت ہے)۔

(تو اے لوگو! گوش ہوش سن رکھو کہ) جس قوم اور جماعت نے اس دُنیائے کسبِ عمل میں اپنی جماعت کی بہتری کی خاطر ایثارِ مال کیا (فاما من اعطیٰ) جس نے امت کی تقویت کے لئے اپنی کمائی کا ایک حصہ کاٹ کر الگ کر دیا (اعطیٰ) جس نے دُوسروں کی خاطر اپنے آپ پر جبر کر کے کچھ دیا: (اعطیٰ) اور ساتھ ہی احکم الحاکمین کے مقام کا تقویٰ کیا، اس کے قانون کا خوف کیا، اس کے احکام پر عمل کیا: (واتقیٰ)، اتحادِ عمل قائم رکھا،☆ وحدتِ اُمت کو برقرار رکھا،☆ اُخوت پر زور دیا،☆ اور سب سے ضروری یہ کہ حسنِ عمل سے اپنی دلی نیت کی تصدیق کی: (وصدق بالحسنیٰ) تو ہم عنقریب اور ایک اقل قلیل مدت میں اس قوم کو آسائش اور راحت کے لئے وقف کر دیں گے، اس کے لئے اپنی مہربانیوں اور بخششوں کا دامن دراز کر دیں گے، دُنیاوی کشائش اور امن کے دروازے اس پر یکدم کھول دیں گے: (فسنیسرہ للیسریٰ)۔

لیکن اے لوگو! جس قوم کے افراد نے ایثارِ مال میں بخل کیا، جن کے دلوں کے اندر قربانی کے جذبے موجزن نہ رہے، جو تنگ دل اور کم ظرف، قسی القلب اور بے حس ہو گئے: (فاما من بخل) اور رفتہ رفتہ پھر اُمت کی اُخوت سے بے نیاز اور جماعت کے انجام سے بے پرواہ ہو گئے: (واستغنیٰ) بلکہ حسین عمل کو خیرباد کہہ کر خدا سے اپنے تعلق کی تکذیب کی، ایک اور مفیدِ قوم اعمال کو بے نتیجہ اور بے اثر سمجھنے لگے: (وکذب بالحسنیٰ) تو ہم ایک اقل قلیل مدت میں اس قوم پر مشکلات کے دروازے یکسر کھول دیں گے، تنگی اور ذلت، غلامی اور بیکسی، غربت اور مسکنت اس کے لئے وقف کر دیں گے، بلاؤں اور مصیبتوں کے ہجوم آسانی سے اس پر حملے کریں گے: (فسنیسرہ للعسریٰ)۔ پھر جب وہ قوم ہلاکت کے چاہِ عمیق میں گر جائیگی تو اس کا جمع کیا ہوا مال اس کو موت سے بے نیاز نہ کر سکے گا، وہ اسی طرح پڑا رہ جائیگا اور اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا: (وما یغنی عنہ مالہ اذا تردیٰ)۔

اے لوگو! راہِ خدا دکھا دینا ہمارا فرض ہے اور آخرت کی راحت اور دنیا کی رفعت

☆ اتقیٰ کے متعلق یہ تینوں عمل یعنی خدا سے ڈرنے کا نتیجہ اتحادِ عمل، وحدتِ امت اور اخوت ہے پہلی جلد کے باب تکمیلِ ایمان و منتہائے اسلام صفحہ ۱۱۱ کے تحت تقویٰ والی آیتوں کی تشریح میں واضح ہو چکے ہیں۔

دونوں ہمارے اختیار میں ہیں۔ دونوں اسی طریق عمل سے حاصل ہو سکتے ہیں، دونوں ہمارے بس میں ہیں تو خوب یاد رکھو کہ ہم نے تم کو ان آیات بینات میں نہ صرف اجتماعی ہلاکت کے متعلق تنبیہ کی ہے بلکہ ہر متنفس کو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرایا ہے اس میں وہی بد بخت داخل ہوگا جس نے احکام الٰہی کی عملاً تکذیب کی اور اُن سے روگردانی کرتا رہا۔ اور اس میں شک نہیں کہ تم میں سے وہ شخص جو مقام خدا سے سب سے زیادہ مرغوب ہو کر اس کے احکام پر عمل کرتا ہے جہنم کی آگ سے پرے پرے رکھا جائے گا۔ اور یہ بالخصوص وہ شخص ہے جو تزکیۂ نفس کی خاطر ایثار مال کرتا ہے۔ جو محبتِ زندگی کی آلائش کو اپنے سے دور کرنے کے لئے اپنے مال کا معتد بہ حصہ جماعت کی بہتری اور خدا سے اجر حاصل کرنے کے لئے صرف کرتا ہے۔

اور اے لوگو! گوش ہوش سن رکھو کہ اس دنیا کے اندر کسی ایک متنفس کے لئے بھی خدا کے ہاں کوئی نعمت، کوئی انعام، کوئی فضل و کرم نہیں ہے جو بطور بدلے کے دیا جائے مگر یہ کہ وہ نعمت اس ربّ عظیم کی تلاش رضا کے صلے میں ہے۔ (الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ) جس قوم یا فرد کو جو کچھ مل رہا ہے خوشنودی خدا کے صلے میں مل رہا ہے، اس کی سعی و عمل کی پسندیدگی کے عوض میں مل رہا ہے، اس کے قانون کی تعمیل میں مل رہا ہے اور ایسا شخص عنقریب اس کی نعمتوں اور اُخروی اجر سے مالا مال ہو کر خوش ہو جائے گا: (ولسوف یرضیٰ)۔

بے وفائیوں کی بدولت

جس قوم کے اے مشرقؒ اپنے ہوں پرائے
اس قوم کی ہے موت سے آخر کو ملاقات
مشرقؒ کو کیا دیا' اس قوم نے انعام عشق
اس سے بہتر تو رہے' غدار ہی اور بے ہنر

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

اسلامی فلسفہ عمل

اہمیت تخیل

عرب علم کلام، اور اسلامی فلسفۂ عمل کی اس ندامت انگیز اور دل شکن تصویر کو پیش کرتے وقت، میں اگرچہ عوام کی نگاہوں میں مبتلائے وہم یا مستوجب عذاب خیال کیا جاؤں لیکن میرا ایمان ہے کہ اقوام عالم کا آثار چڑھاؤ ہمہ تن ان کی ثباتِ قلب، اور نصب العین پر موقوف ہے۔ قومیں اسی وقت سطح حیات پر نمودار ہوتی ہیں جب ان کے افراد کے قلوب کے اندر کوئی مطلق الاثر اور صحیح تخیل پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے اعمال اسی وقت سے زائل اور بے اثر ہو جاتے ہیں جب رفتہ رفتہ ان کے نصب العین سامنے سے ہٹ جاتے ہیں، جب ان کے تخیل کا رجحان رہنمایان قوم کی تبدیل نظر یا تقل احوال ومقام کے باعث اُلٹ جاتا ہے۔ دنیا کے موت وحیات کی عبرت آموز تاریخ کے سب انقلابی واقعات فی الحقیقت اسی نشو و قلب تخیل کی ایک سلسلہ وار سرگذشت ہیں۔ خود دین اسلام کا بعث وحشر توحید کے روح فگن تصور کا ایک گہرا اور اَن مٹ نقش تھا جس کو دہریت اور کفر کی جہاں آشوب قیامت میں کلمۃ الحق کے اس بے خوف داعی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنی نیک نیتی اور علوِ ہمت سے، اپنے کمال عزم واستقلال سے، اپنے بے نظیر انگیز اور قوت برداشت سے، اپنے غیر متزلزل یقین اور سچے ایمان سے، بالآخر اہلِ عرب کی الواح قلوب پر جما کر چھوڑا تھا۔ اسی تخیل کے ہمت آفرین ہیجان نے جاہلیت کے عالم آرا جمود اور فسق وفجور کے موت آفریں سکون میں عرب کے گراں خواب

دلوں اور مردہ جسموں میں حیات کی نئی تڑپ پیدا کر دی تھی۔ اسی یقین کی طمانیت اور
اکساہٹ نے ایک اقل قلیل مدت میں، اہل عرب کو قیصری سطوت کے خواب اور کیانی
تاج وتخت کے ارمان دلا دئے تھے؛ اور آج اسی تخیل کی موت اور اسی یقین کا بطلان
ہے جس کے باعث نخل آرزو جڑ سے کٹا پڑا ہے! اسلامی علم کلام نے درحقیقت وہ
حیرت انگیز تعطل و انقلاب مسلمانوں کے اعمال میں پیدا کر دیا ہے کہ اس کی داستان نہایت
غم آلود ہے: مثال کے طور پر

شرائط ایمان

ایمان ہی کو لے لیجئے جس کی حقیقت عام متکلمین دین نے کلمۂ شہادت کے دو جملوں
کے اندر مستور کر رکھی ہے، اور جس کا ادعا کم و بیش ہر کلمہ گو نہایت ثقاہت اور التزام
کے ساتھ کرتا ہے۔ آج عامۃ المسلمین میں سے کتنوں کو فی الحقیقت یہ تخیل تڑپا رہا ہے کہ
خدا کے یکتا اور لاشریک ہونے کا شاہد بننا، یا تیرہ سو برس کے بعد محمدؐ کے رسولِ خدا
ہونے کی سچی گواہی دینا دراصل کس قدر دشوار امر ہے۔ وہ دو محبوب ہستیاں جن میں سے ایک کے
عینی شاہد کا کسی فرد بشر کو بھی امکان نہیں، اور وہ پیغمبرِ خدا جس کی پاک رسالت
کا کوئی مرئی اور عینی ثبوت نہیں کس طرح کسی متنفس کے محض زبانی اقرار سے، غیر شخص پر
مشہود و مصدق ہو سکتی ہیں جب تک کہ شاہد اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے بعد
بھی اپنی شہادت، کا کوئی یقینی ثبوت ہر دم پیش نہ کرتا رہے۔ یہ ثبوت ماسوا عمل
کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک شخص ہر وقت اپنے حسنِ عمل سے، اپنی قربانیٔ مال سے،
اپنے تہور و شجاعت سے، اپنے ایثار جان اور جسمی اذیت سے، اپنی رحمدلی سے،

دردِ قوم اور عصبیّت سے، اپنے حسنِ اخلاق اور قلبی نیک نیتی سے خلقِ خدا یا جماعت کے افراد پر یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اُس کی اپنے ہم جنس اور خدائے واحد کے اپنے ہاتھ سے پیدا کئے ہوئے انسان کے ساتھ اس قدر کامل اُنس و رغبت ہے کہ وہ ان کی بہتری کی خاطر اپنے آپ کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتا اور اس احسان و تکلیف برداری کے باوجود اُس انسان سے طالبِ اجر نہیں ہوتا بلکہ کسی نامعلوم ہستی سے اُمیدوارِ مزد ہے تو یہ ایک عجیب و غریب، نادر الوجود، اور یک طرفہ کاروبار ہے! وہ بلاشبہ اس آقائے نامدار کے ہونے کا قطعی شاہد ہے جس کے پاس اُس کے اعمال کی اُجرت جمع ہو رہی ہے۔ پس ایمان بلا عمل محض کچھ شے نہیں اور اس کا اوّل اور آخری مرحلہ بنی نوع انسان، اور بالخصوص اپنی جماعت کے ساتھ کُلّی مصالحت اور مسامحت ہے۔ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹:۵۳﴾ یہی عام مصالحت عینِ اسلام اور عینِ ایمان ہے، بلکہ یہی اسلام کی وجہ تسمیہ ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ...... اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

تو اے مسلمانو! خدائے عظیم کے مقام و منصب سے ڈرتے رہو اور پھر اس احکم الحاکمین کے رعب مرتبت کے باعث آپس میں کامل طور پر مصالحت سے رہو..... اگر تم صاحبِ ایمان ہو۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝ (۲۹: ۴۶-۴۷)۔

اور مسلمانو! دینِ اسلام کو وسیع کرنے کی خاطر اہلِ کتاب کے ساتھ نہایت عمدہ طور پر بحث کیا کرو۔ البتہ جن قوموں اور لوگوں نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے اُن کے

ساتھ اس رعایت کی پابندی بھی ضروری نہیں (کیونکہ تمہارا اور ان کا معاملہ مقاتلے کا ہے مجادلے کا نہیں)۔ ان صلح پسند لوگوں سے کہو کہ دیکھو اے بھائیو ہم اس کتاب خدا پر عمل پیرا ہیں جو ہماری طرف اُتاری گئی اور اس کتاب پر بھی ہمارا عمل ہے جو تمہاری طرف اُتاری گئی اور ہمارا اور تمہارا خدا بھی ایک ہے پھر ہمارے تمہارے درمیان بنائے نزاع ہی کیا ہے اور ہم نے تو اپنے آپ کو ہمہ تن اس خدائے عظیم کے احکام کی متابعت کے لئے سپرد کردیا ہے (مُسلِمون)۔

اور اے محمدؐ! اس اندازِ مصالحت اور وحدتِ بنی نوعِ انسان کو پیشِ نظر رکھ کر ہی ہم نے یہ قرآن عظیم تم پر اتارا ہے۔ تو جن جن اُمتوں کو ہم نے اپنا قانون عطا فرمایا ہے اور اس کی اہم سمجھنے کی استعداد دی ہے وہ تو اس متذکرہ صدر قول پر ایمان لاکر عمل کریں گے (یؤمنون بہٖ) اور یہی نہیں بلکہ ان اہل عرب میں سے بھی بعض ایسے حق پسند لوگ ہیں جو اس قول کی صداقت کو دل سے تسلیم کریں گے اور تمہارے ساتھ متحد العمل ہو جائیں گے (من یؤمن بہٖ) اور ہماری آیتوں کی حکمت سے بھی انکار کرنے والے تو وہی لوگ ہیں جو سرے سے ہمارے وجود کے منکر ہیں (الکٰفرون)۔

اس دائرہ مصالحت سے اگر کوئی قوم مستثنیٰ ہے تو وہ جس نے اسلامی جماعت پر ظلم کیا، جس نے اعلائے کلمۃ الحق، اور دعوتِ الی اللہ کی مخالفت کرکے مسلمانوں کو خانہ بدر کردیا، اُن کے مال وجان پر تعدی اور دست درازی کی، اُن کے دینی فرائض میں مداخلت کی، ان کو اشاعتِ اسلام اور تبلیغ پیغامِ خدا سے روکا۔ اس صورت میں عین اسلام، عین ایمان بلکہ عین اصلاح یہی ہے کہ سب صلح کو بالائے طاق رکھ کر اُمت کی حفاظت، اور خدا کا بول بالا کیا جائے اور نوکِ سنگین ان کو خدا کا مقرر کرایا جائے:

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ﴿ۙ﴾

الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ

لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لَّہُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ

وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ فِیۡہَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ؕ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ؕ

إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ (۲۲: ۳۹-۴۱)

لوگو! جن علمبرداران خدا کے ساتھ کوئی دُوسرا فریق قتال کرتا ہے ان کو بے شک اجازت ہے کہ اس بنا پر قتال کریں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور خدا بھی لامحالہ ایسے ہی مظلوم لوگوں کی حمایت پر تُلا ہُوا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق ناروا اپنے گھروں سے نکالے گئے، مصائب و نوائبِ ہائلہ کا شکار رہے، ملک بدر کئے گئے اور یہ اذن قتال جاری رہیگا تا وقتیکہ دشمن اس بات کا بطیب خاطر اقرار نہ کرے کہ ہمارا پروردگار خدائے عظیم ہے (الا ان یقول ربنا اللّٰہ) اور لوگو اگر خدا اذن قتال دے کر لوگوں کو ایک دُوسرے کے بالمقابل حفظ نفس کے لئے آمادہ نہ کرتا اور اقوام عالم کے اندر حرص قتال کے ساتھ ساتھ جذبہ دفاع قائم نہ کرتا تو انسان ایک دُوسرے کا یہ بے طرح دشمن ہے کہ نصاریٰ کے صومعے اور گرجے اور یہودیوں کے معبد اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں بیٹھکر خدائے عظیم کے مقام کا احساس اس کثرت سے پیدا ہوتا ہے (ین کو فیھا اسم اللّٰہ کثیرا) کبھی کے گرائے جا چکے ہوتے۔ اور یہ دستورِ خدا ہے کہ وہ اس قوم کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرے (من ینصرہٗ) اے لوگو! خدا بڑا صاحبِ قوت اور بڑا صاحب عزت ہے اور انہی قوموں کو پسند کرتا ہے جو اس دُنیا میں قوی اور باعزت بن کر رہتی ہیں بلکہ اپنی عزت کو بچانے کے لئے انتہائی سعی کرتی ہیں۔ اور یہ وہ عزت پسند اور محافظ نفس، وہ علمبرداران خُدا اور حامیانِ دین لوگ ہیں کہ اگر اس مظلوم حالت میں دشمن سے لڑا کر ہم نے ان کے پاؤں اس زمین میں جما دئے اور ان کو بادشاہت عطا کر دی تو یہ دُنیا میں ہمارا ہی بول بالا کریں گے (اقاموا الصلٰوۃ) جماعت کی بہتری کی خاطر ہر ممکن ایثار کریں گے (وآتوا الزکوٰۃ)، لوگوں کو انتہا کی سب سے بڑی نیکی کی دعوت دیں گے (امروا بالمعروف)، تفرقے کی سب سے بڑی بُرائی سے باز رکھیں گے (و نھوا عن المنکر) اور سب معاملوں کو رُو براہ کرنا تو خدا ہی کے اختیار میں ہے وہ اگر ان لوگوں کو اہل سمجھے گا تو وراثتِ زمین عطا فرمائے گا۔

اس وقت اسلام کا بول بالا کرنے اور جماعت کو حتی الوسع مدد دینے کے لئے سب تعلقات دنیوی اور مخالف لواحقین حتیٰ کہ باپ اور بیٹے، بھائی اور جورو تک چھوڑ دینا عین ایمان ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (۵۸ : ۲۲)

اے محمدؐ! تم ان لوگوں کو جو خدا پر ایمان لاتے ہیں اور روزِ آخرت کے واقع ہونے کا یقین رکھتے ہیں ہرگز نہ دیکھو گے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے مخالفین کے ساتھ کسی قسم کی دوستی یا مصالحانہ برتاؤ رکھیں گو وہ اُن کے باپ یا اُن کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کی بیویاں ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ صالح العمل لوگ ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے ایمان کا گہرا نقش کر دیا ہے اور تائیدِ الٰہی سے ان کی مدد کی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا ایسے خوشگوار سرسبز زمینوں میں لے جا کر داخل کریگا جن کے تلے دریا پڑے بہہ رہے ہوں گے۔ اور وہ ایک مدت مدید تک ان میں رہیں گے۔ خدا ان کے اعمال کو دیکھ کر اُن سے خوش بخوش ہو چکا ہے اور وہ خدا کی رحمتوں سے نہال ہو گئے ہیں۔ یہی خدائی فوج ہے اور گوشِ ہوش سن رکھو کہ اس دنیا کے اندر اور آخرت میں کامیاب گروہ یہی خدائی گروہ ہے۔

اس وقت مخاصم جماعت کے کسی فرد سے حفظ نفس کے علاوہ کسی اور خیال سے محبت اور موالات کرنا کفر ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ٥ (۳ : ۲۸)

اے لوگو! صاحب ایمان لوگ تو ہرگز ایمان والوں کو چھوڑ کر منکرین دین اور دشمنانِ اُمّت کو اپنا دوست نہیں بناتے اور جو رسمی مسلمان ایسا کریگا تو خدا سے اس کو کچھ سروکار نہیں وہ دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہے، ہاں اگر تم ایک محض بے بس جماعت ہو اور اس ترکیب سے کسی طرح پر اُن کی شرارت سے بچنا چاہو اور موقع کی تاک میں لگے رہ کر ان سے عارضی اور سطحی دوستی پیدا کرلو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اے لوگو! اس استثنائے حکم سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھاؤ، خدائے علیم و خبیر تمہارے دلوں کا حال جاننے والا ہے وہ تم کو اپنے آپ سے اپنے ناپیدا کنار علم اور شاید الفقاب ہونے سے خبردار کرتا ہے اور بالآخر پرسشِ اعمال کے لئے تو تم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

ایسا کرنا ظلمِ عظیم ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۵ : ۵۱)

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنے معاشرتی معاملات میں دوست نہ بناؤ ان کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ مودّت قائم نہ کرو، باہمی الفت نہ بڑھاؤ۔ یہ لوگ تمہاری مخالفت میں، باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں، تو تم بھی ان کے برخلاف آپس میں مجتمع ہو کر رہو۔ اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ رشتہ الفت و موالات قائم کرے گا تو وہ لامحالہ اُن ہی میں کا ایک نفر شمار ہوگا اس کو اسلام سے کچھ واسطہ نہ رہے گا۔ اس میں شک نہیں کہ خدا ایسے ظالموں کو حفظِ نفس کی راہ نہیں دکھاتا۔

ضدِ ایمان ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (۵ : ۵۷)

اے ایمان والو! جن لوگوں نے تمہارے دین کو، خدا کی متابعت میں تمہارے طریق

عمل کو اللہ کے کہنے پر تمہارے اُٹھنے اور دوڑنے اور تمہاری تگ و دو کو ہنسی اور کھیل سمجھ رکھا ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب خدا دی جا چکی ہے (اور وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ یہی سعی و عمل منشائے خدا ہے) اور وہ لوگ جو خدا کے منکر ہیں، ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ ایسا کروگے تو خود بے ہمت بن جاؤگے اور اگر تم فی الواقع صاحبِ ایمان ہو تو خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے احکام کی صورتاً اور معناً تعمیل کرو۔

صریح منافقت ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝ (۴: ۱۴۴-۱۴۷)

اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں اور اعدائے اسلام کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیا ان سے رابطۂ الفت قائم کرکے یہ چاہتے ہو کہ اپنے برخلاف شدید العقاب خدا کے عذاب الیم کی بیّن سند قائم کرو۔ اس میں شک نہیں کہ منافق اور ریاکار مسلمان دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں ہوں گے اور اے پیغمبر تم وہاں پر کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔ ہاں البتہ جن لوگوں نے اسلام سے منافقت اور ریاکاری کا برتاؤ کئے پیچھے توبہ کی اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلی اور خدا کے دئے ہوئے قانون کو مضبوطی سے پکڑا اور اپنی تمام عقیدت مندی اور ارادت کو خالصۃً احکام خدا کی اطاعت کے لئے وقف کر دیا تو یہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ شامل ہوں گے، اور مومن شمار ہوں گے اور کوئی دن گزرتا ہے کہ خدا ایمان والوں کو ان کے مخلصانہ اعمال کے عوض میں اجرِ عظیم دے کر رہے گا۔ اے لوگو! اگر تم احکامِ خدا کی قدر کرو، ان کی اہمیت کو سمجھ کر عمل شروع کر دو، (لئن شکرتم) اور خدا کی خدائی پر ایمان لے آؤ تو خدا کو تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے۔

بلکہ وہ تو مسترداں لوگوں کا بڑا قدرداں اور ان کے اعمال سے بڑا واقف ہے۔

اس وقت اُن سے جدال و قتال کر کے اُن کی بیخ و بُن اُکھاڑ دینا عین ایمان، اور حامیٔ خدا ہونے کی کامل شہادت ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ (۲: ۱۹۰-۱۹۳)

اور اے ایمان والو! جو لوگ تم سے لڑائی کریں تم حفظ نفس اور حمایت اسلام (فی سبیل اللہ) کی خاطر اُن سے جنگ کرو۔ اور دیکھو لڑنے میں پہل کر کے زیادتی نہ کرنا کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جن جن ملکوں سے انھوں نے تم کو نکالا تم بھی ان کو وہاں سے نکال باہر کرو اور ایسے لوگوں سے قتال نہ کرنے کے فتنہ برپا کرنا خونریزی سے بہت بڑھ کر ہے! اور دیکھو مسجد حرام میں قتال سے پرہیز کرو، البتہ اگر اُنھوں نے وہاں ہی تم سے لڑنے کی ٹھان لی ہو تو چارہ نہیں۔ پھر اگر (تمہاری مصالحانہ روش کے باوجود) وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان کو بے تامل قتل کرو۔ دشمنانِ خدا کی سزا بھی یہی ہے اور اگر لڑائی کے ضمن میں یا جنگ کئے بغیر وہ اپنی جارحانہ روش سے باز آئیں اور امان چاہیں تو تم بھی ان سے عفو و کرم ان کی خطاؤں سے درگزر کرو کیونکہ یاد رکھو کہ خدا بھی باز آجانے والے لوگوں کے حق میں بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اور وہاں تک اُن سے لڑو کہ ملک کے اندر فساد کی جڑ کٹ جائے۔ ان کو تمہارے برخلاف دست درازی کرنے کا حوصلہ نہ رہے اور ہر طرف غلبہ خدا ہی کا ہو۔ پھر اگر اس حالت میں وہ باز آئیں تو اُن سے بے جا زیادتی نہ کرو کیونکہ شجاعت کا یہی تقاضا ہے کہ ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہ ہونے پائے اور مغلوب سے نرمی

سے پیش آیا جائے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۸: ۳۹)

اور اے ایمان والو! اعدائے جماعت سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ فساد کا نام و نشان باقی نہ رہے (ان کو تمہارے برخلاف کچھ کرنے کی مجال نہ رہے) اور چاروں طرف دہائی خدا کی مچی ہو، غلغلہ آمی کا بلند ہو رہا ہو۔ پھر اگر اس مجبوری کی حالت میں وہ ہتھیار ڈال دیں تو تم اُن سے لڑائی بند کر دو اور ان کی اَندرُونی چالوں کے متعلق شک میں نہ پڑے رہو کیونکہ خدا ان کے اعمال کو نہایت انہماک سے دیکھ رہا ہے۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (۹: ۱۳-۱۶)

اے ایمان کے مدعیو! کیا تم لوگ دل کھول کر اس قوم سے نہیں لڑتے جس نے اپنے عہد و پیمان توڑ ڈالے، معاہدے اور وعدے بالائے طاق رکھ دئے، اپنے مصیبت کے وقت کے باندھے ہوئے اقرار حرفِ غلط کی طرح مٹا دئے (نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ) بلکہ انہوں نے تمہارے عزیز القدر رسول (یا ان کے بعد خلیفۃ الرسول) کو ملک بدر کرنے کا تہیّہ کر لیا، اور یہ سب خفیہ عداوتیں اور سازشیں کرنا انہوں ہی نے شروع کیا تھا! کیا تم ان لوگوں سے ڈرتے ہو اور ان کی جنگی طاقت سے مرعوب ہو گئے ہو حالانکہ اگر تم میں ایمان کی بُو رہ گئی ہے تو ان سے کہیں بڑھ کر خدا حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ تم ان سے بے تامل لڑو خدا تمہارے

ہی ہاتھوں ان کو سزا دے گا؛ ان کو خوار و ذلیل کر کے تم کو فتح دے گا اور ایمان والوں کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرے گا اور اُن کے دلوں میں جو غصّہ دشمن کی طرف سے بھرا ہوا ہے اس کی خلش کو مٹا دے گا۔ اور خداوند عالم تو جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے اُسی کی واماندگیوں سے درگزر کرتا ہے اور اسی کی دنیاوی حالت درست کرتا ہے (ویتوب اللّٰہ علیٰ من یشآء) اور لوگو! جانے رہو کہ وہ خدائے عظیم بڑا صاحب علم اور بڑا صاحبِ حکمت ہے اور تم کو قتال کی تعلیم دے کر اس کارخانہ فطرت کے قانون بقاء و فنا کا عظیم الشان علم اور اُس کی بے مثال حکمت سکھلا رہا ہے (واللّٰہ علیم حکیم) (۹: ۱۵) ۔

اے ایمان کے دعویدارو! کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ منہ سے ایمان ایمان کہہ کر سستے چھوٹ جاؤ گے اور جنّت کے منتظر رہو گے حالانکہ خدا نے ان لوگوں کو اچھی طرح جانا پہچانا تک نہیں جو تم میں سے راہِ خدا میں قتال کرتے ہیں اور خدا، رسول، اور ایمان والوں کو چھوڑ کر کسی کو اپنا دوست نہیں بناتے اور مسلمانو! جو کچھ تم کر رہے ہو خدا کو اُس کی سب خبر ہے۔

اُس وقت اُن سے کسی حالت میں پیٹھ نہ پھیرنا ایمان کی علامت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ (۸: ۱۵-۱۶)

اے وہ لوگو جو خدا اور اس کے قانون پر ایمان لے آئے ہو جب جب تمہارے لشکر کی دشمنانِ خدا و جماعت سے مڈھ بھیڑ ہو تو قطعاً اُن کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور یاد رکھو کہ جو شخص ایسے اہم اور فیصلہ کن موقع پر دشمنوں کو اپنی پیٹھ دکھائے گا الّا یہ کہ وہ لڑائی کے لئے کنّی کاٹتا ہوا ایک طرف سے دوسری طرف کو مڑ رہا ہو یا اپنے ہی لوگوں میں دوبارہ شامل ہونے کے لئے ان کے سامنے سے ٹل رہا ہو تو سمجھ لو کہ وہ خدا کے قہر میں آ گیا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (۸: ۴۵)

اے ایمان والو! جب تم دشمن کے کسی گروہ کے سامنے میدان میں آؤ تو ثابت قدم بن جاؤ، استقلال کو ہاتھ سے نہ دو اور خدائے زمین و آسمان کا احساس اور اس کے احکام کی یاد دلوں میں خوب تازہ کرو (واذکروا اللّٰہ کثیرًا) تاکہ تم بالآخر فتحمند اور کامیاب ہو جاؤ۔

اس نفیرِ عام کے وقت حُبِّ جاہ اور محبّتِ اولاد کے مکر کرنا منافیٔ اسلام ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (۹: ۳۸-۳۹)

اے ایمان والے وہ لوگو جو قانونِ خدا کے نفع مند ہونے پر یقین کر چکے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب جب تم سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں لڑنے کے لئے نکلو تو بجائے اس کے کہ فوراً سر بکف میدان میں نکل پڑو تم زمین پر ڈھیر ہوتے جاتے ہو، کیا تم نے لذاتِ دنیوی کی فوری اور ناپائدار راحتوں کو انجام کے قائم تر آرام کے بالمقابل پسند کر لیا ہے، اگر تمہارا یہ حال ہے تو یاد رکھو کہ ان نفسانی محبتوں اور شیطانی خواہشوں کا انجام بالآخر نہایت بے حقیقت ہے۔ اگر تم آج راہِ خدا میں قتال بالسیف کے لئے نہ نکلو گے تو خدا تم کو بڑی دردناک مار دے گا۔ تم کو صفحۂ زمین سے محو کر کے کسی دوسری قوم کو تمہارا جانشین کر دے گا پھر اگر ان کو اپنے ملک سے نکالنا چاہو گے تو تم اُن کا کچھ بگاڑ بھی نہ سکو گے اور جانے رہو کہ خدا بے نیاز ہے اور ہر بات پر قادر ہے، اس کو کسی کی کچھ رعایت مدِّنظر نہیں۔

مال و دولت کو جمع کر رکھنا، اور غلبۂ دین کی خاطر حتی المقدور خرچ نہ کرنا اعانت کفر ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ (۳: ۱۸۰)

اور جن مسلمان لوگوں کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے توفیق دی ہے اور وہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں کچھ بہتر نہ سمجھیں بلکہ وہ تو اُن کے حق میں بدتر ہے۔ جس مال کا بخل وہ کرتے ہیں عنقریب قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں پہنایا جائے گا۔ اور لوگو! یہ مال جو تم سے مانگا جاتا ہے کچھ ہمارے نفع کے لئے نہیں۔ یہ تمہاری اپنی جماعت کی بہتری اور تقویت کے لئے ہے اور خدا کے پاس تو آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں اور جو کچھ بھی تم لوگ ایثار کر رہے ہو خدا اس کو خوب جانتا ہے۔

یہ تمام مصالحت اور منافرت، امن اور قتال، موانست اور ترک موالات شجاعت اور بلند حوصلگی، انتقام اور عفو، احسان اور حسن عمل ایمان کے ناقابلِ انفراخ حصے بلکہ تمام و کمال ایمان ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی اپنے موقع پر موجود نہ ہونا شہادتِ خدا کو قطعاً زائل کر دیتا ہے۔ کیا یہ تخیل اُمتِ حاضرہ کے ایک لاکھ نفوس میں سے ایک تن واحد کے قلب پر بھی حاوی ہے؟ اور کیا پھر احادیث نبویؐ کی اکثر تائید کے باوجود بدنصیب اُمت نے پچھلے تین سو برس میں قرآنی احکام کی تعمیل اِس شدّ ومد سے کی جتنی کہ قرونِ اُولیٰ کے بے ریا مومنوں کا حصّہ عمل صدیوں تک تھی۔

آج دس لاکھ نفوس میں سے ایک فرد واحد کے قلب پر بھی اس تصور کا غلبہ نظر نہیں آتا کہ ہر مخالف فریق کے بالمقابل اُمتِ اسلام کے کامل استیلا و تمکّن کے بغیر کسی شخص کا ایمان کچھ شے نہیں ؛ وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۝ (۳ : ۱۳۸)[۱] اعلائے کلمۃ الحق اور غلبۂ اسلام کو پیشِ نظر رکھ کر دینِ متین کی کامل نصرت کرنے اور بوقت ضرورت ہجرتِ وطن اور جہاد بالسیف کرنے کے بغیر کوئی مومن صاحبِ ایمان نہیں :

۱۔ (اور مسلمانو! اپنے ارادوں میں نرم نہ پڑ جاؤ نہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر غم کھاتے رہو کیونکہ) اگر درحقیقت تم ایمان والے ہو تو تم ہی سب پر غالب آکر رہو گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝[۱] (۸: ۷۴)، قرآن کریم کے نصّی احکام کی عملی متابعت، رسول کریمؐ کے شخصی اور شرعی، سیاسی اور اجتماعی احکام کے کامل التزام، بلکہ امیرِ وقت کے اوامر و نواہی کے فوری اور بلا حیل و حجّت پیروی کے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝[۲] (۴: ۵۹)؛ خدمتِ اسلام کے لئے ہر وقت مستعد رہنے، اور کسی امر جامع کے متعلق خلیفۂ وقت کے احکام کی بلا عذر تعمیل کرنے کے بدوں کسی فرد واحد کا ایمان درست نہیں، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝[۳] (۲۴: ۶۲)۔ امیرِ جماعت کے فرمان خسروی نافذ ہو جانے کے بعد ہر مرد و زن

۱۔ اور جو لوگ (رسمی طور پر) ایمان لے آئے اور اس کے بعد انہوں نے ہجرت وطن کی اور خدا کی راہ میں جہاد بالسیف کیا اور جن لوگوں نے پناہ دی اور خدا کے سپاہیوں کی مدد کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں مومن ہیں اور انہی کو خدا کی بخشش ہوگی اور باعزت روزی ملے گی۔

۲۔ اے وہ لوگو جو رسمی طور پر ایمان لائے ہو اللہ کے قرآنی احکام کی کماحقہٗ تعمیل کرو اور رسولؐ کے بالمشافہ احکام نیز تم میں سے جو حاکم مقرر ہوں ان کے زبانی احکام کی مکمل تعمیل کرو۔ پھر اگر کسی معاملے میں تم میں آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اگر تم فی الحقیقت اللہ اور روز آخرت پر سچا ایمان رکھتے ہو تو اس اختلافی معاملے کو اپنے حکام بالا یعنی اللہ اور رسولؐ کے سپرد کر دو کہ وہ اس کا فیصلہ کریں (اور تم بدستور مکمل اطاعت کرتے رہو) کیونکہ (امت کو ہلاکت سے بچانے کیلئے) یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور یہی تہ تک پہنچنے کی بہترین ترکیب ہے۔

۳۔ مومن تو صحیح معنوں میں صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے اور جب جب کسی اہم امر میں رسولؐ کا ساتھ دیا تو اجازت لینے کے بغیر اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ جو لوگ تم سے اس طرح اجازت لیتے ہیں وہی ہیں جو در حقیقت تم پر اور اللہ پر ایمان تو لاتے ہیں تو جب جب وہ اپنے کسی کام کے لئے تم سے اجازت لیں تو جن کو مناسب ہو اجازت دیدیا کرو اور ان کے واسطے خدا سے طلب مغفرت کیا کرو کیونکہ بیشک اللہ بڑا غفار و رحیم ہے۔

کا اپنے آپ کو معاً پابند عمل کر دینا ایمان کی شرط لاینفک ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۝ (۳۳: ۳۶)[۱] اور پھر کسب و عمل، سرفروشی اور فدائیت، تسلیم اور تقدم، مدحانیت اور حق پژوہی کے اس حیات انگیز اضطراب اور تلملاہٹ میں خدا سے ہر وقت ڈرتے رہنا، اس کی بتائی ہوئی رُوح فگن اور غلبہ افزا، مطہر نفس اور اخوت آفریں نماز اور زکوٰۃ پر قائم رہنا، اور اپنے نفس کو کرب و اذیت صبر و تحمل کا عادی بنا کر جماعت کی بہتری کی خاطر حسنات، صالحات اور اُخروی اعمال کا انبار عظیم رب العرش کے تخت کے گرداگرد لگا دینا ہی ایمان کی پہلی اور آخری شرط ہے:

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَن يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ (۵: ۱۱۲)

اور اے محمد صلعم خدا کے امیدوار متقیوں کو وہ واقعہ بھی یاد دلاؤ جب عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے باعمل اور حکم بردار حواریوں نے اُن سے عرض کی کہ یا حضرت! کیا ان تمام اعمال اور جدّ و جہد کے عوض میں جو ہم نے آپ کی متابعت میں کی ہے رب لطیف و خبیر کی جناب سے ممکن ہے کہ وہ ہم پر آسمان سے نعمائے الٰہی نازل کرے، دُنیا کی رنگا رنگ نعمتوں سے سرفراز کرے حکومت اور عزت دے، قوت اور بادشاہت دے، رزق اور فراخی نصیب کرے (مائدۃ من السما) تو عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں یہ بات ممکن ہی نہیں بلکہ فی الواقع ہو کر رہے گی اور اس کے حاصل کرنے کی شرط اولین یہ ہے کہ اس احکم الحاکمین کا خوف، اس کے قانون کا خوف، اس کے احکام کی کامل متابعت کا ہول اپنے اندر پیدا کرو اگر تم صحیح معنوں میں ایماندار اور ایمان کار ہو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ

۱۔ اور دیکھو یہ تو ممکن ہی نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسولؐ نے کسی معاملے کے متعلق فیصلہ کر لیا ہو تو کسی مومن مرد یا عورت کو اس معاملے میں رد و بدل کرنے کا اختیار ہو اور جس شخص نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلے طور پر راہ راست سے بھٹک گیا۔

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ (۸: ۲-۳)

اَے لوگو! صحیح معنوں میں ایمان والے تو صرف وُہی لوگ ہیں کہ جب کبھی اس حاکم جل وعلیٰ کی یاد اُن کو آجاتی ہے، جب کبھی اس کے مرتبے کا احساس ان کو ہوتا ہے تو اُن کے دِل لرزنے لگتے ہیں اور جب ہمارے احکام ان پر واضح کر دئیے جاتے ہیں تو وہ ان کی تعمیل میں پیش از پیش سرگرم ہو جاتے ہیں (زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا) اور پھر عمل کے بعد نتائج کے بارے میں رب قدیر پر کامل اعتماد رکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو نماز باجماعت کو عسکری طور پر ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا اس میں سے اپنا مال قوم کی بہتری کی خاطر صرف کرتے ہیں۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ (۱۱: ۸۶)

اَے لوگو! وہی اعمال آخرت جن کی اُجرت خدا کے پاس جمع ہوتی رہتی ہے تمہارے لئے اچھے ہیں بشرطیکہ تم صاحب ایمان بن جاؤ، خُدا کے صاحب عدل وانصاف ہونے پر ایمان رکھو، اس کے احکام پر کامل اعتماد رکھ کر ایمان کار بن جاؤ۔

*

پا گیا

جان جہاں تو تھا ہی، معاً مجھ پر چھا گیا
جانے کی جا کہاں تھی، سو دل اس پہ آ گیا
پہچان کیا سکے گی مجھے، پست ہے نظر
قرنوں کے بعد بھی کوئی سمجھا تو پا گیا

(حضرت علامہ مشرقیؒ)

کفر

کیا آج مفتیانِ دین کے ہاتھوں متاعِ کُفر کی اسقدر ارزاں فروشی کے زمانے میں ایک تنِ واحد کے دل میں بہ خوف جاری و ساری ہے کہ جماعت کے افراد میں دینِ اسلام کے اندر کسی طریقے سے بھی رخنہ انداز ہونا کُفر ہے[۱]، اسلام کی مصیبت کے وقت اجرائے احکام کے بعد کسی شخص کو جہاد و قتال سے کنایۃً یا صراحۃً ورغلانا کُفر ہے[۲]، آیاتِ الٰہی کا مُنہ سے مومن بننا، اور اُن کی عدمِ تعمیل کر کے دِل سے انکار کرنا کُفر ہے[۳]، تقویتِ

---

(۱) فما لکم فی المنافقین فئتین و اللہ ارکسھم بما کسبوا اترید ون ان تھدوا من اضل اللہ ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا ○ ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذو منھم اولیاء حتی یھاجروا فی سبیل اللہ فان تولوا فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا ○ (۴:۸۸-۸۹)

مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو رہے ہو حالانکہ خدا نے ان کے کرتوتوں کی سزا میں ان کی عقلوں کو اوندھا کر دیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جن کو خدا نے گمراہ کر دیا ہو ان کو راہ راست پر لے آؤ حالانکہ جن کو خدا گمراہ کر دیتا ہے تو اس کیلئے تو کوئی صحیح رستہ نہ پائے گا۔ ان کی تو خواہش ہے کہ جس طرح وہ کافر ہو گئے ہیں تم بھی کافر ہو کر ان کے برابر ہو جاؤ تو ہرگز ان میں سے کسی کو دوست نہ پکڑو جب تک کہ خدا کی راہ میں ترک وطن نہ کریں۔ پھر اگر ہجرت سے منہ موڑیں تو ان کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ نہ ان سے کوئی مدد طلب کرنا۔

(۲) یایھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین کفروا وقالوا لاخوانھم اذا ضربوا فی الارض او کانوا غزی لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا لیجعل اللہ ذالک حسرۃ فی قلوبھم واللہ یحی ویمیت واللہ بما تعملون بصیر ○ (۳:۱۵۶)

مسلمانو! ان کافروں کی طرح نہ بن جاؤ جو اپنے بھائیوں کو جو دوسرے ملکوں میں گئے ہوں یا جہاد بالسیف کر رہے ہوں کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس بیٹھے رہتے تو ہرگز نہ مرتے نہ قتل ہوتے۔ خدا نے ان کے دلوں میں ایسی تمنائیں ڈال دی ہیں اور اللہ ہی ہے جو کسی قوم کو زندہ کرتا ہے یا مردہ کر دیتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو غور سے دیکھ رہا ہے۔

(۳) واذا ما انزلت سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایمانا فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون ○ واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کفرون ○ (۹:۱۲۴-۱۲۵)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے ایسے لوگ ہیں جو پوچھتے ہیں کہ تم میں سے کس کا ایمان زیادہ ہوا ہے پھر ایمان والے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا ایمان زیادہ ہو گیا ہے اور وہ ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہیں لیکن جس کے دلوں میں گندگی ہوتی ہے تو ان کی گندگی اس سورت کے نازل ہونے سے اور بڑھ جاتی ہے اور وہ کفر کی حالت میں ہوتے ہیں۔

اسلام کی خاطر بخل مال کرنا کفر[1] ہے؛ احکام خدا اور عبادتِ ربّ کے بارے میں جماعت کے اندر کسی قسم کا اختلاف پیدا کرنا کفر[2] ہے؛ خدا کے کسی قرآنی حکم یا رسول یا اولوالامر کے زبانی احکام کی خلاف ورزی کفر[3] ہے؛ اسلام کی صدائے جہاد کے موقع پر عذر لنگ پیش کرنا بھی کفر[4] ہے ☆

۱۔ الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل و یکتمون ما اتٰھم اللّٰہ من فضلہ و اعتدنا للکفرین عذابا مھینا[4](۳۷:۴)(۲۴:۵۷)

جو لوگ مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور خدا نے جو مال ان کو عطا کیا ہے اس کو چھپاتے ہیں۔ تو خدا نے ایسے کافروں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب مقرر کر دیا ہے۔

۲۔ وما اختلف الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاءھم العلم بغیا بینھم و من یکفر بایت اللّٰہ فان اللّٰہ سریع الحساب○(۱۹:۳)

اور اہل کتاب نے آپس میں اختلاف اس وقت تک پیدا نہ کیا جب تک کہ ان کے پاس صحیح علم نہ آیا اور وہ بھی آپس میں بغاوت کی وجہ سے کیا تو جو اللہ کی آیتوں سے کفر کرتا ہے تو خدا بھی اس کو عذاب دے کر جلد فیصلہ کر دیتا ہے۔

وان اللّٰہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم○فاختلف الاحزاب من بینھم فویل الذین کفروا من مشھد یوم عظیم○(۱۹:۳۶۔۳۷)

بیشک خدا ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب بھی ہے تو اسی کے ملازم بن جاؤ کہ یہی سیدھا رستہ ہے لیکن گروہوں نے آپس میں اختلاف پیدا کر لیا ہے تو حیف ہے ان کافروں پر جنہوں نے روز قیامت کے المناک عذاب سے انکار کیا۔

۳۔ قل اطیعوا اللّٰہ والرسول فان تولوا فان اللّٰہ لا یحب الکفرین○

اے پیغمبر! کہدو کہ اللہ کے قرآنی احکام اور رسولؐ کے زبانی احکام یا جو اولوالامر ان کے بعد مقرر ہوں گے ان کے احکام کی اطاعت کرو اور اگر تم برگشتہ ہو گئے تو خدا کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

۴۔ وجاء المعذرون من الاعراب لیؤذن لھم و قعد الذین کذبوا اللّٰہ و رسولہ سیصیب الذین کفروا منھم عذاب الیم○(۹۰:۹)

اور عرب لوگوں میں سے عذر کرنے والے اس واسطے آئے کہ ان کے جہاد پر نہ جانے کے متعلق اجازت لے لی جائے اور جن لوگوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کو جھٹلایا وہ پیچھے ہی بیٹھے رہے تو عنقریب ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان کو دردناک عذاب ملے گا۔

☆ قریباً چودہ سو برس کے بعد ان آیات کو پھر آجکل کے لفظی اور رسمی مسلمان کے سامنے پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ مسلمان یہ سمجھ لے کہ رسول خدا کے زمانے میں بھی قرآن اور رسولؐ کے حکموں کو ٹال کر "مسلمان" بنے رہنے والے لوگ موجود تھے اور احکام کو زبانی طور پر چوم چاٹ کر اسلام کا دعویٰ کیا کرتے تھے لیکن خدا نے قرآن کے ذریعے ان کو صاف اور بے نیازانہ طور پر کہہ دیا کہ تم مسلمان ہرگز نہیں ہو کافر ہو۔ مسلمان وہ ہے جو قرآن کے حکم کو عمل میں لائے کوئی سورت جس میں جہاد کے احکام ہوں جب نازل ہو تو اس کے چہرے سے اس سورت کے احکام پر عمل کرنے کی علامت بلکہ بشاشت ظاہر ہو۔ عمل کیلئے یہ ضروری نہیں کہ چونکہ آج ہر طرف جمود اور سکون ہے اسلئے جمود اور سکون کا عذر رکھ کر قرآنی احکام کو مکر و فریب سے ٹال دیا جائے بلکہ ہر مومن آج بھی قرآن کو پڑھ کر

ہلاکت زدہ قوم کے پیغام وحی سے مکر کے باعث زندہ اقوام کو

انتقال وحی کا المناک حادثہ

پس اے مسلمانانِ عالم! آج تمہاری ہلاکت کا سب سے بڑا باعث موجودہ اسلامی فلسفہ ہے جس کا سم آلود اثر تمہارے تخیّل کے ہر رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ یہی وہ مرض الموت ہے جو تمام ایمان و حسرت کے باوجود تمہاری آرزوؤں کو پنپنے نہیں دیتی۔ یہی وہ جہل مجسّم اور پیکرِ کذب و فساد ہے جس نے قرآن حکیم کے حیات انگیز حقائق پر عمل سے تم کو اسقدر الگ کر دیا ہے۔ تم میں اسلاف کے کارناموں کے وامانده ارمان، اور کسی زمانے کے حرکت و عمل کے تحسّر انگیز تصوّر موجود ہیں مگر تمہاری یہ بے معنی اور نا نتیجہ خیز تمنائیں اس لئے بارور نہیں ہوتیں کہ تم کسی عنوان سے تکلیفِ دہ عمل پہ تیار نہیں ہوتے۔ تم بظاہر جلنے کا مکر ضرور کرتے ہو لیکن تمہارے اندر تبیّن کا نُور، اور علم و یقین کی شمع ہدایت نہیں جلتی! تم اُٹھنا چاہتے ہو مگر تم میں حرکت کا حیات انگیز ایمان اور یقین کی حوصلہ زا تواں باقی نہیں رہی! تم رسولؐ کے نام پہ تڑپنے کا مظاہرہ کرتے ہو مگر تم میں رسُول کے احکام پہ فدا ہونیکے حوصلے قائم نہیں رہے! تم اسلام کے نام پر مر مٹنے کے نمائشی دعوے

(بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۵۱) اٹھ کھڑا ہو اور غلبہ اسلام کو پھر حاصل کرنے کیلئے اپنی آستینیں کس لے۔ انتظار کرنا خدا کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کرنا ہے۔ اس حساب سے قرآن کسی زمانے میں بھی پڑھ کر سکون پیدا نہیں کر سکتا! بلکہ ہر زمانے کے مسلمان کا ہر وقت وہی حرکت پھر جاری کردینا لازمی ہے جو قرن اول میں پیدا ہوئی تھی۔

مصنف نے اسی بناپر تذکرہ کی تیسری جلد شائع کی ہے کہ ہر طرف سے سچے مسلمان میدان میں آجائیں چنانچہ ایسے لوگ مسلسل اطلاعیں مجھے دیتے جائیں۔

کرتے ہو مگر تم میں مر مٹنے والا عزم پیدا نہیں ہوا۔ تم قرآن کو "کتابِ خدا" ضرور کہہ دیتے ہو مگر تم میں خدا کی نامہ نگاری کا ولولہ انگیز انہماک ظاہر نہیں ہوتا۔ تمہارا ایمان ریل کے سیاہ انجنوں، اور بار برداری کی خاک آلود موٹروں پر اس لئے ہے کہ تم ریلوں اور موٹروں کو کام کرتے دیکھتے ہو مگر تم قرآن کو اپنے لئے بیکار کر کر موردِ الزام اس لئے بتاتے ہو کہ قرآن خود بخود تمہارے لئے کچھ نہیں کرتا۔ تم اُس کو مُنہ سے "حکیم" اور "شریف" اور "مجید" کہہ چھوڑتے ہو مگر تم اس کی حکمت اور شرف اور مجدّ کے سچ مچ قائل نہیں رہے۔ تم یورپ کے علمی اور عملی کرشموں کو کام کرتا ہوا دیکھ کر اُن کے نادیدہ مومن بن جاتے ہو مگر اللہ کے اس آزمائش شدہ علم و عمل کے کچھ مومن نہیں رہے۔ تم مغرب کے ہر رطب و یابس کو کان دھر کر سنتے ہو مگر خدا کی اس جامع اور جہاں نما کتاب سے قطعاً بگڑ بیٹھے ہو۔ تم "بشارتیں" ڈھونڈتے ہو مگر نہیں ملتیں، خدا کی رحمتوں کے منتظر رہتے ہو مگر نہیں آتیں، تم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر فتح باب کو دیکھ رہے ہو مگر نہیں ہوتا، تم قرآن کو بازو پہ باندھ کر شفا کے متلاشی ہو مگر ظالمو! نہیں ہوتی: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا[1] (۱۷: ۸۲)۔ تم زیارتوں اور مزاروں میں بھٹکتے پھرتے ہو مگر کچھ کشودِ کار نہیں ہوتا، تم پیروں اور قبر فروشوں کے نذر اپنی دولت کر آتے ہو مگر خدا راضی نہیں ہوتا، تم اپنی ڈیڑھ اینٹ کے جدا صنم خانوں میں سر ٹکراتے ہو مگر تمہارا پھوٹا نصیبا کہیں نہیں جاگتا! تم یورپ کو دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہاری ان نمازوں اور ریاکار سجدوں، تمہارے بے جان کلمہ شہادت، بلکہ تمہارے اس آج کل کے ساکن اور جامد قرآن اور خدا کے بدون نعمت اور فضل، فلاح

۱۔ اور اے مسلمانو! ہم قرآن میں سے جو شے ایمان والوں کیلئے ان کی تمام بیماریوں کی شفا اور رحمت ہے تم پر اتارتے ہیں لیکن ظلم کار لوگوں کیلئے جو قرآن کو چوم چاٹ کر اور اس پر عمل سے گریز کرنے کا مکر کر کے خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں قرآن گھاٹے کے سوا کچھ نہیں دیتا۔

اور خوشنودئے خُدا کے کس معراج اور ترقّی کی کس فضیلت پر پہنچ چکا ہے مگر تم کو خبر نہیں کہ وہ قانونِ فطرت کی اُس بے بدل کتاب کے کس قدر تھوڑے حصّے کی کس سختی سے پیروی کر رہا ہے۔ تم کو معلوم نہیں کہ خُدائے بے نیاز کی رگِ لطف و کرم ان کے حق میں کیا اور کیوں پھڑک رہی ہے، ان کو نت نئے دن آغوشِ رحمت سے کیا مل رہا ہے؛ ان کا دامانِ شوق و اضطراب، اللہ غنی کی بے حساب داد و دہش کے باعث کیا تنگ ہو رہا ہے! نہیں وہ مانگتے بھی نہیں مگر اس کا کھُلا اور بے پروا ہاتھ اصرار سے دے رہا ہے۔ اُن کے لئے ہر صبح صبحِ مطلوب اور ہر فجر طلیعۂ مقصود ہے؛ اُن کے ہاں روز بروز قوّت کے نئے سامان اُمڈ رہے ہیں؛ دل، دماغ اور حواسِ خمسہ کی قدوسی فضیلتیں اُن کو ہر آن مل رہی ہیں؛ قانونِ قدرت کی پُر اسرار کتاب کا نیا ورق اُن کے آگے ہر روز کھل رہا ہے؛ فلک الافلاک کے نئے راز و نیاز اُن کے ذہنوں میں بس رہے ہیں۔ اُن کی لطیف اور باریک بین نگاہیں نگار خانۂ قدرت کے ہر برگ و ساز کے اندر، خاموشی اور ادب سے گھُس کر، پردۂ زنگاری کے اس لائقِ دیدار اور مضطرِ جلوہ معشوق کا تماشا کر رہی ہیں! اُن کے چابک اور ہُشیار ہاتھ سراپردۂ طبیعت کے اس کنزِ مخفی کی مستور کیفیتوں سے کشفِ غطا کر رہی ہیں! اُن میں علم ہے؛ ان میں حکم و حکومت ہے؛ اُن میں اُس حیرت انگیز کارگاہِ جہان کی صحیح خبر و نبوّت ہے۔ اُن کے پاس آئینِ فطرت کی مقصود برآر، غلبہ اندوز، اور راہ نما کتاب کی حکمت ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ اس قسامِ ازل نے تم سے کھو کر اُن کے سپرد کیا کر دیا ہے۔ اس نے علم دے دیا ہے؛ اُس نے سب جہان پر فضیلت عطا کی ہے، اس نے حکم دے رکھا ہے۔ نہیں، بلکہ واللہ العظیم! اس نے تمہیں کافر اور ظالم، مشرک اور مفسد، فاسق اور نا اہل مجرم دیکھ کر قرآن کریم بھی تم سے

چھین کر انہی کو سپرد کر دیا ہے!

وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَیْنٰهُمْ وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ ۝ (۶: ۸۶-۸۹)

اور اے لوگو! اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ ان سب کو ہم نے ابراہیمؑ کے نقش قدم پر چلایا، ان کو ان کے اعمال کے صلے میں بہترین بدلہ دیا (۶: ۸۵)، (بادشاہت اور حکومت دی، سرداری اور عزت عطا کی) اور سب کو مع اُن کے بڑوں کے، ان کی اولاد کے، ان کے ہم قوم بھائی بندوں اور لواحقین کے تمام عالم کے لوگوں پر فضیلت دی (فضلنا علی العلمین) ان کو اس دُنیا میں ممتاز کر دیا (واجتبینٰھم)، انہیں صدیوں اور پشتوں تک قوت اور امن کی سیدھی راہ دکھلا دی (وھدینٰھم الی صراط مستقیم)، دُنیاوی اعزاز سے مالا مال کر دیا۔ یہ ہے خُدا کی وہ عظیم الشان ہدایت اور وہ بے مثال بصیرت عمل جس کو پاکر دُنیا کی سب قومیں از سرِ نو زندہ ہو جاتی ہیں، اسی ہدایت پر خُدا اپنے بندوں میں سے جس کو مناسب سمجھتا ہے چلا دیتا ہے، اور اگر یہ تمام قومیں اور افراد جن کا ذکر اوپر ہوا خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے خُدا کی متابعت کرتے (لواشرکوا)، اگر وہ اللہ کے احکام کو خیر باد کہکر شیطان کے حکموں پر چلتے (لواشرکوا)، اگر وہ نفس کے بندے بنتے مال و جاہ، اولاد و ازواج کو بُت بناتے (لواشرکوا) آپس میں فرقہ بندون جاتے (لواشرکوا)، لذّات دنیوی میں مستغرق رہ کر ماسوا کے محکوم بنتے (لواشرکوا) تو اُن کے اعمال کچھ نتیجہ خیز نہ ہوتے، ان کا کیا دھرا سب اکارت جاتا۔

اے لوگو! یہی وہ صالح العمل قومیں تھیں جن کو ہم نے اپنا قانونِ عمل صحیح معنوں میں عطا فرمایا (اٰتینٰھم الکتٰب)، جنہیں ہم نے اس دنیا میں بادشاہت دی (والحکم) جنہیں دنیا کے رہنمایانِ جلیل کی راہ ہدایت (والنبوۃ) اور علم قانون

خدا کی نبوت عنصری انداز کی۔ تو ہمارا یہ ہمیشہ سے دستور چلا آیا ہے کہ جونہی اس ناشکرگزار قوم نے اپنی قوتوں کو شکست کر کے ہماری دی ہوئی نعمتوں کی بے قدری کی (ان یکفر بھا ھؤلاء) تو ہم نے بھی معاً اس قانون کو، اس حکومت زمین کو، اس نبوت کو لامحالہ اس قوم کے سپرد کر دیا جو اس کے سچے حامل اور قدرشناس تھے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (۴۵:۱۶-۲۰)

اور اے محمدؐ! ہم نے تم سے پہلے بنی اسرائیل کو اپنا قانون عمل (الکتٰب) عطا فرمایا، ان کو اس دنیا کے اندر حکومت دی (الحکم)، ان کو موسیٰ اور داؤد اور سلیمان علیہم السلام جیسے اجلۃ الناس کے علم و عمل (النبوۃ) سے سرفراز کیا، دنیا کی تمام پاکیزہ نعمتوں سے ان کو مالا مال کیا اور قوت، دولت اور علم کے اعتبار سے دنیا جہان کی سب قوموں پر فضیلت دی اور یہی نہیں بلکہ قانونِ زمین و آسمان (الامر) کے کھلے کھلے اور روشن اصول ان کو ازبر کرا دئے جن پر وہ ایک مدت مدید تک چلتے رہے لیکن یہ کم بخت اور ناقدرشناس لوگ آئینِ الٰہی کا علم آئے پیچھے آپس کی ضد اور ہٹ دھرمی سے ایک دوسرے سے بکھر گئے، فرقہ بند ہو گئے، مختلف لوگوں کے پیچھے لگ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، متفرق اور کمزور ہو گئے، پھر ہم نے بھی ان کو ہلاک کر ڈالا، انکی تمام نعمتیں چھین لیں، ان کو ملک بدر اور آوارہ جہاں کر دیا۔ اور اے محمدؐ! اس دنیا کی سزا کے علاوہ تمہارا پروردگار روز قیامت کو ان کے اختلاف اور تفرق کے متعلق فیصلہ کرے گا، اور فرداً فرداً اس کے

باغیوں اور مجرموں کو دردناک سزائیں دیگا۔ (۲۳: ۵۲-۵۶)

اُن کے بعد اے محمدؐ! ہم نے تم کو قانونِ خدا کی ایک شاہراہ پر چلا دیا ہے (شریعۃ من الامر) تو تم اسی سڑک پر چلے چلو، اسی علمِ خدا کو اپنا راہ نما بناؤ اور ان لوگوں کی خواہشوں اور ذاتی راؤں کا تتبع نہ کرو جن کو اس کا رتانہ جہاں کا علم نہیں، جو محض جاہل ہیں۔ خدا کے بالمقابل اس کے عالم آرا اور اٹل قانون کے بالمقابل ان لوگوں کا جہل تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا اور فتنہ بند ظالموں کی تو اس دنیا میں بھی بھگت ہے، ان سب کا ایک مت ہے جو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے (وان الظلمین بعضھم اولیاء بعض) حالانکہ خدا انہی قوموں کا ساتھی ہے جو قانونِ خدا سے خوفزدہ رہ کر اس کے احکام پر عمل کرتی ہیں (المتقین)۔

اے لوگو! یہ باتیں جو ہم نے بیان کی ہیں تمام عالم کے لئے بصیرت اور تدبر کی باتیں ہیں اور ان کی صحت پر یقین کرنے والوں کے لئے مستقل ہدایت اور رحمت ہیں۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۝ وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ۝ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (۲۱: ۷۳-۷۵)

اور اے لوگو! ہم نے ابراہیمؑ اور لوطؑ کو ان کی نابکار قوم کے پھندے سے نجات دے کر سرزمین شام میں لوگوں کا پیشوا اور سردار بنا دیا۔ وہ اُن کو ہمارے عالم آرا قانون کے مطابق چلایا کرتے تھے (یھدون بامرنا) اور ہم نے ان کو اُخروی اعمال آپس میں محبت اور برتاؤ سے رہنے، اور ایثار نفس (فعل الخیرات) کی حکمت عملی سے آگاہ کر دیا تھا۔ الصلوٰۃ کے مہتم بالشان فوائد اور الزکوٰۃ کی قوت افزا حقیقت اُن پر وحی کر دی تھی اور یہ لوگ فی الحقیقت ہمارے ہی حکمبردار ہمارے ہی حکموں پر چلنے والے اور ہماری ہی چاکری کرنے والے لوگ تھے (وکانوا لنا عٰبدین)۔

اور لوطؑ کو ہم ہی نے اس کے عظیم الشان اعمال کے صلے میں حکومت عطا فرمائی، اس کو اس کائناتِ جہان کے آئین کا علم دیا اور بالآخر اسی علم اور حکم کے زور سے اُس

بستی کے لوگوں پر غالب کیا جو بداعمالی میں مبتلا ہونے کے باعث کمزور ہو گئے تھے۔ اُن کو ہلاک کر کے لوطؑ کو نجات دی اور وہ بہت ہی بڑے اور بدکار لوگ تھے۔ اور ہم نے آخری دم تک اُس کو اپنی رحمت میں داخل کئے رکھا اور اس میں شک نہیں کہ لوطؑ صالح العمل لوگوں میں سے تھے۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ۝ (۴:۵۳-۵۴)۔

اے پیغمبر! کیا اسلام کے ابتدائی افلاس پر طعنہ زنی کرنے والوں کے پاس سلطنت کا کوئی حصہ ہے کہ تمہاری آجکل کی ظاہری بیکسی کی حالت پر خندہ زن ہیں اور صاحب حکومت ہونے کی وجہ سے تم لوگوں کو تل برابر بھی اسمیں سے دینا نہیں چاہتے۔ یا کیا یہ لوگ فی الحقیقت حسد کی وجہ سے اس توفیق ایزدی اور فضل خدا پر جل بھن رہے ہیں جو آج مسلمانوں کے شامل حال ہے اس برکت اور رونق، اس قوت اور شوکت پر مرے جاتے ہیں جو روز بروز خدا تم کو دے رہا ہے۔ تو کچھ پروا نہیں مرتے رہیں ان کو خبر نہیں کہ ہم نے جہاں آل ابراہیم کو اپنا قانون جلیل عطا فرمایا تھا جہاں ان کو اس دنیا میں رہنے کے اسرار حکمت الزالی کئے تھے وہاں ان کو ایک عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا بھی بنا دیا تھا۔

اے مسلمانان عالم اور اے وقف اجل بدنصیبو! قرآن حکیم تم سے چھین کر دوسری قوموں کو دے دیا گیا ہے! اب مغرب اس کتاب عظیم کا وارث ہے! اسکی صداقتوں پر نہایت تندہی اور انہماک سے چل رہا ہے۔ اس کی اٹل حکمتوں کو نہایت مضبوطی اور قوت سے پکڑے ہوئے ہے۔ وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ (۷:۱۴۵)۔[1] اس کی

[1] آیتیں حسب ذیل ہیں:۔
وکتبنا لہ فی الانواح من کل شئی موعظۃ و تفصیلا" لکل شی ط فخذ ھا بقوۃ و امر قومک یاخذو ابا حسنھا ساوریکم دارالفسقین ۝ ساصرف عن آیتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق ط و ان یرو اکل ایۃ

بہت سی باتوں کو از خود محنت سے دریافت کر کے، اُن پر عمل کر رہا ہے ؛ اس کو قدرت کے کئی عظیم الشان راز کُھل گئے ہیں ؛ اُسے فطرت کے کئی جلیل القدر عملی حقائق معلوم ہو گئے ہیں ؛ اُس کو اگر خُدا نہیں، تو خُدا کے قانون کی ایک نقل ضرور مل گئی ہے ! اُس کو سب قرآن نہ سہی، لیکن اُس کے چند پریشان ورق ضرور مل چکے ہیں ! وہ عمل کر رہا ہے اور خدائے بے نیاز کے اٹل قاعدوں کے بموجب اس کا اجر لے رہا ہے مگر تمہاری عظمت اور حکمت، تمہارے علم و فضل کا آفتاب قطعاً غروب ہو چکا ہے :

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ (۱۷: ۸۶-۸۷)

اور اے محمدؐ گوش ہوش سن رکھو کہ جب ہم مناسب سمجھیں گے اس قرآن عظیم کو جو ہم نے تمہاری طرف وحی کر دیا ہے تمہاری اُمت کے آگے سے اچک لے جائیں گے پھر تم کو ہمارے مقابلے میں کوئی سفارشی بھی نہ مل سکے گا۔ کوئی تمہاری وکالت بھی نہ کر سکے گا مگر یہ صرف تمہارے پروردگار کی رحمت ہے کہ وہ تمہاری عین حیات ہیں اور تمہارے ہوتے ہوئے ایسا نہیں کرتا کیونکہ اس کا فضل و کرم تمہارے حال پر بے شک بے اندازہ رہا ہے۔

بقیہ تحت المتن صفحہ ۲۵۸

لا یومنوا بھا و ان یروسبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ؐ وان یرواسبیل الغی یتخذوہ سبیلا ؐ ذالک بانھم کذبوا بایتنا وکانو عنھا غفلین ۝ والذین کذبو بایتنا ولقاء الاخرۃ حبطت اعمالھم ھل یجزون الا ماکانو یعملون ۝ (۷: ۱۴۵-۱۴۷)

اور ہم نے ان کیلئے تختیوں پر ہر اہم بات کے متعلق نصیحت اور ہر ضروری شے کے متعلق تفصیل سے لکھ دیا تھا تو اے پیغمبرؐ تم ان ہدایتوں کو مضبوطی سے پکڑلو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ ان میں سے بہترین کو پکڑلیں۔ میں عنقریب تم کو فاسق قوم کا انجام دکھلادوں گا کہ کسقدر دردناک ہوتا ہے۔ میرے احکام پر تعمیل کرنے سے وہی لوگ منحرف ہونگے جو ناحق اس زمین پر غرور کرنے کے باعث تکبر کر رہے ہیں اور انجام کی پروا نہیں کرتے اور یہ تو اس قدر گمراہی میں مبتلا ہیں کہ اگر تمام صورت حال کو بھی دیکھ لیں تو احکام کی پیروی نہیں کرتے اور اگر ہدایت کی راہ ان کو مل بھی جائے تو کوئی راہ راست پر نہیں آتے بلکہ اگر کوئی گمراہی کا رستہ ان کو مل جائے تو اس کو پکڑ لیتے ہیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہمارے احکام کو جھوٹ سمجھا اور ان سے غافل رہے بلکہ ہماری ملاقات کے ولولہ انگیز واقع سے بھی بے پرواہی اختیار کی ان کے سب اعمال اکارت گئے۔ تو بتاؤ کہ کیا ان کو آج جو سزا مل رہی ہے ان کی بداعمالی کی سزا کے سوا کچھ اور ہے۔

اُس کو بلا شبہ تمہارے خدا سے کچھ چنداں سروکار نہیں، ان کو بے شک رسُولِ عظیم پر کچھ شرعی ایمان نہیں، ان کو تمہاری رسمی نماز روزوں سے ظاہراً کچھ لگاؤ نہیں، اُن کو تمہارے عربی المتن قرآن، اور اس کی ناروا تشریحوں سے کچھ واسطہ نہیں، مگر انہیں خُدا کے اس حیرت انگیز کارخانے کی ہر صنعت سے عشق ہے! انہیں اللہ کی اس فرش کی ہوئی زمین اور دوست کے اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے آسمان سے شغف ہے: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○[۱] (۵۱: ۴۷-۴۸)۔ انہیں فطرت کی اس روشن اور پیش نظر کتاب پر کامل ایمان، اور طبیعت کے اٹل آئین پر کُلّی یقین ہے۔ وہ اس عشق کی تڑپ میں دہشت ناک پہاڑوں کی چوٹیوں پر مر رہے ہیں اور عمیق سمندروں کی تہ میں غرق ہو رہے ہیں مگر کائنات فطرت کے برحق ہونے کے متعلق اُن کا عجائب پسند ایمان نہیں ہٹتا: اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○[۲] (۴۵: ۳) ان کو اقلاً اس دنیا میں قوی بن کر رہنے کا راز مل چکا ہے۔ انہیں اتحادِ عمل کی خوبیاں دل نشین ہو گئی ہیں، انہیں قومیت اور حُبِّ وطن کے کرشمے ظاہر ہو چکے ہیں، انہیں قتال کی حیات بخش طاقت ثابت ہو چکی ہے، انہیں حفظِ نفس کی قیام آفرین حقیقت کھل چکی ہے، اُنہیں بے خوف و خطر ہو کر رہنے کے وسائل عیاں ہو چکے ہیں، انہیں لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ کی بشارت مل چکی ہے، اُن میں استقلال ہے۔ عزم بالجزم اور محبّتِ قوم ہے۔ اُن میں اپنی جماعت کے اندر فرقہ آرائی اور فساد نہیں، اُن میں حب الوطنی کا ایمان ہے، ساتھ ہی دل کے لطیف جذبات

۱۔ اور لوگو! اس آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تو دیکھ لو کہ ہم کس قدر وسیع قدرت کے مالک ہیں اور اس زمین کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بچھایا تو دیکھ لو کہ ہم کس قدر عمدہ بچھانے والے ہیں۔

۲۔ اے قرآن پر ایمان رکھنے والو! بے شک اور بالضرور (ان ولی) ایمان والوں کیلئے ان آسمانوں اور زمینوں کے مشاہدے میں تمہاری بہبودی کے بے شمار اشارے موجود ہیں۔

بھی نابود نہیں۔ قرآن کریم کی ہدایت کا یہی وہ حصۂ عظمیٰ ہے جس پر ابتدائے آفرینش سے عمل درآمد ہو رہا ہے جس کا ماحصل اور عملی پہلو آج اُن کے ہر متنفّس کے دل میں گھر کر چکا ہے یہی وہ آیات خدا ہیں جن کی تکذیب و تکفیر آج تم کر رہے ہو: وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ[1] (١٠: ٩٥-٩٦) الفاظ کا پوست بلاشبہ تمہارے گرد آلود غلافوں، اور جزدانوں میں لپٹا پڑا ہے، اُسے مشرک، اور کافر، کا ہاتھ لگنا بھی تم کو بیحد شاق گزرتا ہے؛ مگر تمہارے سب حزم و احتیاط کے باوجود حقیقت کا مغز اُن کو سپرد ہو چکا ہے۔ اب وہ عرب کی زبان میں ہو یا عجم کی مگر شفا اُنہی کو ہے جو آج اس کے مسیحائی اثر سے بہرہ مند ہو رہے ہیں!

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ
قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ
وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝ (۴۱: ۴۴)

اور اے پیغمبر! اگر ہم اس قرآن کو عربی زبان کے سوا کسی عجمی زبان کا قرآن بنا دیتے تو یہ بلا تحاشہ عرب ضرور عذر کرتے کہ اس کے احکام ہماری ہی زبان میں ہم کو اچھی طرح کھول کھول کر کیوں نہیں سمجھائے گئے تاکہ ہم سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرتے۔ ان کج بحث لوگوں کو کہہ دو کہ کیا عربی اور کیا عجمی، مقصود تو بہر حال احکام اور ان پر عمل کرنے سے ہے نہ کہ زبان سے۔ اُن کو سنا دو کہ یہ قرآن عربی میں ہو یا عجمی میں صرف اُنہی لوگوں کے لئے ہدایت اور ساری قوم کی اجتماعی بیماریوں کی دوا ہے جو اس پر ایمان و یقین رکھ کر عمل کرتے ہیں، اور جو لوگ اس کی صداقت پر ایمان نہیں اور بوجہ عدم یقین کے باعث عمل سے گریز کرتے ہیں اُن کے کانوں میں گرانی ہے جو ٹھیک طور پر اس کو سمجھ نہیں سکتے، اور آنکھوں میں اندھاپن ہے جو اس کے حقائق

[1] اور اے پیغمبر! ہرگز ان میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے خدا کی آیات کو (جو وحی سے یا صحیفہ فطرت سے حاصل ہوتی ہیں) ناکہ تو گھاٹا اٹھانے والوں میں سے نہ بن جائے۔ بے شک وہ لوگ جن پر عذاب الٰہی کا نازل ہونا برحق ہو چکا وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

غالیہ کو دیکھ نہیں سکتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقت سے اس قدر ناآشنا ہیں کہ گویا کسی دور دراز جگہ سے بلائے جا رہے ہیں۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ۝ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ كَذَٰلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ۝ (۲۶: ۱۹۲-۲۰۳)

اور اے لوگو! یہ قرآن عظیم بے شک پروردگار عالم کا اُتارا ہوا قانون ہے جس کو ہمارے محکمہ آئینی کے محافظ دفتر فرشتے (الروح الامین) نے ہمارے اذن سے اُتارا تاکہ تم ڈرانے والے بن سکو بلکہ واضح عربی زبان میں نقل کر کے تیرے لوح قلب پر نقش کر دیا تاکہ اور پیغمبروں کی طرح تم بھی لوگوں کو خدا کے اٹل قانون سے ڈراؤ۔ (اس کا عربی میں اُترنا بذات خود کوئی معجزہ نہیں ہے۔ جو معجزہ ہے وہ اُس کا نفس مضمون ہے) اور اس میں شک نہیں کہ یہی قانون اور یہی احکام اگلے پیغمبروں کے لائے ہوئے صحیفوں میں درج ہیں (اگرچہ ان صحیفوں کی زبان عربی نہ تھی)۔ تو کیا اہل عرب کے لئے یہ بات کچھ کم حیرت انگیز ہے اور کم اعجاز نما، اور کیا یہ ان کو عمل پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اشارہ نہیں ہے کہ اسی قرآن کے مقاصد اور احکام کا علم بنی اسرائیل کے عالموں کو بھی تھا اور اس قوم نے بھی اسی قانون پر عمل کر کے امن حاصل کیا تھا۔

اور یہ عرب لوگ تو اس قدر خود پسند، اپنی زبان پر اس قدر نازاں، اور نازک طبیعت واقع ہوئے ہیں کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی شخص پر اس کی زبان میں اُتارتے اور وہ ان کو پڑھ کر سناتا تو یہ لوگ ہرگز اس پر ایمان نہ لاتے، ایسے قرآن کو منجانب اللہ قطعاً تسلیم نہ کرتے، عمل تو درکنار محض اُسکی زبان کو دیکھ کر اس کے منکر بن جاتے۔ اے محمد! مجرم اور مستوجب سزا قوموں کے دلوں میں غیر اہم اور بے نتیجہ باتیں

ہم اسی طرح چلا دیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جب تک دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لاتے اور عمل سے گریز کرنے کے لئے لنگ عذر یونہی پیش کرتے رہتے ہیں۔ تو خیر جو مرضی ہے کرتے رہیں وہ عذاب بھی یکایک ان کے سامنے آموجود ہوگا اور ان کو اس کے آنے کا سان گمان تک نہ ہوگا۔ پھر اس وقت یہ چیخ اُٹھیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت مل سکتی ہے!

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝ (۴۱: ۴۱-۴۳)

اے ساکنانِ زمین! جن قوموں اور اُمتوں نے اس عبرت انگیز کتاب کی تکفیر کی، جنہوں نے صحیح معنوں میں قرآن کو اپنا دستور العمل نہ مانا، اس کے شورکشا اور قوت انگیز احکام پر عمل نہ کرکے اُن کی تکذیب کی، ان کو جھوٹا اور بے حقیقت، بے نتیجہ اور بے اثر سمجھا، ان کا اس دنیا میں کیا ہی برا ٹھکانا ہے اے اہلِ غفلت شعار! یہ بڑی ہی عزیز القدر کتاب ہے تم اُس کی قیمت کو کیا سمجھو اس کو تو وہی لوگ جانتے ہیں جو اس پر عمل پیرا ہیں، جو اس پر چل کر عروج کے فلک الافلاک تک پہنچ گئے ہیں۔

باطل کو اس کتاب عظیم سے مقابلہ کرنے کی تاب نہیں، نہ اس کو پیچھے سے وار کرنے کی جرأت ہے، دُنیا کی کوئی باطل اور بے حقیقت شے اس سے لگا نہیں کھا سکتی، اس کے حقائقِ عالیہ کو شکست نہیں دے سکتی، اس کے بالمقابل صف آرا نہیں ہو سکتی، جو کچھ آج اس کے سامنے ہو رہا ہے اس کے حقائق کو جھٹلا نہیں سکتا، جو آج کے بعد ابدالآباد تک ہو رہے گا اسی کے ضابطۂ عمل اسی کے قانون جزا و سزا، اسی کے وعدوں اور وعیدوں کے مطابق ہوگا (لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ) کیونکہ یہ حقیقتِ عظمیٰ اس اُستادِ ازل، اس ادب آموزِ کل، اس حکیم اجل اور اس عالم بے بدل کی اُتاری ہوئی ہے جس کی حمد و ثنا کا غلغلہ چار دانگ عالم میں ہے۔ اور اے محمدؐ! یہ قرآن کوئی نیا قانون نہیں ہے،

کوئی انوکھی اور نرالی بات نہیں کہ لوگ اس سے گھبرانے لگیں تم سے بھی وہی بات کہی جاتی ہے جو تم سے پہلے اور پیغمبروں سے کہی جا چکی ہے، وہی قانون دیا جاتا ہے جو اوروں کو دیا گیا، سب کا نفس مضمون اور اصل واساس ایک ہے، مقصد تریک اور نتائج ایک ہیں، اور لوگوں کو ہشیار کر دو کہ جہاں خدا بڑا خطا پوش ہے وہاں اس کی سزا بھی دردناک ہے تو اب تمہارے اختیار میں ہے کہ اس کتاب کو دستور العمل بناؤ یا نہ بناؤ۔

پس فرق ہمہ تن 'نوعِ ایمان' اور 'طرزِ قبول' میں ہے۔ یورپ کی اقوامِ متمدنہ نے قانونِ خدا کے مطلق الآخرہ قواعد کو از خود دریافت کیا! جذبہ وطن اور عصبیت کو اپنا مستقل نصب العین قرار دے کر، اس پر صدیوں سے متفق العمل رہے۔ تقویتِ جماعت کے ہر ممکن سازوسامان کو فراہم کیا، گویا قرآن کریم اور الکتب کے ایک اہم حصّے کو اپنا لائحہ عمل بنا لیا، اور اپنی فہم وادراک کے مطابق، صحیح معنوں میں کتابِ خدا اور قانونِ فطرت پر ایمان رکھا۔ تمہارا دستورالعمل تمام وکمال قرآن تھا۔ اُس کی آیات بیّنات ہر وقت تمہارے پیش پیش تھیں، مگر تم اُس پر عمل کرنے کی بجائے اس کے الفاظ کو چومتے رہے؛ تم نے دستورِ جہاں کے برخلاف اس کی طرزِ تحریر اور عربیت کو معجزہ سمجھا؛ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ۝ (۴۴: ۵۸)، وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۝ (۱۴: ۴) تم خود مصنفِ قرآن کے ان تمام قطعی محاکموں کے بعد بھی اُس کے الفاظ کو چومنے چاٹنے کا مکر کر کے عمل سے بچتے رہے۔ اس کو ماسوائے اللہ کے کہنے اور اہل الغرض اغیار کی شہادت پر فصیح وبلیغ سمجھ کر عرب شاعری کا حق

۱ تو ہم نے اے پیغمبرؐ تمہاری زبان میں قرآن کو اس واسطے آسان کر دیا ہے کہ تمہاری قوم اس سے نصیحت اخذ کر سکے۔

۲۔ اور ہم نے تو کوئی رسول بھی نہیں بھیجا مگر یہ کہ جو الکتب (قانون خدا) اس کو دی اس کی اپنی قوم ہی کی زبان میں تھی تاکہ قوم پر احکام خدا بے گمان طور پر واضح ہو جائیں تو اس اتمام حجت کے بعد خدا جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور وہ بڑا غالب اور صاحب حکمت خدا ہے۔

ادا کیا، اس کو بلا سبب اور بے موقع ازبر کر کے بے اثر کرتے رہے؛ اس کی سورتوں
کو حفظ کر کے "برکتوں" کے متمنی بنے، اس کے ایک ایک حرف کے مطالعے پر سو سو
ثواب کے امیدوار بنے رہے، اس کی ناپیدا کنار حکمتوں کو پاگلوں کی طرح بار بار دُہرا
کر اس کی قوتِ تذکیر و اعتبار کو زائل کر دیا! یہ سب کچھ کیا مگر تم نے حاشا کہ رسُولِ پاک
کی وفات کے بعد بھی اُس پر وُہ عمل کیا جو اُن کے ذہن میں تھا۔ تم اُن کے وصال کے
بعد تیس برس تک بھی ایک اُمّت نہ رہ سکے، تم پچاس برس تک بھی صحیح معنوں میں
ایک مرکز پر قائم رہنے کے صراطِ مستقیم پر نہ چل سکے، تم نے خلفائے راشدینؓ کے عہدِ
حکومت میں ہی امامت کا بُت پُوجنا شروع کر دیا؛ تم نے آلِ رسُولؐ کو بُت بنا کر دردناک
خونریزیاں کیں؛ تم نے حسب نسب اور اولادِ رسُولؐ کی دیوی کو ذہن میں اُتار کر خون کی نہریں
بہا دیں۔ پھر تم نے حکومت کے اہرمن اور طمع کے ابلیس کی خاطر گھر گھر میں نفاق ڈالا؛
تم نے قرآن کو پُوجنے کا بُت بنا کر اپنی جانوں پر ستم ڈھائے، تم نے من گھڑت مسئلوں اور
خود ساختہ ڈھکوسلوں کی بنا پر خانہ جنگیاں کیں؛ تم نے کامل دو سَو برس کے بعد حدیث کے نئے بُت
کو قبر سے کھود کر اپنی مختلف نوازی اور تفرقہ ایجادی کا ثبوت دیا۔ کلامِ خُدا کو ناقص یقین کر کے
اُس کی توہین کی، غیر اللہ کو جزوِ ایمان بنا کر اپنے دلوں میں شرک قائم کیا؛ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً[1]
فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ فَاَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا
اخْتَلَفُوا فِيهِ فَمَا اخْتَلَفَ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (۲:۲۱۳)

۱۔ انسان دراصل ایک ہی امت ہیں، اسی حقیقت کو مدنظر رکھ کر اور انسان کو ایک امت بنائے رکھنے کی غرض سے خدا نے نبیوں کو خوشحالی کی بشارت دینے والے اور عذاب خدا سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ ایک قانون خدا (الکتب) برحق طور پر بھیجا تاکہ وہ الکتب انسانوں کے آپس کے اختلاف کے بارے میں حکم (یعنی فیصلہ کن بات) تسلیم ہو لیکن روشن احکام آئے پیچھے انہوں نے اختلاف قائم کیا جو آپس میں باغی تھے۔

تمہارا نامۂ اعمال یہ سیاہ ہے اور پھر تم "خدا پرستی" کے مدعی ہو، دوسروں کو بے سبب مشرک اور کافر کہتے ہو، یورپ اگر تمہاری لغت میں اصطلاحی اور اعتقادی کافر ہے تو تمہارے حقیقی اور معنوی مشرک ہونے میں کچھ بھی کلام نہیں: وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○[1] (۳۰: ۵۳) اس کو مادہ پرست اور دہر نواز ہونے میں انکار نہیں مگر تمہاری تفرق پرستی اور تمہاری شرک آرائی میں بھی کچھ شبہ نہیں۔ تم اپنی ضد پر اڑے ہو اور اپنے خلاف ہر بات پر چیخ اٹھتے ہو مگر تم کو خبر نہیں کہ مغرب کائناتِ عالم کے انہیں دو چار حقائق پر ایمان داری اور التزام سے عمل کرنے کے باعث امن کے انتہائی مدارج پر پہنچ چکا ہے اور تم اپنی ظاہر نوازی، ہٹ دھرمی اور ضد کے باعث نامحسوس طور پر قعرِ موت کی طرف آہستہ آہستہ گھسیٹے جا رہے ہو!

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (۷: ۱۸۱-۱۸۲)

اور اے لوگو! اس روئے زمین پر جو امتیں ہم نے پیدا کی ہیں ان میں سے لامحالہ ایسے گروہ بھی ہیں جو کائناتِ فطرت کے حقائقِ عالیہ اور اس کارگاہ جہاں کی مستقل صداقتوں کو اپنا نصب العین اور رہنما قرار دے کر اپنے آپ کو راہ راست پر چلا رہے ہیں (یھدون بالحق) اور ان کے تمام کسب و عمل کا میلان انہی حقائق ہی کی طرف ہے (وبہ یعدلون) اور یہی وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں قوت اور امن پا رہے، شکست و ریخت کے جہنم سے بچے ہوئے ہیں (۷، ۱۸۱)، لیکن جن لوگوں نے ہمارے احکام اور ہمارے قانون عمل کی عملاً تکذیب کی، اس کو بے حقیقت سمجھا، اس پر کما حقہٗ عمل نہ کیا تو ہم بھی انہیں اس طرح پر کہ ان کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ ہلاکت اور شکست و ریخت کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے۔

۱۔ اور اے پیغمبرؐ! تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر راہ نہیں دکھا سکتے۔ وہی صورت حال کو صحیح طور پر سمجھتے ہیں جو خدا کی آیات کے نفع مند ہونے پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں اور یہی مسلمان ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ○ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ○ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ○ (۱۸ : ۵۷-۵۹)

اور اے لوگو! اس سے بڑھ کر اس دنیا میں کون قوم ظالم ہے کہ جس کو پروردگار عالم کے احکام صریح طور پر یاد دلا دئے گئے۔ ان کی حقیقت واضح کر دی گئی اور اس پر بھی وہ اس سے روگردانی کرتی رہے اور جن بداعمالیوں کے باعث وہ ہلاکت کے گڑھے پر پہنچ رہی ہے ان کو بھلا کر لمبی تانیں سوتی رہے، اپنی واماندگیوں اور زبوں کاریوں کو نظر انداز کر دے (ونسی ما قدمت یداہ)۔ اے لوگو! ہم نے ایسی بدنصیب قوم کے دلوں پر نا انجام شناسی کے پردے ڈال دئے ہیں تاکہ وہ قانون خدا کو نہ سمجھ سکے، اُن کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے کہ حق بات کو نہ سن سکیں، اور اے محمدؐ! اگر تم ایسے لوگوں کو راہ راست کی طرف بلاؤ تاہم یہ ہرگز ہرگز ابدالآباد تک ہدایت پانے والے نہیں اور تمہارا پروردگار تو فی الحقیقت بڑا ہی خطاپوش اور بڑا صاحب لطف و کرم ہے جو ان کے بُرے اعمال سے یوں درگزر کر رہا ہے۔ اگر ان کو ان کے کردار کی پاداش میں پکڑنا چاہتا تو معاً عذاب نازل کر دیتا۔ لیکن اُن کو ایک مناسب وقت تک ڈھیل دے رہا ہے تاکہ اس کے اندر اندر یا تو اپنی بدکرداریوں سے باز آجائیں، یا اُن کے اثم و عصیان کا پیمانہ اور بھی لبریز ہو جائے اور جب وہ میعاد گزر جائیگی تو اس سے ادھر ان کو کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔

اور اے مخاطب یہ ہیں عاد و ثمود کی وہ بھائیں بھائیں کرتی ہوئی بستیاں جن کے باشندوں کو ہم نے اس وقت ہلاک کر دیا جب وہ ہمارے معیار امتحان کے مطابق صحیح معنوں میں "ظالم" ٹھہرے اور ہم نے ان کے مخصوص حالات کو مدنظر رکھ کر ان کے مستحق عذاب ہونے کی بھی ایک میعاد مقرر کی تھی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ

فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ
يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُوْنَ ○ سَآءَ مَثَلَا ِۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا
يَظْلِمُوْنَ ○ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ
قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ
لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْغٰفِلُوْنَ ○ (۷: ۱۷۵-۱۷۹)

اور اے محمدؐ! ان ناانجام شناس لوگوں کو اس قوم کی مثال بیان کرو جس کو ہم نے اپنا قانونِ جلیل اپنی جناب سے عطا فرمایا ہو (اس کو اس کے بعد خود دریافت کرنے کی تکلیف بھی نہ ہوئی ہو) اور وہ پھر اس کو (سانپ کی کینچلی کی طرح) اُتار پھینکے، اس سے دامن سنبھال کر چلے۔ پھر شیطان اس قوم کے پیچھے لگ کر اس کا ستیاناس کر دے اور وہ صحیح معنوں میں گمراہوں میں جا ملے جب کہ وہ قانون اسقدر برکت انگیز اور قوت آفریں تھا کہ اگر ہم مناسب سمجھتے تو اس کے ذریعے سے ضرور اس کو ترقی کے بامِ بلند پر چڑھا دیتے، اس کو قوت اور شوکت کے فلک الافلاک پر پہنچا دیتے (ولو شئنا لرفعنٰہ بہا)۔ آہ! لیکن اس قوم نے پستی کی طرف گرنا چاہا، اس نے ذلت اور مسکنت کو اپنا دوست بنالیا، اس نے بلندی کو چھوڑ کر گراوٹ کی راہ لی، طاقت اور اس کے بامِ بلند کو چھوڑ کر بےبسی اور عجز کے قعرِ عمیق میں گر گئی (ولٰکنّہ اخلد الی الارض) اور اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ کر چور چور ہو گئی (واتبع ہواہ)۔

تو لوگو! اس قوم کی مثال بھی اس خسیس اور ذلیل کتے کی ہے کہ اگر تم اسکو دھتکارو، تو چپ چاپ کھڑا زبان باہر لٹکائے رہے اور اگر اس کو کچھ نہ کہو اور اپنے حال پر چھوڑ دو تو آنکھیں میچے ہوئے زبان باہر لٹکائے کھڑا رہے اور دنیا اور ما فیہا کی اس کو کچھ خبر نہ ہو۔ یہی کہاوت ہے اس قوم کی جنہوں نے ہمارے احکام

کی عملاً تکذیب کی۔ وہ آج اس کتے کی طرح نجس اور ذلیل ہیں۔ بیدار اور تنومند قوموں کی جھڑکیاں، ان کا ذلت آمیز سلوک، ان کو جھڑکیاں اور ان سے جوتے پیزاران کو ٹس سے مس تک نہیں کرتے۔ کوئی ہدایت یا نصیحت ان کو بیدار نہیں کر سکتی، اُن کے سر پر سے پہاڑ گزر جائیں ان کو خبر نہیں ہوتی۔ تو خیر تم ان کو یہ حکایتیں اور مثالیں بیان کرو شاید کہ غور کرنے لگیں۔

اے لوگو! جس قوم نے ہمارے احکام کو جھٹلایا اُن کا اس دنیا میں کیا ہی بُرا حال ہے (ساء مثلا القوم الذین) اور یاد رکھو کہ اس حکم عدولی سے ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنی جانوں پر آپ ظلم کر رہے ہیں۔ اے لوگو! جس ہوشمند کو خدا راہ راست دیکھنے پر آمادہ کر دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو گمراہ کر دے تو وہی قوم اس دنیا میں گھاٹے میں رہتی ہے۔

اور ہم نے اس دنیا کے بہتیرے صاحب فہم اور عوام الناس، اکثر رہنما اور مقتدی، اکثر خواص اور عوام، اکثر جن وانس کو بالآخر جہنم میں جھونکنے کے لئے ہی پیدا کیا ہے ان کے قلوب تو ہیں مگر اُن سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے آنکھیں بھی ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں، کان بھی ہیں مگر ان سے سننے کا کام نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جو بالکل حیوانوں اور چارپایوں کی مانند بے خبر ہیں، بلکہ اکثر حالات میں اُن سے بھی گئے گزرے ہوتے ہیں کیونکہ چارپاؤں میں حفظِ نفس کی استعداد تو ایک بہت بڑی حد تک ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو احکام خدا اور قانون فطرت سے بالکل غافل ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (۲۳ : ۲۹)

اور جس قوم نے احکام خدا کی عملاً تکفیر کی اور پرسش اعمال کے لئے خدا کے حضور میں جوابدہی کے عملاً منکر ہو گئے، میری سزا سے دل میں نڈر ہو کر بد اعمالیاں کرتے رہے، یہی وہ لوگ ہیں جو میری رحمت سے قطعاً مایوس ہو گئے اور ان کے شامل حال میرا دنیاوی فضل نہیں ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں، (اولٰئک یئسوا من رحمتی) اور انہی کو دردناک عذاب آگے چل کر بھی ملے گا۔

اے وقفِ اجل امتیو! تمہارا ایمان کتاب خدا کی صداقت پر عملی نقطہ نظر سے اس لئے کم ہو رہا ہے کہ آج تم کو اس پر رسمی طور پر چل کر کچھ ہاتھ نہیں لگتا، تم کو اپنے بنائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چل کر کچھ نعمت نہیں ملتی، اس کی رحمت اور نعمت کے وعدے کچھ پورے نہیں ہوتے، اس کے عذاب کی دھمکیاں کچھ ٹھیک ثابت نہیں ہوتیں، اس کے "کافروں" اور "مشرکوں" کو کچھ جہنم نہیں ملتا، اس کے "کلمہ گو مومنوں" کے شاملِ حال کچھ فضلِ خدا نہیں ہوتا، آہ! لیکن تمہارا خیال اس امر کی طرف کبھی بھی منتقل نہیں ہوا کہ ایک ایسی قوم کے نقشِ قدم پر چل رہے ہو جو پانچ سو برس پہلے، خدائے قاہر کے غضب کا شکار ہو چکی ہے، تم اس مغضوب علیہ اُمت کے دامِ تخیل میں پھنس گئے ہو جس کے پھندے سے نکلنا تمہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ عرب کا ذہنی اور اعتقادی، اجتماعی اور روایتی اقتدار آج تمہاری معاشرت اور اخلاق اعمال اور طبائع پر اسقدر وسیع ہو گیا ہے کہ اس سے اِدھر اُدھر ہونا تم پر ناگوار گزرتا ہے۔ تم خوب سمجھتے ہو کہ تمہارے اسلام میں نقص ضرور ہے۔ وہ دین دین نہیں اور وہ ایمان ایمان نہیں رہا، مگر تمہاری آبا پرستی تم کو ایک قدم آگے بڑھنے نہیں دیتی۔ تمہارے دلوں پر خدا و رسول سے منحرف ہونے کا اتنا خوف نہیں رہا جتنا کہ متقدمین کے خلاف ہونے کا ہے! تمہیں اُن کے کہے پر شرک منظور ہے ظلم کفر منظور ہے جاہلیت کی سب سیہ کاری منظور ہے، نہیں بلکہ خود اسلاف کا آپس میں تضاد و تباین بھی منظور ہے! مگر تم نے اپنی زود اعتقادی کے باعث وہ معترف اور سلیم قلب' پیدا کر لیا ہے کہ اُن کی کوئی بات ماننے میں بھی تمہیں عذر نہیں۔ زمانہ ہزار دل قدم آگے بڑھ گیا ہے۔ اس کا علم فلک الافلاک کی بلندیوں اور تحت الثریٰ کی گہرائیوں تک پہنچ چکا ہے۔ مو الید فطرت کی قدوسی اور لاہوتی طاقتیں روز بروز معجز نما ہو رہی ہیں

مگر رب العرش کی اس کتاب عظیم کا علم اسی جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١﴾ (۲۰:۱۱۳) بلکہ اسلاف صالحین کے بالمقابل جہل کے تحت الثریٰ تک پہنچ چکا ہے ! وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢﴾ (۵:۱۰۴) تم کو اختیار ہے کہ قرآن حکیم کو طب کا نسخہ سمجھکر گھول کر پی لیا کرو، یا کسی سے پڑھوا کر اپنے اوپر دم کرا لیا کرو، استخاروں اور فالوں، تعویذوں اور گنڈوں سے اسکی بے حرمتی اور عملی تکذیب کرو یا کسی کلام فروش پیر سے چند پیسوں کے عوض خرید لو مگر یاد رکھو کہ تمہاری دینی اور دنیوی نجات اس وقت تک ناممکن ہے جب تک تم اس تمام موت انگیز اور سعی بہ اندازہ تخیل کو جڑ سے کاٹ کر نہ رکھدو گے۔ کلام الٰہی صرف اس وقت تم میں حیات کے نئے آثار پیدا کر سکتا ہے جب اس کا ایک ایک حرف تم کو ایک نئی وحی کی صورت میں نظر آنے لگے گا جب اس کی اندھا دھند رٹی ہوئی آیتیں ذہنوں سے نکل جائیں گی، جب رائج الوقت مطالب اور رہبانیت کا سب دفتر شرح و کار ذہنوں سے حرف غلط ہو کر مٹ جائیگا، جب بلاغت اور فصاحت کا مہلک طریق نظر دلوں سے قطعاً محو ہو جائیگا، جب اس کی ہر بات متانت اور ثقاہت سے دیکھی جائے گی، جب اس کی ایک ایک آیت بلکہ بعض اوقات ایک ایک جملے اور ایک ایک لفظ پر ٹھہرا جائے گا۔ ٹھہرنا پڑے گا، ضروری نظر آئے گا، جب بات کی تہ کو پہنچنے کا فکر و انہاک قلوب پر غالب رہے گا، جب قول خدا میں عدم تسلسل اور قافیہ پیمائی، حشو اور زوائد کا ناگوار احساس باطل نظر آئیگا۔ نہیں جب کہ الفاظ کی بدلیوں میں

ا۔ اور اسی طرح ہم نے (اے محمدؐ! تم پر) عربی زبان میں قرآن نازل کیا اور اس میں طرح طرح کے (پہلی قوموں کی ہلاکت کی مثالیں دے دے کر ڈراوے دیئے تاکہ مکہ کے کافر خدا کے عذاب سے ڈریں یا ان کے دلوں میں (اچانک) کوئی عبرت پیدا ہو۔

(۲)۔ اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے رسولؐ پر اتارا تو کہتے ہیں کہ ہمیں تو وہی کافی ہے جن باتوں پر ہمارے باپ دادا قائم تھے حالانکہ ان کے باپ دادا جاہل مطلق اور گمراہ تھے۔

صحیح معانی کا نور چھن چھن کر توفیقِ یقین، اور حوصلۂ عمل پیدا کر دے گا جب یقین کی صحیح منطق، بلکہ منطق کا صحیح ایمان و یقین، اور مطالب کی دل پسند غربت، بدفوں میں حسن کا نیا دور پیدا کر دیگی، والّا اس تخیل کے ہوتے ہوئے تمہارا اُٹھنا محال ہے! جن معانی میں تم آج کل قرآن کریم سمجھ رہے ہو، وہ سرتاپا اعتقاد ہے، وہ سب رسم ہے، وہ اکثر خرقِ عادت اور مافوق الطبیعت ہے، وہ سب کا سب آخرت کا اور آسمان ہے، وہ سب فردی اور شخصی ہے، وہ کلیتہً نظری اور غیر مرئی ہے، اس میں کوئی بات بھی ذہنی اور مادی نہیں رہی، اس میں کچھ چرچا اس زمین کا نہیں رہا، اس کا کچھ سروکار جماعت سے نہیں ہوا۔ ایسا قرآن اُجرت طلب اور انعام پسند دنیا کو آمادۂ عمل کیا کر سکتا ہے۔ قرآن اس علم و یقین، شہادت اور ہنر کے زمانے میں، دو اور دو چار کی مانند، کتاب خدا تبھی ثابت ہو سکتا ہے جب اُس کی ہر بات اعتقاد کی ادنیٰ سطح سے اُٹھ کر صدق و عمل کے قصر بلند پر نظر آنے لگے گی، جب اس کا ہر حکم، رسم و توہم کے دائرۂ اثر سے نکل کر قانون خدا اور مسلک عدل ثابت ہوگا: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[۱] (۶: ۱۱۵)، جب اس کا صدق و عدل اپنی بے بدل حکمت اصلاح عام اور ہدایت تامہ کے باعث، ایک عالم کو مجبورِ یقین اور مکرہِ عمل کر کے، فطرت کے عالمگیر آئین کی ایک مستقل دفعہ معلوم ہونے لگے گی۔ کتاب خدا کی یہی منعمانہ اور عالم آرا کیفیت، یہی محتاج پرور اور عاجز نواز شان، اس کے پیروؤں میں ایمان کی سچی اور گرانقدر متاع، قطعیت کا بے خطر یقین، اور عشق و محبت کا بے امان التہاب پیدا کر سکتی ہے، زید و عمرو کے کہنے، یا محض اعتقادی نشر و تبلیغ سے صحیح

۱۔ اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کے سب کلمات اس کتاب میں صدق و عدل پر ختم ہو گئے ہیں اب کچھ بات کہنے کے لائق نہیں رہی' اور نہ اس کے کلمات کے صدق و عدل کو کوئی خارجی طاقت ہی بدل سکتی ہے اور وہ خدائے عظیم انسانی ضروریات کو سمجھنے والا اور آئندہ احوال کا بڑا علم رکھنے والا ہے۔

ایمان کا از سرِ نو قائم ہونا محال ہے!

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ○ (۲۵:۱)
اے لوگو بڑا صاحبِ جاہ و جلال ہے وہ خدا جس نے حق و باطل میں تمیز کرنے والا قانون اپنے بندے محمد عربی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر اُتارا تاکہ تمام عالم کے لوگوں کے لئے مستقل عبرت اور نصیحت ہو۔

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ○ (۱۶:۴۴)
اور اے محمد! ہم نے اس عبرت انگیز کتاب کو تم پر اس لئے اُتارا ہے کہ تم تمام عالم کے لوگوں پر عیاں کر دو کہ ان کے لئے کیا کیا احکام اُترے ہیں اور ساتھ ہی اس لئے بھی کہ وہ خود بھی اپنی عقل کو دوڑائیں اور اس میں سے نئے مستقل اصول اپنے لئے دریافت کریں۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ○ (۳۹:۴۱)
اے پیغمبر! ہم نے اس کتاب کو تمام عالم کی ہدایت کے لئے زمین و آسمان کے مستقل حقائق شامل کر کے اُتارا ہے پھر جو شخص یا قوم اس کو سمجھ کر راہِ راست پر آگئی تو اس میں اُسکی اپنی بھلائی ہے اور جو گمراہ ہو گئی تو اس گمراہی کی ذمہ داری خاص اُسی پر ہے اور تم کوئی ان پر محافظ بنا کر نہیں بٹھائے گئے کہ بات بات میں ان کو ٹوکتے رہو۔

بدل تخیل

تخیل ایک ازبس نازک اور تابع فساد شے ہے۔ اس کو سطحِ زمین پر رواں کرنے والا بالعموم وہ ترجمانِ حقیقت، تصویر سازِ حق، اور نقاشِ خیال جلیل النفس ہوا کرتا ہے جو بالآخر اپنے زبردست وجود، اور قطعی شہود سے اس کی عالم آرا صداقت کو منصۂ شہود پہ جلوہ گر کر دیتا ہے۔ جس قدر اس تخیل کی بنیاد حق و عدل پر ہو، اسی قدر اس کا فوری

اور آخری نقش گہرا، اور اثر وسیع تر ہوتا ہے۔ کوئی قابل ذکر تخیل، آج تک صفحۂ روزگار کے کسی حصے پر، منت کش نشر و اشاعت نہیں ہوا جس کی اساس روز اوّل سے ہی محض کذب و افترا پر ہو وہ روئے زمین کے کسی گوشے پر بھی مضبوط جا نہیں پکڑتا جب تک اس میں مقامی اور زمانی معیار صدق کو پیش نظر رکھکر، حق و یقین کا وہ شرذمۂ قلیل موجود نہ ہو جو فی الحقیقت نشو و نما کی پہلی طلب ہے۔ اگر وہ عین صداقت اور مطلق سچائی ہے جس کو ذہن میں جا دینے کے لئے کسی خاص تکلف اور آورد کی حاجت نہیں پڑتی تو اس کا دعوائے شیوع و نفوذ، اکثر اوقات بطل تخیل کی حینِ حیات میں ہی ایک مستقل مقام حاصل کر کے بے خوف ہو جاتا ہے والّا اس کا اجرا روز ظہور سے معرض موت و التوا میں پڑ کر، اس کے وجود کو ساقط اور کمزور کر دیتا ہے۔ مگر بایں ہمہ ہر برحق اور صحیح تخیل کی ساخت طبعاً اس قدر لطیف و نازک، اس قدر اثر پذیر، اور اس قدر مسترخی الخلق واقع ہوئی ہے کہ اُس کی ذہنی تصویر کا، ایک طویل مدت تک کسی مجمع انسانی میں بلا ردّ و بدل قائم رہنا محال ہے۔ جوں جوں اس تخیل کا کسب ضیا اور جلب نور اپنے اصلی مرکز سے پرے ہٹتا جاتا ہے۔ اس کی اصلیت مسخ ہو جاتی ہے، اس کے خط و خال دھندلے اور مندرس ہوتے لگتے ہیں؛ حقیقت کی پہلی آب و تاب، اور شباب کا اوّلین جذبۂ حسن، امتداد عمر اور طول فاصلہ کے باعث بے اثر ہو جاتا ہے، وہی پیکر ولع و عشق جس کی پاکیزہ صورت لوگوں کو جوق در جوق جمع کر دیتی تھی اب روئے راہ اور دیرینۂ زمان کے باعث کچھ جذب نہیں رکھتی۔ بسا اوقات اس تخیل کی زشت و محرّف تصویر بھی شدہ شدہ ذہنوں سے محو ہو جاتی ہے، اس کا نصب العین قطعاً یاد نہیں پڑتا، نئے اور کمزور تخیلات جو زیادہ تر کسی بے حقیقت اور ہیچ میرز انسان کی پست خیالی اور تسفل طبع

کے پیداکردہ ہوتے ہیں جگہ پکڑ لیتے ہیں۔ باآلاخر ان اوہام کا غلبہ اس قدر وسیع ہوجاتا ہے کہ وہی مصدر علم و عمل تخیل، محشرستان جہل و فساد اور درخور نار و سقر بن جاتا ہے۔ اکثر ادیانِ عالم کا دردناک حشر، وحدت وجود، تزکیہ نفس مصالحت عامہ اور اقتدائے مشاہیر کے منتہٰ بالشان تخیلات سے شروع ہوکر، کذب و دروغ کی ان منحرف صورتوں میں ہوا ہے جو مرورِ وقت اور بدلِ نظر کے باعث، صنم پرستی اور دہریت، کفر اور رہبانیت کے فحش و اباطیل میں فنا ہوچکی ہیں۔ وید و شاستر کا ہندو مت آج اپنے قابلِ رشک فلسفۂ توحید، اور اعلائے کلمۃ الحق کے بعد، شرک اور بت پرستی، بطل آزائی اور دیو نوازی کی ایک مضحکہ خیز مورت بن گیا ہے۔ مسیحیت اپنے پیغام صلح و امن سے گذر کر، مادیت اور سبعیت کے مرکز سفل پر پہنچ رہی ہے۔ بدھ مذہب کا اجتہادِ نفس، اور اخلاق و عمل کے بلند مقام سے گر کر، سنگ پرستی، سکون، اور ظلمت کا طومارِ عظیم نظر آرہا ہے۔ خود اسلام بھی اپنی عالم آرا اخوت، اور غلبہ آما توحید کے دائرہ قدیم سے نکل کر، تفریق و فساد، جہل و وہم، نسیان و جمود کے محیط میں محو ہوچکا ہے۔ دُنیا کی اور تحریکاتِ مُہمّہ بھی اسی تبدیل تخیل کے باعث، ایک اقل قلیل مدت میں مٹ گئی ہیں۔ قوموں کی عصبیتیں، فدائیوں کے جتھے، رضا کاروں کے انبوہ درانبوہ، فاتحوں کی ٹڈی دَل افواج، سلطنتوں کے امن، راعیوں کے حُکم، رعایا کی غلامیاں، ادنیٰ سے بدل تخیل کے باعث چشم زدن میں فنا ہوجاتی ہیں۔ تاریخ عالم کا ایک ایک ورق، فنا و حیات کے اس بحر بیکراں میں، مدوجزر خیال کی وہ حباب آسا اور انقلاب آرا سرگذشت ہے جو ہر صاحب نظر کو لامحالہ اس نتیجے پر پہنچا دیتی ہے کہ اجتماعی تعتدم و عمل کی بنیاد ہمہ تن افراد کے صحیح طرزِ تخیل پر ہے۔ اس کی صورت کو برقرار رکھنے کے لئے صحیح ترجمان اور بہترین عامل چاہئیں۔

اس کے استمرار و اجرا کے لئے پیہم عمل اور متواتر تصدیق، باطنی دیانت اور معنوی صدق چاہیئے۔ کوئی ارضی علم و ادب، کوئی ملکی زبان یا وسیلۂ بیان، اس کے صحیح معانی کو ادا نہیں کر سکتی۔ اس کا بہترین مفسّر خود مصنّف کی ذات اور اس کی روحِ عمل ہے۔ جس حد تک وہ کسی اہلِ اشخاص پر اپنا مطلب ادا کرنے میں فائز المرام ہو جاتا ہے اسی حد تک اس کی تحریک میں روح پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ پطرس کے انکار کے باوجود، اگر متوفیٰ اور مظلوم مسیحؑ کا تخیّلِ اخلاق اس کی وفات کے کئی برس بعد از سرِ نو زندہ ہوا تو اس کا حقیقی محرّک پولوس تھا۔ بیکن کا "مسئلہ استقرا" اگر آج تمام مغرب کو یونانی فلسفے کے مہلک طریقِ تخیّل سے ہٹا کر، ہمیشہ کے لئے شاہراہِ قوّتِ عمل اور ایجاد و اکتشاف پر گامزن کر گیا ہے تو اس کا طبعی باعث وہ فلاسفۂ عظام، اور عالمینِ علم تھے جنہوں نے ازمنۂ متوسّطہ کے اخیر میں اس عظیم الشان قانون کی صحیح روح اپنے اندر جذب کر لی تھی۔ اسلام کا ارتقا و انحطاط بھی فی الحقیقت اسی سلسلۂ کون و فساد کا ایک عبرت آموز اور درد انگیز سبق ہے۔ توحید کا مسئلہ، رسولِ خدا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عمیق نظر، اور دور رس اغراضِ اصلاح و ارشاد کا ایک برحق تخیّل تھا جو اپنی فطری استعدادِ قبول، سادگی اور سہولتِ یقین کے باعث آناً فاناً عرب میں پھیل گیا تھا۔ اس تخیّل کی عزیمت اور ندرت، اس کے علم و انکشاف اس کی شہادت و یقین، اس کے ایمان و تحیّر نے توحید کو اہلِ عرب کے نزدیک منبعِ عمل اور مصدرِ حیات بنا دیا تھا۔ یقین کے اس نقطۂ توحید کے گرداگرد، انسان کی ہر ممکن بہتری کے قطعی لوازمات پیدا ہو گئے تھے۔ اسی کلمۃ الحق کی صدا نے عرب کو ایک اقلِ قلیل مہلت میں دولت، بادشاہت، علم، حکم، ہنر، اخلاق، الغرض سب دنیاوی محامد عطا کر دیئے تھے نہیں بلکہ وہ توحید کے صحیح تخیّل کا حوصلۂ عمل ہی تھا جس نے قریش کے ایک یتیم اور بیکس

بچنے؟ کو صدیوں کے فسق و فجور کے بالمقابل کامل بارہ برس تک تن تنہا کھڑا رکھا، جس نے دین اسلام کے کمال ضعف اور انتہائی بے بسی کے زمانے میں اس رحمۃ للعالمین کو مایوس نہ ہونے دیا، جو رسول پاکؐ کی وفات کے بیسیوں برس بعد تک مسلمانوں میں غلبہ کی حس قائم رکھے رہا۔ جب تک اس تخیل کی نبویؐ روح دلوں میں کم و بیش عامل رہی، حق تعالیٰ کے نقطہ نظر سے توحید توحید رہی اور ایمان ایمان رہا۔ قرآن کریم اب بھی بندوں کی ناقص اور قاصر البیان زبان میں توحید کے اس عظیم الشان اور ناقابل ادا تخیل کا ایک مثال عکس ہے مگر صحبت نبویؐ کے قربی اور اضافی اثر کے زائل ہو جانے کے بعد اس کی قدر و قیمت صرف انہیں خاصانِ خدا پر ظاہر ہوتی رہی ہے جن کے قلوب میں اس نبویؐ تخیل کا صحیح کیف اُتر آئے۔ اگر کتابِ خدا باوجود اپنے مکمل اور محفوظ ہونے کے، شفا و رحمت ہونے کے، شمع ہدایت اور مشکوٰۃِ علم و عمل ہونے کے قرون اُولیٰ کا صحیح تخیل مسلمانانِ عالم میں پیدا نہیں کرتی تو یہ اس طریق نقد و نظر کا قصور ہے جس نے آج اس کو اکثر چیستان بنا دیا ہے، یہ ہادیؐ برحق کی وفات کے بعد اُن بندگان خدا کا قحط ہے جن کے دماغ قرآن کا گرانقدر بوجھ اُٹھانے کے اہل تھے؛ نہیں قرآنی علم کے اندر اس دخیل در معقولات، اور قانون خدا کے درمیان اس تداخل بیجا کا فتور ہے جس نے اس کے اصلی تخیل کو محو کر کے اس پر یونانی فلسفہ اور ایشیائی ظن، عرب بلاغت اور شرعی فقہ؛ موضوعہ روایات اور فتنہ عقل و نقل کے بیسیوں نئے تخیلات کی وہ تہ در تہ جما دی ہے جس کے باعث اس کی اصلی صورت پہچاننی محال ہو گئی ہے!

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۞ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۞ (۴۳: ۲-۵)

اے لوگو! فطرت کا یہ کارگاہ جلیل جو تمہارے پیش نظر ہے، اور یہ صحیفہ کائنات جو تمہاری آنکھوں کے سامنے عیاں ہے اس امر کا شاہد ہے (والکتب المبین) کہ ہم نے قانون خدا کو عربی زبان میں محض اس لئے نقل کر دیا ہے کہ تم اس کے حقائق عالیہ کو سمجھ سکو۔ اور یہی قرآن عظیم اس اُمّ الکتب، اس مجموعہ آئین کردگار، اس جمہرۂ سُنّتِ خدا کا ایک ٹکڑا ہے جو ہمارے پاس اور ہمارے ذہن میں موجود ہے اور جو ایک مجسمہ حکمت اور بلند پایہ شے ہے۔ تو کیا اس وجہ سے کہ تم لوگ اس کتاب جلیل کے مقاصد و اغراض نہ سمجھنے میں حد سے بڑھے جاتے ہو اور ہمارے مطلب کو نہیں پاتے ہم اس کتاب کے مطالب کو تم سے سراسر اس طرح اچک لیں کہ تم خاک بھی نہ سمجھ سکو۔

فساد تخیل

آج اس سرزمین ہند میں ایک مقتدر سیاسی رہنما حُریت کے نئے تخیل کو تیس کروڑ باشندگانِ ملک کے دلوں میں پیدا کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ وقتی حکومت کا اہرمن اس کے نزدیک واجب القتل، اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کا راج اُس کا نصب العین ہے۔ ایک مغرور اور زبردست سلطنت کے بالمقابل اس کے بیدست و پا سپاہیوں کی مجادلانہ طاقت صفر ہے۔ مگر حکومت کے شیر نر کو رام کرتے یا اقلاً اس کے ناخن تراش دینے کے خیال سے اس نے دو ایک سبیل اختیار کر رکھے ہیں جو اس تمام تخیل کی جان ہیں۔ اولاً سلطنت کے جنگی نظام کو بیکار کرنے اور ایک متکبر حکومت کے اشتعال کو حتی الامکان روکنے کی غرض سے اس نے عدم تشدد اور امن عام کا حکم دیا ہے۔ حکام کی طرف سے ہر جبر و عُدوان کو بطیب خاطر برداشت کرنا اس کا مذہب عمل ہے، حکومت سے کسی امر میں تعاون کرنا اس کے نزدیک کفر ہے مگر اس کے برخلاف

کھلے طور پر آمادہ پیکار ہونا بھی صریح ظلم ہے۔ حدود ملک کے اندر بین الملّی مصالحت قائم کرنا اس کا منتہائے نظر ہے مگر حکومت کی دستبرد اشتعال سے بچنے کے لئے اس منفقہ طاقت کو معاعمل میں لانا خودکشی ہے۔ اظہار رنج کا بہترین طریقہ اس کی نظروں میں کاروبار کی عام بندش ہے۔ شہدا کی یاد، مقتولین کا انتقام، اقربا کا رنج والم سب کچھ اسی روحانی مقاطعے میں آجاتے ہیں۔ یہی پرامن ترک اعانت اور احتساب نفس، اخفائے طاقت اور امساک انتقام اس کے نزدیک حصول آزادی کی پہلی منازل ہیں۔ ثانیاً حکومت وقت کو اقتصادی اور مالی زک دینے کی غرض سے اس نے مغربی معاشرت اور تمدن کی تقلید کو ممنوع قرار دیا ہے۔ وہ ایک رئیس التجار حکومت کی طلب منفعت اور جمع زر، جرّ مال اور فروخت اشیا کی سب راہوں کو مسدود کرنے کی فکر میں ہے۔ اس کے نزدیک غیر ملکی ساخت کی اشیاء کا استعمال جرم ہے، شاہی محکمہ قضا میں جاکر طلب عدل کرنا امانت ظلم ہے، ضبطیہ شہر سے کسی معاملے حتیٰ کہ حادثہ قتل میں بھی استمداد کرنا حصول سوراج کے نقیض ہے، اس کی نظروں میں ریلوں کا چلنا ملکی اغراض کے منافی ہے شفا خانوں کی کثرت صحت عامّہ کے لئے مضر ہے، مدارس اور موجودہ نصاب تعلیم رعایا کو غلامی میں مطمئن رکھنے کے ابلیسی اوزار ہیں۔ سرکاری عہدے اور اعزازی خطابات طغرائے اُسرو جُبن ہیں۔ وُکلا کا ہر قریے میں ہجوم قوم کے لئے باعث افلاس وانحطاط ہے گویا ملک کی حقیقی فلاح اس رجعت منعکس میں مضمر ہے جس کا تصور بھی ایک سطح بین نگاہ کو متحیر و متنفر کر دیتا ہے۔ ثالثاً ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور اس کی مصنوعات کو حتیٰ الوسع فروغ دینے کی غرض سے اس نے ازمنہ مظلمہ کی ایک بھولی بسری، اور عصر جدید کی نگاہ میں ننگ تہذیب وشجاعت شے کو از سر نو رائج کر دیا ہے جس کا نام چرخہ ہے!

ہر مرد و زن پر اس کا کاتنا فرض کر دیا ہے ۔ یہی ایک عاجز اور بے بس رعیت کی وہ کلدار توپ ہے جس کی زد اس کی نگاہ میں المانیہ اور افرنج کی جدید توپوں سے دور تر پڑتی ہے ، اسی کے استعمال سے سواراج کا حاصل ہونا قطعی ہے ۔ اسی کی گھوں گھوں میں ملک اور قوم کی دائمی فلاح اور ابدی نجات کا ترنم ہے ، اسی کی گردش ان احرار قوم اور شہداء کا غم غلط کر دیتی ہے جنہوں نے حریت اور مساوات کی راہ میں اپنی جانیں قربان کیں ۔ اسی کی روئی کے گالے رعیت کے زخم خوردہ دلوں اور مظلوم جسموں پر مرہم کے پھاہے ہیں ۔ نہیں بلکہ اس تحریک جلیل کے علم برداروں نے بارہا اپنی تقاریر میں عدم تشدد پر زور دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ قتل و فساد اس تحریک کے لئے مہلک ہے ، جبر کا مقابلہ جبر سے کرنا سواراج کے نصب العین کو بالیقین دور کر دے گا ۔ خون آشام حکومت کے تشدد کا جواب چرخہ ہے ۔ اسی کی تیز گردش سواراج کو نزدیک کر رہی ہے ، جب کبھی حکومت کا طریق عمل تمہارے نائرہ غیظ و غضب کو مشتعل کرے تو اس کو اور بھی تیز چلاؤ ! تمہارا انتقام لینے والا ، تمہارے غصے کو فرو کرنیوالا ، تمہیں سواراج دینے والا یہی مہلکِ عدو اور گراں قدر چرخہ ہے !

اب فرض کرو کہ یہی تخیل کسی فرد واحد کی قیادت میں تمام ملک پر حادی ہو جاتا ہے اور اس کے زور عمل سے حریت اور سواراج کا گوہر مقصود بھی مل گیا ہے ۔ کچھ مدت کے بعد اس مسلکِ عمل کے سب حاملین یکجا جمع ہوتے ہیں اور آئندہ نسلوں کی ہدایت اور استحکام سواراج کی غرض سے اس سلسلہ خیال کو ایک کتاب کی صورت میں قلمبند کر دیتے ہیں ۔ امن پسندی کی خوبیاں ، ترک موالات کے جوہر ، ہڑتالوں اور مقاطعوں کا تزکیہ نفس ، حبِ وطن کے محاسن ، غیر ملکی تمدن سے نفرت ، چرخے کے معجزے ، کھدر کے کرشمے ، سوت

کاتنے کے نتائج، الغرض اس تحریک کے تمام ضروری مراحل اوامر و نواہی کے رنگ میں بیان ہوتے ہیں۔ شارع تخیل کو مامور من اللہ اور اس کتاب کو ہندی مت کا ایک نیا شاستر قرار دیا جاتا ہے۔ ہندوستان کی متحدہ قومیت اس جدید تخیل کو اپنی زندگی کا پیش لہاد سمجھکر عامل ہو جاتی ہے۔ سو برس کے بعد تبدیل احوال کے باعث، اس کے بعض احکام کا صحیح مفہوم ذہنوں سے سرکنے لگتا ہے۔ تاہم اس ناقص شاستر پر ایمان رکھنے کی غرض سے ہڑتالوں اور مقاطعوں کو ایک مقدس اعتقاد کے طور پر مان لیا جاتا ہے، لوگ سال بھر میں چند ایک دن مقرر کر لیتے ہیں اُن میں برت رکھتے ہیں اور کچھ کاروبار نہیں کرتے، اسلامی جہاد و زکوٰۃ کی مانند اس اعتقاد کے نئے نئے معانی اور عجیب وغریب تاویلات کی جاتی ہیں، پھر کچھ عرصے کے بعد شارحین کا ایک مستند گروہ اس کتاب کے مفقود مطالب کو محفوظ کرنے میں مستغرق ہو جاتا ہے، عقل و نقل، روایت و درایت، فکر و دماغ سے جو کچھ بن پڑتا ہے لکھ دیا جاتا ہے۔ بڑی بڑی ضخیم جلدیں اس مختصر اور سیدھی سادی کتاب کی شرح و بسط میں تیار ہوتی ہیں۔ لوگ ان کو شوق سے پڑھتے اور اندھا دھند نگلتے جاتے ہیں مگر کچھ نہیں سمجھتے۔ چرخے کے فضائل اور مناقب بار بار پڑھ سُنکر اس کے تقدس کا خیال دلوں میں جمتا جاتا ہے۔ بالآخر اس کی پرستش گھر گھر شروع ہو جاتی ہے، اس کو غریب گائے کی طرح ماتا کے القاب دئے جاتے ہیں، کھدر مذہبی شعار بن کر قشقہ، زنار کی طرح علامت زہد و اعتقاد بن جاتا ہے۔ گھر کی بیبیاں رسمی اور شرعی طور پر چند لمحوں کے لئے سوت کاتنا داخل ثواب سمجھ لیتی ہیں۔ اسی اثنا میں اس وہم پرست، کج بین اور نافہم قوم سے جستہ جستہ وہ سب فضائل بھی معدوم ہو جاتے ہیں جن کے برتنے پر وہ آغاز تحریک میں متحد العمل اور متفق الیقین ہو گئی تھی۔ فرقہ آرائیاں اور فساد شروع ہو جاتے ہیں۔

گھر گھر میں چرخے کا علیحدہ بت پُجنے لگتا ہے، ہا فندوں کا احترام اور کھدر کی تقدیس حد سے بڑھ جاتی ہے۔ ہر فرقہ ان کو اپنے اپنے طور پر سراہتا اور ان کی عبادت میں ہمہ تن منہمک رہتا ہے۔ بت خانے اور مندر، شوالے اور پاٹ شالے جابجا قائم ہوتے ہیں، روئی کے بت اور جامہ پوش اصنام شارع تخیل کی یادگار میں نصب کیے جاتے ہیں، بالآخر کذب و فساد کی اس المناک کشاکش، اور جہل وریا کی اس قیامت انگیز شکست وریخت میں سواراج کا عزیز تر گوہر مطلوب بھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ ایک بیدار مغز، مستعد اور عصبیت میں شرابور قوم ملک پر حملہ کرتی ہے اور چشم زدن میں اس ناخلف ملت کے سب اباطیل کو محو کر دیتی ہے!

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۗ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ○ (۱۱: ۱۰۲)

اور اے مخاطب! اس جبار اور قاہر خدا کی پکڑ ایسی ہی ہوا کرتی ہے جب وہ ان بستیوں کو پکڑتا ہے جو اس کے معیار امتحان کے مطابق ظالم ٹھہرتی ہیں اس میں شک نہیں کہ اس کی پکڑ بڑی دردناک اور بڑی ہی سخت ہے۔

اب فرض کرو کہ اس نئے مداولت کے بعد جب کہ زمانے کا رنگ قطعاً بدل چکا ہے، جب کہ چرخ فلک کی کج رفتاری، یا بندگان خدا کی کج بینی اور بدشناسی نے عصبیت اور اتحاد، قوت اور موالات کا وہ اگلا سماں سب بدل دیا ہے، جب ذلت اور مسکنت کی گھٹا قوم کے سر پر چھائی ہوئی ہے، محکومی اور ادبار سے چہرے سیاہ ہو چکے ہیں، آغاز تحریک کو بھی پورے ایک ہزار برس گذر چکے ہیں، ایک بڑھیا اپنے نہاں خانہ رنج والم میں بیٹھی چرخہ کات رہی ہے! اس معبود صغار کے خوشنما نقش ونگار، اس کے ریشمیں پھندنے، اس کا رنگ تقدس اور مذہبی روپ بڑھیا کے وہم پرست دل کو یک گونہ تسکین دے رہے ہیں۔

وہ تار نکالتی ہے اور خوش ہے کہ رب ذو المنن کی نظروں میں ایک نہایت محبوب اور مستحسن عمل کر رہی ہے! یہ سب کچھ ہے مگر آہ! اس ضعیفہ کا نفس مدرکہ اور خلاقِ عالم کی اس عاجز اور بے قصور بندی کا ذہن سلیم اس کو اندر ہی اندر سوال کر رہے ہیں کہ آج تمہارے شاستر کے مطابق اس چرخے کو تیز تر چلانے سے تمہارے رنج و الم کیوں نہیں مٹتے، سوراج کیوں حاصل نہیں ہوتا، اس کی روئی کے گالے تمہارے زخموں کی مرہم کیوں نہیں بنتے، دشمن کی دراز دستی کے بالمقابل تمہارے چرخے کی مارمیلوں تک کیوں نہیں پڑتی، تمہارے بیرحم ہمسائے کو جس نے تمہیں اس قدر دکھ پہنچایا ہے کیوں سزا نہیں ملتی۔ تم 'امن پسند' ہو، 'تارک موالات' ہو ہڑتالوں اور مقاطعوں پر شرعی ایمان رکھتے ہو، تمہیں غیر ملکی تمدن سے یہ نفرت ہے کہ ہر اجنبی کو ملکش اور بھرشٹ کہتے ہو، اس سے مل بیٹھنا تو درکنار، اس کا چھونا بھی تمہیں پسند نہیں، ذات پات اور فرقہ نوازی کا لحاظ سب کچھ تم میں ہے مگر تمہاری 'دائمی فلاح' اور 'ابدی نجات' کے سامان کیوں پیدا نہیں ہوتے! شاستر کا وہ بے طرح اور بیرحم مفسر جس نے اس کی تشریح میں صفحوں کے صفحے سیاہ کر دئے تھے' اور زود اعتقادی کا وہ لاجواب کر دینے والا بھلا مانس جو نفس انسان میں ہر وقت آمادہ تشریح رہتا ہے اس معجزہ کو معاً کہہ دیتے ہیں کہ تمہاری عقل میں فتور اور ذہن میں خلل ہے تم شاستر کے وعدوں میں شک کر کے کفر کی حد پر پہنچ رہی ہو۔ چرخہ بلاشبہ تمہاری نجات کا زبردست وسیلہ ہے، اس کے چلانے سے تمہارا رنج و الم بیشک مٹ جائے گا بشرطیکہ تم غم غلط کرنے کی سعی کرو۔ چھوت تمہارا مذہبی اعتقاد ہے اس پہ بلاحیل و حجت جمے رہو! نجات تمہیں آگے چل کر ملے گی جب تمہاری روح اس قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے گی۔ سوراج تمہاری فلاح کی آخری منزل ہے جس کی کیفیت بیان کرنے سے انسان کی چھوٹی سی زبان از بس

عاجز ہے۔ یہ دنیا 'دارالعمل' ہے 'دارالجزا' نہیں۔ تم ہر روز چرخہ چلانے میں التزام کے ساتھ مصروف رہو، ایشور کی کرپا اور مہاتما کی دیا سے تمہیں سب کچھ آخرت میں مل رہیگا!!!

اگر تمثیل کے طور پر فساد تخیل کی اس نیم فرضی مگر دستور انسانی کو مدنظر رکھ کر سچی تصویر کا مقابلہ ما مضائے اسلام اور توحید سے کرنا سوئے ادب میں داخل نہیں تو اس غایت پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ آج دین اسلام بھی اسی قطع کے باطنی تحول اور نامحسوس انقلاب الیم کا شکار ہو چکا ہے اس کی اگلی اور اصلی حیات انگیز تصویر دلوں سے حتماً مٹ چکی ہے۔ خدائے بے ہمتا کے وجود کا صحیح تخیل ذہنوں سے حرفِ غلط بنکر بے نشان ہو گیا ہے۔ صدیوں کی غلط اندازِ نگاہِ نقد و نظر نے قرآن کے اصلی مقاصد اور رائج الوقت مطالب کے درمیان تعصب اور اعتقاد کی ناقابل گزر خلیج حائل کر دی ہے۔ غلط تبلیغ، غیر مجاز اشاعت اور عقل و نقل کے ذہنی فتنہ و فساد نے اس پر وہم و جہل کے پے در پے غلاف چڑھا دیے ہیں۔ غارت گر حسن اور قزاقِ روح زمانے نے اس کی خوشنما صورت کی اگلی آب و تاب سب اچک لی ہے۔ اعمال کے غلط مقاصد اور مقاصد کی غلط تشکیل نصب العین کو نگاہوں سے الگ کر چکی ہے۔ ائتلاف امت اور تمرکز عمل جس پر توحید کی خوبی کا سب دار و مدار تھا دلوں سے کلیتہً محو ہو چکے ہیں۔ قرآن کا جنتی اور سوراجی منظر، توحید کی لشکر انگیز روح، تقویٰ کی جامع الناس قوت، صلوٰۃ کے مزکی النفس ولولے، اطاعت کے غلبہ افزا حوصلے، صبر کا محکم عزم اضطراب، توکل کا بے خطر اور فیصلہ کن تقدم، سب یک بیک اپنی اصلی بنیاد سے مٹ چکے ہیں۔ ان کی غرض، ان کے مطالب اور معانی، طرز عمل اور اسلوب اثر سب بدل چکے ہیں۔ مہمات اوامر اور مقدم ترین احکام نسیان و التوا میں پڑ کر بے اثر ہو گئے ہیں، غیر ضروری اور ما فوق الطبیعی باتیں ذہنوں میں دخیل ہو کر شرارت پیدا کر

گئی ہیں۔ الغرض موجودہ تخیل کے بے حس اور ناکار بر آرا انفرادی اور متفرق مقصد سے دور اور دیل سے ساقط، مرکز سے علیحدہ اور قائدِ اعظم کے محتاج اسلام نے مسلمانانِ عالم کے اعمال کا رخ ایک ایسی وہمی اور نظری اقلیم کی طرف بدل دیا ہے جو متذکرہ صدر بڑھیا کے سوراجی تصور سے کسی طرح کم مضحکہ انگیز اور فساد آلود نہیں!

آج اس الٰہی تحریک کا عملی سقوط عالم انگیز اسلام کو وقفِ جمود، جامع الملل دین کو وقفِ اشتات، مشترک الحال شریعت کو سپردِ شخص، اجتماعی آئین کو مشقِ اعتکاف، اور قاطع الوہم مذہب کو پابندِ رسم و رواج کر کے قرآن حکیم کے ازلی اور ابدی حقائق کو ایک المناک طریقے پر یک بیک جھٹلا رہا ہے۔ نمازیں فاحش اور منکر خیالات کو روکنے سے عاجز آگئی ہیں۔ مومن اعلون کے مرتبے سے گر کر تنزل کے مقام نامحمود پر پہنچ چکا ہے۔ احزاب خدا غلبۂ اسلام کے نصب العین کو ترک کر کے آپس میں لڑ مر کر مغلوب ہو رہے ہیں۔ ایمان اور اعمال صالحہ استخلاف فی الارض کے ایزدی میثاق کی ایک شرمناک طور پر تغلیط کر رہے ہیں، عبادت وراثت زمین سے الٹا محروم کر رہی ہے، تقویٰ کی داڑھیاں اور ٹخنوں تک پاجامے غیروں کی نگاہ میں حقیر و مبتذل کر رہے ہیں، زکوٰۃ خوف و حزن بیش از بیش دے رہی ہے۔ وہ اسلام جس کا کوئی عمل جماعت سے الگ ہو کر کچھ معنی نہیں رکھتا تھا جس کا اس دنیا میں منتہائے وحید علی الرغم اغیار اور علی کرہ اعدا توحید حق اور غلبہ خدا قائم کرنا تھا، جس کا دستور العمل ابلیس کی حکومت کو دلوں سے محو کر کے خدا کا سوراج حاصل کرنا تھا، جس کی دشمن کو صلائے جنگ اور دوست سے بزمِ صلح و امن، جس کی سب انسانوں سے انس و مجالست، اور نفس امارہ سے پیہم مقاطعے ایک عالم آرا انقلاب کا پیش خیمہ تھے وہ دین آج ہر شخص کی آبائی ارث بن کر وقفِ عزل و ابتذال ہو رہا ہے۔ اب ہر کس و ناکس

بجائے خود اس بارِ عظیم کا حامل ہے، ہر متنفس اس کو اپنے بل بوتے پر چلانے کی ضد پر ہے!

آہ! مگر ذاتیات کی اس مزاحمت باہمہ اور انانیت کی اس رستخیزِ عطل میں توحید کا وہ برق رفتار منجنیقی انجن جو تیرہ سو برس پہلے پہنائے جہان میں اس شان و تمکنت سے رواں ہوا تھا آج کسی باہنر سائق کے نہ ہونے کے باعث تھمتے تھمتے بالکل تھم گیا ہے!

آہ! اگر یہ حالت ہے تو آج ایک مسلمان کو اپنے خدا سے کیا امید باقی ہے، اس کو کس عمل پر امید ثواب ہے کس بات پر جنت کی آس ہے، وہ کیا سجدے کر رہا ہے!

تداخل

آہ! اگر یہ حالت ہے تو کون مسلمان آج اسلام کے منشا کو پورا کر رہا ہے، کسے اپنے خدا سے حب سب غلط، نصب العین غلط، اعمال غلط ہیں تو انجام کی صحت کی کیا امید باقی ہے۔ کلام الٰہی کی حقیقت اور توحید کے زور اثر پر صحیح ایمان و یقین اسی وقت سے کمزور ہوتا گیا ہے جب اس حیات آفرین تخیل کے چلانے والے نہ رہے اس حیرت انگیز برقی کل کے سائق چل بسے، اس کے پرپرزوں کو سمجھنے والے اس کے ظاہر و باطن کو پہچاننے والے اس کے دقیق اور نازک حصوں کے عمل کو جاننے والے، باریک بین اور ہنرمند، عالم اور عامل، اہل کار اور اہل فن نہ رہے، جب صحبت رسولؐ کا بے مثال علم و عمل نہ رہا، جب خلفائے راشدینؓ کی فکر و تدبیر نہ رہی، جب ایک سورۂ بقرہ پر آٹھ برس تک غور کرنے والے ابن عمرؓ نہ رہے، جب صحابہ کرامؓ کی عملی اور بالمشافہ شرح و تفسیر گم ہوگئی، جب قرآن کو سنا اور بتا کر زندہ کر دینے والے رخصت ہوگئے اور سامعین کو چار و ناچار خود دیکھنا پڑا! اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ۔ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ○[ا] (۶:۳۶) جب ائمۂ عظام کا سینہ بہ سینہ علم ناپید ہوگیا!

ا۔ خدا کو تو وہی لوگ مانتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو تو خدا ہی زندہ کر سکتا ہے پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝ (۲۹:۴۹)

اے لوگو! یہ قرآن عظیم ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے، روشن اور اظہر من الشمس آیات ہیں۔ اور ہماری آیات بیّنات کے بارے میں انکار یا شک کا پہلو وہی لوگ رکھتے ہیں جو جہل کی ظلمتوں میں گر کر ظالم بنے ہوئے ہیں۔

آہ! قرآن عظیم کی بے عدیل صحت اور عظمت پر کار کُن یقین اسی روز سے کم ہونے لگا ہے جب مرورِ وقت، اور تبدیلِ احوال کے باعث سطح بین ذہنوں سے مطالب سرکنے لگے، جب مقاصد کو چھوڑ کر الفاظ کی عبادت شروع ہو گئی جب قرآن کا معجزہ بے حس قوموں کو زندہ کرنے، اور ظلمتوں کو دور کر دینے کی بجائے سوقِ عکاظ کے شطحیات کی امتحانی محک، اور ترہات فصاحت کا محل و مصرف بن گیا، جب کامل دو سو برس کی ناانجام شناسی اور فرصت سکون کے بعد، محال اندیش اور فریب خوردگانِ فنا واجل نے رسولِ پاکؐ کی صحبت کا عہد کہن تازہ کرنے کے وہم سے احادیث نبویؐ کی تدوین شروع کی پھر اس دن سے کلام خدا کا اکثر معاملہ خبر آحاد، اور ان کے دین و ایمان پر چھوڑ دیا گیا۔ صدیوں کی بھولی بسری باتیں معرض تحریر میں آتے ہی جزو ایمان بن گئیں۔ کل کی کہی ہوئی بات کو صحیح طور پر دہرا نہ سکنے والا انسان، پریروز کے ماجرائے اکل و شرب کو بھی یاد نہ رکھ سکنے والا، رسولِ خدا کی تاریخ وصال کو بھی یاد نہ رکھ سکنے والا عرب، اور بات بات میں نادانستہ غلو و استغراق کرنے والا بشر حفظ و نسیان سے یکسر بری ہو کر، رسولِ پاک کی دو سو برس پہلے کہی اور سنی ہوئی باتوں کو اپنے جیسے بیسیوں ضعیف الخلق انسانوں کی روایت پر نہایت وثوق و ثقاہت سے سنانے لگا۔ بے رحم اور ناقدر شناس امتِ عرب، خدا کو چھوڑ کر پرستشِ رسولؐ میں مصروف ہو گئی۔ ایک ٹکڑا کلام کا ادھر سے کچھ اُدھر سے، کچھ جوڑ توڑ کر، کچھ ملا کر، کچھ

غلط فہمی سے کچھ غلط کاری سے، کچھ ناموقع شناسی، نادور بینی، اور ناپاسداری سے، الغرض جس طرح بھی ہو سکا اپنی خوش اعتقادی کا حق ادا کیا۔ وہ کلماتِ خدا جو تیئس برس تک آتے آتے حضورؐ کی وفات سے صرف نو دن پہلے ختم ہوئے تھے، جن کے ایک حرف کے تسلسل و تواتر کے متعلق بھی شائبہ وہم نہ گزر سکتا تھا، جن کا زیادہ تر کلیتہً عمل پر تھا، جنکی بیخ و بنیاد ہمہ دم عدل پر تھی، جن کی قلبی تصویر نے تین چار قرنوں تک عرب اور عجم میں تذبذب عمل اور اضطرار حیات قائم رکھا تھا، جن پر عمل کرنے سے روئے زمین کی بادشاہت مل گئی تھی، جن سے فاروق اعظمؓ کی جمہوریت اور سیاست کو شہرۂ آفاق کر دیا تھا، وہی کتاب مبین اب ناقص سمجھی جانے لگی، لائق شرح و بیان ہو گئی، طول آمد اور مرور مدت کے باعث چیستان اور پہیلی بن گئی! پھر یقین کا فیصلہ وہم و تخمین سے، حق کا انکشاف افراط و تفریط سے، اور خدائی مقاصد کا تصفیہ راویوں کے شخصی اعتبار پر ہونے لگا! انسان کی طبعی واماندگیوں، ضعف خلق، اور قصور بیان کی کچھ پروا نہ کی گئی۔ سب وہ احادیث جن کا محلِ کلام معلوم نہیں، جن کے الفاظ کی کچھ سند نہیں، بشرطِ ثقاہتِ رواۃ ماہسانید ایک سطح پر رکھ دی گئیں! مگر قرآن کو چھوڑ کر، رسولؐ نوازی کی اس عالمگیری و ضعداری اور جنوں میں کذب و دروغ کا بازار بالآخر وہ گرم ہوا کہ اس کی داستان اہل عرب امتِ رسولؐ کی راست گفتاری اور حق گوئی کے شایانِ شان ہرگز نہ رہی۔ موضوعہ احادیث کا ایک سیلاب عظیم سیاست اور فرقہ آرائی کی مستقل اغراض کو مدنظر رکھ کر ہر سو پھیل گیا۔ بڑے بڑے مشہور محدث جن کے رسمی زہد و اتقا کا اُن کی حین حیات میں بھی ایک زمانہ قائل تھا۔ اپنی کذب بافی کا اقرار عین مرتے وقت کر گئے۔ کوفے کے ایک مشہور محدث (ابن ابی العوجاء) نے دوسری صدی کے وسط میں، حاکم وقت کے روبرو، قتل سے کچھ

دیر پہلے باقرار صالح کہا کہ اس نے "اپنی عمر میں چار ہزار احادیث وضع کیں، حلال کو مسلمانوں پر حرام اور حرام کو حلال کیا، افطار کے دن روزہ رکھوایا اور روزے کے دن افطار کرایا" پیروانِ علیؓ کے دعوئے امامت کو حق بجانب قرار دینے، اور جامع قرآنؓ کے عہد خلافت پر ایک بدنما داغ لگانے کی خاطر، زوجۂ مطہرہ نبیؐ (حضرت عائشہؓ) اور حضرت عمر فاروقؓ کے نام پر، نقص قرآن اور آدمضامین کے متعلق، حیرت انگیز، زہو گداز اور حیا سوز روایات وضع کی گئیں، شریعتِ توضیع کے ساتھ ساتھ سزلع الاعتقادی کی بھی یہ حد ہوگئی کہ ائمۂ اجل، اور مشاہیر فقیہ، جن کی تحریریں عالمِ اسلام میں آجتک خاص عزّت و وقار کے ساتھ دیکھی جاتی ہیں، انسانی بداعمالی کی ان مفتریاتِ عظیمہ کو نہایت ذوق و شوق سے اپنی مصنّفات میں جگہ دیتے، اور قرآن کو واضح تر کرنے کی بجائے، ایک عالم کو محوِ استعجاب و تحیّر کر دیتے۔ ان احادیث کا اکثر تضاد و تباین، ان کا احکامِ خدا سے بیّن اختلاف، ان کا مخصوص اور معنی خیز اندازِ بیان، ان کی عجائب بیانی اور وہم آرائی، اُن کے پرستانی قصّے کہانیاں، اور اُمّت مرحومہ کے متخاصم گروہوں کی مخفی اغراضِ اشاعت، رسُول پاکؐ کے پاک کلام ہونے کے خلاف شان استعداد رکھی کہ اولوالعزم عمرؓ کی ادنیٰ غیرت، اور صدیق اکبرؓ کی ادنیٰ فراست، فوراً ان سب کو سپردِ آتش اور غرقِ دریا کر دیتی مگر آہ! اس وقت خلفائے راشدینؓ کا زمانہ گذر چکا تھا! یہ وہ وقت تھا جب کہ مسلمان دنیا کے ایک عظیم تر حصّے سے نبٹ کر، ایک دوسرے کا گلا گھونٹنے میں مصروف تھے، جب تخرّب و تفریق جماعت خدا و رسُول کے نام پر بڑے شوق سے ہوتے تھے، جب قرآن و حدیث کے ادنیٰ موضوع پر موشگافیاں، اور نہایت دور از کار مطالب پر کج بحثیاں، دار الخلافہ کے عین وسط میں خون کی ندیاں بہا دیتیں تھیں، جب دنیا دار اور جاہ پرست خلفائے اسلام، دھڑ

اُمت کو برقرار رکھنے کی بجائے، سیاسی مفاد کی بنا پر اور حفظ نفس کے لئے مختلف فریقوں کو آپس میں لڑانے کی مشق کیا کرتے تھے! یہی وہ زمانہ تھا جب کہ توحید کے صحیح تخیل کے کالعدم ہوجانے کے باعث۔ قرآن کا زور اثر بھی از خود ماندہ پڑ گیا تھا؛ اسلام کی اکثر فتوحات اور کار اشاعت انتہائی مدارج تک پہنچ چکا تھا، انجن کی تیز رفتاری مدہم اور اس میں سے بھاپ نکل چکی تھی۔ مگر با ایں ہمہ احادیث کی تدوین سے اصلی عُقدہ کچھ بھی کُھلا؛ قرآن کریم کے معارف وحقائق رسولِ خداؐ کے زمانے کی طرح ہرگز نہ کُھل سکے۔ برخلاف اس کے ایک مشکل کی بجائے کئی ایک مشکلات پیدا ہوگئیں قرآن کے مقاصد میں اختلاف پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کا نیا دورِ اختلاف پیدا ہوگیا۔ پہلے سوال صرف کلام الٰہی کے متعلق ہی تھا اب قرآن نے کیا کہا اور رسول کریمؐ کا کیا مطلب تھا دونوں درپیش ہوگئے! فساد اور فرقہ آرائی بیش از پیش شروع ہوگئی۔ اس تمام کشمکش میں یونانی فلسفے کے ناگہاں ظہور نے نفس اسلام کو اور بھی بھلا دیا۔ طبیعتیں، خدا کو سمجھنے کے بہانے سے، دنیا کی سب سے بڑی صنم پرست اور منکر توحید قوم کے لفظی ڈھکوسلوں کی طرف راغب ہوگئیں۔ وہ انسانی قلوب جن کی تنگ زمینوں کے اندر، بسا اوقات، ایک تخیل کی صحیح نشو و تربیت بھی دشوار ہوجاتی ہے، ارباب فتن و تفنن بن گئے۔ فساد کی اس عام حکومت میں، فقہائے اسلام اور ائمہ عظام علیہم السلام نے اسناد حدیث کی تلاش نہایت محنت اور جانسوزی سے شروع کی۔ محدثین اور رُواۃ کے طبق مقرر کیے؛ اسماء الرجال کا ایک نہایت مشقت طلب علم مدوّن کیا؛ محدثین کے مختلف طُرقِ اِستناد قائم ہوئے۔ دس لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ احادیث کی چھان بین شروع ہوئی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریق استشہاد کے مطابق صرف تین سو احادیث کو صحیح قرار دیا۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک کل سترہ حدیثیں صحت کے معیار پر پوری اتر

سکیں! امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خوش اعتقادی کا ثبوت، ڈیڑھ لاکھ احادیث کے مشہور بنانے، اور پچاس ہزار کو مصدق و مستند ملنے میں دیا۔ تیسری صدی کے وسط میں صحیحین مرتب ہوئیں۔ امام بخاریؒ کا فیصلہ قریباً سات ہزار احادیث پر ٹھہرا۔ آہ! مگر یک بام و صد ہوا کی اس مختلف نوازی، اور ثقاۃ امت کی اس خانہ جنگی، مختلف بیانی، اور مجادلہ آرائی میں کذب و دروغ کی رونہ بازاری اپنا سم آلود اثر کر چکی تھی۔ رسول نوازی کی ان شبانہ روز مصروف کاریوں، اور مقاصد آرائی کے ان بالواسطہ مشغلوں میں توحید کا صحیح نقش دلوں سے اکھڑ گیا۔ اعلائے کلمۃ الحق اور خدمت خدا کا عملی تخیل انہیں بعید از کار بحث و مباحث کی طرف منتقل ہو گیا۔ ادھر قرامطہ و دیگر فرقِ اسلام کے جبر و اذیت نے عالم اسلام میں المناک مشکلات پیدا کر دیں۔ خلق قرآن اور عقل و نقل کے بیسیوں فسادات فجیعہ و فظیعہ نے عوام کو نفس دین سے کوسوں دور کر دیا۔ فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (۳۴: ۱۹)۔ توحید کے صحیح تصور کی یہی وہ انقلابی اور انتخابی منزل تھی جس نے اسلام کو وہ کچھ بنا دیا جو وہ آج کل ہے! اسی اثنا میں مومن نے کامل دو سو برس کے حیرت انگیز افعال کے بعد، عرصۂ عمل کو چھوڑ کر، صحن خانہ منظر میں پناہ لی۔ انہیں ایام تحول و تبدل میں قرآنی مطالب کی نئی نئی جاہلی تاویلات شد و مد سے ہونے لگیں؛ نجوم اور فلسفہ کا زور ہوا، علم کلام کا دور دورہ ہوا، تفاسیر اور تشاریح لکھی گئیں۔ بلاغت فصاحت کے مستقل اساطیر، قرآن کریم کی تعظیم اور الفاظ پرستی کی آڑ میں وضع کیے گئے! احکامِ خدا سے گریز کرنے کے حیا سوز سبیل نکالے گئے؛ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ (صحیح مسلم شریف)۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عالم گیر دعوت سکون و انجماد میں بدل گئی؛

دشمنان خدا سے نبٹنے کے لئے حکومت وقت نے تلوار نیام میں لے کر، کاغذی معاہدے کئے، داعیان دین نے قلم پکڑ لیا، منافقین امّت کے خلاف جہاد چھوڑ دیا۔ انہیں قضیات نامرضیہ کے اثنا میں، دین اسلام نے شدہ شدہ اور مذاہب کی طرح، رسم رواج کا لباس پہن لیا۔ اس کی زندہ کر دینے والی روح گھٹتے گھٹتے ایک ادنیٰ سطح پر پہنچ گئی، صوم، صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ، تلاوت قرآن، سب رسمی، سطحی اور انفرادی افعال بن گئے، توحید یقین وعمل کے سر بفلک مقام سے اتر کر ایک نظری اور کتابی عقیدت رہ گئی! اکثر اسلامی افعال میں ماسوی اللہ کی محبت، کفر و شرک، معنوی طور پر عیاں ہونے لگے؛ عبادت، استغفار، توبہ، اولیاء اللہ، تقویٰ، شرک، کفر، وغیرہ وغیرہ سب پر حملہ نقل وتحریر کے اثر نے رسمی اصطلاحوں کا رنگ چڑھا دیا! ذہنوں میں کتابت کے طبعی نقائص کے باعث، ان کی مصنوعی شکلیں جمتی چلی گئیں۔ عبادت کی ایک مخصوص قطع بن گئی، استغفار کا جدا رنگ نظر آنے لگا، اولیاء اللہ ایک خاص صورت شکل اور بُشرے کے انسان بن گئے، تقویٰ کی الگ بناوٹ، شرک کی جدا ساخت، کفر کے علیحدہ نشان، ایمان کا الگ حلیہ، فسق و الحاد کا مخصوص لباس، صبر و توکل کے امتیازی خط وخال ذہنوں میں نظر آنے لگے اس تمام زوال وانحطاط میں تدوین احادیث، اور تجدد ل عقائد کو بہت بڑا دخل تھا۔ علوم نقلیہ کا تحریر وانضباط، مذہب اسلام کی رویائے صادقہ کو دل کی آنکھوں سے اچک لے گیا! یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا تھا جب کہ قومی عظمت کا ستارہ عین عروج پر تھا، جبکہ صدر اسلام کے سچے مومنوں اور اسلاف صالحین کی چلائی ہوئی گاڑی عین تیزی پر تھی۔ تاریخ کے طالب العلم کی ماتم گُسار آنکھ آج انہیں اوراق کا مطالعہ کر کے کفِ افسوس مل مل کر رو رہی ہے!

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ۝ (۷: ۱۰۰-۱۰۱)

اے ساکنانِ زمین! تم میں سے جو لوگ ایک اُمت کے ہلاک ہوئے پیچھے زمین کے وارث بنتے ہیں کیا اُن کو اس بات سے بھی کچھ ہدایت اور عبرت نہیں ہوتی کہ اگر ہم مناسب سمجھیں تو پہلی اُمتوں کی طرح ان کو بھی ان کی بداعمالیوں کی سزا میں دھر پکڑیں۔ لیکن آہ! ان لوگوں کو کچھ بھی عبرت نہیں ہوتی۔ ایک اقل قلیل مدت میں ہم اُن کے دلوں پر غفلت کے پردے ڈال دیتے ہیں پھر وہ کسی بات کو سمجھتے ہی نہیں۔

اے محمدؐ! یہ تھیں وہ عظیم الشان بستیاں جن کا ماجرا آج ہم تم کو سنا رہے ہیں تاکہ تمہاری امت کو تنبیہہ ہو سکے، ان کو ہم نے اس دردناک طریقے پر ہلاک کر مارا کہ زمین و آسمان لرز گئے حالانکہ خدا کے پیغامبر ان کے پاس روشن اور کھلے کھلے احکام لے کر آئے تھے مگر وہ لوگ ایسی سرشت ہی کے نہ تھے کہ جن احکام کی اس سے پہلے بارہا عملاً تکذیب کر چکے ہوں اُن پر عملاً ایمان لے آتے۔ منکرین خدا کے دلوں پر خدا اس طرح پردے ڈال دیا کرتا ہے۔

فتنہ کتابت

احادیث نبوی کی جمع و تدوین کے فوائد پر معناً اور بطور نظریے کے آج بھی کسی مسلمان شخص کو اعتراض نہیں ہوسکتا۔ سیّدالبشرؐ کی ہر بات، ہر مسلمان کے بوید ائے قلب میں ابتدائے اسلام سے ہی ایک محبوب ترین شے رہی ہے۔ یہ فی الحقیقت اس ایمان آفریں مصاحبت، اور اعجاز نما تکلّم کا اثر ہی تھا کہ ایک آنکھ کی جھپک میں سارا عرب زندہ ہوگیا تھا۔ اس کی حسرت بے شک صدیوں سے خلق خدا کو تڑپاتی چلی آئی ہے مگر بعینہٖ یہی عقیدت مندی اور ارادت، یہی غلوِّ محبّت اور عشق صحابہ کرامؓ اور تابعین کو صدر اسلام میں تدوین احادیث سے باز رکھتے رہے۔ انہیں اس امر کا صحیح احساس تھا کہ رسولؐ خدا کے کلام کی نقل و تدوین میں ادنیٰ سی سہو و لغزش بھی دنیائے اسلام میں کس عالمگیر شرارت کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے! وہ کلام جس کا پورا حق متکلمؐ کی زبان مبارک ہی بالمشافہ ادا کرسکتی تھی، جس کا محل و موضوع، سائل یا مخاطب کے ذاتی اور مخصوص احوال کے ساتھ ملحق تھا، جس کا صحیح مفہوم ہمہ تن، کیفیّت مقام و زمان، اور نوعیّت سوال و جواب سے متعلق تھا، جو ہرگز ہرگز اس خیال سے نہیں کی گئی تھی کہ بعد میں جاکر مدوّن ہو اور بندگان خدا کی مستقل اور دوامی ہدایت کا باعث ہو، ایسا منقول کلام ضبط تحریر میں آکر، اُمت کو کوئی یقینی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ خیرالانام علیہ التحیۃ والسلام کی وفات کے بعد کتاب خدا، یا اُن کے دل اُنکے لئے بس تھے۔ یہ وجوہ تھے جن کے باعث اکثر، بلکہ بلا استثنا

سب صحابہ کرامؓ، احادیث کی جمع و کتابت کے شدید مخالف تھے حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ احادیث کا ٹھیک طور پر جمع ہونا از بس مشکل امر ہے، اور ان کی تدوین سے لامحالہ وہی خرابی پیدا ہوگی جو یہود کے ہاں جمع روایات و مزخرفات فقعص سے بالآخر ہوئی۔ یہی حکمت نہ صرف اصحاب رسولؐ بلکہ تابعین عظام کے ذہنوں میں بھی گھر کر گئی تھی۔ دین کے متعلق، کتاب خدا کے ماسوا کسی عقیدے کی تدوین ان کو بیحد ناگوار گزرتی تھی۔ا اس حقیقت کبریٰ کا مقصود بالذات حفظ تخیل اور تحفظ اسلام کے سوا کچھ نہ تھا! وہ نہیں چاہتے تھے کہ توحید جس کا صحیح مقام انسان کا ذہن و قلب ہے، جس کا سچا احساس بشر کے باطن اور کیفیت دروں میں ہے، صفحۂ قرطاس، پر اُتر کر بے اثر ہو جائے، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (۸:۲)۔ یہی باعث تھا کہ نبی پاکؐ کے زمانے میں قرآن کا نقش تخیل بھی تمامتر ذہنوں، سینوں، اور جگروں کے اندر تھا۔ یہی حفظ قرآنؐ کا سچا فلسفہ، اور دل میں یاد رکھنے کی بے حساب و برکت، تھی۔ اکثر مورخین کا خیال ہے کہ عرب کا اکثر دارومدار حافظہ پر تھا اور فن تصنیف و کتابت بھی اس وقت محض ابتدائی حالت میں تھے، اس لئے اول اول مذہب کی تدوین نہ ہو سکی، اور قرآن طوطے کی طرح رٹ لیا گیا محض کذب و غلط اور سطح بینی ہے۔ سبع معلقات کی دیدہ زیب زرنگاری، اور فاروق اعظمؓ کے اکثر دواوین نظم و نسق اور وسائل تحریر و کتابت کے باوجود قرآن کریم کی عام تدوین اور تحریری اشاعت

ا۔ انا نکتب ماقدموا و اثارھم کل شی احصینا فی امام مبین○
کلام الٰہی میں ہے کہ۔ اور بے جا اسی طرح کی آیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام میں یہی کتابت ہی دراصل بہتر ذریعہ کسی شے کو محفوظ کرنے کا تھا ورنہ خدا کہتا ہے کہ انا نحفظ......

خلیفہؓ ثالث کے عہد سے پہلے نہ ہوتی غزوۂ یمامہ کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضؓ خلیفۃ الرسولؐ کے پاس تشریف لائے اور حافظین قرآن کے قتل ہو جانے کے باعث کتاب خدا کے ضائع ہو جانے کا احتمال، اور جمع قرآن کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے توقف کیا اور کہا کہ "میں کیونکر وہ کام کروں جو خود رسول خداؐ نے نہیں کیا۔" بالآخر اُن کے اصرار پر صرف ایک نسخہ مرتب کیا گیا جو خلفائے راشدین کی تحویل میں رہا۔ بعینہٖ یہی تائل صحابۂ کرام اور تابعین کو تحریر اصول، تحدید عقائد حتیٰ کہ کلام الٰہی کی کوئی تفسیر لکھنے سے بھی منع کرتا رہا۔ سعید ابن جُبیرؓ سے جو کہ تابعین میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے کسی شخص نے آکر کہا کہ آپ قرآن کی تفسیر لکھیں۔ یہ سنکر ان کا چہرہ غُصّے سے تمتما اُٹھا اور کہا کہ "اگر کوئی بدبخت بھی میرے پاس آئے تو میں اس شخص سے زیادہ اُس کو پسند کروں گا" یہ تھا وہ سچا جذبۂ دین، اور یہ تھی وہ اسلامی عصبیت جس کے زور پر قرونِ اولیٰ کے مسلمان اطاعت خدا و رسول کا حق ادا کر گئے تھے حفظِ اسلام کی یہ وہ عملی تدبیر، اور دین خدا کی یہ وہ صحیح تعظیم تھی جس نے اُنہیں، التہاب دروں اور عشقِ عمل کے ہوتے ہوئے، تحریر و نظر کے مُضر اور روح کش اثرات سے بے نیاز کر دیا تھا۔ ایک حقیقت نگار شاعر کا قول ہے :۔

جس دل میں ہو پرتوِ کرسی و عرش، اس دل کی بلندی صلِّ علیٰ
جس سینے میں قرآن اُترا ہو اس سینے کی عظمت کیا کہنا!

لیکن خیر القرون کے مسلمانوں کی یہ نادر اور دور رس حکمتِ عملی، فی الحقیقت شارع اسلام کی براہِ راست ہدایت و تعلیم کا نقش اثر تھی۔ رسُول خدا کا فیضان علم و عمل،

قرآن کریم کی بے مثال اور حیات انگیز تعلیم کو ہمہ تن سینوں کے سپرد کر گیا تھا۔ توحید کی جلیل القدر عظمت قلوب اور اعضا میں اثر کر چکی تھی۔ قرآن کا بلا شبہ بالآخر ایک کتاب کی صورت میں روئے زمین پر شائع ہونا مقصود خدا تھا مگر عہد رسالت میں اس کے مقاصد دلوں کی تختیوں پر لکھے جا چکے تھے۔ خدا کے اس برگزیدہ پیغمبر اور دانائے آئین جہان نے، اقلاً اپنی عین حیات میں، توحید کے محشر انگیز تخیل کو قلوب سے محو نہ ہونے دیا۔ اُن کے نزدیک اسلام سراپا ایک دعوت تھی جس کی بنیاد درس و تدریس کی خیال آرائیوں، اور تعلیم و تعلّم کی خانہ نشینیوں اور عینک پوشیوں کی بجائے یکسر کسب و عمل پر تھی۔ اسی نقطۂ نظر سے خلفائے راشدین بھی اہلِ عرب کا خانہ آباد اور متمدّن ہونا پسند نہ کرتے اور اُن کو حتی الامکان تدوین کتب سے باز رکھتے تھے۔ اسی عصبیّت اور اضطرار عمل کو برقرار رکھنے کی غرض سے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں اہل عرب کو زراعت اور ایسے اور خانہ نشان پیشوں سے منع کر دیا تھا۔ مگر خاص احادیث کے متعلق جو مستقل رویّہ سرور کائناتؐ کا اپنی طول حیات میں رہا مسلمانان عالم کے لئے بطور خود ایک عبرت آموز سبق تھا! امام مسلمؒ کے اپنے صحیح مجموعۂ احادیث کے مطابق نبیؐ خدا نے جمع احادیث کے متعلق بالصراحت کہا کہ "میری طرف سے بجز قرآن کے کچھ معرضِ تحریر میں نہ لاؤ! اور اگر کسی نے قلمبند کیا ہو تو اس کو مٹا ڈالنا چاہیئے"۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک نے احادیث کو لکھنے سے منع فرمایا اور کہا کہ "پہلی قومیں لکھنے ہی سے گمراہ ہوئیں"! آہ لیکن جس امت نے عشق رسولؐ کے بہانے سے، رحمۃ للعالمینؐ کے صریح حکم کے برخلاف گمراہی کو خود تلاش کیا ہو۔ جس نے خلفائے راشدین اور صحابۂ عظام کے معمول کو بالائے طاق رکھ کر ہلاکت

کو اپنے ہاتھوں خریدا ہو جس نے تلاشِ رسولؐ کے غلط ارمان میں، اور اسوۂ حسنہ کے مفہوم کو غلط سمجھکر اور اس میں توغّلِ عظیم کرکے خودکشی کو اپنا دوست بنالیا ہو اور خدا کے صریح احکام کو پسِ پشت ڈالا ہو، يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ ۱؎ (۴: ۱۷۱)

اس کی ہٹ دھرمی اور ضد، بے مبالاتی اور جہالت میں کیا شک ہے ؟ آج وہ قوم عمل کو چھوڑ کر، عقائد و نظر کے اشغالِ لامتناہیہ و ظنون واہمہ میں کچھ ایسی بے طرح پھنسی ہے۔ اور صدیوں کے تقدم و عمران کے بعد اپنی آبائی فلاکت، اور موروثی جہل کی طرف کچھ ایسی اُلٹے پاؤں پھر گئی ہے کہ ایک عالم اس کی بدامتیازی کی ہنسی اُڑا رہا ہے!

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِیْنَ ○ (۳: ۱۴۳)

اور اے لوگو! محمدؐ اس سے بڑھ کر اور کیا ہے کہ تمہاری طرف ہمارا بھیجا ہوا ایک بندہ ہے اور بس۔ وہ کوئی انوکھا رسول یا مافوق الفطرت بشر نہیں ہے جو تم ہر بات میں اُسی پر تکیہ لگائے بیٹھے رہو۔ اس سے پہلے اور بھی اسی قطع کے رسول ہو گزرے ہیں اور مر چکے ہیں۔ تو اگر یہ اپنی طبعی موت سے مر جائیں یا بالفرض مارے جائیں تو کیا تم اس کی برسوں میں دی ہوئی ہدایت، بانستعمان پر پیدا کیا ہوا عمل چھوڑ کر اُلٹے پیروں کفر کی طرف پھر جاؤ گے یا ہاتھ پر ہاتھ دھر کر ایک دوسرے کے مونہوں کو تکتے رہو گے۔ اور یاد رکھو کہ جو شخص رسولِ خدا کے بعد پھر اپنی آبائی بداعمالیوں اور غفلتوں کی طرف لوٹ

۱؎ اے اہلِ کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور خدا کے متعلق جو بات کہو سچی کہو، مسیح ابن مریمؑ تو صرف خدا کا رسولؑ تھا (اس کا بیٹا نہ تھا) البتہ خدا کا کلمہ ضرور تھا جس کو اس نے مریمؑ کی طرف ڈالا۔

گیا وہ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ اور خدا عنقریب انہی لوگوں کو نیک عوض دے گا جو احکام الٰہی کی دل سے قدر کر کے ان پر عمل کرتے ہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (۵: ۷۷-۷۹)

تَرٰي كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (۵: ۸۰-۸۱)

اے پیغمبر! کتاب خدا کے وارثوں کو کہہ دو کہ اے اہل کتاب! خدا کے بنائے ہوئے دین میں ناروا غلوّ نہ کرو۔ اس کے سیدھے سادے احکام میں ناحق پیچیدگیاں اور ناجائز مشکلیں پیدا نہ کرو، ان کی دور از کار تاویلیں نہ کرو، ذرہ ذرہ سی بات پر بال کی کھال نہ نکالا کرو۔ اور ان لوگوں کی ذاتی خواہشوں اور نفسانی اغراض پر نہ چلو جو تم سے پہلے راہ راست سے بھٹک گئے ہیں، کئی پشتوں اور قرنوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور ہموار رستے سے بھٹک کر غلوّ، تاویل، تفریق اور تقلید کے ناہموار رستوں پر چل رہے ہیں۔

مسلمانو! بگوش ہوش سن رکھو کہ بنی اسرائیل میں سے بھی جن لوگوں نے احکام خدا کا عملاً انکار کیا تھا، غلوّ فی الدین کر کے مذہب کی صورت مسخ کر دی تھی اور اسی وجہ سے کفر کی حد تک پہنچ چکے تھے اُن پر ان کے اپنے پیغمبروں یعنی داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی درشت گوئیوں اور بددعاؤں کی وجہ سے خدا کی پھٹکار پڑی تھی، خدا نے ان کو بدحال کر کے ہلاک کر دیا تھا اور یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ احکام خدا کی صریح نافرمانی کیا کرتے تھے اور غلوّ فی الدین کر کے حد سے بڑھے جاتے تھے۔ منع کی ہوئی باتوں کو ایک بار

کرکے پھر اس سے باز نہ آتے تھے، اور جو کچھ کرتے تھے بہت ہی بُرا کرتے تھے مسلمانو! تم ان افعال شنیعہ سے قطعاً احتراز کرتے رہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اپنے پیغمبر ہی کی بددعا سے تم بھی پھٹکارے جاؤ! (۵:۷۷-۹۰)

اے پیغمبر! آج تو ان یہودیوں کو دیکھ رہا ہے (اور اُنہی کو نہیں بلکہ عہدِ حاضر کے مسلمانوں کو بھی) کہ اپنی جماعت کو چھوڑ کر کفار اور غیر جماعت کے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں ان کے ساتھ محبت اور موالات سے پیش آتے ہیں حالانکہ اغیار سے موالات کر کے اپنی جماعت کو نقصان پہنچانا ایمان کے نقیض ہے آہ! انہوں نے اپنے حق میں بہت ہی بُری تمہید اُٹھائی ہوئی ہے اپنی ہلاکت کی راہ میں خوب کانٹے بوئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو گیا ہے کہ خدا ان سے ناراض ہو گیا ہے اور یہ لوگ عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور اگر یہ لوگ صحیح معنوں میں اللہ اور اپنے نبی (موسیٰ علیہ السلام) پر ایمان لاتے اور اس تورات پر عمل کرتے جو اُن پر اتاری گئی تو کبھی اپنوں کو چھوڑ کر غیروں کے دوست نہ بنتے لیکن ان میں اکثر فاسق ہیں اور ان کی اجتماعی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

پس اے رسول خدا کے نافرمان اُمتیو، اور اے نبیؐ پاک کی نعش کے پرستارو! آج تمہاری نابینئ توحید اور نادانی قرآن کی بڑی وجہ یہی فتنۂ کتابت ہے۔ اسی انداز تعلیم و تعلم نے تمہارے تخیل کو منقسم و منعطف نیات کو پراگندہ، طاقت عمل کو بے اثر، اور حوصلوں کو کالعدم کر دیا ہے۔ تمہارے اسلاف کے پیش نظر جذبات کے کارکن تلاطم، اور عمل کے رہنما دریا تھے مگر تم نے ان کی محرک تصویر کاغذ کے بے اثر حروف میں کھینچنی چاہی! تمہارے اجداد کو توحید نے، سب سے توڑ کر، ربّ لم یزل سے جوڑ دیا تھا مگر تم نے یہ ناممکن البیان کیف عاجز اور بے بس قلم کے سپرد کر دیا! تم کبھی خدا سنکر، کانپنے اور لرزنے والے تھے مگر تم نے یہ ملکوتی تڑپ ناتواں لفظوں، اور بےحس ورقوں کے حوالے کر دی! تم ماسوا کو بیشک ہیچ سمجھا کرتے

تھے ، مگر تم نے وہ ربّانی غنا اور وہ قدّوسی دل پرُنہ کاغذ پر لکھ کر محو کر دئے! تم گودڑیاں پہن کر محمّد کا پروانہ لئے ہوئے قیصرو کسریٰ کے تخت پر بے دھڑک بیٹھ جاتے تھے مگر آہ! تم نے وہ لاہوتی جگر کتابوں پر رکھ کر مسخ کر دئے! تمہارے سینے عصبیت کے سربمہر ہیجانوں کے امین، اور تمہارے دل توحید کے سربکف عندیّوں کے نشیمن تھے مگر افسوس! تم ان سینوں اور دلوں کو کتابوں پر چیر کر کیا دکھا سکتے تھے۔ تم وہ مضغہ ہائے دل، اور وہ پارہ ہائے جگر صفحۂ قرطاس پر کہاں چپکا سکتے تھے۔ تم شہدائے خدا کی شہادت، ان کی کیفیت قلب، ان کی تڑپ اور ولولے، ان کی وجدانیّت اور حال و قال، بیچاری کلکِ نَے سے کیا لکھوا سکتے تھے۔ تم میں اولوالعزم انبیا جیسا اسلوب عمل اثر، اور رسولوں کا سا طلسم امتثال امَر کہاں سے آگیا تھا جو اپنے زور قلم اور نفوذ حکم سے ہی ایک عالم کے جذبات کو زندہ رکھ سکتے۔ تمہارے تخیّل کے بہترین محافظ انسان اور ان کے عمل تھے! اُن کے گوشت اور خون سے بنے ہوئے دل اور جگر تھے! اُن کی خموش اور سوختہ زبانیں تھیں! اُن کے مرعوب خدا اور مستغنی ماسوا قلب تھے! اُن کی راتوں کے وقت مصیبت کشا چیخیں تھیں، اُن کے دنوں کو جہاد بالسّیف تھے! ان کے سفروں پر رتجگے تھے، اُن کی میدانوں میں پنجوقتہ کراہیں تھیں! ان کی چیتھڑوں کے پرتلوں میں حمائل کی ہوئی تلواریں تھیں، اُن کے رسیوں سے مرمت کئے ہوئے نیزے تھے! اُن کی کسریٰ کے محلوں میں صید بازیاں اور آتشکدوں کے مناروں پر اللہ اکبر تھے! اُن کے فراخ اور محبت پذیر حوصلے تھے! ان کا ہر انسان سے شیوۂ سلوک تھا! تم اس ناممکن الرقم حال کو ضبط تحریر میں کیا لا سکتے، تم اس ارتعاش و حرکت ،

اس تلملاہٹ اور اُٹھان، اس جوش اور اُبال کا خاکہ تفسیر و تراجم میں کیا عیاں کر سکتے!
قرآن کی تفسیر و تشریح فی الحقیقت خدا کے بندے تھے کتاب خدا صرف تمہارے
قلبی تصور کی ایزدی سند، اور تمہارے اعمال کی الٰہی راہ نما تھی۔ بجائے خود تخیل نہ تھی وہ
یقین خدا جو تمہارے دلوں پر قرنوں تک جما رہا، درس قرآن کا پیدا کیا ہوا
بیشتر نہ تھا۔ وہ اس رحمۃ للعالمینؐ کی صحبت اور شہادت کا نقش تھا جو تم نے
قبول کر لیا تھا، یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا
مُّنِیْرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝[۱] (۳۳: ۴۵-۴۷) اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ۙ
شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ (۷۳: ۱۵)؛ وہ اُن صالح العمل انسانوں کی
صبر گسل محنتوں کا اثر تھا جو تمام عمر خدا کی عینی گواہی دیتے دیتے چل بسے، لِیَكُوْنَ
الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ[۲] (۲۲: ۷۸)؛ وہ اس محلہ اتحاد و عمل کی
خوبی تھی جس کے حیطۂ اثر میں تم سب آ گئے تھے؛ وہ اس تحیۂ احسان و اصلاح
کی آبیاری تھی جس کی لہر تم سب کو سعی و عمل میں تر بتر کر دیتی تھیں! یہی وہ سچی ہدایت اور
بے مثال رہ نمائی تھی جو عربیت قرآن، بلاغت و فصاحت اور تناسب الفاظ سب سے
قطع نظر کر کے، خدائے عظیم کا یہ کارکن، اور اولوالعزم نبیؐ تم کو اپنی مدۃ العمر سعی و
جدل کے بعد دے گیا تھا۔ یہی وہ منبع الحصول ہُدیٰ اور بطی الاثر تقلب قلوب ماہیت تھی جس نے

۱۔ اے نبیؐ! ہم نے در حقیقت تم کو لوگوں پر (خدا کے موجود ہونے کی زندہ) گواہی دینے والا' (عزت اور غلبے کی سچی) خوشخبری دینے والا اور (ذلت اور شکست سے بچ بچ) ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور خدا کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف کامیاب طور پر بلانے والا اور (ہدایت پانے کیلئے) روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اور تو ایمانداروں کو خوشخبری دے دے کہ ان کو اللہ کی طرف سے بڑی فراخی ملنے والی ہے۔

۲۔ یہ سب اس لئے کہ رسولؐ تو خدا کے آقائے تاجدار ہونے کی تمہیں گواہی دیتے رہیں' اور تم تمام جہاں کے سامنے اپنے اعمال کے ذریعے سے خدا کے وجود کی زندہ شہادت بنو!

آسمان وزمین بدل دیئے تھے، جس نے ایک عالم کو خدائے واحد کی عبادت پر متفق العمل کرکے اُس کے آگے ہمہ تن سربسجود کر دیا تھا، يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ (۱۴: ۴۸، ۴۹) جس نے ہر مجرم اور مفسد قوم کو لوائے محمدؐ کے نیچے پا بہ زنجیر کھڑا کرکے دین اسلام کا بول بالا کر دیا تھا؛ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝[۱] (۹: ۶۱) قرآن اب بھی تمہارے پاس بعینہٖ موجود ہے، اس میں ایک حرف جتنا ردّ و بدل نہیں ہوا، اس کی ہدایت پکار پکار کر تمہیں بُلا رہی ہے مگر تم آج اُسی طرح کیوں نہیں مانتے، آج وہ ہُدیٰ کدھر ہے تم میں وہ تخیّل کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ وہ سعی و عمل کیوں ظاہر نہیں ہوتا؟ آہ! تخیّل کی کوئی زبان نہیں، اس کا کچھ اسلوب بیان نہیں، اس کو پیدا کرنے، اور قائم رکھنے والے محرر اور مقرر اکثر نہیں ہوتے، وہ پڑھ کر یا لکھ کر کچھ دیا نہیں کرتے۔ اُن کا طلسمی عمل اس نمونۂ حیات میں ہوا کرتا ہے جن کو وہ لوگوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ پھر اس کا متعدی اثر وبا کی مانند بڑھتا، اور جراثیم کی طرح پھیلتا جاتا ہے؛ اس کی حِدّت تن بدن میں آگ لگا دیتی ہے، دل کی مشعلیں جل اُٹھتی ہیں، جی جاگ جاتے ہیں؛ یہی وہ میراث عظیم تھی جو رسُول خدا نے تمہارے قبضے میں دے دی تھی، یہی وہ گرانقدر دولت تھی جس کو سینوں میں مُقفّل رکھنے کی ہدایت کر گئے تھے، اسی برتے پر تم نے ایک عالم کو زیر کرنا تھا، اسی کے بل بوتے پر اقوام جہاں یک رائے و یک یقین ہو جاتی تھیں۔ آہ! مگر تم نے اس سب کیف وحال کو عرصۂ دل سے نکال کر تنگ نائے

۱۔ خدا وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو یہ عظیم الشان ہدایت اور سچا دین (راہ عمل) دے کر بھیجا تاکہ اس کے زور اثر سے باقی سب غلط راہائے عمل پر غالب آجائے اگرچہ دشمنوں کو برا ہی لگے۔

قرطاس، اور نقش کدہ کتاب پر دھر دیا۔ حروف کی گولائیاں، الفاظ کی نُدرتیں، بندش کی چُستیاں، مطالب کے نظریئے، مفسرین کی بلند بینیاں، تمہارے شغل واشغال بن گئے! تم اُٹھنے اور کرنے کی بجائے، دیکھنے اور واہ واہ کرنے کے عادی بن گئے، تم عمل کو چھوڑ کر نقل کے مسحور ہو گئے! خدا و رسول کے علم ویقین سے قطع نظر کر کے بندوں کی شریعتوں اور خیال آرائیوں، راؤں اور طریقوں کے حامل بن گئے! تمہیں تیئیس[۲۳] برس کے جانکاہ مصائب کے بعد ایمان کی حقیقت بتائی گئی تھی، تمہارا خدا خدا کر کے کفر توڑا گیا تھا، تمہارے ذہنوں اور دلوں کے اندر بصد مشکل، توحید بھر دی گئی تھی، خدا کا ڈر متشخص کر دیا تھا، تمہیں **ولایت خدا اور دوستی رب العرش** پر آمادہ عمل کر کے، ایک عالم کو متحرک کر دیا تھا، کفر کی ہولناک سزائیں، شرک کی بے امان عقوبتیں، جہنم کے دہکتے ہوئے شعلے، عذاب کی ناگہاں بجلیاں، تم پر بالآخر یہ سریع السیر اور یہ آشکارا ہو گئیں تھیں کہ تم اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ تم نے خدا کی اور غلامی اور رب العرش کی عبادت میں وہ لطف دیکھ لیا تھا کہ جہاں جاتے تھے سلطنتیں تم پر نثار، اور زمین خدا تم پر قربان ہوتی تھی! تمہیں صلوٰۃ و زکوٰۃ، توبہ و استغفار کا وہ رنگ نظر آ گیا تھا کہ جدھر مُنہ اُٹھاتے تھے قوّت اور دولت کے مینہ لگاتار برستے، جنّات اور نہریں تمہارے استقبال کو دوڑتیں۔ مگر تم نے رفتہ رفتہ خدا کی اس تمام ذہنی تصویر کو رد کر دیا گھوڑوں کی پیٹھ، اور پتھروں کے مُصلّے چھوڑ کر زنانخانوں میں آ گھسے، مردوں کے ڈھنگ، اور شہدا کے اطوار کو خیر باد کہہ کر ربّات الحجال بن گئے، عورتوں کی طرح کتابوں کا نقاب اوڑھ لیا۔ عقائد کی تدوین شروع کر دی! پھر تم نے تیئیس برس کے درسِ ایمان کا حق کلمہ شہادت کے دو جملوں میں ادا کر دیا، عبادت نماز کی چند رکعتوں میں ختم کر دی، توحید

خدا کو مُنہ سے ایک کہنے پر بس کر دی، کسی ننگ دھڑنگ وجود کو چار پیسے دے کر، جہاد بالمال کر لیا، جہاد بالسّیف کو گراں سمجھ کر، جہاد بالقلم قائم کیا، فی سبیل اللہ، کے جانفزا نعرے کو گداگروں کے سپرد کر دیا، ترتیل و حفظ قرآن رسمیں بن گئیں، اہل کتاب کو "مشرک" اور "کافر" بنا کر اپنے آپ کو موحّد قرار دیا، دنیا طلبی کی بُرائیاں قرآن میں غلط دیکھ کر، سلطنتوں اور حکومتوں پر لات مارنی شروع کی، تسبیحوں، دیدہ زیب آفتابوں اور مُصلّاؤں کو یکسر پکڑ لیا گویا اپنے زعم میں سب سے قطع کر کے، خدا کے ساتھ رشتہ جوڑ لیا۔ تب ائتلاف اُمّت اور اتحاد عمل کی برکتیں تم میں مفقود ہونے لگیں، اطاعت کے کرشمے نظروں سے اوجھل ہونے لگے، دنیا کی قوموں پر تمہارا ہول کم ہوتا گیا، تمہارے نظم و نسق کی ہوا اُکھڑنے لگی، تمہارے شیرازے کے دھاگے یک بیک ٹوٹنے لگے، پھر فرقہ بازیوں اور مذہب نوازیوں نے رفتہ رفتہ تمہاری وحدت اور عصبیت کی جڑ کھوکھلی کر دی، خلافت کو کئی مرکزوں میں تقسیم کیا، ملک ایک ایک کر کے چھنتے گئے، سلطنت کے ثغور و حدود تنگ ہو گئے۔ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۖ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ[1] (۳۴:۱۷) اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۟ (۳۸:۱۴) "قسمت" کے یہ رنگ، اور زمانے کے یہ نا روا ڈھنگ دے کر، پھر تمہیں اپنے خدا سے شرم آنے لگی، تم میں دین کی اشاعت کے حوصلے پست ہو گئے، تم میں خدا کا آوازہ بلند کرنے کی دلیریاں نہ رہیں تم میں روٹھے ہوئے اللہ کو منانے کے جگر نہ رہے! پھر جب اس ناہنجار صلاح اس قسی القلب عبادت، اور ناکار بر آرہ تقویٰ نے خدا کی دنیا وہی زمین تم پر تنگ کر دی، تم اس کے وارث نہ رہے اور زبور کے قدیم فیصلے کے رُو سے حلقۂ صلاح و عبودیت سے دفتہ

۱۔ یہ تھی سزا جو ہم نے ان کو کفر کی پاداش میں دی اور کیا سوائے کافر قوموں کے ہم کسی اور کو بھی ایسا بدلہ دیتے ہیں؟

رفتہ خارج کردئے گئے تو تم نے اپنا ڈیرا جنت کی موروثی کی زمینوں پر جما لیا، اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿٢١ : ١٠٥﴾، تم نے 'الارض' کے معنے ارض جنت اور 'صلاح' کے معنے تسبیح گردانی کر کے پشت در پشت مسلمانوں اور کروڑ در کروڑ بندگانِ خدا کے اسلام کا خون اپنی گردنوں پر لیا؛ تم نے ان کی رہی سہی ہمتوں کو چور کر دیا، تم نے ان کے کمزور حوصلوں کو اور بھی شکست دی، تم نے کلام الٰہی کے مطالب میں دور از وہم و قیاس تحریف کر کے، جراتوں کے شبخون کئے، وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ [۱] ﴿٥ : ١٣﴾ تم نے مسلمانوں کی اقلیم قلب میں نامردیاں پھیلا دیں! تم نے اُن کی کشورِ کسب و عمل میں خرابے بکھیر دئے، تم نے صرف ان دو آیتوں کے مطالب کی غلط تبلیغ و اشاعت سے کروڑہا خلقِ خدا کو اعتکاف خانوں میں بند کر دیا، ان کے شریف، پاکیزہ اور احسن الخلق اعضا کو بیکار کیا، ان کو تسبیحوں کی اضطراری گردش میں محو کر کے، توحید کی عظمت کو دریا غرق کر دیا؛ اُن کی حیرت انگیز قوائے عاملہ، اُن کے بے مثال انگیز و تحمل، اُن کی طاقت شب زندہ داری اور جفا برداری کو غلط رستے پر چلا کر مسرف اور مفسد بنے، اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢ : ٢٧﴾ فساد نقل، اور فتنہ کتابت کی یہ وہ ادنیٰ شرارت تھی جس کی غلط بخشی پر تم نے اپنا خدا سے باندھا ہوا عہد توڑا، اپنے ہاتھ پاؤں کا غلط استعمال، اور فطرت کا گناہ

[۱] اور ان کے دلوں کو اپنے احکام کی تعمیل کیلئے پتھر کر دیا' پھر وہ اس قدر جمودزدہ اور غافل ہو گئے کہ ہمارے کلمات اور احکام کو ان کے مناسب موقعوں سے ہٹا کر ان کے الٰہی مقاصد میں حسب مطلب ردوبدل کرنے لگے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ) مکرو تاویل سے اپنے آرام کیلئے ان میں معنوی تحریفیں پیدا کیں 'یحرفون الکم عن مواضعہ اور یہی نہیں بلکہ اسی تن آسانی اور آرام پسندی کے باعث رفتہ رفتہ اس درس الٰہی کے ایک اہم حصے کو بھول گئے جو ان کو اچھی طرح یاد دلایا گیا تھا۔

عظیم کر کے زمین میں فساد برپا کر دیا، آج کے بڑے روز حساب سے بےخوف ہو کر بے وقوف بنے، اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ (۱۳: ۱۹-۲۱)، اپنے اعضا کو بیکار وشل کر کے ذلت اور لعنت کا طوق گلوں میں ڈالا، وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (۱۳: ۲۵)۔ الغرض تم نے شارحین کی غلط راؤں، قیاسوں اور مجمل فیصلوں پر اعتبار کر کے، اپنے آپ کو سپرد اجل کر دیا! جنّت کا وعدہ تم سے ایک ہی شرط پر کیا گیا تھا، اور وہ شرط غلبۂ اسلام تھی، اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ [ا] (۹: ۱۱۱)، مگر تم نے چوتڑوں پر بیٹھ کر رام رام جپنے میں دین کی فتح سمجھی، تم نے دانہ ہائے تسبیح کے سوراخوں کے اندر جنّت کے سبز باغ دیکھے، تم نے مشجر مصلاؤں کے گل قالین پر سے بہشت کے میوے چنے۔ نہیں تمہیں اسی رہبانیت کی نفس کشی اور گوشہ نشینی کے فقر و افلاس میں جنّت کی تکمیل شرط نظر آئی، تم نے اسی روح شکن، اور مضعف ایمان و اعضا عبادت کو جہاد بالنفس سمجھا، تم نے تابعین کرام صحابہ عظام، بلکہ خود سرور عالم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اسوۂ قتال کو نظر انداز کر کے 'صلاح' کا غلط تخیل، مفسرین کے تفنن راتے پر، دلوں میں قائم کیا۔ آہ! مگر بیچارے شارحین قرآن ہی کیا قصور وار نہیے انسان کے عاجز قلم تمہیں کیا کیا دکھا

○ زمین کے وارث تو ہمارے صالح العمل بندے ہی ہیں۔

ا۔ بیشک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس وعدے پر خرید لئے ہیں کہ ان کے بدلے انہیں اخروی جنت دے گا۔ یہ لوگ اب خدا کے نام کا ڈنکا بجانے کی خاطر دشمنوں سے لڑتے ہیں ان کو قتل کرتے ہیں اور آپ بھی قتل ہوتے ہیں۔

سکتے تھے، وہ دو لفظوں کے اندر 'صلاح' کی کیا تشریحیں کر سکتے تھے، وہ قلم بر داشتہ 'عبادت' کا کیا رنگ جما سکتے تھے۔ تم نے خود غلط دیکھا اور غلط سمجھا۔ فرمودۂ خدا کی صحیح تصویر تمہارے ذہنوں میں تبھی قائم رہ سکتی تھی جب تمہارے اسلاف صالحین کی عملی روایتیں، بتواتر عمل، تم تک پہنچتیں! تمہارا سلسلہ خدا سے ٹوٹ گیا تھا، پھر سلف راشدین سے ٹوٹ گیا، قرآن کے سچے عالمین سے ٹوٹ گیا۔ اب اللہ کی رسی کو چھوڑ کر، رشتۂ تسبیح سے کیا جڑ سکے گا جب تم آپ منکوں کی طرح روئے زمین پر بکھر چکے ہو، آج تمہیں غمزدوں کی یہ تنقید بھی بری لگتی ہے، اُسے بے دھڑک شرک جلی، کفر و فسق، اور نہ جانے کیا کیا کہہ دو گے۔ مگر آہ! تمہیں کیا خبر کہ تمہاری داستان پیشین میں ایک وہ زمانہ تھا جب کہ قرآن کی تفسیر لکھنا بھی اسلام کے نقطۂ نظر سے گناہ اور جرم تھا!

بارے گہر نمی کشد این تار نازک ست
کم گو سخن کہ خاطر دلدار نازک ست

يَآ أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ يَآ أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (۳:۶۹-۷۰)

اے کتاب خدا کے وارثو! تم کیوں خدا کے صریح اور ناقابل انکار احکام کے بارے میں انکار کا باطنی پہلو دلوں میں چھپائے بیٹھے ہو، کیوں ان کے مقاصد کو نظر انداز کرتے ہو، ان میں تاویل اور مکر پیدا کرتے ہو حالانکہ تم ان کی غرض و غایت کو صاف دیکھ رہے ہو (وانتم تشھدون)، اے کتاب خدا کے عالمو! تم کیوں حق بات اور صریح حکموں کو باطل کا لباس پہنا کر ان کی اصلیت کو مسخ کر دیتے ہو اور جان بوجھ کر حقیقت اور واقع الامر کو تاویل کے پردوں میں چھپا دیتے ہو تا کہ تمہارے ذاتی عیوب اور کامجوریاں چھپی رہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ○
قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا
عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (۳: ۹۸-۹۹)

اے پیغمبر! قانونِ خدا کے حاملوں سے کہو کہ اے کتابِ خدا کے وارثو! تم کیوں احکامِ خدا کے بارے میں عملاً انکار کا پہلو قائم کر رہے ہو حالانکہ جو کچھ تم عمل کر رہے ہو خدا اس کو بغور دیکھ رہا ہے۔ اے اہلِ کتاب! تم کیوں خدا کے بتائے ہوئے سیدھے رستے میں مکر کے پہلو نکال نکال کر اور تاویل کے زاویے کاٹ کاٹ کر اس کو کج بنانے کے درپے ہو اور ایمان والوں کو اس پر چلنے سے روک رہے ہو (کیوں جہاد فی سبیل اللہ کی عظیم الشان حکمت کی ناروا تشریحیں کر کے اپنی عیب پوشی کرتے ہو، کیوں زکوٰۃ کی صورت مسخ کر رہے ہو، توحید کو آسان بناتے ہو، جنت کو سہل الحصول ظاہر کر رہے ہو، وغیرہ وغیرہ) حالانکہ تم جو کچھ کر رہے ہو جان بوجھ کر کر رہے ہو۔ (وانتم شہداء) اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے خدا ایک لحظہ غافل نہیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○ (۲: ۲۱۴)

مسلمانو! کیا تم نے اپنے زعم میں یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا کو منہ سے خدا کہہ کر مزے سے بہشت میں جا داخل ہو گے حالانکہ ابھی تک تمہاری وہ حالت نہیں ہوئی جو تم سے پہلے ایمان والوں کی تھی۔ انہوں نے اعلائے دین اور حفاظتِ اسلام کی خاطر وہ وہ سختیاں، وہ وہ دردناک تکلیفیں اٹھائیں اور ان کے ضمن میں ان کے ایمان شدتِ ایذا اور تسلسلِ تکلیف کی وجہ سے یہ ڈگمگائے کہ خود پیغمبر اور ان کے ایمان والے ساتھی بھی چلا اٹھے کہ اے خدا تیری مدد کے آنے کا کوئی وقت بھی ہے۔ پھر ہم نے ان کو تسلی دی اور کہا اے ایمان والو! سنبھلو سنبھلو خدا کی مدد کا وقت قریب آ لگا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا

مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (٣ : ١٤١)

مسلمانو! کیا تم اس گمان میں ہو کہ خدا کو منہ سے خدا کہہ کر جھٹ پٹ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ خدا نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو جانا پہچانا ہی نہیں جو اس کی راہ میں قتال بالسیف کرتے ہیں اور اعلائے کلمۃ الحق اور تقویت اسلام کے لئے مدۃ العمر تکلیفیں برداشت کرتے ہیں۔

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ

من کتاب

تذکرہ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝
رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا
وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (بقرہ) رَبَّنَا اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ
اَمْرِنَا (آل عمران) وَاَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (بقرہ) رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ
لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا
وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ
لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ
فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا
لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ (آل عمران)

دنیائے علم و خبر کے مفکر اعظم اور نقیب فطرت

حضرت علامہ مشرقیؒ کی تہلکہ مچا دینے والی تصانیف

خریطہ

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ (1963ء - 1888ء) نے 1902ء تا 1909ء کے درمیان 14 برس کی عمر میں 126 رباعیوں اور 170 شعروں پر مشتمل ایک فارسی تصنیف 7 فروری 1924ء کو شائع کی جو خریطہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس کا دیباچہ اردو میں تحریر کیا۔ خریطہ کے اس ولولہ انگیز اور روح پرور دیباچے کو پڑھ کر تقریباً" پانچ ہزار شاعروں نے اقرار کیا کہ انہوں نے شاعری ترک کر دی ہے اس کے بعد حضرت علامہؒ نے نصف صدی تک شاعری کو خیر آباد کہہ دیا۔

تذکرہ

اول - دوم - سوم

● کتاب تذکرہ 3 ستمبر 1920ء میں حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ نے پشاور میں لکھنا شروع کی اور 1922ء تک اسے ہزارہا صفحات پر لکھ ڈالا۔ دو برس بعد یعنی 1924ء میں اس کی پہلی جلد (جدید ترتیب کے مطابق جلد اول دوم) امرتسر کے مقام سے شائع کی گئی۔

● مفکر اعظم اور نقیب فطرت کا قرآن حکیم کے حقائق عالیہ پر دس جلدوں میں ایک مبسوط علمی تبصرہ جس میں مسلمانان عالم کو انکی اجتماعی موت و حیات کی متعلق آخری پیغام دیا گیا۔

● صدر اسلام سے لے کر آج تک قرآن حکیم کی حکمت بالغہ پر کوئی کتاب اس قدر مدلل' اس قدر یقین انگیز' اس قدر نتیجہ خیز حتماً" نہیں لکھی گئی۔

● اس کا ایک ایک ورق الہٰی حکمت کا حیرت انگیز مرقع اور اس کی ایک ایک دلیل قرنوں کی غفلت زدہ امت کے لئے چونکا دینے والا تازیانہ ہے۔

● یہ تصنیف جلیل انبیائے کرام علیہ الصلواۃ والسلام کے پیغام اور بالخصوص قرآن حکیم کی ایک مکمل اور ناقابل بدل ایک اٹل اور علمی تشریح ہے۔ جس کو فرض اور ظن سے سروکار نہیں۔

● قرون اولیٰ کے صحیح اسلام کے ماسوا تمام مذاہب و ادیان کی تاریخ تمام اگلی بے نتیجہ تفاسیر اور تشاریح کی اغلاط کی قاطع اور انسان کے مابین سب اعتقادی فرقہ بندی کی صریح مخالف ہے۔

خطاب مصر

تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ جب 1926ء میں قاہرہ (مصر) میں موتمر خلافت کا انعقاد ہوا تو شیخ الاسلام نے حضرت علامہ مشرقیؒ کو دنیائے اسلام کے اہم ترین مسائل کے متعلق رائے دینے کے لئے

دعوت دی"

13 مئی 1926ء کو قاہرہ (مصر) میں اس موقع پر جو باطل شکن اور معرکتہ آلاراء تقریر آپ نے کی وہ مصر اور برصغیر پاک و ہند میں "خطاب مصر" کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس میں مسلمانان عالم کو آنے والے خطرات سے بچانے' طاقتور بنانے کے لئے ایک عالمگیر پروگرام پیش کیا گیا۔

اشارات

خاکسار اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ نے یکم اگست 1931ء میں "اشارات" کے نام سے قوم کی اصلاح کے لئے عملی پروگرام پیش کر دیا۔

جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ۔

- قوم اور اس کے راہنماء ایک مشترکہ عمل سے جنم لیتے ہیں۔
- انہوں نے اسلام کی ماہیت اور اس کو غالب کرنے کا طریقہ کار بتلا دیا۔
- انہوں نے کہا کہ اگر مسلمان اس وقت سنبھل گئے اور میری کتاب "اشارات" کی تجویز کو محکم طور پر پکڑ لیاتو اب یہی زندگی کی قطعی امید ہو سکتی ہے۔

قول فیصل

15 نومبر 1935ء میں " قول فیصل" میں قوموں کا زوال اور اس کا علاج اور خاکسار تحریک کے پروگرام کی مکمل تشریح کر دی گئی۔

- وہ عظیم الشان تصنیف جس نے " خاکسار تحریک" کو چند برسوں کے اندر اندر نہ صرف ملک گیر بلکہ عالمگیر بنا دیا۔
- وہ انقلاب انگیز تصنیف جس نے مسلمانان ہند کو صدیوں بعد حجروں سے نکل کر بلا لحاظ مذہب و تفریق ایک ہی صف میں کھڑا کر کے عملاً" مساوات پیدا کر دی۔
- مسلمانوں کے اندر پھر سے بے مزد خدمت خلق کا عظیم الشان اور ناقابل یقین جذبہ پیدا کر دیا۔

مقالات (اول دوم)

- بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے مقالات" کی پہلی جلد 27 جنوری 1937ء میں طبع ہوئی۔
- ہفت روزہ الاصلاح کے مقالات افتتاحیہ" کا نقش ثانی ہے۔ جو 23 نومبر 1934ء سے 5 جون 1936ء تک شائع ہوئے۔
- مقالات کی دوسری مجلد 2 ستمبر 1943ء کو شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس میں جریدہ الاصلاح کے 5 جون 1936ء سے 16 جولائی 1937ء تک کے مقالات افتتاحیہ شامل ہیں۔

ان مقالوں میں قوم کو اس کی قوتوں کے زوال سے متعلق با خبر کیا گیا ہے' ہوش بلکہ شعور پیدا کیا گیا ہے۔ کہ قوم کن مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہے' قوم میں کیا اخلاق اور اعمال موجود ہیں' کیا ہیں جن کا زوال ہو چکا ہے اور جن کو پھر حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہونی چاہیے۔

ان مقالات کو پڑھنے کے بعد چند دنوں میں بڑے مخلص آدمی گوشوں سے نکل پڑے' جان و مال کی عظیم الشان قربانیاں فوراً ہونے لگیں۔ لکھو کھا مسلمان یکدل اور ہمخیال ہو گئے۔ محبت کی نہریں پھوٹ بہیں اور خدمت خلق کا حیران کن منظر پیدا ہو گیا۔

مولوی کا غلط مذہب

● مولوی کا غلط مذہب میں 25 ستمبر 1936ء تا 28 اگست 1938ء تک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے علاوہ تحریک کے دیگر زعماء نے اپنے مقالوں کے ذریعہ سے علمائے سوء کی جاہلانہ تعلیمات کے بخیئے ادھیڑ کر مولوی کے تین سو سالہ مذہبی تخیل کو رد کر دیا ہے۔

ان بیانات کو شاید معاندانہ اور مخالفانہ سمجھا جائے یا مولوی سے کسی ذاتی مخالفت کی تمہید یقین کی جائے لیکن بقول مشرقیؒ

"میں مولویوں اور علمائے دین کا دشمن نہیں ہوں مجھے ان سے کوئی ذاتی کاوش نہیں میں صرف ان کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل اور کم نظری کا دشمن ہوں اور مسلمان کی ذہنیت کو جلد از جلد بدلنا چاہتا ہوں۔"

خاکسار آئین (انگریزی)

برصغیر کی آزادی کے لئے خاکسار اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ نے انگریزی اقتدار کا چیلنج قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ اگر ہندوستانی ایک ایسا آئین پیش کر دیں جس پر ہندوستان کے تمام عناصر متفق ہوں تو ہم ہندوستان کو آزاد کر دیں گے۔ آپ نے نہایت قلیل مدت میں ایک متفقہ آئین جون 1945ء میں مرتب کر کے اکتوبر 1945ء میں شائع کر دیا۔ دراصل یہ آئین حقیقی معنوں میں حقوق انسانی کا علمبردار ہے۔

حریم غیب

● حضرت علامہ مشرقیؒ نے پچاس سال کے بعد قید کے دوران ایک حیرت انگیز واقع کی وجہ سے پھر شاعری کو تھوڑی مدت کے لئے اختیار کیا۔ حریم غیب 27 اکتوبر 1952ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آگئی۔

● حریم غیب کے 18 سو اشعار 10 فروری 1951ء سے 20 مئی 1951ء تک دوران کے صرف دو ماہ آٹھ دن میں چار گھنٹے روزانہ مصروفیت کی اوسط سے کہے گئے ○حریم غیب میں دین اسلام کی ماہیت کو علمی نقطہ نظر سے واضح کر کے مسلمان کو اس کے فرائض سے آگاہ کیا گیا اور ظن کے بالمقابل علم کے مقام کی قطعی تشریح کی گئی۔ الغرض شعر زدہ امت کے لئے راہ پر آنے کی ایک گنجائش حضرت علامہ مشرقیؒ نے

پھر پیدا کی ہے۔ کیا عجب کہ اسے پڑھنے کے بعد امت مسلمہ سرخرو ہو سکے۔

دہ الباب

● حضرت علامہ مشرقیؒ نے دوران قید " دہ الباب" کے تقریباً" تیرہ سو اشعار یعنی (24 دسمبر 1951ء تک کے) دو ماہ گیارہ دن میں مکمل کئے۔ دہ الباب 10 نومبر 1952ء میں شائع ہوئی۔ 64 مختلف عنوانات کے تحت یہ نظمیں ہیں اہم اہم واقعات اور آیات کی تشریح کتاب کے آخر میں " فرہنگ دہ الباب" میں کر دی گئی تاکہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

● دہ الباب میں بڑا مسئلہ علم کا دنیا پر حکم اور اس کا نبوۃ کی طرف ارتقاء ہے۔ اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ لگانے کو ابھی بڑا وقت چاہیے۔ زمین کے کسی بڑے سے بڑے حقدم اور متنور حصے نے بھی تاحال علم کی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کو ابھی تک زیادہ سے زیادہ موجودہ سیاسی حاکموں کی دست بستہ لونڈی قرار دیا ہے۔ لیکن اسلام کو چونکہ پچھلے چودہ سو برس سے دنیا کی سیاست کی تشکیل میں بڑا دخل رہا ہے اور بہت کچھ جو اس وقت تک انسان کی معاشرت میں انقلاب برپا ہوا دین انبیاء کے بے پناہ زور سے ہوا ہے اس لئے یہ امر اٹل ہے کہ انسان کی آئندہ زندگی کی تشکیل بھی اسلام پر ہو کر رہے گی

ارمغان حکیم

● حضرت علامہ مشرقیؒ نے اپنی قید کے دوران ہی شاعری پر تیسری تصنیف مکمل کی جو 23 نومبر 1952ء کو شائع ہوئی۔ جس میں تقریباً" چودہ سو اشعار یعنی (9 جولائی 1952ء تک کے) صرف تین ماہ چار دن پونے چار گھنٹے کی روزانہ کی اوسط کے حساب سے کہے گئے۔

● انہوں نے ارمغان حکیم میں غزل کے رنگ میں بلندی فکر کو جلا دی۔ جس نے شعر فہم طبقے میں ایک نئی ہلچل پیدا کر کے اس وقت کی شاعری کو بے قیمت کر دیا۔ ارمغان حکیم میں حضرت علامہؒ کا ایک اہم مقالہ بعنوان " شاعری پر نقد و نظر اور خریطہ کا دیباچہ" جو قرآن کی تعلیمات کا ماخذ ہے شامل ہے۔

حدیث القرآن

● حدیث القرآن سائنسی و مذہبی مفکر و فلاسفر اور عالم باعمل انسان حضرت علامہ مشرقیؒ کی وہ معرکتہ آلاراء تصنیف جس میں مصنف نے قرآن کی تعلیمات کو انتہائی سادہ اور آسان لفظوں میں واضح کر کے قرآن کی علمی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔

● حدیث القرآن کی تصنیف اول تا آخر قید خانہ میں ہوئی۔

● 30 مئی 1951ء کو اسے شروع کیا گیا اور دوران رمضان میں ہی 19 جون 1951ء تک یعنی (کل 20 دنوں میں) مکمل ہوئی اور 25 نومبر 1952ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔

● مصنف نے " دہ الباب" کی تمہید میں " حدیث القرآن کے متعلق وضاحت کی ہے کہ " حدیث القرآن" میں میں نے قرآن حکیم کے اختصار کو چند لفظوں میں دے دیا ہے جو صاحب نظر کو یک لخت چونکا دے تاکہ قرآن حکیم کی علمی تصویر اس میں نیا ولولہ پیدا کر دے۔ کسی امت کی نجات اس میں ہے کہ اس کے پاس حقیقت ہو اور اگر مسلمان کے پاس دنیا کی تمام موجودہ حقیقتوں میں بڑی حقیقت موجود ہے۔ تو وقت ہے کہ وہ اس کو لے کر نکلے اور دنیا کو نئی راہ پر لگا دے۔ چودہ سو برس کے "طول آمد" کے بعد یہی نسخہ ہے جو کسی قوم کو نئی زندگی دے سکتا ہے۔

● مصنف کی یادگار عالم نوبل انعام یافتہ تصنیف تذکرہ کی دس جلدوں کا اختصار

● قرآنی نقطہ نظر سے مقام خدا' مقام انبیاء' مقام الکتاب' مقام انسان' مقام فطرت' تمکن فی الارض کی علمی تشریح۔ ● قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو؟ صلائے عام بہ ساکنان زمین' اور ہوشمندانِ زمین کو ایک پر مغز خطاب۔

● قرآن حکیم کے عظیم ترین نصب العین اور پروگرام کی تشریح پر جامع مستند کتاب حدیث القرآن کا مطالعہ ضروری ہے۔

● حال ہی میں آسٹریلوی سائنس دانوں نے کلوننگ کا نظریہ پیش کر کے دنیا میں تہلکہ برپا کر دیا ہے حضرت علامہ مشرقیؒ نے اس نظریہ کی نشاندھی اپنی کتاب حدیث القرآن میں 46 برس قبل کر دی تھی۔

تکملہ (اول دوم)

(سیرت رسول ﷺ -------- اول دوم)

قرآن حکیم کی تعلیمات پر حرف آخر

● دنیائے علم و خبر کے مفکر اعظم حضرت علامہ مشرقیؒ کی ترتیب نزول قرآن کے عین مطابق سیرت النبیؐ کے موضوع پر یہ حیرت انگیز تصنیف 1960ء میں دو حصوں میں شائع ہو کر جب لوگوں تک پہنچی تو اس نے تہلکہ مچا دیا۔

● چودہ سو برس میں پہلی قرآن حکیم کی دل کو تسلی دینے والی تشریح۔

● رسالت مآب کی تیئس برس کی مکی و مدنی زندگی کے جلال و جمال کی داستان۔

● قرآن حکیم کی تعلیمات کا ایک مکمل' مفصل اور حیران کر دینے والا' دیانت دارانہ جائزہ۔

● سیرت رسول اللہ ﷺ کی انتہائی علمی و تحقیقی تاریخ' قرآن کے نزول کی صحیح اور جامع ترتیب و تشریح۔

جسے مصنف نے دسمبر 1957ء کی یخ بستہ سردیوں میں (میانوالی جیل میں ایک تنگ نظر امر کی مصنف کی تصنیف پڑھ کر) لکھنا شروع کیا۔ اور تیس دن کی قلیل مدت میں اسے ایک ہزار صفحات پر لکھ کر رسول

ﷺ خدا کے متعلق مغرب کے تنگ نظر مصنفین اور مستشرقین کے انتہائی غلط' مضحکہ خیز' بے سروپا اور بے ہودہ اعتراضوں کا مثبت دلائل کے ساتھ دندان شکن جواب دیا۔

"تکملہ" کے مطالعہ کے بعد انسان محو حیرت ہو جاتا ہے کہ

قرآن کا بنی نوع انسان کے نام کیا زندہ رہنے والا پیغام تھا جو صدیوں تک اوجھل رہا! جس کو صرف مدینہ کے مٹھی بھر رسول ﷺ خدا کے ساتھی تھوڑا بہت سمجھ کر اٹھے اور صرف دس برس میں تمام عرب پر ایسے چھا گئے کہ اس چھا جانے کا بے پناہ زور تین سو برس تک قائم رہا۔

انسانی مسئلہ

● حضرت علامہ مشرقیؒ کا دنیا کے تقریباً" بیس ہزار مشہور سائنس دانوں کے نام قرآن حکیم کی تعلیم سے اخذ کیا ہوا مراسلہ جو جولائی 1951ء سے بھیجنا شروع کیا گیا اور نومبر1955ء تک امریکہ' یورپ اور روس کے مقتدر سائنس دانوں کو بھیجا گیا جس میں ان کی توجہ اس طرف منعطف کی گئی کہ مقصد پیدائش کائنات صرف انسان کا صحیفہ فطرت کو مکمل طور پر مسخر کرنا ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں چنانچہ اس وقت عالمان فطرت کا تسخیر کائنات کی طرف متوجہ ہونا اسی مراسلے کی وجہ سے ہے۔

● انسانی مسئلہ کی اشاعت کے فوراً" بعد پورے یورپ' امریکہ اور روس مقصد پیدائش کائنات اور تسخیر کائنات کی طرف رجوع ہوئے۔ اسی خط کی بدولت آج یورپ' روس اور امریکہ کے سائنس دان چاند اور دوسرے خطوں پر پہنچے۔

انسانی مسئلہ کے ٹائٹل پر درج ذیل شائع شدہ قرآنی آیات میں ہی اس مراسلے کا مکمل مقصد واضح ہے۔

● اے لوگو! خدائے لایزال نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب تمہارے لئے مسخر کیا ہے۔ بیشک اس پیغام میں سوچنے والی قوم کے لئے ضروری ہدایات موجود ہیں۔○ اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اور جو کچھ زمین میں ہے خدا ہی کا ہے تاکہ برے عمل کرنے والوں کو برائی کی سزا دے اور عمدہ عمل کرنے والوں کو ان کے عمدہ عمل کی جزا (انہی چیزوں میں سے) دے۔ (القرآن)

میری تصانیف کا مقصد اس قدر ہے کہ

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ادنیٰ سی عملی اور علمی آگ پاکستان کے زوال یافتہ مسلمان میں پیدا ہو جائے اور وہ آگے بڑھنے کے قابل ہو۔ یہی امید ہے جو مجھے کھینچے لئے جا رہی ہے اور کیا عجب کہ ایک گروہ یہاں یا کسی اور اسلامی ملک میں پیدا ہو جائے تو مسلمان کی بگڑی بن سکتی ہے۔ (حضرت علامہ مشرقیؒ)

التذکرہ پبلی کیشنز ● المشرقی ہاؤس

34 - ذیلدار روڈ' اچھرہ لاہور - 54600

فون نمبرز: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ - ۰۴۲ ○ فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

حضرت علامہ مشرقی کی معروف تصنیف

* قرآن حکیم کے عظیم ترین نصب العین اور پروگرام کی تشریح پر جامع مستند کتاب
* قرآن کو صحیح اور علمی نقطہ نظر سے سمجھنے کے لئے ایک بلند پایہ تفسیر
* قید سلاسل کے بیس روز کی ایک انتہائی تحقیقی علمی کاوش

علم کا بے بہا سمندر......... آیات قرآن اور ان کا گراں قدر اور زہرہ گداز علم

حدیث القرآن

سائنسی و مذہبی مفکر و فلاسفر بین الاقوامی شہرت یافتہ ریاضی دان اور نقیب فطرت حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کی وہ معرکتہ الآراء تصنیف جس میں:

* مصنف نے قرآن کی تعلیمات کو انتہائی سادہ اور آسان لفظوں میں واضح کر کے قرآن کی علمی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔
* مصنف کی یادگار عالم نوبل انعام یافتہ تصنیف "تذکرہ" کی دس جلدوں کا اختصار۔
* مصنف کا سورہ سجدہ اور سورہ جاثیہ کا مکمل مربوط اور ناقابل رد ترجمہ۔
* قرآنی نقطہ نظر سے مقام خدا' مقام انبیاءؑ' مقام الکتاب' مقام انسان' مقام فطرت' تمکن فی الارض کی علمی تشریح۔
* فردی مساوات کے لئے "زکوٰۃ" اور "الصلوٰۃ" کا عمل' موجودہ نسلی و مالی تفریق کا حل' عقائدی تفریق کے حل کے لئے عالمی مرکز کے قیام کی تجویز' علم کے ذریعے سے وحدت مذہب کا حل۔
* صحیفہ فطرت کی حقیقت اور اہمیت' طریق پیدائش' انسانی اعضاء میں انقلاب و ارتقاء ---- اعضائی ارتقاء کے متعلق تین قرآنی واقعات۔
* قرآن کے آخری آسمانی کلام ہونے کا قطعی ثبوت' مسئلہ ملاقات رب اور انجام کائنات' انجام کائنات کی جانب اقدام اور انسان کا آئندہ لائحہ عمل۔
* قرآن کو سمجھنے کے لئے بلندی نگاہ کیا ہو' صلائے عام بہ ساکنان زمین' اور ہوشمندانان زمین کو ایک پر مغز خطاب۔

تخلیق کائنات اور تسخیر کائنات کا راز جاننا چاہتے ہیں تو پھر:

حدیث القرآن کا مطالعہ کیجئے --- اپنی پہلی فرصت میں کیجئے

انہوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر مولویوں اور پیروں کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ (القرآن)

* مسلمانانِ عالم کے مذہبی اختلافات اور مولوی کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل کا پر تحقیق اور ناقدانہ جائزہ

* قرآن حکیم کی تعلیمات کا سائنٹیفک تجزیہ * دین اسلام کی ماہیت کی علمی نقطہ نظر سے وضاحت

عقلی استدلال ---------------- ***** ---------------- زوردار انداز بیان

***** ---------------- منفرد اسلوب ---------------- *****

ہردلعزیز راہنما اور سیاستدان، مذہبی مفکر و فلاسفر حضرت علامہ مشرقی کی معروف تصنیف

مولوی کا غلط مذہب

ایک ہیجان خیز انکشاف ---------------- ایک عالم انگیز پیغام

مولوی کا غلط مذہب میں --------- بانی خاکسار تحریک حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کے علاوہ نواب بہادر یار جنگ، خان حبیب اللہ خان (سابق چیئرمین سینٹ)، پیر رشید الدولہ، پروفیسر سید اللہ بخش، شیخ الفاضل مولوی شاکر اللہ نے مولوی کی جاہلانہ تعلیمات کے بخئے ادھیڑ کر مولوی کے تین سو سالہ مذہبی تخیل کو رد کیا ہے۔

وہ عظیم دستاویز جو پانچ سال کے عرصہ میں بیس لاکھ سے زائد چھپ کر فروخت ہوئی جو برصغیر کی تاریخ میں ریکارڈ ہے۔

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں ----

ناشر

التذکرہ پبلیکیشنز

المشرقی ہاؤس ۳۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور

فون نمبرز: ۴۱۱۲۲۸ ☆ ۴۱۵۱۱۶ ـ ۰۴۲ ( ) فیکس: ۷۵۸۷۳۹۴

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (۸۶: ۱۳-۱۴)

یہ فی الحقیقت ایک قطعی اور فیصلہ کن قول ہے ہنسی مخول اور سرسری بات نہیں۔

قولِ فیصل

یعنی

قوموں کا زوال اور اُس کا علاج

حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ

ناشر

التذکرہ پبلی کیشنز

المشرقی ہاؤس ۴۴ ذیلدار روڈ، اچھرہ لاہور ــــ ۵۴۶۰۰

تذکرہ

- حضرت علامہ مشرقیؒ کے فکر و بصیرت کا زندہ جاوید شاہکار
- کتاب اللہ کے انقلاب آفرین حقائق کا ترجمان
- قوموں کی حیات و ممات کے اٹل اور لازوال دستور کی حقیقت کشا تفسیر

1924ء میں ..... جب یہ شاہکار منظر اشاعت پر آیا

- چاروں طرف ایک ہلچل سی بپا ہو گئی ● خدا فریبیوں کے نقاب سے الٹنے لگے
- خوش فہمیوں، خود فریبیوں اور طفل تسلیوں کے تانے بانے ٹوٹنے لگے

"تذکرہ" کی حقیقت کشائی کی ہر تان اس پر ٹوٹتی ہے کہ

اگر ہم "اعلون اور غالبون" نہیں تو یقیناً" مسلمان بھی نہیں اور نہ صاحب ایمان جب
تک ذلت اور شکست پر مطمئن ہیں، اسلام کا ہر دعویٰ خدا کا کھلا مکر و فریب ہے۔

اس دور کے شہرہ آفاق مجاہد اسلام امیر طرابلس حضرت امام شیخ السنوسیؒ نے اس آواز کو لرزتے ہوئے دل سے سنا اور "تذکرہ" کی باقی جلدوں کی فوری اشاعت کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا: جس طرح

"تم نے قرآن کو سمجھا باقی مسلمانوں کو بھی سمجھاؤ۔ ورنہ قیامت کے دن
ہمارا ہاتھ ہو گا اور تمہارا دامن"

- عثمانیہ یونیورسٹی نے اسے اپنے نصاب میں داخل کرنے کی درخواستیں کیں۔ لیکن شہرت سے بے نیاز مصنف نے یہ کہہ کر ہر درخواست ٹھکرا دی کہ

"میں تذکرہ کو سعدی کی گلستان نہیں بنانا چاہتا"

رائل سوسائٹی آف آرٹس لندن کے جریدہ نے "تذکرہ" کو یادگار عالم شاہکار" قرار دیا۔

- ییل یونیورسٹی آف امریکہ کے فاضل پروفیسر ٹاری نے اس پر کئی ماہ تک یونیورسٹی میں لیکچر دیئے۔
- مغرب کی ممتاز علمی سوسائٹی نے "تذکرہ" کے شہرہ آفاق مصنف کو اعزازی رکنیت کی پیش کش کی۔
- انٹرنیشنل سوسائٹی آف اورینٹلسٹس نے جس کے ارکان کی تعداد پوری دنیا میں بیک وقت سو سے زیادہ نہیں اس نے اپنی صدارت قبول کرنے کی پر جوش خواہش کا اظہار کیا۔

------ لیکن ------

تذکرہ کے جلیل القدر مصنف حضرت علامہ مشرقیؒ ان تمام اعزازات سے بے نیاز ہو کر علم و بصیرت اور فلسفہ و حکمت کی بارگاہ میں اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ چکا تھا اور اب اس "دعوت انقلاب" کے زور پر عظمت کردار کے وہ معرکے سر انجام دینا چاہتا تھا جو پوری دنیا کی تاریخ بدل کر رکھ دیں۔ مشرق کی ذلت و مسکنت کا سیاہ دور ختم ہوا اور عالم اسلام ایک بار پھر نوع انسانی کی امامت و قیادت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے قابل ہو سکے۔

- تذکرہ خریدیئے ● تذکرہ کا مطالعہ کیجئے ● تذکرہ پر تذکرے کیجئے ● تذکرہ پر عمل کیجئے اور
- تذکرہ کا تحفہ دیجئے --- تذکرہ اول دوم سوم --- فی جلد: 300 روپے

التذکرہ پبلی کیشنز ○ المشرقی ہاؤس، 34- ذیلدار روڈ، اچھرہ- لاہور 54600
فون نمبرز: 411228 ☆ 415116 -042 ○ فیکس: 042-7587894